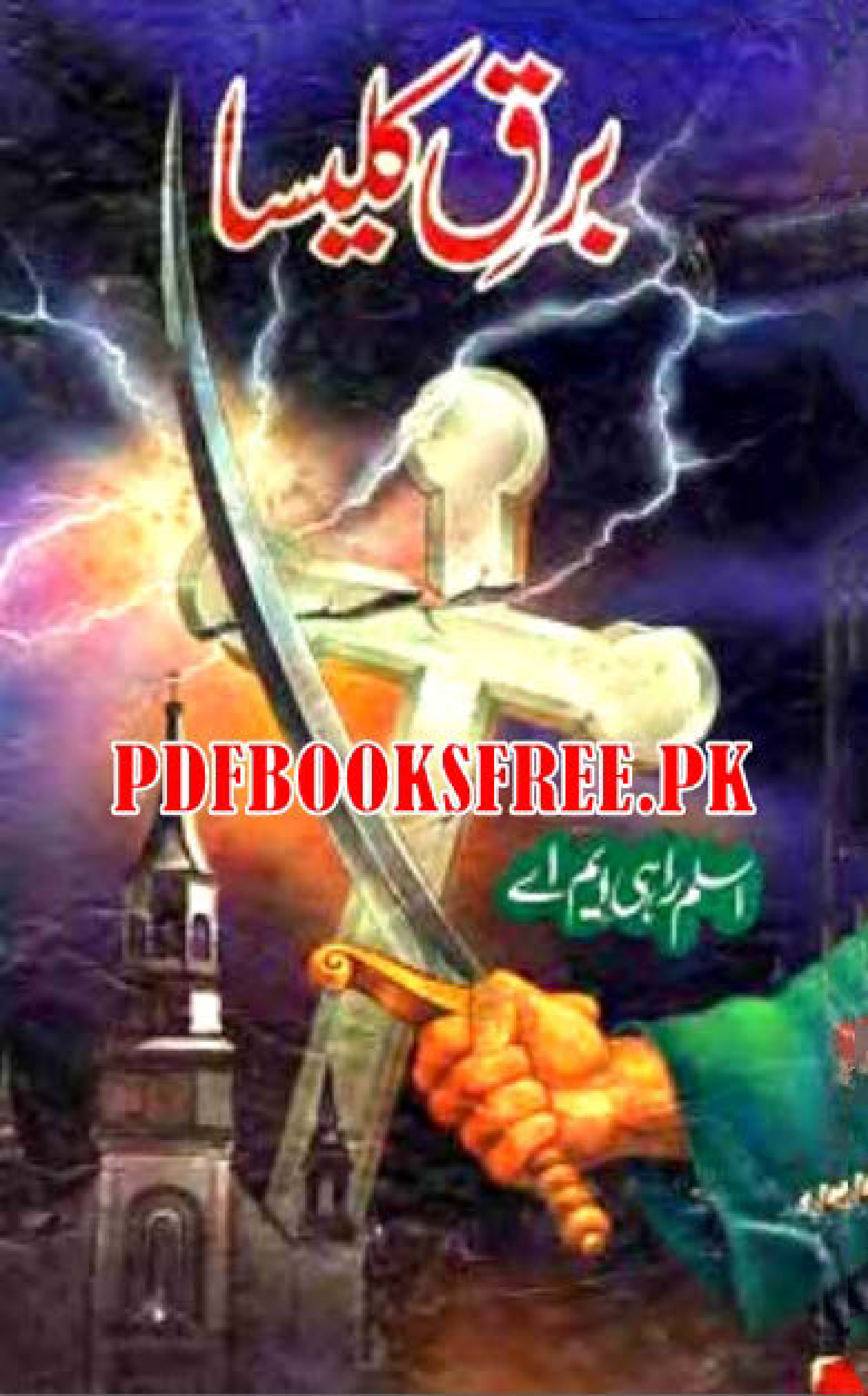

برقِ کلیسا
PDFBOOKSFREE.PK
اسلم راہی ایم اے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زیر نظر ناول بیک وقت افریقہ اور اندلس کے حکمران یعقوب المنصور سے متعلق ہے۔ فاران کی چوٹی سے شروع ہوئی والی ازلی روشنی حجاز مقدس کو جگمگاتی ہوئی عہد صدیق اکبرؓ میں اقصیٰ عالم میں پھیلنے لگی تو پھر عمر فاروق کے دور عدل گستر میں جہاں اس نور مقدس نے شام و ایران اور مصر اور فلسطین سے باطل کی ظلمتوں کو کافور کیا وہاں شمالی افریقہ بھی اس نور کی برکات سے مستفید ہوا۔

شمالی افریقہ میں لیبیا' الجزائر' تیونس اور مراکش کے علاوہ کئی دیگر مسلمان سلطنتیں ہیں قدیم زمانے میں یہاں ان سرزمینوں میں بربر نام کی قوم آباد تھی جو مملکتی حدود سے بے نیاز اور آزادانہ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔

آخرکار قبل مسیح میں فینوقیوں نے تیونس کے علاقے پر باقاعدہ حکومت قائم کی ان کا صدر مقام قرطاجنہ تھا یہاں انہوں نے لگ بھگ چھ سو سال حکومت کی پھر ان کی بد قسمتی کہ رومن ان پر حملہ آور ہوئے اور رومنوں کے ساتھ ان کی سو سالہ جنگ جاری رہی بلاخر اہل روما نے اس سرزمین کو فونیقیوں سے چھین لیا۔

اس کا بعد ونڈال نام کی وحشی قوم رومنوں پر حملہ آور ہوئی اور یہ علاقہ انہوں نے رومنوں سے چھین لیا۔ رومنوں کو اس علاقے کا چھن جانے کا بڑا دکھ تھا لہٰذا چھٹیں عیسوی صدی میں اہل روما نے دوبارہ حملہ آور ہو کر اس خطے کو فتح کر لیا اور حسب سابق وہاں اپنی شان و شوکت کے ڈنکے بجائے۔

فاروق اعظم کے دور خلافت میں اس علاقے پر رومنوں ہی کی حکومت تھی اسلامی عساکر نے پہلے برقہؓ اور پھر حضرت عثمان غنیؓ کے عہد میں طرابلس کو فتح کیا۔ حضرت امیر معاویہؓ کے دور میں اس پر بھرپور توجہ دی گئی اور شمالی افریقہ کے اکثر مقامات پر پرچم اسلام بلند کر دیا گیا۔

آئندہ چند سالوں کے اندر اندر عقبہ بن نافع نے قریب قریب سارے شمالی افریقہ کو مسخر کیا لیکن بدقسمتی سے وہ اپنے تین سو ساتھیوں کے ساتھ دشمن کے نرغے میں آ کر شہید ہو گیا اور شمالی افریقہ کے حالات پھر دگرگوں ہو گئے۔

عبدالملک بن مروان نے زہیر بن قیس کی زیر سرکردگی ایک لشکر روانہ کیا جس نے اگرچہ بربریوں پر فتح پا لی لیکن زہیر اور اس کے ساتھی بھی اہل روما سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور شمالی افریقہ مسلمانوں نے کے ہاتھوں سے نکل گیا۔

ہجری چوہتر میں مسلمان پھر اس طرف متوجہ ہوئے اور چار سال کے قلیل عرصہ میں ایک بار پھر شمالی افریقہ پر اسلامی پرچم لہرا دیا گیا۔ اس کام کو موسیٰ بن نصیر نے بڑے احسن طریقے سے انجام دیا تھا۔

موسیٰ بن نصیر نے اپنی حکومت کو مستحکم کرنے کے بعد طارق بن زیاد کے ساتھ مل کر اسپین پر بھی قبضہ کر لیا اس طرح موسیٰ بن نصیر بیک وقت افریقہ اور اندلس کا حاکم بنا۔

پانچویں صدی ہجری میں مرابطین کا ظہور ہوا اس وقت اندلس کی حالت قابل رحم تھی شمال کی طرف سے فرانسیسی اور شمالی اندلس کی عیسائی سلطنت مسلمانوں پر حملہ آور ہو رہی تھیں اور بڑی تیزی کے ساتھ ان کے علاقے ان سے چھین رہی تھیں۔

مرابطین نے مراکش' تیونس' الجزائر اور طرابلس پر اپنی حکومت کو مستحکم کیا پھر مرابطیوں ہی کے رجل عظیم یوسف بن تاشفین نے افریقہ سے اٹھ کر اندلس کا رخ کیا اور شمال کے عیسائی حکمرانوں کو ایک بار پھر مار بھگایا اور اندلس کو محفوظ کر دیا۔

مرابطین کے زوال کے بعد اندلس کی حالت ایک بار پھر ابتر ہو کر رہ گئی۔ شمالی اندلس کا حکمران الفانسو اور پرتگال کا حکمران سینکو مسلمانوں کے علاقوں پر چڑھ دوڑے اور وسیع علاقے انہوں نے مسلمانوں سے چھین لئے۔ اس دور میں افریقہ کے مواحدین نے اپنی سلطنت افریقہ میں مستحکم کی۔ مواحدین کا بانی محمد بن تومرت تھا اس کی وفات کے بعد عبدالمومن بن علی اس کا جانشین ہوا اس نے امیر المومنین کا لقب اختیار کر کے اپنا تعلق خلاف عباسیہ سے یکسر منقطع کر لیا۔ عبدالمومن ایک بہادر اور پرعزم فرما رواں تھا اس نے فارمن عیسائیوں کو پے در پے شکستیں دے کر افریقہ کے چپے چپے پر قبضہ کر لیا اور رومنوں کو نکال باہر کیا۔

عبدالمومن کے بعد اس کا پوتا ہجری پانچ سو اسی میں مسند خلافت پر متمکن ہوا اس کا نام یعقوب المنصور تھا اور یہ ناول اسی یعقوب المنصور ہی کے متعلق ہے مورخین نے اس یعقوب المنصور کو ایک گوہر تابدار قرار دیا ہے۔

یعقوب المنصور کا شمار اسلام کے ان دس بڑے سورماؤں میں کیا جاتا ہے جن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے حالات قلم بند کرنے کا ارادہ مولانا شبلی نے کیا تھا لیکن افسوس' کہ وہ الفاروق اور المامون کے علاوہ کسی اور پر قلم نہ اٹھا سکے۔ اس ناول کے چار کردار بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ پہلا برق کلیسا جس کا نام توماذن تھا لیکن یہ برق کلیسا کے نام سے مشہور ہوئی۔ پرتگال کے عیسائی حکمران سینکو کی بھتیجی تھی اور اس کی تربیت ہی اس نے اس طرح کی تھی کہ اس نے سینکو کے بیٹے کا کردار ادا کیا اور جنگوں میں مسلمانوں کے خلاف جگہ جگہ اس نے محاذ آرائیاں کیں۔ برق کلیسا جہاں تیغ زنی میں ایک کمال رکھتی تھی وہاں وہ اپنے حسن' اپنی خوبصورتی میں بھی لاجواب تھی۔ جہاں پرتگال کے اندر طرح طرح کے طوفان کھڑے کئے وہاں اس کے کنوارپنے کی خوشبو اور تیغ زنی کی مہارت نے جنگوں میں بھی برق سی گرانے کا کام سرانجام دیا۔ نام تو اس کا ماذن تھا' سینکو نے چونکہ اسے کلیسا کے حوالے کر دیا تھا کلیسا والوں نے اسے حربی تربیت دی اور مسلمانوں کے سامنے لا کھڑا کیا لہٰذا یہ برق کلیسا کہلائی۔

اس ناول کے باقی تین اہم کرداروں میں سے سر فہرست احمد بن سعید کا نام آتا ہے دوسرے نمبر پر قراقوش اور تیسرے نمبر پر شعبان یہ تینوں سلطان صلاح الدین کے نامور جرنیل اور سالار تھے جنہیں اس نے یقعوب المنصور کی طرف روانہ کیا تھا۔ یعقوب المنصور کے ساتھ مل کر ان تینوں نے وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیے کہ برق کلیسا جسے پرتگال کے لشکری اور حکمران ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے اسے اسی احمد بن سعید نے اپنے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا۔ برق کلیسا اور احمد بن سعید کی ملاقاتیں کیا رنگ لائیں یہ سب کچھ آپ کو اس ناول برق کلیسا میں تفصیل کے ساتھ ملے گا۔

اسلم راہی' ایم اے
غریب پورہ گجرات

مراکش کے قصر المجاز میں افریقہ اور اندلس کا حکمران' امیر یعقوب المنصور انتہائی سنجیدہ اور فکرمندی کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ یعقوب المنصور کا رنگ کھلتا ہوا' گندمی چہرہ قدرے لمبوترا لیکن خوشنما تھا' آنکھیں روشن سرمگیں تھیں۔ منہ کا دہانہ فراخ' داڑھی گول اور جسمانی اعضاء خوب قوی اور مضبوط تھے۔

اس موقع پر یعقوب المنصور نے سر پر ایک معمولی کپڑے کا عمامہ باندھ رکھا تھا۔ کہتے ہیں کہ یعقوب المنصور ایک عظیم الشان سلطنت کا فرماں روا تھا لیکن وہ شاہانہ کر و فر اور نمود و نمائش سے بالکل اجتناب کرتا تھا۔ کہنے والوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس کا لباس اور کھانا بالکل معمولی ہوتا تھا۔ اس نے ساری زندگی سونا' چاندی' ریشم اور ہیرے جواہرات استعمال نہ کئے اور نہ اپنے لئے تاج شاہی بنوایا اس کے سر پر سادہ سا عمامہ ہوتا تھا اس کے انکسار کی یہ کیفیت تھی کہ اکثر و بیشتر اپنے سپاہیوں اور طلباء کے ساتھ زمین پر بیٹھ کر کھانا کھا لیتا تھا اور قرآن و حدیث کے علماء کے سامنے بچھ بچھ جاتا تھا۔

مسند حکومت پر بیٹھنے کے بعد وہ پانچ وقت کی نماز میں خود امامت کرتا تھا۔ یہ سلسلہ کئی ماہ تک جاری رہا۔ ایک دن کسی کام میں مشغولیت کی وجہ سے وہ نماز عصر کے لئے وقت پر مسجد نہ پہنچ سکا یہاں تک وقت کم رہ گیا لوگ اس کا انتظار کرتے رہے آخر اس نے آ کر نماز پڑھائی نماز کے بعد لوگوں کو سخت ملامت کی اور کہنے لگا۔

"میں دیکھتا ہوں کہ آپ لوگ صرف میری خاطر نماز پڑھتے ہیں ورنہ آپ کو میرے بغیر نماز پڑھنے میں کیا چیز مانع تھی۔ آپ میں سے کوئی بھی صاحب امامت کرا سکتے تھے۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف نہ لا سکے تو صحابہ کرام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو امام بنا کر نماز ادا کر لی تھی کیونکہ نماز کا وقت جا رہا تھا۔ کیا یہ راہنمائے دین اور آسمان ہدایت کے ستارے آپ کے لئے نمونہ نہیں ہیں۔" کہتے ہیں اس واقعے کے بعد خلیفہ نے امامت ترک کر دی اور کسی دوسرے امام کی امامت میں نماز پڑھنے لگا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔

امیر یعقوب المنصور اس طرح سنجیدہ حالت میں قصر کی نشست پر بیٹھا تھا کہ اس کا حاجب عبداللہ بن یعقوب اندر داخل ہوا۔ یاد رہے کہ امیر یعقوب المنصور کا حاجب عبداللہ بن یعقوب اس کا بیٹا تھا۔

اس موقع پر امیر یعقوب المنصور کے سامنے دو رویہ ارا کین سلطنت بیٹھے ہوئے تھے۔ دائیں جانب وزیر اول ابوبکر بن عبداللہ' اس کے بعد وزیر دوم عبداللہ بن محمد' پھر وزیر سوئم عبدالرحمان بن موسیٰ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کے بعد کاتب محمد بن عبدالرحمٰن تھے۔ اس کے بعد مختلف ارا کین سلطنت اپنی اپنی نشست پر بیٹھے ہوئے تھے۔

بائیں جانب پہلی نشست جو سلطنت کے قاضی کی تھی وہ خالی پڑی تھی۔ دوسری نشست پر نائب قاضی القضاۃ ابوالقاسم بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے بعد لشکریوں کے چھوٹے بڑے سالار اپنی اپنی نشست سنبھالے ہوئے تھے۔

قصر کے کمرے میں داخل ہونے کے بعد حاجب عبداللہ بن یعقوب نے امیر یعقوب المنصور یعنی اپنے باپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"امیر محترم! اس وقت تین اشخاص آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔ اول اپنے قاضی القضاۃ ابو جعفر احمد بن مضاء' وہ چار نوواردوں کو پیش کرنا چاہتے ہیں جن کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ گزشتہ کئی دنوں سے ان چاروں نے قاضی القضاۃ کے یہاں قیام کر رکھا ہے اور وہ مشرق کے عظیم سلطان اور ہمارے عزیز و محترم بھائی سلطان صلاح الدین کی طرف سے تشریف لائے ہیں۔"

"امیر محترم! دوسرا شخص جو آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہے وہ قرطبہ کے والی اور آپ کے بھائی ابو یحییٰ کی طرف سے آیا ہے اور آپ کی خدمت میں کوئی اہم خبر کہنا چاہتا ہے۔"

"امیر محترم! تیسرا شخص جو آپ سے ملاقات کا منتظر ہے وہ پرتگال کے بادشاہ سینکو کا سفیر ہے اس نے اپنی ذات کے متعلق یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ پرتگال میں جس قدر ٹیمپلر ہیں ان کا ایک سرکردہ معتبر اور ایک بے مثال تیغ زن ہے وہ آپ کو پرتگال کے بادشاہ سینکو کا کوئی پیغام دینا چاہتا ہے۔"

"امیر محترم میں ایک گزارش کرنا بھول گیا وہ یہ کہ ہمارے قاضی القضاۃ جن چار جوانوں کو آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتے ہیں ان کے ساتھ ایک پانچواں جوان بھی ہے اس کا نام ابوالحرث عبدالرحمٰن ہے۔ اس کا تعلق شیراز کے حکمران خاندانوں سے ہے یہ سلطان صلاح الدین کا قاصد ہے اور آپ کے نام سلطان محترم صلاح الدین کا کوئی اہم پیغام لے کر آیا ہے۔ قاضی القضاۃ کا یہ بھی کہنا ہے کہ ابوالحرث عبدالرحمٰن کے پاس' سلطان صلاح الدین کی طرف سے آپ کے نام کوئی خط بھی ہے اب جس کے متعلق آپ حکم دیں اسے پیش کروں۔"

حاجب جب خاموش ہوا تو امیر یعقوب المنصور نے کچھ سوچا پھر حاجب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سب سے پہلے قاضی القضاۃ ابو جعفر کو اندر بھیجو۔ انہیں کہو پہلے اکیلے آ کر میرے ساتھ گفتگو کریں جو چار جوان میرے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں انہیں ابھی اپنے ساتھ نہ لائیں اور ہمارے محترم بھائی سلطان صلاح الدین کی طرف سے جو قاصد آیا ہے وہ بھی ان چار جوانوں کے ساتھ اندر آئے گا اسے بھی باہر رو کو۔"

حاجب عبداللہ باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد عبداللہ کے ساتھ مراکش کا قاضی القضاۃ ابو جعفر اندر آئے اور امیر المومنین یعقوب المنصور کا چچا عبدالرحمٰن بن یوسف داخل ہوئے ان کی آمد پر سب اپنی جگہوں پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ یعقوب المنصور نے بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر ان کا استقبال کیا تھا۔ دونوں آگے بڑھ کر اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ امیر المومنین یعقوب المنصور کے جو سب سے قریبی نشست تھی اس پر قاضی القضاۃ ابو جعفر بیٹھے تھے۔

اس وقت قصر المجاز میں بالکل خاموشی اور سکوت تھا۔ اس موقع پر یعقوب المنصور نے کچھ سوچا پھر وہ اپنے قاضی القضاء ابو جعفر کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

"میرے محترم! حاجب عبداللہ بتا رہا تھا کہ آپ اپنے ساتھ ہمارے بھائی صلاح الدین کا ایک قاصد اور سلطان ہی کی طرف سے آنے والے چار جوانوں کو لے کر آئے ہیں' میں ان سے متعلق تفصیل جاننا پسند کروں گا۔"

اس موقع پر قاضی ابو جعفر کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر امیر المنصور کو مخاطب کرتے ہوئے انہوں نے کہنا شروع کیا۔

"امیر محترم! جن چار جوانوں کا ذکر حاجب عبداللہ نے آپ کے سامنے کیا ہے وہ اپنے

شعبے میں بالکل بے مثال ہیں۔ میں گزشتہ چار دن سے ان کی ذات کا مطالعہ کرتا رہا ہوں۔ میں ان کے متعلق پوری چھان بین کرنے کے بعد آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا تھا۔ سلطان صلاح الدین کا جو قاصد آیا ہے اور جس کا نام ابوالحرث ہے اس سے بھی میں ان چاروں کے متعلق تفصیل معلوم کر چکا ہوں۔ ابوالحرث کے پاس سلطان صلاح الدین کی طرف سے آپ کے نام ایک خط بھی ہے میں نے اس خط کی نوعیت جاننے کی کوشش نہیں کی۔ وہ خود خط آپ کی خدمت میں پیش کرے گا۔ بہرحال جن چار سے متعلق آپ نے پوچھا ہے ان میں سے پہلا ڈھلتی عمر کا ایک شخص ہے نام اس کا عمادالدین ہے اور یہ سلطان صلاح الدین کے جو مصر میں لشکر مقیم ہیں ان لشکریوں کا قاضی ہے۔ جو قاصد سلطان صلاح الدین کی طرف سے آیا ہے اس کا کہنا ہے کہ قاضی عماد الدین زمین پر کرنیں اور فلک پر ستارے بکھیر دینے والا ایک جید عالم ہے۔ سچے جذبوں کے جوہر کی طرح ایک انصاف پسند قاضی اور جواہر کے پارکھ جیسا بہترین منصف ہے۔"

"دوسرا ایک نوجوان ہے، نام اس کا شعبان ہے۔ یہ نوجوان ایک کامل الفن شاعر بلند پایہ ادیب اور نہایت نفیس مزاج آدمی ہے۔ اس سے متعلق ابوالحرث نے بتایا ہے کہ یہ ایک بہترین جاسوس اور عمدہ قسم کا مخبر ہے، ایسا مخبر جو ٹوٹے خوابوں، بکھری تعبیروں کے اندر بھی میٹھے بول کے جادو کی طرح اٹھ کھڑا ہو، جو صوتی ہلچل کے اندر بھی کیمیائی لفظوں کے ہیر پھیر کی طرح اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے ایک ایسا جاسوس ہے جو حروف تمنا کے مسافر کی طرح ہجر کی پلکوں اور جلتے استعاروں میں بھی اتر جانے کا فن جانتا ہے۔"

"تیسرے جوان کا نام قراقوش ہے۔ انتہائی عجیب و غریب نوجوان ہے قاصد کا کہنا ہے کہ یہ ایک عمدہ اور بے مثال تیغ زن ہے۔ دشمن سے جب ٹکراؤ ہوتا ہے تو تیز رو برق گام حروف فسوں کی طرح دشمن کی صفوں میں گھس جانے کا فن جانتا ہے کس برہنہ ترغیب دینے والے رقص رندانہ کی طرح حملہ آور ہوتا ہے اور ہوش و حواس کو منجمد کر دیتا ہے کہتے ہیں جب یہ ٹکراؤ پر اترتا ہے تو فشار آتش کے وارفتہ سیل محشر کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔"

"چوتھا ان سب سے بڑھ کر ہے اس کا نام احمد بن سعید ہے۔ زیادہ تر اسے احمد الحاجب کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے۔ سلطان صلاح الدین کے محترم سفیر کا کہنا ہے کہ یہ شخص حرب و ضرب کے ہر شعبے میں بے مثال ہے۔ کہتے ہیں جنگوں کے اندر یہ فرقتوں کے سیاہ اندھیرے، آرزوؤں کے سنہرے موسموں کی طرح چھا جاتا ہے۔ جنگ کے دوران جب یہ وحشتوں کے رقص اور گونجتے آبشاروں کے نغموں کی طرح تکبیریں بلند کرتے ہوئے سلگتے دھاروں کے پانیوں کی طرح نزول کرتا ہے تو صف بہ صف دشمنوں کو موت کی وادیوں میں دھکیلتا چلا جاتا ہے۔ کہتے ہیں جب یہ تلوار حرکت میں لاتا ہے تو دہشت قضا کا قہر بن کر در افلاک سے اترتا ایک رقص فنا بن جاتا ہے۔ جب یہ اپنے تیروں سے کام لیتا ہے تو موسموں کی آنکھ مچولی میں بکل مارے بیٹھی آہیں پھیلاتی موت کی طرح اٹھتا ہے اور اپنے سامنے آنے والی ہر شے کو چھلنی کرتا چلا جاتا ہے۔"

"امیر محترم! قاصد کا کہنا ہے جب یہ اپنے نیزے کو حرکت میں لاتا ہے تو خواب در خواب غزالوں کے نئے بار گراں، پیچ در پیچ سلسلہ قہر و جفا کھڑے کرتا ہے قاصد کا یہ بھی کہنا ہے کہ یہ نوجوان جبر کے طوفان، قحط کے پھیلتے لمحوں اور بے چین کر دینے والے یاس و افلاس کی طرح دشمن پر چھانے کا فن اور ہنر جانتا ہے۔"

"امیر محترم! بتانے والے نے یہ بھی بتایا ہے کہ چاروں کا تعلق غز ترکوں سے ہے لیکن میں نے جو اندازہ لگایا ہے اس کے مطابق قاضی عماد الدین، شعبان اور قراقوش کا تعلق تو غز ترکوں سے ہو سکتا ہے، جہاں تک احمد بن سعید الحاجب کا تعلق ہے تو وہ مجھے بنیادی طور پر ایک عرب لگتا ہے۔ میں نے یہ اندازہ اس کے لباس سے بھی لگایا ہے۔ اب ان کے متعلق آپ جو بھی حکم دیں اس پر عمل کیا جائے گا۔"

اس موقع پر یعقوب المنصور نے کوئی توقف نہیں کیا، قاضی القضاء کے بجائے اپنے بیٹے حاجب عبداللہ کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کیا۔

"جن چار جوانوں کا قاضی القضاء نے ذکر کیا ہے انہیں اندر لاؤ، ان کے ساتھ ہمارے محترم اور بھائی کی طرف سے جو سفیر آیا ہے ان چاروں کے ساتھ اسے بھی اندر لاؤ پہلے میں ان سے بات کروں گا، اس کے بعد قرطبہ میں میرے بھائی یحیٰی کی طرف سے جو سفیر ہے اسے پیش کرنا آخر میں سینکو کے سفیر سے گفتگو کرنا پسند کروں گا۔" اس کے ساتھ ہی حاجب باہر نکل گیا تھا۔

حاجب کے جانے کے بعد یعقوب المنصور نے ایک بار قاضی ابو جعفر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ابو جعفر میرے محترم! چاروں نوواردوں کی تعریف آپ نے اس طرح کی ہے کہ ان سے ملاقات کرنے اور ان سے ملنے کی خواہش اپنی دیوانگی کی آخری حدود تک پہنچ گئی ہے۔ آپ کے الفاظ نے ان سے ملاقات کرانے کے لئے میرے دل' میرے ضمیر' میرے ذہن میں ایک ہلچل برپا کردی ہے' پر ایک بات بتائیں سلطان صلاح الدین کی طرف سے ابوالحرث نام کا جو قاصد آیا ہے وہ سلطان کا کوئی پیغام لے کر آیا ہو گا اس سے ملاقات پر پتا چل جائے گا کہ محترم صلاح الدین نے میرے نام کیا پیغام بھجوایا ہے۔ پر یہ تو کہو کہ جن چار جوانوں کی یا تین جوانوں اور ایک قاضی عماد الدین کی آپ نے تعریف کی ہے انہوں نے کس سلسلے میں ہماری سرزمینوں کا رخ کیا ہے۔"

یعقوب المنصور جب خاموش ہوا تب قاضی ابو جعفر نے کہنا شروع کیا۔

"امیر محترم! قاضی عماد الدین' شعبان' قراقوش اور احمد بن سعید الحاجب (ان چاروں کا ذکر یعقوب المنصور کے مورخ علامہ عبدالواحد مراکشی نے اپنی کتاب المعجب میں تفصیل کے ساتھ کیا ہے) چاروں نے ہماری سرزمینوں کا کیوں رخ کیا ہے یہ قاضی عماد الدین خود ہی آپ سے کہیں گے میں شاید آپ سے یہ کہنا بھول گیا ہوں کہ قاضی عماد الدین بہترین قسم کا خطیب اور ایک نایاب و بے مثل مقرر ہے۔ میں بتا چکا ہوں کہ یہ مصر میں صلاح الدین کے لشکریوں کے قاضی تھے جو قاصد صلاح الدین کی طرف سے آیا ہے اس کا کہنا ہے کہ قاضی عماد الدین جب تقریر کرتے ہیں تو سننے والوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔"

یہاں تک کہتے کہتے قاضی ابو جعفر کو رک جانا پڑا اس لئے کہ حاجب پانچ اشخاص کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا۔ امیر یعقوب المنصور نے بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کر ان پانچوں کا استقبال کیا۔ پرجوش انداز میں ان سے مصافحہ کیا۔ پھر نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس کے بعد امیر یعقوب المنصور سے آنے والے پانچوں کا تعارف کراتے ہوئے قاضی ابو جعفر نے کہا۔

"امیر محترم! پہلی نشست پر جو ڈھلی ہوئی عمر کا شخص بیٹھا ہوا ہے یہ عماد الدین ہے' اس کے ساتھ بے مثل تیغ زن احمد بن سعید الحاجب ہے' تیسرے نمبر پر قراقوش اور آخر میں شعبان بیٹھا ہوا ہے۔ شعبان کے ساتھ جو آگے جوان ہے وہ سلطان صلاح الدین کا قاصد ابوالحرث ہے۔"

امیر نے ان سب کا جائزہ لینا شروع کیا۔ پہلے اس کی نگاہیں احمد بن سعید الحاجب پر جمی تھیں۔ امیر یعقوب المنصور نے دیکھا احمد بن سعید الحاجب کی آنکھوں میں ایسا تجسس تھا جیسے کوئی شیر جنگل میں کھٹکے کے باعث کچی نیند سے جاگ اٹھا ہو۔ اس کی آنکھوں میں اس شاہین کی سی سرخی تھی جو بھوک کے مارے کسی شکار پر جھپٹ پڑا ہو۔ امیر نے یہ بھی دیکھا احمد بن سعید الحاجب کے چہرے پر وفا کے دشت میں وقت کی زنجیریں کاٹ دینے والے سلگتے خوابوں جیسے جذبے تھے۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے ملت کے بکھرے عناصر کو وہ اپنے جذبات کی شدت سے یکجا کرنے کا ہنر اور صفائی جانتا ہو۔

احمد بن سعید سے ہٹ کر امیر کی نگاہیں قراقوش پر جمیں۔ اس نے دیکھا اس کا چہرہ ایسا تھا جیسے بے رحم زر اندوزوں کے اندر کوئی جرات سرکش بن کر کھڑا ہو یا لفظوں کی ملال یادوں کے جنگل میں ضبط تمنا کی عمدہ مثال پیش کرنے والا کوئی نقیب اپنی موجودگی کا پتہ دے رہا ہو۔

تیسرے درجے پر امیر نے شعبان کی طرف دیکھا جس کے متعلق اسے بتایا گیا تھا کہ وہ جاسوسی اور خبریں اکٹھی کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا۔ امیر یعقوب کو محسوس ہوا کہ شعبان ایسا جوان ہے جیسے بے در کے گنبد میں چھپے راز۔ اس کا چہرہ بتا رہا تھا جیسے وہ غم فردا کے دکھوں کو نڈھال کر کے انہیں نغموں کا ابال دینے کا فن جانتا ہو۔

آخر میں امیر کی نگاہیں قاضی عماد الدین پر جم کر رہ گئی تھیں۔ قاضی عماد الدین امیر یعقوب کو ایسے لگا جیسے اس نے خودداری کی ردا اوڑھ رکھی ہو۔ جیسے وہ حادثہ بدوش' معجزہ نما تخیلات کا ظہور کرنے والا ہو۔ امیر یعقوب کو اس کے چہرے سے نغموں کی غنائیت جیسا انصاف اور خطیبانہ رنگ جیسی منصفی دکھائی دی تھی۔

کچھ دیر تک ان چاروں کا جائزہ لینے کے بعد امیر یعقوب المنصور نے قاضی عماد الدین کی طرف دیکھا پھر اسے مخاطب کیا۔

"محترم عماد الدین! میں آپ پانچوں کو اس سرزمین پر خوش آمدید کہتا ہوں۔ قبل اس کے میں اپنے محترم اور اپنے بھائی صلاح الدین کے قاصد سے گفتگو کروں میں آپ سے یہ پوچھتا ہوں کہ آپ چاروں کی اس طرف آمد کا کیا مقصد ہے؟"

امیر یعقوب المنصور قاضی عماد الدین کو جب مخاطب کیا تو عماد الدین اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ بڑی بے چینی سے امیر یعقوب نے اپنی جگہ پر پہلو بدلا اور ہاتھ کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اشارے سے عماد الدین کو بیٹھنے کے لئے کہا پھر اس کی آواز بھی سنائی دی۔

"آپ کو مجھ سے مخاطب ہونے کے لئے اٹھنے کی زحمت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ بیٹھیں، تشریف رکھیں جو کچھ کہنا چاہتے ہیں بیٹھے ہی بیٹھے کہیں۔"

قاضی عماد الدین بیٹھ گیا۔ نگاہیں اس کی امیر یعقوب المنصور کی طرف جم گئی تھیں۔ پھر قصر کے اس کمرے میں قاضی عماد الدین کی آواز گونج گئی تھی۔

"امیر محترم! پرتگال کے حکمران سینکو کی سرزمین میں چند قلعے ایسے ہیں جہاں یورپ کے سارے ٹیمپلر جمع ہوتے ہیں۔ وہاں انہیں تربیت دی جاتی ہے۔ تربیت کی تکمیل کے بعد انہیں فلسطین میں ہمارے سلطان صلاح الدین کے خلاف لڑنے کے لئے روانہ کیا جاتا ہے۔"

"ہمیں سلطان صلاح الدین نے اس غرض کے تحت آپ کی طرف روانہ کیا ہے کہ آپ کے ساتھ مل کر ہم ان قلعوں کا خاتمہ کریں جن میں ٹیمپلر پرورش پاتے ہیں اور تربیت حاصل کرنے کے بعد فلسطین کے مسلمانوں کا قتل عام کرنے کے لئے مشرق کا رخ کرتے ہیں۔ امیر محترم آپ جانتے ہوں گے کہ سلطان صلاح الدین نے یورپ کے بادشاہوں کو جن کے لشکروں کی تعداد ایک سراب کی صورت ہے روکے ہوئے ہے۔ جگہ جگہ ان کی سلطان کے ساتھ جنگیں ہوئیں لیکن اسلام کے اس رجل عظیم نے ہر میدان، ہر صحرا، ہر کوہستانی سلسلے میں دشمن کو مار بھگایا اور ابھی تک دشمن کو ان کی خواہشوں کے خلاف سلطان صلاح الدین نے انہیں بیت المقدس کا رخ نہیں کرنے دیا۔"

"امیر محترم! اگر اسپین میں اسی طرح ٹیمپلر کی تربیت جاری رہی اور وہ گروہ در گروہ لشکر در لشکر یہاں سے فلسطین پہنچتے رہے تو ہمارے سلطان کے لئے مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے۔ ہم چاروں کے ذمے یہی کام لگایا گیا ہے کہ ان ٹیمپلر کا خاتمہ کیا جائے۔ ان کی آماجگاہوں کو ان کی تربیت گاہوں کو نیست و نابود کیا جائے جہاں سے اٹھ کر وہ فلسطین کا رخ کرتے ہیں۔"

"امیر محترم! میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں کہ اگر ٹیمپلر کی ان تربیت گاہوں کے سلسلے میں پرتگال کا حکمران سینکو یا شمالی اندلس کا عیسائی حکمران الفانسو آپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں تو ہم آپ کے لشکر میں ایک معمولی مجاہد کی حیثیت سے لڑنا اپنے لئے سعادت خیال کریں گے۔"

مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنا یا ان کا قتل عام کرنا یہ اپنا مذہبی فریضہ خیال کرتے ہیں۔" (ٹیمپلر ابتداء میں ایک مذہبی تنظیم تھی جس کی بنیاد سن اٹھارہ سو گیارہ میں رکھی گئی تھی اس کا مرکز یروشلم یعنی بیت المقدس میں تھا اور اس کا مقصد عیسائی زائرین کی حفاظت کرنا تھا۔ بعد میں یہ فوجی تنظیم کی صورت اختیار کر گئی۔ سلطان صلاح الدین نے گیارہ سو چھیاسی میں یروشلم کو مسخر کیا تو ان لوگوں نے قبرص کو اپنا مرکز بنا لیا۔ ان میں سے کچھ لوگوں نے اندلس کا رخ کیا۔ کچھ لندن جا کر آباد ہو گئے۔ لندن کا یہ علاقہ آج بھی دی ٹیمپلر کے نام سے مشہور ہے اور وہاں ایک گرجا بھی ان سے منسوب ہے۔ تیرھویں صدی کے آخر میں اس تنظیم کا خاتمہ ہو گیا)

قاضی عماد الدین مزید کچھ کہتا پر بیچ میں امیر یعقوب المنصور بول پڑا اور قاضی عماد الدین کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"میرے محترم! آپ کو مزید کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو کچھ آپ کہنا چاہتے ہیں اور جس مقصد کے تحت آپ نے ہماری سرزمینوں کا رخ کیا ہے میں سمجھ چکا ہوں جو کام آپ کرنا چاہتے ہیں وہ کام کرنے کے لئے آپ کو پورے مواقع مہیا کئے جائیں گے۔ میرا پورا تعاون آپ کے ساتھ ہو گا، آپ اس سلسلے میں بالکل بے فکر رہیں۔"

اس کے بعد امیر نے سلطان صلاح الدین کے قاصد ابوالحرث کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"ابوالحرث تم ہمارے بھائی صلاح الدین کی طرف سے جو پیغام لے کر آئے ہو وہ کہو۔"

ابوالحرث اپنی جگہ سے اٹھا، اپنے لباس کے اندر سے اس نے ایک خط نکالا آگے بڑھ کر اس نے بڑی تعظیم کے ساتھ وہ خط امیر یعقوب المنصور کو تھما دیا تھا۔

یعقوب المنصور نے خط کھول کر پڑھا، لکھا تھا۔

"مسلمانوں کے امیر تم پر میرا خدا ہزار سلامتیوں کا نزول کرے۔ اس وقت ساری عیسائی دنیا نے متحد ہو کر ارض مقدس فلسطین پر ہلہ بول دیا ہے اگر آپ اس وقت اپنے کچھ جنگی جہاز مسلمانوں کی امداد کے لئے بھیجیں اور ساحل فلسطین کی حفاظت کے کام میں میرا ہاتھ بٹائیں تو صلیبی جنونیوں کو بڑی آسانی کے ساتھ میں سمندر کے اس پار دھکیلتا چلا جاؤں گا یہ آپ کی طرف سے گویا اسلام کی مدد ہو گی۔"

"سن مسلمانوں کے امیر، یورپ کے یہ حملہ آور فلسطین کے حروف لعل و نگار کو درد کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کسک، سردی لطافتوں کو لامحدود کرب میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ میں اس وقت ان کے سامنے اکیلا ہوں۔ مسلمان حکمران اس وقت افق تا افق بکھرے سرابوں کی طرح خاموش اور چپ ہیں، جبکہ یورپ کے سارے حکمران فلسطین پر اڈتے ہوئے مسلمانوں کو صف بہ صف موت کی وادیوں کی طرف دھکیلنا چاہتے ہیں۔"

"آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ میں ان دنوں کس کرب میں ہوں۔ عالم اسلام کی طرف سے میں ان کے مقابلے میں اکیلا ہوں۔ یورپ کے ان گنت حکمران ایسے لشکریوں کے ساتھ میرے سامنے ہیں جن کا کوئی شمار نہیں ہے۔ یہ بھورے خونی پرندوں کی غیر مانوس پرواز کی طرح فلسطین کی طرف اڈتے چلے آتے ہیں اور سناٹوں اور ویرانوں میں چلنے والی وحشی ہواؤں کی طرح اس سرزمین کے اندر خون کے بہتے جھرنے اور مرہم کو ترستے زخم کھڑے کرنا چاہتے ہیں لیکن میں صلاح الدین اگر اکیلا بھی ہوا تب بھی میں اپنی سرزمینوں میں انہیں دکھ کے عفریت کھڑے کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ میں نے عہد کر رکھا ہے کہ جوں جوں یہ ابلیس کے سیل محشر ہمارے خلاف فشار آتش کھڑی کرتے رہیں گے توں توں ان کے خلاف میرے جواں جذبے اور طلب فروزاں تیز رو اور برق گام ہوتی چلی جائے گی۔"

"امیر المنصور جب میں پیچھے مڑ کر عالم اسلام پر نگاہ دوڑاتا ہوں تو میرے سامنے خاموشی ہی خاموشی ہے۔ چپ ہی چپ ہے۔ ہر سو تعبیروں کے دکھ، اذیتوں کے استعارے اور قحط جاں فروشاں برپا ہے۔ کوئی بھی یورپ کے حملہ آوروں کے خلاف ہلچل نہیں ہے۔ لیکن میں نے اپنے خداوند قدوس سے عہد کر رکھا ہے جب تک میری زندگی کی گردش ہے جب تک ستاروں کی چمک سورج کی گرمی، چاند کی ٹھنڈک ہے میں ان یورپی حملہ آوروں کی سحر کے اجالوں کو بے نام شاموں میں تبدیل کرتا چلا جاؤں گا۔ میں ان کے سامنے آس کے دامن سمیٹوں گا نہیں۔ اس لئے کہ اللہ جو بڑا مہربان خالق اور انتہائی رحم دل آقا ہے وہ اپنے بندوں کے لئے امید کے در بند نہیں کرتا۔ امیر منصور میں نے عہد کر رکھا ہے کہ اگر عالم اسلام سے کوئی بھی حکمران پورے یورپ کے خلاف میری مدد کو نہ آیا تب بھی میں ان کے سامنے اکیلا ہی آشوب صحرا، پیاسا ساگر اور صوتی ہلچل بنتا رہوں گا اور جب تک میرے جسم کے اندر خون کا ایک قطرہ بھی ہے اس وقت تک میں ارض مقدس فلسطین پر ہرگز قبضہ نہ کرنے دوں گا۔ میں امید رکھتا ہوں کہ اس سلسلے میں آپ ضرور میرے اس خط پر غور کریں گے پورا عالم اسلام

چونکہ اس وقت سویا ہوا ہے میری نگاہ صرف آپ پر پڑی اس لئے کہ میں دیکھتا ہوں کہ اندلس کے خلاف آپ جاگ رہے ہیں۔ آپ بیدار ہیں میں آپ سے بہتری کی توقع رکھتا ہوں۔"

سلطان صلاح الدین کا خط پڑھ کر یعقوب المنصور گہری سوچوں میں کھو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک اس کی گردن جھکی رہی۔ آنکھیں نم ناک ہو چکی تھیں۔ لگتا تھا سلطان کے خط نے اسے ہلا کر رکھ دیا ہو کچھ دیر تک ہونٹ کاٹتا رہا، سوچتا رہا۔ تب قصر المجاز کے اس کمرے میں بیٹھے لوگوں نے دیکھا اس وقت امیر المنصور کی آنکھوں میں ننھے ننھے آنسو تیر رہے تھے۔ سلطان کے خط نے لگتا تھا امیر کو رلا کر رکھ دیا تھا۔ جلد ہی امیر یعقوب المنصور نے اپنے آپ پر قابو پایا اس کے بعد اپنے حاجب کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول اٹھا۔

"عبداللہ پہلے اس قاصد کو میرے سامنے پیش کرو جو اندلس سے آیا ہے میں جاننا چاہتا ہوں کہ وہ کیا کہنے آیا ہے۔ آخر میں پرتگال کے عیسائی حکمران سینکو کے قاصد کو میرے سامنے پیش کرنا۔"

حاجب عبداللہ باہر نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد امیر یعقوب المنصور نے سلطان صلاح الدین کے قاصد کو بیٹھنے کے لئے کہا وہ فوراً اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد ڈھلی عمر کا ایک شخص حاجب عبداللہ کے ساتھ آیا۔ حاضرین کو بلند آواز میں اس نے سلام کہا۔ پھر امیر یعقوب المنصور کے سامنے آن کھڑا ہوا اور اسی کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

"امیر محترم! مجھے اندلس کے حاکم اور آپ کے بھائی ابو یحیٰی نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ اندلس اس وقت آپ کی توجہ کا طالب ہے۔ امیر محترم! شمالی اندلس اور پرتگال کے حاکموں نے آپ کے والد محترم کے دور میں بھی مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ کیا لیکن آپ کے والد نے انہیں منہ توڑ جواب دیتے ہوئے اپنے علاقوں میں بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔"

"اب ایک عرصہ سے آپ جب اندلس کی طرف نہیں گئے آپ مراکش ہی میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کی اندلس میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ان ہی اندازوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے شمالی اندلس کے حکمران الفانسو اور پرتگال کے بادشاہ سینکو نے باہم صلاح و مشورہ کیا پھر وہ ایک ساتھ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہو گئے۔"

"امیر محترم! الفانسو ہمارے بہترین شہر شلب پر حملہ آور ہوا۔ شلب کو فتح کرتے ہوئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہاں اس نے خوب قتل عام کیا اور شلب کے گردونواح میں میلوں تک کے علاقوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلتے ہوئے اس نے ان سارے علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے۔"

"امیر محترم! جہاں تک پرتگال کے بادشاہ سینکو کا تعلق ہے تو وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ نکلا اور دور دور تک ہمارے علاقوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا۔ اور ہمارے علاقوں میں سے وادی آراء' کلسپرا' ریانا اور مفاسلہ شہروں کے علاوہ میلوں تک ان کے گردونواح میں جو علاقہ بنتا ہے اس پر وہ قابض ہو چکا ہے۔"

"ان دونوں عیسائی حکمرانوں نے چونکہ دور دور تک مسلمانوں کے علاقے میں قتل اور غارت گری کا کھیل کھیلا ہے لہٰذا مسلمانوں کے قافلے جوق در جوق ان علاقوں سے ہجرت کرتے ہوئے محفوظ علاقوں کی طرف آ گئے ہیں۔ جن کے رشتے دار ہیں وہ ان کے ہاں آباد ہو گئے ہیں اور جن کا کوئی نہیں وہ ننگے آسمان تلے بے بسی کی حالت میں کبھی اپنے اللہ کو' کبھی آپ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں۔"

"امیر محترم! اندلس میں آپ کے بھائی ابو یحییٰ نے یکے بعد دیگرے کئی لشکر دونوں بادشاہوں کی یلغار کو روکنے کے لئے روانہ کئے لیکن ہر لشکر کو ناکامی ہوئی۔ اس لئے کہ الفانسو اور سینکو کے مقابلے میں ہمارے لشکروں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ خود ابو یحییٰ بھی کئی مرتبہ ان دونوں بادشاہوں کے سامنے آیا لیکن اسے ہزیمت کا منہ دیکھنا پڑا۔"

"سلطان محترم! ان دو بادشاہوں کے علاوہ دو اہم قوتیں بھی مسلمانوں کے خلاف انتہائی خونخواری کا مظاہرہ کر رہی ہیں ایک ٹیمپلر ہیں' انہوں نے پرتگال کے حکمران سینکو کی سرزمینوں کے اندر چند قلعے اپنے تصرف میں رکھے ہوئے ہیں وہاں ٹیمپلرز کو تربیت دی جاتی ہے۔ نئی بھرتی کرتے ہیں اور انہیں تربیت دینے کے بعد نہ صرف اندلس میں مسلمانوں کے خلاف کھڑا کرتے ہیں بلکہ انہیں جہازوں میں بٹھا کر ارض مقدس فلسطین کی طرف روانہ کرتے ہیں تاکہ وہ ہمارے سلطان صلاح الدین کے خلاف جہاد میں حصہ لیں۔"

"سلطان محترم! دوسری بڑی قوت جو مسلمانوں کا قتل عام کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتی ہے وہ پرتگال کے حکمران سینکو کی بھتیجی ہے۔ امیر محترم! اس لڑکی کا نام مازن ہے۔ بچپن میں ہی اس کے ماں باپ یعنی سینکو کا بھائی اور اس کی بیوی مر گئے تھے۔ تب اس لڑکی کو کلیسا کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ شروع میں ارادہ یہ تھا کہ یہ راہبہ بن جائے گی لیکن کلیسا والوں نے اس کی

جنگی امور کے لحاظ سے اس کی تربیت کی۔ بچپن سے لے کر جوانی تک اسے حرب و ضرب کے سارے علوم سے اسے بہرہ مند کیا گیا۔ پرتگال کے بہترین استاد اس کے لئے مقرر کئے گئے اور اب وہ ایک ایسی تیغ زن ہے جس کا پرتگال میں کوئی جواب نہیں۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ سینکو نے مازن نام کی اس لڑکی کے لئے اپنے لشکر کا ایک حصہ مختص کر دیا ہے اس لشکر کے ساتھ یہ لڑکی جس کا نام مازن ہے' مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہوتی ہے دور دور تک تباہی مچاتی ہے اور بربادی کا کھیل کھیلتے ہوئے لوٹ مار کرتی ہے۔"

"سلطان محترم! اس لڑکی کی راہ روکنے کے لئے آپ کے بھائی اندلس کے حکمران ابو یحییٰ نے کئی مرتبہ مختلف سالاروں کو بھیجا لیکن ہر مرتبہ اس لڑکی کے مقابلے میں ان سالاروں کو شکست ہوئی بلکہ اکثر سالاروں کو اس نے موت کے گھاٹ اتار کر رکھ دیا چونکہ اس لڑکی کی تربیت کلیسا والوں نے کی ہے اور تیغ زنی اور دوسرے حربی فنون میں اس لڑکی کا کوئی مدمقابل بھی نہیں ہے لہٰذا کلیسا والوں نے اس لڑکی کو برق کلیسا کا نام دیا۔ اب پرتگال ہی نہیں شمالی اندلس بلکہ مسلمانوں کے علاقوں میں بھی دور دور تک یہ لڑکی جس کا نام مازن ہے برق کلیسا کے نام سے مشہور ہے اور اس کا نام سنتے ہی بڑے بڑے سالاروں' بڑے بڑے سورماؤں اور تیغ زنوں کے حوصلے پست ہو کر رہ جاتے ہیں۔"

"امیر محترم! یہی وہ پیغام ہے جو آپ تک پہنچانے کے لئے مجھے قرطبہ سے آپ کے بھائی ابو یحییٰ نے روانہ کیا ہے۔ امیر محترم! اگر بروقت شمالی اندلس کے بادشاہ الفانسو اور پرتگال کے بادشاہ سینکو کی راہ نہ روکی گئی تو یاد رکھیں وہ دونوں مل کر اندلس میں مسلمانوں کا جینا دوبھر کر دیں گے اور مسلمانوں کے قافلے اندلس سے اٹھ کر مراکش کا رخ کرنے لگیں گے۔"

اس قاصد کی اس خبر پر امیر یعقوب المنصور کی حالت خواب ڈھونڈتے اس پیاسے آبلہ پا مسافر جیسی ہو کر رہ گئی تھی جس کا ریت کی مانند شیرازہ بکھر کر رہ گیا ہو۔ اس سے شدت جذبات سے اس کا چہرہ انگاروں کی طرح سلگ اٹھا تھا اور اس کی آنکھوں کے اندر انتقام کی چنگاریاں اور آرزوؤں کے الاؤ بھڑک اٹھے تھے۔ امیر کی حالت سے ایسا لگتا تھا گویا اس کا جسم تپ کر تانبا ہو گیا ہو' دل سمندر کی طرح کھول اٹھا ہو۔ تھوڑی دیر تک اس کی ایسی ہی حالت رہی پھر قصر کے کمرے میں امیر یعقوب المنصور کی کھولتی ہوئی آواز گونج گئی تھی۔

"عزیزو! الفانسو اور سینکو نے انگاروں کی جو فصل بوئی ہے وہ دونوں کو آگ کی صورت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں کاٹنی پڑے گی اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنی اجڑی بستیوں کے نشانوں پر کسی رد عمل کا اظہار نہیں کریں گے تو وہ دنیا کے احمق ترین انسان ہیں۔ لمحوں کا تیز دھارا' وقت کے اڑتے طیور' دیکھیں گے کہ عنقریب اندلس کے اندر الفانسو اور سینکو کے لئے ہم دکھ کے ایسے اندھے کنویں اور اجاڑ موسموں کے ایسے عذاب کھڑے کریں گے جن سے جان چھڑانا ان کے بس کی بات نہ رہے گی۔"

پھر ہاتھ کے اشارے سے اندلس سے آنے والے سفیر کو بیٹھنے کے لئے کہا اس کے بعد اپنے حاجب کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کھولتے ہوئے لہجے میں کہا تھا۔

"اب پرتگال کے نصرانی بادشاہ سینکو کے سفیر کو پیش کرو۔"

امیر منصور کا حکم پا کر حاجب باہر نکل گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد حاجب کے ساتھ ایک خوب قد آور کڑیل اور سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں غرق اور مسلح جوان کمرے میں داخل ہوا۔ امیر یعقوب المنصور کے سامنے آ کر اس نے بڑے مودبانہ انداز میں اسے تعظیم دی۔ پھر قبل اس کے کہ امیر منصور اسے مخاطب کرتا۔ آنے والا وہ قاصد خود ہی بول پڑا۔

"مسلمانوں کے امیر میرا نام شانجہ ہے۔ بنیادی طور پر میں ایک ٹیمپلر ہوں۔ آپ کے حاجب سے میں نے یہی کہا تھا کہ میں پرتگال کے نصرانی حکمران سینکو کا قاصد ہوں لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں صرف سینکو ہی نہیں' سینکو کی سرزمینوں پر کام کرنے والے ٹیمپلر کے سردار کاریوں کا بھی قاصد ہوں۔"

امیر کی طبیعت پہلے ہی برہم ہو رہی تھی اس نے بڑی بے نیازی سے اس قاصد کو مخاطب کیا۔

"میں یہ جاننے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا کہ تم کس کس کے قاصد ہو میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم کس مقصد کے تحت ہمارے اس قصر المجاز میں داخل ہوئے ہو۔ جلدی سے کہو کیا کہنا چاہتے ہو اس کے بعد میں بڑی اہمیت کے فیصلے کرنا چاہتا ہوں۔"

قاصد نے تھوڑی دیر کے لئے سوچا اس کے بعد امیر کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑا۔

"مسلمانوں کے امیر میں آپ سے تین باتیں کہتا ہوں اور جنہوں نے مجھے بھیجا ہے انہوں نے ایک طرح سے آپ کو تنبیہہ کی ہے کہ آپ ان تین باتوں پر عمل کیجئے گا ورنہ آپ مراکش کی حکمرانی سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔"

ٹیمپلر شانجہ کی گفتگو سے امیر یعقوب المنصور کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا تھا۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کی طرف سے آنے والے احمد بن سعید الحاجب' شعبان' قراقوش اور قاضی عماد الدین انتہائی خفگی کے عالم میں شانجہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ قصر میں بیٹھنے والا ہر شخص شانجہ کی اس گفتگو کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا۔

تھوڑی دیر رکنے کے بعد ٹیمپلر شانجہ پھر بول پڑا۔

"مسلمانوں کے امیر! پہلی بات جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ یقیناً آپ کے مخبروں نے یہ اطلاع کر دی ہو گی کہ شمالی اندلس کے نصرانی بادشاہ الفانسو اور پرتگال کے نصرانی بادشاہ سینکو نے حملہ آور ہو کر مسلمانوں کے وسیع علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے اور ان علاقوں میں خوب قتل و غارت گری کی ہے۔ آپ کے لئے ان دونوں حکمرانوں کی طرف سے پہلی تنبیہہ یہ ہے کہ اس حادثے پر کسی رد عمل کا اظہار نہ کرنا اس لئے کہ ماضی میں وہ علاقے ہمارے تھے سو ان پر ہم نے قبضہ کر لیا ہے۔"

"آپ کے لئے دوسری تاکید یہ ہے کہ ہمیں خبر ملی ہے کہ سلطان صلاح الدین ایوبی کی طرف سے کچھ لوگ آئے ہیں اور آپ سے درخواست کی گئی ہے کہ آپ یورپ کے حملہ آور حکمرانوں سے نمٹنے کے لئے سلطان صلاح الدین کو مدد بھجوائیں' آپ ایسا نہ کریں۔"

"آپ کے لئے تیسری آگاہی یہ ہے کہ سلطان صلاح الدین کی طرف سے ہم نے سنا ہے کہ آپ کو یہ ترغیب دی جا رہی ہے کہ پرتگال کے اندر ٹیمپلروں کی جو تربیت گاہ ہے اس کا خاتمہ کر دیا جائے تاکہ وہاں سے اٹھ کر ٹیمپلر ارض فلسطین کی مقدس جنگ میں حصہ نہ لے سکیں۔"

"مسلمانوں کے امیر اس وقت پورے یورپ میں پادریوں اور بڑے بڑے بشپ نے مل کر مقدس جنگ کا ایک کہرام مچا رکھا ہے اور فلسطین کا حکمران صلاح الدین اس کہرام کی زد میں ہے۔ جلد یا بدیر اسے یورپ کے حکمرانوں کے مقابلے میں شکست کا سامنا کرنا پڑے گا اور یروشلم پر ہمارا قبضہ ہو گا۔ جبکہ مسلمان مختصر سرزمینوں میں سمٹتے چلے جائیں گے۔ اگر آپ نے اس موقع پر ہماری تاکید کو نظر انداز کیا' صلاح الدین کی مدد کرنے کی کوشش کی گئی یا اندلس کے اندر حملہ آور ہوتے ہوئے کسی رد عمل کا اظہار کیا یا آپ نے ٹیمپلروں کے خلاف کوئی کارروائی کی تو یاد رکھئے گا یورپ کے یہ ابھرتے ہوئے طوفان آپ پر بھی نازل ہوں گے کوئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آپ کا پاسبان، کوئی آپ کو پناہ دینے والا نہ رہے گا۔"

شانجہ کی اس گفتگو سے کھلی آستینوں والے عرب احمد بن سعید کی حالت عجیب و غریب ہو رہی تھی۔ اس کی حالت سے لگتا تھا جیسے وہ شہر شلب کی گلیوں میں ناچتی وحشتوں کا شکار ہو گیا ہو یا اسے شانجہ کی گفتگو نے جان کے آزار کے سفر میں مبتلا کر دیا ہو اس کے چہرے پر صبر آزما پابندیوں کے اندر قہرمانیت کا اظہار پوری طرح عیاں تھا اس کے ساتھ بیٹھے اس کے ساتھی قراقوش کی حالت بھی عجیب و غریب تھی۔ جذبہ رقابت میں وہ ایک ہیجان کے عالم میں مبتلا تھا۔ بالکل ایسے جیسے سمندر کے اندھے خلا میں پریشان کر دینے والے خفیہ عناصر اچانک اٹھ کھڑے ہونے کی تیاری کر چکے ہیں۔ احمد بن سعید اور قراقوش کے علاوہ قاضی عماد الدین اور ان کے چوتھے ساتھی شعبان کی حالت بھی ان سے مختلف نہیں تھی۔ قصر المجاز میں بیٹھے دوسرے لوگ بھی عجیب سے رقابت کے جذبے میں شانجہ کی طرف دیکھ رہے تھے۔ شانجہ نے بھی ان کا اثر نہ لیا دوبارہ اس نے امیر یعقوب المنصور کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"مسلمانوں کے امیر! آپ جانتے ہیں فلسطین میں جو ماضی میں جنگیں ہوئیں ان میں پہلے یورپ والے فتح مند اور نوز مند رہے جہاں تک مسلمانوں کے سلطان صلاح الدین کا تعلق ہے تو میں آپ سے پیش گوئی کرتا ہوں کہ عنقریب اس شخص کو ارض مقدس، شام اور فلسطین سے ہی نہیں بلکہ مصر سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے اور کوئی محفوظ پناہ گاہ تلاش کرنے کے لئے اسے اجنبی سرزمینوں کی طرف سرگرداں ہونا پڑے گا۔"

کھلی آستینوں والا عرب احمد بن سعید جس نشست پر بیٹھا ہوا تھا اس کے دستے کو پوری قوت اور زور کے ساتھ اپنی گرفت میں لئے ہوئے تھا اور اپنے غصے اور غضبناکی کو ضبط کئے ہوئے تھا۔ شانجہ کے یہ الفاظ اس کے لئے ناقابل برداشت تھے۔ ایسی قوت سے اس نے اپنا ہاتھ اپنی نشست کے لکڑی کے دستے پر مارا کہ لکڑی کا وہ دستہ ٹوٹ گیا۔ اس کے ساتھ کھولتے ہوئے لاوے کی طرح احمد بن سعید اٹھ کھڑا ہوا، ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی اور ٹیمپلر کو مخاطب کر کے بول پڑا۔

"خبیث زادے! تم بکتے ہو۔ ہمارے ہی قصر میں تم ہمیں کسی رد عمل کا اظہار نہ کرنے کا پابند کرتے ہو۔ تم کس قوم، کس ملت کی گفتگو کر رہے ہو۔ تم میری قوم کی عظمت کو فراموش کر رہے ہو۔ تم میری ملت کے ناموس کو زمین کے چند ٹکڑوں میں سمیٹ دینے کی کوشش کر

رہے ہو۔ ٹیمپلر شانجہ کی گفتگو سن کر امیر یعقوب المنصور کا چہرہ غصے اور غضبناکی میں پہلے ہی تانبے کی طرح سرخ ہو چکا تھا۔ لمحہ بھر کے لئے امیر المنصور نے توصیفی انداز میں احمد بن سعید کی طرف دیکھا۔ پھر ایک چاہت، ایک جذبے، ایک محبت میں دھیمے سے لہجے میں امیر یعقوب المنصور نے احمد کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"اے میری قوم کے فرزند، اے میری ملت کے بیٹے! میں تیرے جذبوں، تیری ہمت اور جراتمندی کو سلام کرتا ہوں۔"

امیر یعقوب المنصور کو خاموش ہو جانا پڑا، اس لئے کہ احمد بن سعید نے ٹیمپلر کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا تھا۔

"تم اپنے کس ماضی کی بات کرتے ہو، ارض مقدس میں تمہارے راہب پطرس نے جنگ کی ابتدا کرنے کی کوشش کی تھی۔ جانتے ہو راہب پطرس کون تھا۔ ذرا جا کہ اس کا شجرہ نسب دیکھنا وہ ایک نیم پاگل شخص تھا۔ اپنی بیوی کے جھگڑالو پن سے تنگ آ کر اس سے نجات پانے کے لئے راہب بنا تھا۔ اس نے پورے یورپ کو ارض مقدس پر حملہ کرنے کے لئے منصوبہ بنایا۔ اس نے اپنے لئے ولی اللہ کا مقام بنانے کی کوشش کی۔"

اسی راہب پیٹر یا پطرس کے کہنے پر یورپ کے ہر ملک سے صلیبی مجاہدوں کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا اور راہب پیٹر اپنے کندھے پر صلیب رکھ کر تیرہ لاکھ رضاکاروں پر ارض مقدس کی طرف لایا۔ پر جانتے ہو ان تیرہ لاکھ نصرانی رضاکاروں کا کیا انجام ہوا، ان کے مقابل اسلام کا فرزند عظیم قونیہ کا سلجوقی حکمران ارسلان آیا۔ ان پر ایسا حملہ کیا کہ جانوروں کی طرح اس نے تیرہ لاکھ کے لشکر کو ذبح کیا۔ سب کو تباہ و برباد کیا۔ کسی کو بھی بچ کر جانے نہ دیا۔"

" ٹیمپلر شانجہ اگر تو اپنے ماضی ہی کی بات کرتا ہے تو ذرا آگے بڑھ۔ پیٹر کی آواز پر ایک بار پھر صلیبی رضاکار ارض مقدس پر چڑھ دوڑے۔ جانتے ہو ان کا کیا حشر ہوا۔ اسلام کا دوسرا عظیم فرزند عماد الدین زنگی مقابل آیا اور ان صلیبوی مجاہدوں کو ایسی مار ماری، ایسی شکست دی جو ان کے لئے برسوں عبرت بنی رہی۔"

" ٹیمپلر شانجہ اس سے بھی آگے بڑھو۔ تمہارے صلیبی رضاکاروں کی دیگ میں پھر جوش آیا۔ ایک بار پھر وہ ارض مقدس کی طرف نکلے لیکن عالم اسلام کا تیسرا فرزند نور الدین زنگی ان کے مقابل آیا اور انہیں ایسی مار ماری کہ انہیں صرف یورپ کی طرف بھاگ جانے کے سوا کوئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چارہ کار دکھائی نہ دیا۔"

"اب صلیبی پھر ارض مقدس کی طرف چڑھ دوڑے ہیں۔ اس وقت ان کے مقابل میرا عظیم رہنما' اسلام کا عظیم فرزند صلاح الدین ایوبی ہے۔ گو جرمنی' فرانس' برطانیہ کے علاوہ اطالوی' جینوا اور بے شمار یورپی حکمران سلطان صلاح الدین کے خلاف جنگ میں مصروف ہیں' پر تو جانتا نہیں ان سب کو سلطان ایک بار کھلے میدانوں میں بدترین شکست دے چکے ہیں۔ دوسری شکست سلطان نے انہیں فلسطین کی وادیوں میں دی ہے جہاں بے شمار حکمرانوں کو گرفتار کرنے کے علاوہ سلطان نے تمہارے ماسٹر آف ٹیمپلر اور ماسٹر آف ہاسپیٹر کو بھی گرفتار کر لیا اور پھر بڑی فراخدلی سے کام لیتے ہوئے سلطان نے انہیں معاف کر دیا۔ ٹیمپلر شانجہ کیا تمہاری تاریخ میں فراخدلی کی کوئی ایسی مثال ملتی ہے۔"

"شانجہ تم لوگ اپنے راہب کے علاوہ رچرڈ کی بھی بڑی تعریف کرتے ہو۔ اس کی جرات کے گن گاتے ہو۔ اسے شیر دل کہتے ہو اور اس کی بہادری کے گن گاتے ہو اس سے پہلے میں تمہیں راہب پیٹر کی اصلیت سے آگاہ کر چکا ہوں کیا میں تمہیں برطانیہ کے حکمران رچرڈ کی اصلیت نہ بتا دوں۔"

"سن شانجہ رچرڈ ایک فاحشہ اور بدکردار ماں کا بیٹا ہے اس کی ماں کا نام ایلز ہے۔ پہلے فرانس کے بادشاہ لوئیس کی بیوی تھی۔ پہلی صلیبی جنگ میں اس نے عورتوں کی ایک فوج مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے تیار کی تھی۔ اس نے خود بھی پہلی جنگ میں حصہ لیا۔ جنگ کے دوران یہ بدکردار عورت شرم و حیا کی تمام حدود کو توڑ کر بے حیائی اور بدکاری میں مصروف رہی۔ اپنے سپاہیوں کے علاوہ مسلمان سپاہیوں کے ساتھ بھی اس کے تعلقات تھے۔ یہاں تک کہ قسطنطنیہ کا بادشاہ جو اس کا چچا تھا۔ اس نے بھی اس کے ساتھ ناجائز تعلقات پیدا کر لئے۔ اس کی فحاشی اور بدکاری سے تنگ آ کر فرانس کے بادشاہ لوئیس نے اسے طلاق دے دی تھی۔ جس پر اس نے برطانیہ کے بادشاہ ہنری دوم سے شادی کر لی اور پھر اسی کے بطن سے رچرڈ پیدا ہوا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد احمد بن سعید رکا۔ طنزیہ سے انداز میں اس نے شانجہ کی طرف دیکھا پھر پوچھا۔

"ٹیمپلر شانجہ کیا تو اپنی باتوں سے میری قوم کی عظمت اور برتری کو نیچا دکھانا چاہتا ہے کیا تو

میری ملت کی آبرو اور وقار کو اپنی گفتگو سے داغ دار کرنا چاہتا ہے۔ پر سن شانجہ باتوں سے تو یہ کام نہیں ہوتے اب بھی اپنی طرف ذرا چاروں طرف نگاہ دوڑا۔ اس وقت بھی میری مسلم قوم جو بنگال سے لے کر پرتگال تک چین سے لے کر افریقہ کے صحراؤں تک پھیلی ہوئی ہے۔ کیا تم ایسی قوم کا مقابلہ کر سکو گے اب بھی اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑاؤ۔ ابھی پچھلے ہی دنوں کی بات ہے ہندوستان میں عالم اسلام کے عظیم فرزند شہاب الدین غوری نے تراوڑی کے میدانوں میں پرتھوی راج اور دوسرے ہندو راجاؤں کو حوصلہ شکن شکست دی اور اس کے بعد قنوج' گوالیار' بندیل کھنڈ اور بہار و بنگال پر فتح کے پرچم لہراتا ہوا ان علاقوں پر قابض ہو گیا۔ اب بھی فارس میں سلنری خاندان حکمران ہے اور کسی کی مجال نہیں ان پر نگاہ اٹھا کر دیکھے۔ اگر پورا یورپ بھی اٹھ کر میرے سلطان صلاح الدین کے مقابل آئے تو یاد رکھنا یورپ کا ہر حکمران اس کے مقابل ناکام اور نامراد رہے گا اور جس طرح سمندر کی لہریں پتھریلی چٹانوں سے ٹکرا کے اپنا سر پیٹتی واپس لوٹتی ہیں۔ ایسے ہی یورپ کا ہر حکمران صلاح الدین کے مقابلے میں شکست خوردہ ہی رہے گا۔ ٹیمپلر شانجہ اگر تجھے اپنی تیغ زنی پر گھمنڈ ہے تو اپنی تلوار سیدھی کر کے میرے مقابل آجا اور میری خدار تلوار کا کمال دیکھ۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو کے جواب میں ٹیمپلر شانجہ نے بڑی برہمی کے انداز میں اس کی طرف دیکھا تھا پھر اسے مخاطب کیا۔

"میں تیرے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ ضرور کروں گا بشرطیکہ تمہارے امیر یعقوب المنصور نے اجازت دی۔"

اس موقع پر یعقوب المنصور فوراً بول پڑا۔ شانجہ تمہیں یقیناً اس کی اجازت ہو گی۔"

شانجہ نے ایک جھٹکے کے ساتھ اپنی تلوار بے نیام کی پھر وہ چند قدم احمد بن سعید کی طرف بڑھا اور بڑی حقارت سے اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سن کھلی آستینوں والے عرب اپنے حلئے اور لب و لہجے سے تو ایک بدو لگتا ہے بتا مسلمانوں کے اندر تیری کیا حیثیت ہے تاکہ تیرے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے میں جانوں میں نے کسے زیر و مغلوب کیا ہے۔"

احمد بن سعید بھی آگے بڑھا اپنی تلوار کو اس نے لہرایا پھر طنزیہ سے لہجے میں اس نے شانجہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"شانجہ جیسا کہ تو اپنی گفتگو میں مجھے کھلی آستینوں والا عرب اور بدو کہہ چکا ہے تو سن میں مسلمانوں کے اندر سب سے کم تر ہوں پر میرے ساتھ مقابلہ کر میرے خداوند نے چاہا تو تیرے ساتھ مقابلے میں میں بہتر ہی ثابت ہوں گا۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو سے شانجہ اور زیادہ برہم ہو گیا تھا۔ انتہائی فخر و گھمنڈ میں احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔ "کیا میرے مقابلے میں اسے ہی آنا تھا جو مسلمانوں میں سب سے کم تر ہے۔ اسے لاؤ جو تم میں سے سب سے بہتر ہے۔"

احمد بن سعید شانجہ کی اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی اس کا ساتھی قراقوش اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ انتہائی غصے، انتہائی غضب ناکی میں اس نے شانجہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"سن اجنبی ٹیمپلر قسم خداوند لاشریک کی تو اپنی حدود کو پھلانگ رہا ہے کھلی آستینوں والا عرب جو اس وقت تیرے مقابل ہے وہ کمال درجہ کا صاحب کمال انسان ہے اگر اس نے اپنی عاجزی اور انکساری میں اپنے آپ کو مسلمانوں میں کم تر کہہ دیا ہے تو یہ اس کی عظمت کی نشانی ہے۔ سن ٹیمپلر جو کھلی آستینوں والا عرب اس وقت تیرے مقابل ہے اس نے فلسطین کی مقدس جنگوں کے اندر تمہارے بڑے بڑے سورماؤں کو ایسا زیر کیا کہ تمہارا کوئی ٹیمپلر اس کے سامنے نہیں آتا تھا۔ تمہارے بڑے بڑے سورماؤں کو چند ہی وار میں اس نے زمیں بوس کر کے رکھ دیا۔ اب تو اس کے سامنے ایسی ذلت آمیز گفتگو کرتا ہے ذرا اس کا مقابلہ تو کر کے دیکھ پھر تجھے سمجھ آئے گی کہ اس کی تلوار کیسے صاعقہ آسمانی کی طرح تجھ پر برستی ہے اور تیرے سارے فخر و گھمنڈ کو دھو دیتی ہے۔"

شانجہ زیادہ سوچ و بچار میں نہ پڑ۔ امیر یعقوب المنصور تجھے تیغ زنی کی اجازت دے چکے ہیں۔ تیرے سامنے احمد بن سعید کھڑا ہے۔ شانجہ اگر تو اس احمد بن سعید جسے تو نے کھلی آستینوں والا عرب اور بدو کہہ کر پکارا ہے اس کے متعلق مزید جاننا چاہتا ہے تو یاد رکھنا اس وقت فلسطین میں ہمارے محترم سلطان صلاح الدین نے یورپ کی ساری متحدہ قوتوں کو ذلت آمیز شکست دے رکھی ہے اور ان ساری قوتوں کے سامنے ہمارے سلطان ایسے ہی ہیں جیسے سمندر کے سامنے نہ ہلنے والی نہ پسپا ہونے والی چٹان اور یہ کھلی آستینوں والا عرب احمد بن سعید اسی چٹان کا ایک حصہ ہے۔ ذرا اس سے ٹکرا پھر دیکھ کیسا رد عمل تیرے سامنے آ

ہے۔"

"قصر کے اس کمرے میں تجھ پر ثابت کروں گا کہ اندلس کے اندر پلنے والے ٹیمپلروں کا مقابلہ کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ میں تجھے پہلے وار کرنے کا موقع دیتا ہوں تاکہ بعد میں تجھے پچھتاوا نہ رہے کہ تو مجھ پر وار نہ کر سکا۔" ٹیمپلر نے یہ الفاظ بڑے کھولتے ہوئے لہجے میں ادا کئے تھے۔

شانجہ کی ساری گفتگو کے جواب میں احمد بن سعید بالکل آسودہ فضاؤں جیسا پرسکون خوابوں کی طرب گاہوں جیسا تازہ دم تھا۔ چند قدم شانجہ کے قریب ہوا اور کہنے لگا۔

"شانجہ میں تجھ پر پہلے وار نہیں کروں گا۔ ان سرزمینوں میں تو اجنبی ہے لہٰذا تو ہی وار کرنے میں پہل کر پھر اس کا رد عمل بھی تو ہی دیکھ۔" شانجہ نے اس موقع کو غنیمت جانا اپنی تلوار اس نے فضا میں بلند کی پھر وہ آگ و خون کے ہیجان، ظلمتوں کے نزول، ستم خوردہ ادبار کی طرح احمد بن سعید پر حملہ آور ہوا تھا۔

شانجہ نے چار پانچ وار انتہائی خطرناک انداز میں کئے اور یہ وار کرنے کے بعد اسے حیرت کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ ان سارے واروں کو احمد بن سعید نے بڑی آسانی اور بڑی ہمت اور مہارت کا اظہار کرتے ہوئے روکا تھا۔ اس کے بعد ایک تبدیلی رونما ہونی شروع ہوئی۔ احمد بن سعید نے بھی اپنے حملوں کی ابتداء کی وہ حلقہ زندان کے سکوت میں آتش و آہن کا سیلاب، سینوں میں تلاطم برپا کر دینے والے طوفانوں کی طرح شانجہ پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

احمد بن سعید کے حملے شانجہ کے لئے یقیناً نئے انوکھے، ناآشنا اور اجنبی تھے۔ اس لئے کہ شانجہ نے دیکھا کہ احمد بن سعید کی خمدار تلوار صاعقہ آسمانی کی طرح گرتے ہوئے چکاچوند برپا کرتی تھی اور صحیح طور سے اس کے حملوں کی سمجھ نہ آتی تھی کہ اس کے حملوں میں برق سی تیزی اور دفاع میں طوفانوں کی پھرتی تھی۔

کچھ دیر تک دونوں جم کر ایک دوسرے پر جان لیوا حملے کرتے رہے۔ پھر لمحہ بہ لمحہ احمد بن سعید کے حملوں میں تیزی آتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد شانجہ نے دیکھا اس کے مقابل آنے والا کھلی آستینوں والا بدو بپھر گیا تھا۔ بدو بدو نہ رہا تھا، آندھی اور طوفان کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ ہر سمت سے وہ یوں حملہ آور ہو رہا تھا جیسے تیز طوفانوں نے اپنے سامنے خس و خاشاک کو اڑا لے جانے کا تہیہ کر لیا ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شانجہ اب دفاع پر اتر آیا تھا۔ اس لئے کہ اس میں ہمت نہ رہی تھی کہ وہ احمد بن سعید کے حملوں کو روک کر حملہ آور ہو۔ آہستہ آہستہ وہ ویرانہ حیات گوشوں اور ماحول کے تپتے صحرا کی صورت اختیار کرتا چلا جا رہا تھا۔ اس کے اندیشے زندگی ہارنے لگے تھے۔ اور وہ احمد بن سعید کے سامنے ایسے محسوس ہونے لگا تھا جیسے صحرا میں کوئی تنہا درخت یا گرد آلود جذبے۔

تھوڑی دیر تک مزید ایک دوسرے سے ٹکرانے کے بعد احمد بن سعید نے حیرت میں ڈال دینے والا ایک اور قدم اٹھایا ایک موقع پر جب شانجہ نے اپنی پوری ہمت اور اپنی جواں مردی کو مجتمع کرتے ہوئے احمد بن سعید پر وار کیا تو احمد بن سعید نے بڑے انوکھے سے انداز میں اپنا پہلو بدلا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ وہ دائیں پہلو کو شانجہ کے سامنے رکھتا۔ اس لئے کہ اس کی تلوار اس کے دائیں ہاتھ میں تھی لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ شانجہ نے جب اس پر وار کیا تو احمد بن سعید نے اپنا بایاں شانہ شانجہ کی طرف کیا۔ شانجہ نے اسے احمد بن سعید کی حماقت جانا۔ لہٰذا اس نے اپنی اٹھی ہوئی تلوار جب احمد بن سعید کے بائیں شانے پر گرانا چاہی تو اپنے شانے پر تلوار لاتے ہوئے احمد بن سعید نے اس کی تلوار کو اپنی تلوار پر لیا پھر بائیں ہاتھ کی کہنی احمد بن سعید نے اس زور سے شانجہ کے چہرے پر ماری کہ شانجہ بل کھاتا ہوا زمین پر جا گرا۔

برق کے کسی ناآشنا کوندے کی طرح احمد بن سعید آگے بڑھا اپنے دائیں پاؤں کی ٹھوکر شانجہ کی تلوار پر ماری اور اس کی تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری تھی۔ شانجہ عجیب سی بے بسی میں زمین پر گر پڑا تھا۔ احمد پھر کر اس کے سر کے قریب آیا۔ پھر اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تو مجھے کوئی تیغ زن نہیں بلکہ ہتھیار خانے کا مجاور لگتا ہے۔ مقابلہ شروع ہونے سے پہلے تو کیسے بڑھ چڑھ کر گفتگو کرتا تھا۔ اب تو کیسا کھوکھلی آواز اور بے بس یورش کی طرح چپ اور افلاس زدہ ہے۔"

تھوڑی دیر تک احمد بن سعید فرش پر پڑے ہوئے شانجہ کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر اس کے پیٹ پر اپنے پاؤں کی ٹھوکر ماری اور کہنے لگا۔

"اٹھ اپنی تلوار سنبھال۔ پھر میرے مقابل آ۔"

شانجہ نے اس موقع پر عجیب سی آواز نکالی جیسے کوئی روح فضا میں مرثیہ خواں ہو یا بربط کے سینے میں صداؤں کا دم گھٹ گیا ہو۔ شاید وہ مقابلے پر آنے کے لئے پہلو تہی کر رہا تھا۔ احمد

بن سعید پھر کر آگے بڑھا پہلے کی نسبت زیادہ زور دار ٹھوکر اس کے پیٹ پر ماری اور اس بار اس نے غراتے ہوئے انتہائی غضیلی آواز میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اژدہے کی اولاد! اٹھ ایک بار پھر میرے ساتھ مقابلہ کر۔"

شانجہ جب فرش پر ہی پڑا رہا۔ اٹھ کر اس نے مقابلے پر آنے کی کوشش نہ کی تو انتہائی غضیلی آواز میں احمد بن سعید نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"شانجہ مقابلہ شروع ہونے سے پہلے تو کمینہ ذہنیت کے جاہل انسان کے انداز میں گفتگو کرتا تھا' مقابلہ شروع ہونے سے پہلے تو مجھے تباہ کن و طوفانی دھمکیاں دیتا تھا' زرد آنکھوں والے چیتے اور زہریلے سیاہ ناگ کے انداز میں میرے ساتھ گفتگو کرتا تھا اب تیرا وہ جنگلی جلال تیرا وہ وحشی جمال کہاں گیا اٹھ ورنہ تیرا میں انجام انتہائی برا کروں گا۔"

شانجہ شاید احمد بن سعید کے حملوں سے ایسا مرعوب ہو چکا تھا کہ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ دوبارہ اس کے سامنے تلوار نہیں اٹھائے گا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے احمد بن سعید آگے بڑھا اس کی ایک ٹانگ اٹھائی' دوسری ٹانگ پر اپنا پاؤں رکھا اور شانجہ کو مخاطب کرتے ہوئے انتہائی ہولناک لہجے میں بول اٹھا۔

"تو ایک سفیر ہے کاش ایسا نہ ہوتا تو میں ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر تیرے جسم کو بوسیدہ اور گھن کھائی لکڑی کی طرح چیر کر رکھ دیتا۔"

اس موقع پر امیر المنصور عجیب سے جذبے میں کھلی آستینوں والے عرب احمد بن سعید کی طرف دیکھ رہا تھا۔ پھر دھیمے سے لہجے میں اس نے کہنا شروع کیا۔

"میری قوم کے عظیم فرزند! تیرے جیسے جوان ہی ماہ انجم سے اپنی قوم کی عظمت کے حروف رقم کرتے ہیں۔ تیرے جیسے بیٹے ہی زیست کی ظلمت سے الجھنے کے لئے تقدیر کے مشعل بکف چوپان بن جاتے ہیں۔ تو یقیناً اپنی ملت کے لئے عزم و جرات کا آسمان اور اپنی قوم کے لئے آفتاب حق شناس' ماہتاب خوش اقدام ہے۔ تیرے جیسے بیٹے ہی دشمن کو بے سطوت و بے ننگ و نام بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ اے میری ملت کے عظیم فرزند! تیرے جیسے جوان ہی وقت کی آندھیوں کے غبار میں قافلہ ارتقاء انسانی کے امیر بنتے ہیں اور اپنے مجاہدانہ وقار سے قوم کا ماضی و حال اور مستقبل سنوار کر رکھ دیتے ہیں۔"

یہاں تک کہتے کہتے امیر یعقوب المنصور کو خاموش ہو جانا پڑا۔ اس لئے کہ احمد بن سعید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے ٹیمپلر شانجہ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”شانجہ اس دربار میں تو نے بڑی لاف زنی سے کام لیا تھا۔ تو صرف ایک بھیڑیا بن کر اس قصر میں داخل ہوا ہے۔ میں اس سے پہلے اپنے سلطان صلاح الدین کے ساتھ جنگ کی شکار گاہ میں تیرے جیسے ان گنت بھیڑیوں کا مقابلہ کرتا رہا ہوں اور اپنے خداوند قدوس کی نصرت کے بل بوتے پر ان سب بھیڑیوں کو اپنے سامنے بے بس کیا ہے۔ شانجہ تیرے جیسے بھیڑیئے روز اول سے روز آخر تک خداوند قدوس کا نام لینے والوں کے خلاف آواز بلند کرتے رہے ہیں۔ پر میرے جیسے سرفروش آدمیت کا سرتاج بن کر تم لوگوں کو اپنے سامنے زیر کرتے رہیں گے۔“

”یہ مت خیال کرنا کہ پرتگال کے حکمران سینکو اور شمالی اندلس کے عیسائی بادشاہ الفانسو نے ہمارے علاقوں پر قبضہ کر لیا ہے اور ہم خاموش بیٹھے رہیں گے۔ ہرگز نہیں ہم ایک زندہ اور بیدار قوم ہیں واپس جا کر الفانسو اور سینکو سے کہنا اگر وہ ہمارے علاقوں میں شریک جفا بن کر نمودار ہوئے ہیں تو ہم ابھی زندہ ہیں عنقریب ہم رفیق وفا بن کر اٹھیں گے اور ان دونوں بادشاہوں کی عقل کی کج روی، قلب کی تیرگی، ذہن کی مفلسی اور خواہش کی گندگی کو دھو کر رکھ دیں گے۔“

”سن شانجہ عقابوں کے نشیمن میں گدھ اور شیروں کے کچھار میں بھیڑیئے اور زندگی کے امن میں خود غرض اور حریص پاگل کتے زیادہ عرصہ تک قیام نہیں کر سکتے۔ انہیں کہنا تم دونوں حکمرانوں کی حیثیت بھی ہمارے ہاں ایسی ہی ہے اور بہت جلد ہم ان دونوں کو اپنی سرزمینوں سے ہانک باہر کریں گے۔“

احمد بن سعید چند قدم پیچھے ہٹا پھر دوبارہ اس نے شانجہ کو مخاطب کیا تھا۔

”اپنی تلوار سنبھال اور اسے بے نیام کر کے اندلس جا کر کسی سے تیغ زنی کا فن سیکھنا اس کے بعد کسی مسلمان کے مقابل آنا اب تو میرے امیر یعقوب المنصور سے جو کہنا چاہتا ہے کہہ اور میرے امیر جو جواب دیتے ہیں اسے غور سے سن اور وہ پیغام جا کر الفانسو کو جا کر بتانا تاکہ انہیں پتہ چلے کہ جس قوم کو انہوں نے للکارا ہے اور جس قوم کو انہوں نے آواز دی ہے، وہ قوم جاگ رہی ہے، بیدار ہے اور انتقام کی چنگاری بن کر عنقریب اٹھے گی۔“

جب تک احمد بن سعید بولتا رہا امیر یعقوب المنصور کے لبوں پر ہلکی ہلکی پسندیدہ مسکراہٹ کھیلتی رہی۔ جب احمد بن سعید خاموش ہو گیا اور شانجہ ہاتھ باندھ کر امیر یعقوب المنصور کے

سامنے کھڑا ہو گیا تب امیر المنصور نے شانجہ کو مخاطب کیا۔

”سن ٹیمپلر شانجہ! میں نے تم سے کچھ نہیں کہنا، جو میں تم سے کہنا چاہتا تھا وہ میرا عزیز احمد بن سعید تم سے کہہ چکا ہے۔ احمد بن سعید نے جو کچھ کہا ہے اسے میری طرف سے پیغام جانو۔ جاؤ واپس سینکو اور الفانسو کے پاس چلے جاؤ اور ان سے جا کر کہنا کہ جو حرکت تم نے کی ہے ہماری طرف سے اس کے خونی رد عمل کا انتظار کرے۔ شانجہ اب تم جا سکتے ہو۔“

اس کے ساتھ ہی شانجہ باہر نکل گیا۔ شانجہ کے جانے کے بعد امیر یعقوب المنصور اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ شہ نشین سے نیچے اترا۔ چند قدم احمد بن سعید کی طرف بڑھا۔ پھر اپنے دونوں بازو اس نے پھیلا دیئے تھے۔ اس موقع پر امیر یعقوب المنصور کی نگاہوں میں دور دور تک پدرانہ شفقت تھی۔ احمد بن سعید بھاگ کر آگے بڑھا اور امیر یعقوب المنصور سے گلے مل گیا تھا۔ امیر یعقوب المنصور نے تھوڑی دیر تک اسے اپنے ساتھ لپٹائے رکھا پھر علیحدہ کیا۔ اس کی پیشانی چومی، اسے مخاطب کیا۔

”سن میرے فرزند! میں تیری شجاعت کو سلام کرتا ہوں۔ تیرے جیسے جوان ہی تلواروں کے سائے میں اپنی قوم کی آخری امید اور انقلاب زمانہ میں اپنی ملت کے لئے آخری تلوار ثابت ہوتے ہیں۔ تو نے کیا خوب قانون فطرت کی طرح ٹیمپلر شانجہ کی ذہنی کجی کو درست کیا۔ سن میری عظیم قوم کے رجل عظیم تیرے جیسے جوان ہی زرگزیدہ سماج کے اندر رفعتوں کا جمال بن کر نمودار ہوتے ہیں۔ میں ایک بار پھر تیری عظمت تیری شجاعت، تیری ہمت مردانہ کو سلام کرتا ہوں۔“

امیر المنصور کے ان الفاظ پر قصر المجاز میں بیٹھا ہر شخص مسکرا رہا تھا۔ خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ اس کے بعد پھر امیر المنصور نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

”سن احمد بن سعید آج میں تمہیں اپنا بیٹا ہی کہہ کر پکاروں گا۔ اس لئے کہ تیرے جیسے فرزند اس قابل ہیں کہ انہیں بیٹا بنا کر ان کی شجاعت اور ان کی عظمت پر فخر کیا جائے۔ اب تم سمجھو جو حادثات پیش آئے ہیں۔ ان کی روشنی میں چند اہم فیصلے کروں گا۔“

اس کے بعد امیر یعقوب المنصور پھر اپنی مسند پر بیٹھ گیا تھا۔ احمد بن سعید جس نشست سے اٹھا تھا اس پر بیٹھ گیا تھا۔

قصر المجاز کے اس کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی اور سکوت رہا۔ اس دوران امیر شاید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوئی اہم فیصلہ کرتا رہا' پھر اس نے اپنے وزیر اول ابو بکر بن عبداللہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہ
شروع کیا۔

ابو بکر میرے محترم! ہمارے بھائی سلطان صلاح الدین کی طرف سے جو قاصد آیا ہے اسے ہم خالی ہاتھ نہیں بھیجیں گے۔ قاصد ابوالحرث بھی اس وقت موجود ہے۔ میں اس کی موجودگی میں یہ حکم دیتا ہوں کہ ایک سو اسی چھوٹے بڑے جہاز اور کشتیاں تیار کی جائیں اور ان میں ضرورت کا سامان لاد کر ہمارے بھائی سلطان صلاح الدین کی طرف روانہ کیا جائے۔ اسے ہمار بدقسمتی سمجھا جائے یا ہماری زندگی کا دشوار وقت کہ فی الوقت ہم سلطان صلاح الدین کو افراد قوت روانہ نہیں کر سکتے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ہمارے خلاف اندلس کے اندر الفانسو اور سینکو صورت میں دو طوفان اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ہمارے علاقوں میں وسیع یلغار کے علاوہ تباہ اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے۔ ہمیں سب سے پہلے اس یلغار کو روکنا ہو گا۔"

امیر یعقوب المنصور تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ پھر اس نے سلطان صلاح الدین کے قاصد بوالحرث کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"ابوالحرث تم سن چکے ہو کہ میں اپنے وزیر ابو بکر کو حکم دے چکا ہوں کہ چند روز تک ایک سو اسی بڑی کشتیاں اور جہاز تیار کئے جائیں اور ان پر خوراک اور ہتھیاروں کے علا ضروریات کا دوسرا سامان سلطان صلاح الدین کی طرف روانہ کیا جائے جو اس وقت پور یورپ کی نصرانی قوت کا اکیلا مقابلہ کر رہا ہے۔ ابوالحرث کاش ان دنوں ہمارے خلاف اندلس میں طوفان نہ اٹھتا تو میں بذات خود ایک لشکر لے کر سلطان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور ا کے ماتحت معمولی سپاہی کی حیثیت سے صلیبی جنگوں میں حصہ لینا اپنے لئے سعادت اور فخ خیال کرتا۔"

ابوالحرث جو سامان سلطان صلاح الدین کی طرف جائے گا تم بھی اس کے ساتھ فلسطین کی طرف روانہ ہو جانا۔ میری طرف سے سلطان سے معذرت کرنا کہ اندلس میں ایسے حالات ا کھڑے ہوئے ہیں کہ میں ان کی مدد کے لئے کوئی لشکر روانہ کرنے کے قابل نہ رہا۔ تمہیں آ ہی ایک نامہ بھی سلطان صلاح الدین کے لئے مل جائے گا وہ نامہ بھی تم میری طرف سے سلطان کو پیش کر دینا۔ اس کے بعد امیر یعقوب المنصور نے اپنے کاتب محمد بن عبدالرحمٰن کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کیا۔

"ابن عبدالرحمٰن آج ہی ایک نامہ ہمارے محترم سلطان صلاح الدین کی خدمت میں روانہ کرو جو سامان ہم بھیج رہے ہیں اس کا اس میں ذکر کرو اور یہ بھی معذرت کرو کہ چونکہ اندلس کے اندر حالات موافق نہیں رہے۔ میں چند روز تک اپنے لشکر کو لے کر اندلس کا رخ کر رہا ہوں۔ اس لئے ان کی خدمت میں کوئی لشکر روانہ نہیں کر سکا۔ اس لئے میں معذرت خواہ ہوں۔"

کاتب محمد بن عبدالرحمٰن نے جواب میں اپنا سر اثبات میں ہلا دیا تھا۔ دوبارہ امیر سوچوں میں کھو گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے باری باری قاضی عماد الدین' احمد بن سعید' شعبان اور قراقوش کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد قصر المجاز میں اس کی آواز پھر گونج گئی تھی۔

"قاضی عماد الدین جیسا کہ ہمارے قاضی ابو جعفر بتا چکے ہیں کہ آپ ایک بہترین خطیب اور مقرر ہیں۔ میں آپ کی خطابت اور فن تقریر سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ میں آپ کو اندلس میں فرائض سونپتا ہوں آپ جگہ جگہ اپنی خطابت اور زور تقریر سے کام لیتے ہوئے رضاکار اور مجاہد اکٹھے کریں جو اڑتے صلیبی طوفانوں میں ہمارے بازو اور ہمارے مددگار ثابت ہو سکیں۔"

"شعبان جیسا کہ تمہارے بارے میں مجھے بتایا گیا ہے کہ تم ایک کامل فن شاعر بلند پایہ ادیب اور نفیس مزاج کے انسان ہو اور جاسوسی کرنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ میں تمہارے اس فن سے فائدہ اٹھاؤں گا۔ میں اندلس میں جس قدر ہمارے طلایہ گر اور جاسوس ہیں ان کا تمہیں سربراہ مقرر کرتا ہوں۔ تمہارے ذمے یہ کام ہو گا کہ دشمن کے علاقے سے خبریں حاصل کر کے براہ راست مجھ تک یا احمد بن سعید تک پہنچاؤ۔ میرے خیال میں تمہیں س پر کوئی اعتراض نہیں ہو گا؟"

"احمد بن سعید اور قراقوش تم دونوں کے ذمے میں سب سے اہم کام لگا رہا ہوں۔ جب لفانسو اور سینکو کے خلاف ہماری جنگیں ہوں گی تو تم میرے ساتھ میرے لشکر میں شامل ہو گے۔ احمد بن سعید تمہاری حیثیت میرے لشکر میں ایک بہترین اور سب سے اعلیٰ اور ارفع سالار کی سی ہو گی اور جب ہم دشمن کے ساتھ مصروف جنگ نہیں ہوں گے تو ہمارے جاسوس نے جس لڑکی کا ذکر کیا ہے جسے ہسپانیہ والے برق کلیسا کہہ کر پکارتے ہیں۔ اس کے خلاف رحدی مسلمانوں کا دفاع کرو کیا تم دونوں کو میرے اس فیصلے کے خلاف اعتراض ہے۔ پر میری ن ساری گفتگو کا جواب دینے سے پہلے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاروں کو میری طرف روانہ کیا تھا تو تم چاروں میں سے کسی کو تمہارا سربراہ یا امیر تو مقرر کیا
گا۔"

اس موقع پر قراقوش اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ امیر یعقوب المنصور کو مخاطب کر کے کہ
لگا۔

"امیر محترم! آپ کا کہنا بجا اور درست ہے گو احمد بن سعید عمر میں ہم سب سے چھوٹا
لیکن سلطان نے ہمیں فلسطین سے روانہ ہوتے وقت احمد کو ہی ہمارا امیر مقرر کیا تھا۔ میں ا
شعبان دونوں احمد بن سعید کو امیر کہہ کر ہی مخاطب کرتے ہیں۔ لیکن قاضی عماد الدین احمد کو ا
بیٹا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔"

اس کے بعد قراقوش اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ قصر میں ایک بار پھر امیر کی آواز گونج گئی تھی۔
آج کے بعد میں بھی احمد الحاجب کو اپنا بیٹا کہہ کر مخاطب کروں گا۔ قاضی عماد الدین
قراقوش، شعبان اور احمد بن سعید تم چاروں کو میں اندلس ہی میں فرائض سونپ رہا ہوں۔ ع
الدین مجاہد اور رضاکار اکٹھے کرنے کا کام کریں گے۔ شعبان دشمن کے علاقے میں ہمار
لئے جاسوسی اور طلایہ گری کا کام کرے گا۔ احمد بن سعید اور قراقوش تم دونوں ٹیمپلر کے علا
برق کلیسا نام کی لڑکی کے سامنے مسلمانوں کا دفاع کرو گے۔"

امیر یعقوب المنصور تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ کچھ سوچا اس کے بعد اپنی گفتگو کو آ
بڑھاتے ہوئے بولا۔

"احمد بن سعید اور قراقوش جیسا کہ تم نے اطلاعات فراہم کی ہیں کہ ٹیمپلر یہاں
تربیت حاصل کرنے کے بعد بحری راستے سے ارض فلسطین کا رخ کرتے ہیں اور وہاں
سلطان صلاح الدین کے خلاف اکٹھے ہو رہے ہیں تو اس سلسلے میں ان کی راہ روکنے کے
تمہیں بحری جنگوں کا اہتمام کرنا پڑے گا۔ اس کے لئے میں تمہارے لئے عمدہ انتظامات کر
گا۔ ٹیمپلر کی جاسوسی تمہارا ساتھی شعبان کرے گا اور ان سے متعلق پوری خبریں اور اطلا
فراہم کرے گا۔"

"جب کبھی بھی ٹیمپلر ارض فلسطین کا رخ کرتے ہیں تم دونوں ان کے پیچھے لگ جانا
کے لئے میں تمہارے ساتھ ایک لائحہ عمل تیار کرتا ہوں۔"

"وہ کچھ اس طرح کہ المریہ کی بڑی بندرگاہ پر ہمارا بہت بڑا بحری بیڑا ہمہ وقت کھڑا ر

گا۔ چوکس اور چوکنا رہے گا۔ شمال کی دو چھوٹی بندرگاہیں تفنت اور بلنسیہ میں تم دونوں کی کمانداری میں دیتا ہوں۔ وہاں بھی ہر وقت کچھ بحری جہاز اور چھوٹی جنگی کشتیاں کھڑی رہیں گی جو ضرورت کے وقت تم دونوں کے کام آسکتی ہیں۔ ان کشتیوں اور جنگی جہازوں کے جو سربراہ ہوں گے وہ براہ راست تم دونوں کے ماتحت ہوں گے اس کے لئے میں انہیں احکامات جاری کر دوں گا۔"

"احمد بن سعید اور قراقوش میں جانتا ہوں تم دونوں قوم اور ملت کے خدمت کا جذبہ رکھتے ہو۔ آج ہی ایک لشکر تم دونوں کی تحویل میں دوں گا جسے تم لے کر پرسوں اندلس کی طرف روانہ ہو جانا، عماد الدین اور شعبان بھی تم دونوں کے ساتھ جائیں گے اور اندلس میں اپنے کام کی ابتدا کریں گے میں پہلے وہ جنگی جہاز اور کشتیاں روانہ کروں گا جو اپنے بھائی سلطان صلاح الدین کے لئے مختص کئے ہیں۔ اس کے بعد اپنا لشکر ترتیب دوں گا اور تمہارے پیچھے پیچھے میں بھی اندلس کا رخ کروں گا۔ اپنی اس تیاری میں ایک ہفتہ سے زیادہ نہیں لوں گا اور میں بہت جلد اندلس میں تم سے ملاقات کروں گا۔ تم دونوں کو اس لئے پہلے روانہ کر رہا ہوں تاکہ جن علاقوں پر الفانسو اور سینکو نے یلغار کی ہے ان علاقوں پر یقیناً ٹیمپلر اور مازن نام کی لڑکی حملہ آور ہو رہے ہوں گے جنہیں اندلس کے پادری برق کلیسا کہہ کر پکارتے ہیں۔ میں چاہتا ہوں تم لٹے پٹے مسلمانوں کی ان قوتوں کے سامنے حفاظت کرو اتنی دیر تک میں بھی پہنچ جاؤں گا اور پھر متحد ہو کر الفانسو اور سینکو کے خلاف ضرب لگائیں گے۔

قصر الجاز میں بیٹھے ہر شخص نے امیر یعقوب المنصور کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا، پھر آخر میں امیر نے اندلس سے آنے والے قاصد کو مخاطب کیا۔

"میرے عزیز احمد بن سعید اور اس کے ساتھی تمہارے ساتھ اندلس کی طرف روانہ ہوں گے۔ ساحل پر اترنے کے بعد جب تک احمد بن سعید اپنے لشکر کو استوار کر کے قرطبہ کا رخ کرے گا تم اس سے پہلے قرطبہ پہنچنا۔ میرے بھائی ابو یحییٰ کو میرا پیغام دینا کہ وہ بہترین انداز میں احمد بن سعید، اس کے ساتھیوں اور لشکریوں کا استقبال کرے اور جب تک میں اندلس میں وارد نہیں ہوتا اس وقت تک ٹیمپلروں کا اور برق کلیسا نام کی لڑکی کے خلاف ان کے ساتھ پورا تعاون کرے اور ہر طرح کی انہیں رسد اور کمک فراہم کرے۔ اس سلسلے میں میرے کاتب کی طرف سے تمہیں ایک تحریری خط بھی میرے بھائی ابو یحییٰ کے نام مل جائے گا وہ تم اسے دینا

میرے خیال میں میرا وہ خط ہی اس کے لئے کافی ہو گا۔"

اس کے ساتھ ہی امیر یعقوب المنصور نے وہ مجلس برخاست کر دی تھی۔ دو روز بعد احمد بن سعید اور اس کے ساتھی ایک لشکر کے ساتھ مراکش سے اندلس کی طرف کوچ کر چکے تھے۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

امیر یعقوب المنصور کی طرف سے اندلس میں اس کا والی اور اس کا بھائی ابو یحییٰ ایک روز قرطبہ میں اپنے قصر کے اندر اپنے چند عمائدین کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اس کے سامنے اس قاصد کو پیش کیا گیا جو نصرانی حکمرانوں الفانسو اور سینکو کی مسلمانوں کے علاقوں میں تباہی اور بربادی کی خبر لے کر مراکش میں امیر یعقوب المنصور کے پاس گیا تھا۔

وہ قاصد کیونکہ خود ہی ابو یحییٰ نے اپنے بھائی یعقوب المنصور کی طرف بھیجا تھا لہٰذا بڑی خوش طبعی سے ابو یحییٰ نے اس کا استقبال کیا اور اسے مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

"میرے عزیز! میرے بھائی کی طرف سے تم کیا پیغام لے کر آئے ہو؟"

جواب میں سب سے پہلے اس قاصد نے اپنے لباس کے اندر سے وہی خط نکالا جو امیر یعقوب المنصور کی طرف سے تھا اس نے اسے ابو یحییٰ کو پیش کر دیا۔

ابو یحییٰ نے اس خط کو غور سے پڑھا۔ اس کے چہرے پر لمحہ بھر کے لئے مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ پھر اس نے آنے والے قاصد کو مخاطب کیا۔

"اس خط میں مکمل تفصیل نہیں لکھی ہوئی۔ جو کچھ میں نے کرنا ہے۔ اس خط میں تو مجھے حکم دے دیا گیا ہے پر پورے حالات مجھے تفصیل کے ساتھ سناؤ۔"

جواب میں اس قاصد نے مراکش کے قصر الحجاز میں امیر یعقوب المنصور کے سامنے جو کچھ ہوا تھا تفصیل کے ساتھ پیش کر دیا تھا۔ احمد بن سعید، شعبان، قراقوش اور قاضی عماد الدین سے تعلق بھی اس نے تفصیل سے بتا دیا تھا۔

ساری تفصیل جاننے کے بعد قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے ابو یحییٰ نے پھر پوچھ لیا۔

"کیا اس کے علاوہ بھی میرے بھائی امیر یعقوب المنصور نے مجھے کوئی پیغام دیا ہے؟"

جواب میں قاصد فوراً بول پڑا۔

"امیر ابو یحییٰ! آپ کے بھائی امیر یعقوب المنصور کا یہ بھی پیغام ہے کہ احمد بن سعید اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ مکمل اور پورا تعاون کیا جائے جب تک امیر خود اپنے لشکر کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھ اندلس میں داخل نہیں ہوتے اس وقت تک ان علاقوں میں عسکری قوتوں کا سربراہ احمد بن سعید ہی ہوگا۔ امیر یعقوب المنصور نے آپ کے لئے یہ بھی کہا ہے کہ رسد اور کمک کے سلسلے میں آپ ہر طرح سے احمد بن سعید سے تعاون کریں۔ امیر نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ جن علاقوں میں احمد بن سعید اور اس کے ساتھیوں نے اپنی کارروائیوں کی ابتدا کرنی ہے ان علاقوں تک کسی کو ان کی رہنمائی کے لئے روانہ کیا جائے۔"

قاصد کے جواب پر ابو یحییٰ کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پھر کہنا شروع کیا۔

"تم بڑے اچھے وقت پر آئے ہو گو شلب شہر سینکو اور الفانسو کی وجہ سے ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے لیکن شلب شہر کا سابق قلعہ دار اس وقت میرے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ پھر ایک نوجوان کی طرف ابو یحییٰ نے اشارہ کیا اور قاصد کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔ "اس نوجوان کا نام صریم بن طریق ہے۔ یہ بھی شلب کا قلعہ دار تھا۔ بدقسمتی سے شلب اب ہمارے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ بہرحال میں اسے مقرر کرتا ہوں کہ احمد بن سعید اور اس کے ساتھیوں کا بہترین انداز میں استقبال کرے گا اور جن علاقوں میں انہوں نے اپنی کارروائی کی ابتدا کرنی ہے وہاں تک یہ ان کی راہنمائی بھی کرے گا۔ اس لئے کہ اندلس کے ان سارے علاقوں سے صریم بن طریق پوری طرح واقف اور آگاہ ہے۔"

ابو یحییٰ کا جواب سن کر قاصد بھی کسی حد تک مطمئن ہو گیا تھا۔ وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ابو یحییٰ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ احمد بن سعید کی سرکردگی میں آنے والا لشکر کب تک قرطبہ پہنچ سکتا ہے۔"

"میں نے اس لشکر کے ساتھ ہی سفر کیا تھا اکٹھے ہی ہم مرسیہ کی بندرگاہ پر لنگر انداز ہوئے۔ میرے لئے یعقوب المنصور کا حکم تھا کہ میں پہلے قرطبہ کی طرف روانہ ہو کر احمد بن سعید کی آمد سے آپ کو مطلع کروں۔ اس لئے میں ان سے پہلے چلا آیا ہوں۔ اس وقت سہ پہر ہو چکی ہے۔ اگر انہوں نے کسی بھی سست رفتاری سے سفر کیا ہے تو بھی میرے خیال میں مغرب کی نماز کے قریب وہ قرطبہ پہنچنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

ابو یحییٰ کسی قدر مطمئن ہو گیا تھا۔ قاصد کو اس نے آرام کرنے کے لئے کہا تھا۔ قاصد باہر

نکل گیا پھر شلب کے قلعہ دار کو مخاطب کر کے ابو یحییٰ بول پڑا۔

"ابن طریق! تم آنے والے لشکر کے استقبال کی تیاری کرو میں خود بھی قاضی القضاۃ ابن رشد کے ساتھ ان کے آنے کی اطلاع پر ان کا شہر سے باہر بہترین استقبال کروں گا جو خط مجھے میرے بھائی یعقوب المنصور نے لکھا ہے اس میں میرے بھائی نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ آنے والے سالار احمد بن سعید کو قرطبہ سے بھی ایک لشکر مہیا کیا جائے تاکہ جب تک میرا بھائی یعقوب المنصور اندلس میں داخل نہیں ہوتا اس وقت تک یہ احمد بن سعید کم از کم دو قوتوں کے خلاف مسلمانوں کی حفاظت کر سکے۔ ایک خونخوار ٹیمپلر' دوسرے پرتگال کے حکمران سینکو کی بھتیجی مازن جسے نصرانی عام طور پر برق کلیسا کہہ کر پکارتے ہیں۔ اب تم جاؤ ان کے استقبال کی تیاریاں کرو۔ جب وہ آئیں گے تو میں خود بھی قرطبہ کے قاضی کے ساتھ ان کا بہترین انداز میں استقبال کروں گا۔" اس کے ساتھ ہی شلب کا سابق قلعہ دار صریم بن طریق اٹھ کر چلا گیا تھا۔ خود ابو یحییٰ بھی کمرے سے نکل گیا تھا۔

*

سورج غروب ہونے سے تھوڑی دیر پہلے احمد بن سعید' قراقوش' شعبان اور قاضی عماد الدین اپنے لشکر کے ساتھ جب قرطبہ شہر کے قریب پہنچے تب اندلس میں یعقوب المنصور کے بھائی شلب کے سابق قلعہ دار' قرطبہ کے قاضی اور دوسرے عمائدین کے ساتھ ان کا بہترین استقبال کیا۔ جس وقت یہ استقبال ہو رہا تھا اپنے گھوڑے سے اتر کر احمد بن سعید ابو یحییٰ کی طرف بڑھا۔ پھر پرجوش انداز میں مصافحہ کر کے کہنے لگا۔

"اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ اندلس میں امیر یعقوب المنصور کے بھائی ابو یحییٰ ہیں۔"

ابو یحییٰ نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے بڑے بڑے پرجوش انداز میں احمد بن سعید سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد احمد بن سعید نے دوسرے لوگوں سے مصافحہ کیا۔ قراقوش' شعبان اور قاضی عماد الدین بھی آگے بڑھ کر ان سب سے مصافحہ کر رہے تھے۔ اپنے پہلو میں کھڑے قرطبہ کے قاضی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ابو یحییٰ بول پڑا۔

"میں آپ لوگوں کا تعارف عالم اسلام کی ایک انتہائی اہم شخصیت سے کرانا چاہتا ہوں۔ میرے ساتھ جو شخصیت کھڑی ہیں بظاہر تو یہ قرطبہ کے قاضی القضاۃ ہیں لیکن آپ کو یہ جان کر خوشی ہو گی کہ یہ عالم اسلام کے سب سے بڑے عالم دین اور فلاسفر ابن رشد ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ابن رشد کا نام سن کر قاضی عمادالدین ہی نہیں احمد بن سعید' قراقوش اور شعبان بھ چونکے تھے۔ پھر احمد بن سعید آگے بڑھا۔ نیچے جھکتے ہوئے علامہ ابن رشد کے گھٹنوں کو پکڑا علامہ نے فوراً جھک کر اسے سیدھا کیا اور اسے گلے سے لگاتے ہوئے کہنے لگا۔

"میرے عزیز! تم ایک مجاہد ہو یاد رکھنا ایک مجاہد اسلامی سلطنت کے لئے اپنے خون کا قطرہ بہاتا ہے خون کا وہ قطرہ عالم کی اس سیاہی سے بیش بہا قیمت رکھتا ہے جس سے وہ دین ک پھیلاؤ کا کام لیتا ہے۔ یاد رکھنا تم لوگ ایک مجاہد کی حیثیت سے بڑے اعلیٰ اور ارفع ہو اور ا اس قابل ہیں کہ تم لوگوں کا بہترین انداز میں استقبال کریں۔"

قاضی عمادالدین' قراقوس اور شعبان نے ایک بار پھر آگے بڑھ کر ابن رشد کے ساتھ بڑے پر جوش انداز میں مصافحہ کیا تھا۔ قاضی عمادالدین عالم اسلام کے سب سے بڑے فلاسفر او عالم کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ اس موقع پر ابو یحییٰ بول پڑا۔

"احمد بن سعید میرے عزیز! میرے بھائی یعقوب المنصور نے تفصیل کے ساتھ ایک خ میں تمہاری آمد سے متعلق آگاہ کر دیا ہے۔ اب تم مجھے یہ بتاؤ کہ تم قرطبہ میں کب تک قیا کرنا پسند کرو گے؟"

اس پر احمد بن سعید نے تھوڑی دیر تک تیز نگاہوں سے ابو یحییٰ کی طرف دیکھا پھر بولا پڑا۔

"میرے محترم! مراکش سے جس وقت روانہ ہوا تھا تو امیر یعقوب المنصور نے میر لئے یہ حکم جاری کیا تھا کہ قرطبہ پہنچ کر مجھے آپ کی طرف سے ایک لشکر مہیا کیا جائے گا اور لشکر میں ساتھ لے کر آیا ہوں اسے بھی اور آپ کے مہیا کردہ لشکر کو لے کر مجھے پرتگال کی ا سرحدوں کی طرف کوچ کرنا ہو گا جہاں ٹیمپلر اور برق کلیسا مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہو تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلتے ہیں۔"

"میرے پیچھے پیچھے چند دن تک امیر المنصور بھی ایک بڑا لشکر لے کر داخل ہوں گے میں چاہتا ہوں کہ امیر کی آمد سے پہلے پہلے کم از کم ایک بار میرا ٹکراؤ ان ٹیمپلر اور برق کلی سے ہو اور میں انہیں بتاؤں کہ ہماری ترچھی تلواریں ایسی کند نہیں ہوئیں کہ ہم طشت م سجا کر اپنے علاقے انہیں پیش کر دیں۔ ابھی ہم میں ہمت ہے کہ ہم وہ علاقے ان سے واپ لیں جن پر انہوں نے گزشتہ دنوں خونریزیوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبضہ کیا ہے اگر امیر یعقو

المنصور کے آنے تک میرا ٹکراؤ ٹیمپلر یا برق کلیسا سے ہوا تو مجھے امید ہے کہ میرے خداوند نے چاہا تو میں ایک بار ان کے پاؤں تلے سے ان جرات مندی دلیری اور ان کی بیباکی کی ساری بساطیں کھینچ لینے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

"میرے محترم! میں یہاں قیام نہیں کروں گا' اپنے لشکر کے ساتھ مغرب کی نماز قرطبہ کے نواح میں ادا کروں گا رات کا کھانا کھانے کے بعد میں یہاں سے کوچ کرنا پسند کروں گا میری آپ سے گزارش ہے کہ جو لشکر آپ نے مجھے مہیا کرنا ہے وہ مغرب سے پہلے کر دیں تاکہ میں اسے اپنے نقطہ نظر سے آگاہ کر دوں۔"

مراکش سے چلتے وقت امیر یعقوب المنصور نے باقاعدہ نقشہ بنا کر مجھے ساری صورت حال سے آگاہ کر دیا تھا۔ آج رات کے کسی وقت میں یہاں سے کوچ کروں گا۔ دریائے کبیر کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے میں اشبیلیہ کا رخ کروں گا۔ وہاں سے اپنا رخ بدلوں گا اور جبل مورینہ سے ہوتا ہوا دریائے آنہ کے ان علاقوں کا رخ کروں گا جہاں پرتگال کا بادشاہ سینکو کے زیر سایہ تربیت پانے والے ٹیمپلر اور سینکو کی بھتیجی مازن یعنی برق کلیسا مسلمانوں کے خلاف اپنے ترک تاز اپنی جدوجہد جاری رکھے ہوئے ہے۔ میری خداوند سے دعا ہے کہ امیر المنصور کے آنے سے پہلے میرا ان سے ٹکراؤ ضرور ہو تاکہ میں جانوں ان کے حوصلے کتنے گہرے' ولولے کتنے جواں ہیں۔"

احمد بن سعید مزید کچھ کہتا کہ اسی دوران ابن رشد بول پڑے۔ "میرے عزیز! اگر تم برا نہ مانو تو جس مہم پر تم نکلے ہو اس مہم کو سامنے رکھتے ہوئے میں تمہیں ایک ہر دل عزیز شخصیت جان کر تمہیں بیٹا کہہ کر مخاطب کروں گا تو سن بیٹے اگر دریائے کبیر کے کنارے کنارے یہاں سے تم اشبیلیہ کا رخ کرو گے اور وہاں سے جبل مورینہ سے ہوتے ہوئے تم اپنی مہم کی طرف جاؤ گے تو پھر میرا بھی ایک کام کرنا میرے دو عزیز ہیں ان سے میرا کوئی خونی رشتہ نہیں ہے لیکن میرے ان سے مراسم ایسے ہیں کہ وہ مجھے اپنا قریبی رشتے دار اور میں انہیں اپنا عزیز خیال کرتا ہوں۔ دونوں بھائی ہیں' چھوٹا بھائی اشبیلیہ کے نواح میں مورہ نام کی بستی میں رہتا ہے یہ بستی دریائے آنہ کے کنارے ہے۔ اس شخص کا نام عدی بن یوجان ہے۔ دوسرا اور بڑا بھائی جس کا نام ادریس بن یوجان ہے' اس کی رہائش بطلیوس شہر کے مغرب میں الیش نام کی بستی ہے اس شخص کے متعلق میں بڑا فکر مند ہوں۔ اس لئے کہ اس کی بستی اور اس کے گرد و نواح میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پرتگال کے حکمران سینکو ٹیمپلر اور برق کلیسا نے تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا ہے۔"

"عزیز فرزند! جب تم اشبیلیہ پہنچو تو دریائے آنہ کے کنارے مورہ نام کی بستی میں جانا وہاں تو عدی بن یوجان سے ملنا اور اس سے اس کے بڑے بھائی ادریس بن یوجان کی خیریت معلوم کرنا۔ اگر تمہیں اس کے متعلق خبر ہو تو اشبیلیہ سے قرطبہ آنے والے ہر شخص کے ذریعے مجھے ان دونوں بھائیوں کی خیریت سے آگاہ کر دینا یہ گویا تمہارا مجھ پر احسان ہوگا۔"

احمد بن سعید نے بڑی عاجزی، بڑی انکساری اور بڑی سعادت مندی سے ابن رشد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میرے محترم! آپ کس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں۔ آپ مجھے جو کام سونپ رہے ہیں میں اسے ایک عبادت، ایک فرض سمجھ کر کروں گا اور بہت جلد میں کسی کے ذریعے ان دونوں بھائیوں کی خیریت سے ضرور آگاہ کروں گا۔"

اس بار اندلس کے والی ابویحییٰ نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"احمد بن سعید! میرے بیٹے، میں اور محترم ابن رشد جاتے ہیں تاکہ تمہارے لشکر کے طعام کے علاوہ اس لشکر کو بھی تیار کیا جائے جو تمہارے ساتھ جائے گا۔ میرے بیٹے یہ شلب کا سابق قلعہ دار صریم بن طریق تمہارے ساتھ رہے گا۔ جن علاقوں کی طرف تم نے جانا ہے یہ اس پورے علاقوں سے آگاہ ہے اور تمہاری خوب راہنمائی اور راہبری کرے گا صریم بن طریق سے متعلق میں تمہیں یہ بھی بتاتا جاؤں کہ یہ ایک بے مثل اور لاجواب تیغ زن ہے اور جنگ کے دوران یہ اپنے مدمقابل اور دشمن کے پاؤں اکھیڑنے کا ہنر بھی خوب جانتا ہے تمہارے ساتھ رہ کر یہ تمہیں مایوس نہیں کرے گا۔"

"دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح اپنے خط میں میرے عزیز بھائی یعقوب المنصور نے مجھے حکم دیا ہے اس مہم پر صرف تم اور تمہارا دست راز قراقوش روانہ ہوں گے۔ قاضی عمادالدین اور تمہارا چوتھا ساتھی جو جاسوسی اور طلایہ گری میں اپنا جواب نہیں رکھتا میرے پاس رہے گا۔ میرے بھائی یعقوب المنصور نے اسے اندلس میں طلایہ گروں اور جاسوسوں کے سارے نظام کا سربراہ مقرر کیا ہے میں اسے پورے حالات سے آگاہ کروں گا اور جو دستے جاسوسی کے نظام پر مقرر ہیں ان سب کو جمع کر کے ان پر واضح کروں گا کہ شعبان کو ان پر سالار مقرر کیا گیا ہے پھر میں کچھ ایسے لوگوں کو مقرر کروں گا جو شعبان کو ان سارے علاقوں سے آگاہ

کریں گے اس کے بعد اپنے ان مقررہ لوگوں کے ذریعے شعبان تمہارے ساتھ رابطہ کرے گا اور دشمن کی نقل و حرکت سے تمہیں آگاہ کرتا رہے گا۔ جہاں تک قاضی عمادالدین کا تعلق ہے ان کے ساتھ بھی میں چند راہنما لگاؤں گا اور یہ مختلف علاقوں میں اپنی خطابت سے کام لیتے ہوئے دشمن سے نمٹنے کے لئے مجاہدین اکٹھے کرتے رہیں گے جن کی عسکری تربیت کا اہتمام میں قرطبہ میں کروں گا اس کے بعد انہیں لشکر میں شامل کیا جاتا رہے گا میرے خیال میں میرے بھائی نے یہ بات تمہیں پہلے ہی بتا دی ہوگی۔"

"میرے محترم! آپ کا کہنا درست ہے امیر منصور مجھے پہلے ہی بتا چکے ہیں کہ قاضی عمادالدین اور شعبان قرطبہ ہی میں قیام کریں گے اور یہاں سے اس کام کی ابتدا کریں گے جو کچھ آپ نے کہا ہے میں اس سے متفق ہوں جس مہم پر ہم نکلے ہیں اس پر مجھے اور قراقوش کو ہی جانا ہے۔ بہرحال میں آپ کا شکرگزار اور ممنون ہوں کہ آپ مجھے صریم بن طریق جیسا ایک دوست، رفیق اور راہنما مہیا کر رہے ہیں۔ مجھے امید ہے اس کی معیت میں ہم ناممکن کو بھی ممکن بنانے کی کوشش کریں گے۔"

یہ فیصلہ ہونے کے بعد ابویحییٰ نے آگے بڑھ کر باری باری احمد بن سعید، قراقوش اور صریم بن طریق سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد ابن رشد، شعبان اور قاضی عمادالدین ان سے مصافحہ کر رہے تھے پھر وہ چاروں شہر کے طرف چلے گئے تھے۔ احمد بن سعید اور قراقوش نے اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دے دیا تھا۔

جب خیمے نصب ہو گئے تو احمد بن سعید نے اپنے لشکریوں کو سستانے اور آرام کرنے کا مشورہ دیا پھر وہ، قراقوش اور صریم کو لے کر اپنے خیمے میں داخل ہوا جب تینوں خیمے میں بیٹھ گئے تب احمد بن سعید نے صریم کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

"میرے عزیز! میں آج رات کسی بھی وقت اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔ میرے خیال میں تم شہر کی طرف جاؤ۔ اپنے گھر والوں سے رخصت لو اور اپنی ضروریات کا سامان بھی لے لو۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو سے صریم بن طریق کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ بول پڑا۔

"میرے یہاں کوئی زیادہ عزیز نہیں ہیں آپ جانتے ہیں کہ میں شلب کا قلعہ دار رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لٹا پٹا وہاں سے آیا ہوں۔ جب ابو یحییٰ نے آپ کی آمد سے مطلع کیا تو میں گھر سے تیار ہو کر آیا تھا۔ ارادہ تھا کہ آپ کے ساتھ جاؤں گا اور مجھے لگتا ہے کہ میرے ارادے پورے ہو رہے ہیں۔ میں جس لباس میں ہوں اس میں جاؤں گا۔ گھوڑا اپنا میں ساتھ لے کر آیا تھا۔ جنگی سامان بھی میرے پاس ہے۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ میں آپ کے ساتھ ہی یہاں سے رخصت ہوں گا۔"

صریم بن طریق کا جواب سن کر احمد بن سعید خوش ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد احمد بن سعید نے ایک بار پھر صریم بن طریق کو مخاطب کیا۔

"میرے عزیز! اگر تم برا نہ مناؤ تو میں دو شخصیات سے متعلق تھوڑی سی تفصیل جاننا پسند کروں گا۔ پہلی شخصیت اندلس کا حکمران ابو یحییٰ ہے جو امیر منصور کا بھائی ہے۔ کیا تم بتا سکو گے کہ یہ شخص کیسا ہے؟"

احمد بن سعید کے اس سوال پر صریم بن طریق کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ کچھ دیر سوچا پھر بول پڑا۔

"میرے عزیز بھائی چونکہ آپ کے لشکری اور آپ کے ساتھی آپ کو امیر کہہ کر مخاطب کرتے ہیں لہٰذا میں بھی آپ کو امیر کہہ کر مخاطب کروں گا تو سن لشکریوں کے امیر جہاں تک ابو یحییٰ کا تعلق ہے یہ کبھی اچھا ہوتا ہے اور کبھی برا انسان بن جاتا ہے۔ جہاں تک اس کی جرات مندی، اس کی دلیری کا تعلق ہے تو وہ بے مثال ہے۔ لیکن تھوڑی سی یہ حکمرانی کی ہوس رکھتا ہے۔ اگر اسے کبھی موقع مل جائے تو اپنے بھائی کے خلاف بھی بغاوت کرنے سے نہ چوکے۔ اگر اسے حکمرانی کی ہوس اور لالچ نہ ہو تو میں سمجھتا ہوں اس جیسے بہت کم لوگ پیدا ہوتے ہیں۔"

صریم بن طریق کا جواب سن کر احمد بن سعید کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ توصیفی انداز میں وہ تھوڑی دیر تک صریم بن طریق کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے بعد خیمے میں پھر اس کی آواز گونجی۔

"میرے عزیز میں تمہارے ان الفاظ پر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں میں نے بھی ابو یحییٰ کو دیکھتے ہوئے اس کے متعلق یہی رائے قائم کی تھی۔ دوسری شخصیت جس کے متعلق جاننا چاہتا ہوں وہ عالم اسلام کی اہم شخصیت ہے۔ وہ میری محترم ابن رشد ہیں میں نے ان کا نام سنا ہے

لیکن ان کے حالات سے واقف نہیں ہوں کیا تم مجھ پر ایک مہربانی کرو گے کہ اگر تم جانتے ہو تو ان کے حالات سے متعلق کچھ بتاؤ۔ عالم اسلام کے ایسے مہربان کے متعلق جاننا بھی ایک سعادت ہے۔"

"امیر احمد بن سعید میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ میں نے گزشتہ کئی دنوں سے قرطبہ میں قیام کر رکھا ہے اس دوران کئی مرتبہ مجھے محترم ابن رشد سے ملنے ان کے پاس بیٹھنے کا شرف حاصل ہوا۔ میں ان کے حالات پوری طرح جان چکا ہوں۔ جو کچھ میں جانتا ہوں وہ میں تمہیں بتاتا ہوں۔"

"میرے بھائی! ابن رشد کا پورا نام محمد بن احمد بن محمد بن رشد ہے۔ کنیت ابو ولید اور لقب جنید ہے۔ ان کے پردادا کا نام چونکہ رشد تھا لہٰذا اپنے پردادا کی نسبت سے ہی یہ خود بھی ابن رشد ہی مشہور ہوئے۔ گو یہ آج کل قرطبہ کے قاضی القضاء ہیں لیکن اس شخصیت کا شمار عالم اسلام کے جید علماء اور دنیا کے سب بڑے فلسفی میں ہوتا ہے۔ اندلس کے لوگ اسے صرف اندلس یا عرب دنیا ہی کا نہیں بلکہ پوری دنیا کا سب سے بڑا فلسفی قرار دیتے ہیں۔ میں چونکہ ان کے پاس بیٹھتا رہا ہوں ان کی صحبت سے لطف اندوز ہوتا رہا ہوں اور حقیقت یہ ہے کہ وہ صرف ایک بہت بڑے فلسفی ہی نہیں بلکہ بہت بڑے طبیب، فقیہہ، متکلم، مہندس اور ہیئت دان اور اعلیٰ پایہ کے عالم دین ہیں اور تمام علوم پر ان کو دسترس حاصل ہے۔"

"ابن رشد کی جائے ولادت قرطبہ ہے جہاں وہ قاضیوں کے نہایت معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے دادا محمد بن رشد کا شمار اندلس کے سربر آوردہ فقہاء میں ہوتا تھا انہیں مالکی فقہا کا امام خیال کیا جاتا تھا۔"

"اندلس میں پہلے وہی ابن رشد کے نام سے مشہور ہوئے لیکن بعد میں ان کے پوتے نے ان کی شہرت کے آفتاب کو گویا گہنا کر رکھ دیا تاہم ارباب علم میں اب بھی فقیہہ ابن رشد کا ذکر آتا ہے تو اس سے مراد محمد ابن رشد ہی ہوتے ہیں اور جب فلسفی ابن رشد کا ذکر آتا ہے تو اس سے مراد ابن ولید محمد بن احمد بن محمد یعنی موجودہ ابن رشد ہیں۔"

"موجودہ ابن رشد نے ابو جعفر بن موزق سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اس کے بعد مختلف اساتذہ سے حدیث کی تحصیل و تکمیل کی علوم کی استناد سے فراغت حاصل کرنے کے بعد انہوں نے خود درس دینا شروع کیا اور کئی کتابیں تصنیف کیں۔ ان میں سے دو کتابیں کتاب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیان و تفصیل اور کتاب مقدمات بڑی مشہور ہیں میں یہ بتانا بھول گیا کہ عالم اسلام کے نامور فلسفی اور عالم ابن طفیل کے پاس بھی ابن رشد رہے۔ ان کے علوم سے بھی مستفید ہوئے مختلف جگہوں پر علوم کی تکمیل کرنے کے بعد ابن رشد آج کل قرطبہ میں ہی مقیم ہیں اور قاضی کے عہدے پر فائز ہیں۔ میں نے ان کی صحبت سے یہ اندازہ لگایا ہے کہ یہ علامہ ابن طفیل سے بڑے متاثر ہیں۔ علامہ ابن طفیل کا بھی شمار عالم اسلام کے بلند پایہ فلسفیوں میں ہوتا ہے۔ علامہ ابن طفیل قادلیس کے رہنے والے تھے جو غرناطہ کے شمال مشرق میں چالیس میل کی مسافت پر واقع ہے۔ اب تو وہ بیچارے فوت ہو چکے ہیں۔ علامہ ابن طفیل کی ایک کتاب اس وقت بھی ابن رشد کے پاس ہے۔ میں نے وہ کتاب پڑھی ہے۔ وہ کتاب انتہا درجہ کی دلچسپ اور متاثر کن ہے۔ ابن رشد کے پاس اس کے دو نسخے ہیں۔ ایک نسخہ وہ مانگنے والوں کو پڑھنے کے لئے دے دیتے ہیں لیکن دوسرا نسخہ انہوں نے خود سنبھال کر رکھا ہے اور وہ کسی کو مستعار تک نہیں دیتے۔"

احمد بن سعید صریم بن طریق کی ساری گفتگو کو بڑی دلچسپی سے سنتا رہا جب وہ خاموش ہوا تو احمد بن سعید فوراً بول پڑا۔

"ابن طریق میرے عزیز! جس کتاب کا تم نے ذکر کیا اس کا نام کیا ہے اور یہ کس موضوع پر ہے؟"

"میرے بھائی کتاب کا نام تو حی بن یقظان ہے۔ بڑی عجیب و غریب کتاب ہے۔ اس میں کہانی بھی ہے اس میں فلسفہ بھی ہے اس میں تہذیب بھی ہے۔ یوں جانو اس میں ہر چیز ہے۔ پہلے میں نے حی بن یقظان نام کی اس کتاب کا مقدمہ پڑھا جو خود علامہ ابن طفیل نے لکھا ہے۔ اس میں ابن طفیل نے اسلامی فلسفہ کی تاریخ پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن سینا' ابن ماجہ' اور حجت اسلام امام غزالی کی بے حد تعریف کی ہے اور پھر یہ ثابت کیا ہے کہ خیر و شر کی تمیز انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے۔ اسلام ایک فطری مذہب ہے اور فلسفے کی غرض و غایت اوراک حق کے سوا کچھ نہیں ہے۔ انسان کے اندر یہ صلاحیت موجود ہے کہ وہ کسی بیرونی سہارے کے بغیر اپنی خداداد بصیرت اور عقل و شعور کی بدولت حق کو اس طرح پہچان لے کہ کسی استدلال اور قیاس کی ضرورت ہی نہ رہے یہ تو ابن طفیل کی کتاب حی بن یقظان کا گویا ایک مقدمہ ہے۔ اصل کتاب ایک کہانی سے شروع ہوتی ہے۔ وہ کہانی کچھ اس طرح ہے کہ ایک شہزادی

اپنے بچے کو جس کا کوئی باپ نہ تھا ایک تابوت میں رکھ کر سمندر میں ڈال دیتی ہے۔ یہ تابوت بہتا بہتا ایک جزیرے سے جا لگتا ہے۔ جہاں کسی آدم زاد کا گزر نہیں ہوتا۔ ابن طفیل نے اس بچے کا نام حی یعنی زندہ قرار دیا ہے۔ ایک ہرنی جس کا بچہ عقاب لے گیا تھا وہ ہرنی اس بچے کو دودھ پلاتی ہے۔ اس ہرنی کے دودھ سے اس بچے کی پرورش ہوتی رہتی ہے۔"

"اس جزیرے میں درندوں کا گزر نہ تھا اس لئے ہرنی اور بچہ دونوں محفوظ رہتے ہیں دو برس کا ہو کر بچہ چلنے پھرنے لگتا ہے۔ پھر بڑا ہوتا ہے اور جوان ہو کر جانوروں سے مقابلہ کرنا اور مدافعت کرنا سیکھ جاتا ہے۔ جانوروں کا شکار کر کے گزر بسر کرتا ہے۔ درختوں کے پتوں سے تن پوشی کرنا اور جانوروں کی کھال سے اپنے بدن کو ڈھانکنا وغیرہ سیکھ لیتا ہے۔"

"اس دوران میں ہرنی بوڑھی اور بیمار ہو جاتی ہے۔ اس سے وہ بڑا مضطرب ہوتا ہے اور سوچتا ہے کہ بیماری کیا چیز ہے اور اس کا کیا سبب ہے۔ اس کا شعور اسے سمجھاتا ہے کہ بیماری کا تعلق سینے سے ہے۔ چنانچہ وہ ایک تیز نوک دار پتھر سے ہرنی کے پہلو کو چیرتا ہے۔"

"اس طرح اسے دل' پھیپھڑوں اور دوسرے اندرونی اعضاء کا پتہ چلتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے محسوس ہوتا ہے کہ ہرنی کے جسم کے اندر کوئی ایسی چیز تھی جو نکل گئی ہے۔ گویا اس کے دماغ میں روح کا تصور پیدا ہوتا ہے۔"

"جب ہرنی کی لاش سڑنے لگتی ہے تو کووں سے اسے دفن کرنے کا طریقہ سیکھتا ہے کیونکہ اپنے مردہ ساتھی کو چونچ سے زمین کھود کر دبا دیتے ہیں لہٰذا اس نے بھی ان سے یہ سبق سیکھ لیا۔"

"کتاب میں مزید بھی لکھا ہے کہ ایک دفعہ وہ اتفاقاً خشک ٹہنیوں کی باہمی رگڑ سے آگ پیدا ہوتے دیکھتا ہے۔ اس طرح وہ بھی آگ پیدا کرنے کا طریقہ سیکھ لیتا ہے اور اس میں مرگ' آتش اور جسمانی حرات پر غور کرنے کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور وہ کھالوں کے لباس بناتا ہے۔ روئی اور سن کاتنا اور روٹیاں بنانا سیکھ جاتا ہے۔ چڑیوں کے گھونسلے دیکھ کر جھونپڑا تیار کرتا ہے۔ چڑیوں کے انڈے کھاتا ہے اور جانوروں کے سینگوں سے کام لیتا ہے۔"

"شکاری پرندوں کو سکھا کر شکار کرتا ہے۔ یوں اس کا علم اس طرح بڑھتے بڑھتے فلسفہ کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور رفتہ رفتہ وہ نباتات اور معدنیات کا مطالعہ کرتا ہے۔ اعضاء و وزن اور دوسری طبعی خصوصیات کی بنیاد پر حیوانات کی قسمیں مقرر کرتا ہے۔ پھر وہ روح کے بارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں غور کر کے اس کی دو قسمیں قرار دیتا ہے۔ ایک روح حیوانی اور دوسری روح نباتاتی۔"

"پانی کو بخارات بنتے دیکھ کر وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ ایک مادہ دوسرے مادے میں تبدیل ہو سکتا ہے آہستہ آہستہ اسے عناصر اربعہ کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ پھر اس کا خیال علت تخلیق کی طرف منتقل ہو کر خالق تک پہنچتا ہے۔ اب وہ آسمان کے بارے میں غور و فکر کرنے لگتا ہے کہ کیا یہ لامتناہی ہے لیکن اس کا ذہن اس نظریئے کو قبول نہیں کرتا وہ آسمان اور سیاروں وغیرہ پر کروی ہونے کا حکم لگاتا ہے۔"

"آخر کار اس کے ذہن میں خدائے واحد کا تصور پیدا ہوتا ہے جو ہر شے کا خالق ہے، مختار مطلق ہے اور علم و ادراک کا مالک ہے۔ پھر وہ روح انسانی کو بھی غیر فانی قرار دیتا ہے اور ذات خداوندی سے اس کے تعلق پر غور کرتا ہے ایک مدت اس غور و فکر اور مراقبہ میں گزر جاتی ہے یہاں تک کہ حی کی عمر پچاس کے لگ بھگ ہو جاتی ہے۔"

"کتاب میں مزید لکھا ہے کہ اس زمانے میں قریب کے ایک جزیرے سے اسال نامی ایک شخص حئی بن یقظان کے جزیرے میں وارد ہوتا ہے۔ اسال نام کا یہ شخص ایک سچے الہامی مذہب کا پیروکار تھا۔ وہ حی کو انسانی بولی سکھاتا ہے۔ اس کو نہانا، کپڑے دھونا وغیرہ سکھاتا ہے، بال منڈاتا ہے اور اس کو تمدن کے آداب سکھاتا ہے۔"

"دونوں ایک دوسرے سے تبادلہ خیال کرتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ اسال کا الہامی مذہب ان نظریات سے مختلف نہیں جو حی نے اس ویران جزیرے میں رہتے ہوئے قائم کئے تھے۔"

"پھر اسال اسے ترغیب دیتا ہے کہ وہ اس کے ساتھ قریب کے جزیرے میں جائے اور وہاں کے بادشاہ سلامان کے سامنے اپنا فلسفہ پیش کرے۔ دونوں وہاں جاتے ہیں لیکن حی کا فلسفہ کسی کی سمجھ میں نہیں آتا۔ تھک ہار کر دونوں اس غیر آباد جزیرے میں آ جاتے ہیں اور باقی زندگی فکر اور مراقبہ میں گزار دیتے ہیں۔"

"بس میرے بھائی یہی ابن طفیل کی کتاب حی بن یقظان کا خلاصہ ہے۔"

احمد بن سعید اور قراقوش دونوں نے ابن طفیل کی اس کتاب کے موضوع کو بہت پسند کیا۔ کچھ دیر تک تینوں اس موضوع پر گفتگو کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے مغرب کی نماز ادا کی اس کے بعد کھانا کھایا گیا۔ اتنی دیر تک

اندلس کے حاکم ابو یحییٰ نے وہ لشکر بھی مہیا کر دیا تھا جسے احمد بن سعید کے ساتھ روانہ ہونا تھا۔ ابو یحییٰ نے عارضی طور پر کچھ مخبر بھی احمد بن سعید کے حوالے کر دیئے تھے تاکہ اس وقت تک احمد بن سعید کے ساتھ کام کریں جب تک شعبان اندلس میں رہتے ہوئے مخبروں اور طلایہ گروں کے نظام کو درست کر کے اپنے ہاتھ میں نہیں لے لیتا۔ بہرحال عشاء کی نماز تک لشکر نے قرطبہ کے نواح میں قیام کیا۔ اس کے بعد وہاں سے کوچ کر گیا تھا۔"

*

رات کی گہری تاریکی میں احمد بن سعید قراقوش اور صریم بن طریق اپنے لشکر کے ساتھ دریائے کبیر کے کنارے کنارے قرطبہ سے اشبیلیہ کی طرف بڑھتے گئے۔ اشبیلیہ کے بالکل قریب جا کر انہوں نے اپنا رخ موڑا اور شمال کی طرف بڑھے۔ اشبیلیہ کے تھوڑے ہی فاصلے پر دریائے آنہ کے کنارے مورہ نام کی ایک بستی کے نواح میں احمد بن سعید نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کا حکم دے دیا تھا۔ اس وقت تک سورج خوب چڑھ آیا تھا۔ سرما کی پیلی دھوپ نے چاروں طرف اپنے پر پھیلا دیئے تھے۔ صریم بن طریق کو اس نے لشکر کی نگرانی کرنے کا حکم دیا۔ قراقوش کو لے کر وہ مورہ نام کی بستی کی طرف بڑھا جہاں کے ایک شخص عدی بن یوجان سے ابن رشد کے کہنے پر اس کے بڑے بھائی ادریس بن یوجان کی خیریت معلوم کرنی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد احمد بن سعید اور قراقوش مورہ نام کی بستی کے نواح میں ایک بہت بڑے باغ میں داخل ہوئے۔ باغ کے اندر کچھ لوگ کام کر رہے تھے۔ دونوں ان کے پاس آئے پھر احمد بن سعید نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"میرے عزیزو! میں ان علاقوں میں اجنبی ہوں۔ گزشتہ رات سفر کرتے ہوئے دریائے کبیر کے کنارے کنارے میں قرطبہ کے ان علاقوں کی طرف آیا ہوں میں عدی بن یوجان نام کے شخص سے ملنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس اس کے لئے قرطبہ کے قاضی القضاء ابن رشد کا ایک پیغام ہے۔"

باغ میں کام کرنے والوں میں سے ایک احمد بن سعید کی طرف متوجہ ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے دونوں عزیزو یہ باغ جس میں ہم کام کر رہے ہیں اس کے دائیں کنارے تھوڑا سا آگے بڑھ جاؤ جہاں یہ باغ ختم ہوتا ہے اس کے بعد چند گز تک فصلیں ہیں اس کے بعد پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک باغ شروع ہوتا ہے۔ وہ باغ عدی بن یوجان کا ہے۔ عدی بن یوجان اس وقت اپنے اہل خانہ کے ساتھ اپنے باغ ہی میں کام کر رہا ہو گا وہاں جا کر تم اس سے مل سکتے ہو۔"

احمد بن سعید اور قراقوش دونوں نے ان کا شکریہ ادا کیا۔ باغ سے نکل کر وہ کنارے کنارے آگے بڑھ گئے تھے۔

اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے احمد بن سعید اور قراقوش ایک دوسرے باغ میں داخل ہوئے تھے۔ باغ کے وسط میں انہیں کچھ لوگ دکھائی دیئے۔ ایک جگہ جہاں پھلوں کے ڈھیر لگے ہوئے تھے۔ دو مرد اور دو عورتیں بیٹھے تھے۔ احمد بن سعید اور قراقوش کو اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ چاروں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ کسی قدر خوفزدہ بھی تھے۔ احمد بن سعید اور قراقوش ان چاروں کے پاس جا کر اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ پھر احمد بن سعید آگے بڑھا اور مرد جو عورتوں کے سامنے کھڑے ہوئے تھے۔ انہیں مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرے عزیزو! میرا نام احمد بن سعید ہے۔ میرے ساتھ میرا ساتھی ہے اس کا نام قراقوش ہے۔ ان سرزمینوں میں ہم اجنبی ہیں۔ ہم قرطبہ سے آئے ہیں اور قرطبہ کے قاضی ابن رشد کے کہنے پر عدی بن یوجان نام کے شخص سے ملنا چاہتے ہیں۔"

دونوں مرد ڈھلی ہوئی عمر کے تھے۔ تاہم ان میں سے جو کم عمر تھا وہ چند قدم آگے بڑھا اور احمد بن سعید کو مخاطب کرتے ہوئے بڑی نرمی اور بڑی ملائمت میں کہنا شروع کیا۔

"کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ میرا ہی نام عدی بن یوجان ہے۔"

احمد بن سعید اور قراقوش دونوں نے آگے بڑھ کر باری باری عدی بن یوجان سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد احمد بن سعید گفتگو کا آغاز کرنا چاہتا تھا کہ عدی بن یوجان بول پڑا۔

"عزیزو اجنبیوں کی طرح کھڑے مت ہو یہاں بیٹھ جاؤ اور آرام سے کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

احمد بن سعید اور قراقوش دونوں آگے بڑھ کر زمین پر بچھی ہوئی چٹائیوں پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد احمد بن سعید نے وہ پورے حالات سنا ڈالے جس کے تحت اس نے فلسطین سے مراکش تک سفر کیا اور مراکش سے قرطبہ آنے کے مقاصد بیان کئے اور ابن رشد کا پیغام بھی عدی بن یوجان سے کہہ ڈالا۔

جب احمد بن سعید خاموش ہوا تو عدی بن یوجان نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"میرے دونوں عزیزو تم خوش قسمت ہو کہ امیر یعقوب المنصور نے تم دونوں کا انتخاب سینکو کے ٹیمپلر اور اس کی بھتیجی مازن یعنی کہ برق کلیسا کا مقابلہ کرنے کے لئے روانہ کیا ہے۔ پر میں تم سے ایک بات کہوں ان دونوں قوتوں سے ٹکراتے ہوئے محتاط ضرور رہنا اس لئے کہ وہ بلا کے تیغ زن ہیں جہاں تک ٹیمپلر کا تعلق ہے وہ اپنے آپ کو پیشہ ور تیغ زن سمجھتے ہیں اور جہاں تک سینکو کی بھتیجی مازن یعنی برق کلیسا کا تعلق ہے تو اس نے مسلمانوں کے قتل عام کا تہیہ کر رکھا ہے۔ اسپین کے پورے کلیساؤں کی پوری طاقت اس مازن کے پیچھے ہے اور کلیسا والوں نے ہی اس کا نام برق کلیسا رکھا ہے۔ یہ لڑکی بھی تیغ زنی میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔"

عدی بن یوجان جب خاموش ہوا تو احمد بن سعید کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اس نے عدی بن یوجان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"میرے عزیز! ٹیمپلر اور برق کلیسا سے کس طرح نمٹنا ہے یہ تو آپ عنقریب دیکھ یا سن لیں گے پہلے مجھے یہ بتائیں کہ آپ کو اپنے بڑے بھائی ادریس بن یوجان کی خیریت کی کوئی خبر ہے اگر ہے تو بہتر اگر نہیں تو آگے بڑھتے ہوئے مجھے بطلیوس شہر کے نواح میں اس کی بستی الیش کی طرف جانا ہو گا اور وہاں سے اس کی خیریت دریافت کر کے کسی کے ذریعے ابن رشد کو آگاہ کرنا ہو گا۔ اس لئے کہ ابن رشد ان سے متعلق بڑے فکرمند اور پریشان ہیں۔"

عدی بن یوجان نے مسکراتے ہوئے اپنے پہلو میں بیٹھے دوسرے شخص کی طرف دیکھا جو عمر میں اس سے بڑا تھا اس کے بعد عدی بن یوجان پھر بول پڑا۔

"سعید کے بیٹے تیرا شکریہ تیری بڑی مہربانی تو ہماری خاطر اس قدر زحمت اٹھانے کے لئے تیار ہے۔ ابن رشد ہمارے عزیز ہیں انہیں یقیناً ہمارے متعلق فکرمند ہونا چاہئے تھا۔ پر یہ جو صاحب میرے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں یہ میرے بڑے بھائی ادریس بن یوجان ہیں جس وقت الفانسو اور سینکو نے ان کے علاقوں اور بستیوں پر حملہ کیا تو یہ کسی نہ کسی طرح اپنی بستی سے نکل کر بچتے بچاتے یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے ہیں تاہم یہ بڑے فکرمند ہیں اس لئے کہ ان کا ایک بیٹا ابھی تک روپوش ہے۔ اس کے متعلق کوئی خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے یہ بھی کوئی نہیں بتاتا کہ وہ دشمن کے ہاتھوں مارا گیا ہی یا زندہ ہے بس یہ میرے بڑے بھائی ہمہ وقت اس کے لئے پریشان رہتے ہیں۔"

احمد بن سعید اور قراقوش متاثر کن انداز میں ادریس بن یوجان کی طرف تھوڑی دیر تک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیکھتے رہے پھر ادریس بن یوجان نے ان کو مخاطب کیا۔

"عالم اسلام کے عظیم فرزندو تم دونوں خوش قسمت ہو کہ امیر یعقوب المنصور نے ایک نہایت اعلیٰ اور مقدس کام کے لئے تم دونوں کا انتخاب کیا ہے۔ میری دلی دعا ہے کہ تم دونوں اپنے اس مقصد میں کامیاب رہو۔ دیکھو عزیزو جب تم اس مہم سے لوٹو تو ہماری طرف ضرور آنا تاکہ ہم جان سکیں تمہاری کارگزاری کیسی رہی اور پھر تم جیسے مجاہدوں کی خدمت کرنا تو ایک بہت بڑی سعادت ہے۔"

"میرے محترم اگر آپ کا بیٹا زندہ ہے تو خداوند نے چاہا تو میں اسے ڈھونڈ نکالوں گا۔ آپ اس کا نام بتائیں۔"

جواب میں ادریس بن یوجان فوراً بول پڑا۔

"میرے بیٹے کا نام ہشام ہے لوگ اسے ہشام بن ادریس کہہ کر پکارتے ہیں۔ اچھے قد کاٹھ کا جوان ہے اور ملک و قوم اور ملت سے ہمدردی کا جذبہ بھی خوب رکھتا ہے۔ میرا دل کہتا ہے کہ وہ زندہ ہے اور وہ دشمن کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے ان علاقوں میں جو رضاکار جمع ہو رہے ہیں ان میں کہیں شامل ہو چکا ہو گا۔"

احمد بن سعید اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر اس نے ادریس بن یوجان اور عدی بن یوجان دونوں بھائیوں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"میں اور میرا ساتھی اب جاتے ہیں جس مقصد کے لئے ہم آئے تھے وہ ہم حاصل کر چکے ہیں۔ میں اپنے لشکر میں سے کسی کو قرطبہ کی طرف روانہ کرتا ہوں جو ابن رشد کو جا کر آپ دونوں بھائیوں کی خیریت سے آگاہ کرے گا۔ اپنے لشکر کے ساتھ آپ کی خاطر یہاں رکا تھا میں واپس جا کر یہاں سے شمالی علاقوں کی طرف کوچ کر جاؤں گا میں آپ کو پورے حالات سنا چکا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ امیر یعقوب المنصور کی آمد سے پہلے پہلے ایک بار میرا ٹکراؤ ٹیمپلر اور برق کلیسا سے ہو اور میں انہیں بتاؤں کہ مسلمان اپنی سرزمینوں کا دفاع کرنے کا کیسا عمدہ اور مقدس جذبہ رکھتے ہیں۔"

احمد بن سعید مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک دم رک گیا سامنے کی طرف سے ایک لڑکی یوں بھاگتی ہوئی آئی تھی جیسے بوئے گل کے سرمگیں خمار میں تربتوں اور مسرتوں کے جھونکے اٹھ کھڑے ہوں، جیسے روشنی کے نگر اور آبشاروں کی لے میں شوخ نارنجی رنگوں کی یلغار کھڑی ہو

گئی ہو۔ وہ لڑکی بھاگتی پھلانگتی ہوئی آئی اور جہاں وہ بیٹھے ہوئے تھے وہاں وہ رک گئی تھی۔ اس نے کچھ پھل اٹھائے ہوئے تھے جو پھل پہلے سے زمین پر پڑے ہوئے تھے، اٹھائے ہوئے پھل اس نے ان کے اندر رکھ دیئے۔ سرما کی پیلی دھوپ میں وہ لڑکی صحرائی رات کی گہری خاموشیوں اور پراسرار تنہائیوں میں رات کے پچھلے پہر کے کسی کنارے خواب جیسی خوبصورت دکھائی دے رہی تھی۔

بھاگ کر آنے کی وجہ سے سردی کے باعث اس کی سانسوں میں بھاپ اٹھ رہی تھی اور اس بھاپ کے اندر محسوس کرنے والا بالکل صاف طور پر اس کے کنوار پنے کی تازگی اور خوشبو محسوس کر سکتا تھا۔ وہ جمال شیریں زمین پر پھل رکھنے کے بعد سیدھی کھڑی ہو گئی تھی۔ دونوں اجنبیوں کے متعلق وہ پوچھنا ہی چاہتی تھی کہ احمد بن سعید اور قراقوش دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے ادریس بن یوجان بول پڑا۔

"میری مملکت کے عظیم فرزندو یہ لڑکی میری بیٹی ہے۔ اس کا نام غرسطہ ہے۔"

ادریس بن یوجان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ دو اور لڑکیاں بھاگتی ہوئیں آئیں وہ بھی پھل اٹھائے ہوئے تھیں۔ پھل انہوں نے زمین پر رکھ دیئے احمد بن سعید اور قراقوش دونوں نے دیکھا وہ لڑکیاں بھی بے حد حسین اور پر جمال تھیں لیکن پہلی لڑکی جس کا نام غرسطہ بتایا گیا تھا اس سے کسی قدر کم تھیں ان دونوں لڑکیوں کی آمد پر ادریس بن یوجان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ دوبارہ وہ بول پڑا۔

"عزیزو یہ دونوں بچیاں میرے بھائی عدی بن یوجان کی بیٹیاں ہیں ایک کا نام مورینہ، دوسری کا نام عرفہ ہے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد غرسطہ نے اپنے باپ ادریس بن یوجان کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"اے میرے باپ یہ دونوں اجنبی جوان کون ہیں کہاں سے آئے ہیں کیا یہ ہمارے لئے کوئی پیغام لے کر آئے ہیں کیا ان کے پاس میرے عزیز بھائی ہشام بن ادریس کی کوئی خبر ہے۔"

احمد بن سعید نے محسوس کیا کہ اس لڑکی کے بولنے سے ایسا لگا جیسے چنگ و بربط پر کسی نے ہاتھ مارتے ہوئے میٹھے بول کا جادو کھڑا کر دیا ہو لمحہ بھر کے لئے احمد بن سعید نے سچے جذبے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھوجی اور جواہر کے پارکھ کی طرح غریطہ نام کی اس لڑکی کی طرف دیکھا۔ پھر آپ سے اس کی نگاہیں جھک گئی تھیں اور وہ زمین کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس موقع پر ادریس بن یو بول پڑا اور آنے والی تینوں لڑکیوں کو اس نے احمد بن سعید اور قراقوش کے حالات مختصر دیئے تھے۔ جب ادریس بن یوجان خاموش ہوا تب غریطہ نے بڑے شوق سے احمد بن سع طرف دیکھنا شروع کیا اس کے بعد اسے مخاطب کیا۔

"اے محترم اجنبی! آپ جن سرزمینوں کی طرف جا رہے ہیں میری خداوند قدوس سے ہے کہ آپ وہاں کامیاب اور کامران رہیں۔ ہم سب کی آپ سے التماس ہے کہ ان علا میں میرے بھائی ہشام بن ادریس کو بھی ڈھونڈنے کی کوشش کریں اگر آپ ایسا کرنے کامیاب ہو گئے تو آپ کا ہم پر ایسا احسان ہو گا کہ ہم زندگی بھر اتار نہ سکیں گے۔ ہم اپنے اپنی ماں اور بھائی کے ساتھ طلیوس کی نواحی بستی ایش میں رہا کرتے تھے لیکن اچانک پر کے حکمران سینکو کے حملہ آور ہونے کی وجہ سے ان علاقوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھ ہم بڑی مشکل سے جان بچا کر اپنے چچا کے یہاں پناہ لینے میں کامیاب ہوئے ہیں۔"

"شاید میرے باپ نے اس سے پہلے آپ کو بتا دیا ہو گا کہ چچا عدی بن یوجان صرف مے ہی نہیں میرا خالو بھی ہے۔ یہ کہ میری ماں اور میرے چچا عدی بن یوجان کی بیوی دونوں بہنیں ہیں۔ میرے چچا اور خالہ کی دو ہی لڑکیاں ہیں۔ یہ میرے ساتھ ہی کھڑی ہیں۔ بڑی مورینہ اور چھوٹی کا نام عرفہ ہے۔ میری باپ کے بھی دو ہی بچے ہیں ایک میں اور ایک مے بھائی ہشام جو ہم سے کھو چکا ہے۔ اس کے متعلق ہم فکر مند ہیں جب تک غریطہ بولتی رہی بن سعید اور قراقوش دونوں چپ رہے۔ گفتگو سنتے رہے اور زمین کی طرف دیکھتے رہے۔ لڑکی کی طرف انہوں نے نگاہ اٹھا کر نہیں دیکھا۔ جب غریطہ خاموش ہوئی تب احمد بن سع قراقوش دونوں نے ایک دوسرے کی طرف معنی خیز انداز میں دیکھا اس کے بعد احمد بن نے ادریس بن یوجان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"میرے محترم میں اور میرا ساتھی اب جاتے ہیں میں آپ اور آپ کے اہل خا خیریت ایک قاصد کے ذریعے قرطبہ میں ابن رشد کو پہنچا دوں گا۔ اس لئے کہ وہاں سے ہوتے وقت اس نے ایسا کرنے کی تاکید کی تھی۔ میں آپ سے یہ وعدہ کرتا ہوں کہ سرزمینوں کی طرف میں جا رہا ہوں اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا کہ آپ کے

ہشام بن ادریس کو تلاش کروں۔ اگر وہ مجھے مل گیا تو میں وقت ضائع کئے بغیر اسے آپ کی طرف روانہ کر دوں گا۔ اس نے رضاکاروں کی جماعت میں شامل ہونے کی کوشش کی تب بھی میں اس کی کوشش کو ناکام بنا دوں گا۔ اس لئے کہ وہ آپ دونوں بھائیوں کی واحد نشانی ہے۔ اس کا آپ کے پاس رہنا ضروری ہے۔ اس لئے کہ وہ آپ دونوں بھائیوں کے شجرہ نسب کا آخری سرا ہے۔"

اس کے ساتھ ہی احمد بن سعید مڑنے لگا تو ادریس بن یوجان اور عدی بن یوجان دونوں بھائی اٹھ کھڑے ہوئے تھے پھر ادریس نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"میرے عزیزو! اس سے پہلے ہماری تم سے کوئی شناسائی کوئی پہچان کوئی رشتہ نہیں تھا لیکن تمہارے ساتھ ان چند لمحوں کی گفتگو نے ہمارے درمیان ایک ربط ایک رشتے کا سا تعلق ضرور قائم کر دیا ہے۔ بیٹے میں تم دونوں کو یوں اجنبیوں کی طرح تو نہ جانے دوں گا میری خواہش ہے کہ تم دونوں ہمارے ساتھ کھانا کھا کر جاؤ۔"

احمد بن سعید چونک پڑا اور کہنے لگا۔

"میرے محترم آپ کی اس پیشکش کا میں شکریہ ادا کروں گا۔ میرا لشکر میں واپس جانا بہت ضروری ہے میں فی الفور اپنی منزل کی طرف کوچ کرنا چاہتا ہوں۔"

احمد بن سعید کے اس جواب پر ادریس بن یوجان سوچوں میں کھو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنی بھائی عدی بن یوجان کے ساتھ مشورہ کرتا رہا پھر تینوں لڑکیوں سے ان دونوں نے کچھ کہا لڑکیاں فوراً حرکت میں آئیں اور بھاگتے ہوئے انہوں نے زمین پر رکھے پھل اٹھا اٹھا کر احمد بن سعید اور قراقوش کے گھوڑوں کی خرجین میں بھرنے شروع کر دیئے تھے۔ ان کی اس حرکت پر احمد بن سعید اور قراقوش مسکرا رہے تھے پھر انہوں نے دونوں بھائیوں سے مصافحہ کیا سارے لوگوں کو الوداع کہا۔ اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ تھوڑی دیر بعد احمد بن سعید اور قراقوش اپنے لشکر کو لے کر پھر اپنی منزل کی طرف کوچ کر گئے تھے۔



اشبیلیہ سے روانہ ہونے کے بعد احمد بن سعید، قراقوش اور صریم بن طریق تینوں اپنے لشکر کے ساتھ جبل مورینہ میں داخل ہوئے۔ جبل مورینہ کے دروں میں سے بڑی بے باکی کے ساتھ گزرتے ہوئے انہوں نے شمال مغرب کا رخ کیا یہاں تک کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ دریائے آنہ کے کنارے آن رکے یہاں آکر احمد بن سعید نے ایک احتیاطی قدم اٹھایا۔ عارضی طور پر اندلس کے حاکم ابویحییٰ نے اس کے ساتھ جو طلایہ گر، مخبر اور جاسوس روانہ کر دیئے تھے۔ انہیں احمد بن سعید نے آگے روانہ کر دیا۔ انہیں تاکید کی کہ وہ دشمن کی نقل و حرکت سے متعلق انہیں پوری طرح آگاہ کرتے رہیں۔ جبکہ اپنے لشکر کو احمد بن سعید نے دریائے آنہ کے کنارے چند یوم تک آرام کرنے اور ستانے کا موقع دیا۔ دراصل ایسا وہ جان بوجھ کر کر رہا تھا۔ وہ اپنے مخبروں کی کارگزاری جان کر دریائے آنہ کو عبور کر کے دشمن سے ٹکرانا چاہتا تھا۔

احمد بن سعید نے ابھی اپنے لشکر کے ساتھ دریائے آنہ کے کنارے پڑاؤ کیا ہوا تھا کہ مخبروں نے اسے یہ اطلاع کی کہ ٹیمپلوں اور برق کلیسا دونوں کو مسلمانوں کے اس لشکر کے آنے کی خبر ہو چکی ہے اور انہوں نے حملہ آور ہونے کا لائحہ عمل بھی تیار کر لیا ہے۔

مخبروں نے احمد بن سعید اور قراقوش کو یہ بھی اطلاع دی کہ جونہی اپنے لشکر کے ساتھ وہ دریائے آنہ کو عبور کرنے کے بعد آگے بڑھیں گے سامنے کی طرف سے ان پر ٹیمپلر حملہ آور ہوں گے اور جب جنگ کی ابتدا ہو گی تو اس سے تھوڑی دیر بعد پشت کی جانب سے برق کلیسا حملہ آور ہو کر ان کے لشکر کو درہم برہم کرنے کی کوشش کرے گی۔

اس اطلاع پر احمد بن سعید بڑا مطمئن تھا۔ اس لئے کہ اسے ایسی ہی خبروں کی ضرورت تھی۔ جب مخبر یہ اطلاع دے چکے تو احمد بن سعید دریا کے پتھریلے کنارے بڑے بڑے پتھروں کے اوپر قراقوش اور صریم بن طریق کے ساتھ بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا۔ ساتھ ہی وہ چھوٹے چھوٹے پتھر اٹھا کر دریائے آنہ کے اندر بھی پھینکتا رہا۔ پھر ایک دم سنجیدہ ہو گیا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور اپنے سامنے بیٹھے قراقوش اور صریم بن طریق کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

"میرے دونوں بھائیو جس مقصد کے تحت ہم نے ان سرزمینوں کا رخ کیا تھا وہ مقصد اب دریائے آنہ کے اس پار ہم تینوں کا منتظر ہے۔ دریائے آنہ کو عبور کرنے کے بعد دشمن کے حملہ ہونے سے پہلے ہی پہلے ہمیں اپنی جنگی ترتیب کو درست کر لینا ہو گا جو کچھ میرے ذہن نے سوچا ہے وہ میں تم سے کہتا ہوں پھر آخری فیصلہ ہم تینوں مل کر کریں گے۔"

"عزیزو دریائے آنہ کو بھی بڑی ترتیب اور بڑی تنظیم کے ساتھ عبور کیا جائے گا ہو سکتا ہے ٹیمپلر اور برق کلیسا عین اس وقت ہم پر حملہ آور ہو جائیں جب دریائے آنہ کو عبور کرنے کے بعد ہم دوسرے کنارے پر چڑھ رہے ہوں لیکن ان کے ایسا کرنے کی امید نہیں ہے۔"

"دریا کے اس پار جانے کے بعد لشکر کی ترتیب کو آخری شکل دے دی جائے گی لیکن دریا عبور کرنے سے پہلے میرے بھائیو لشکر کو تین برابر حصوں میں تقسیم کیا جائے گا ایک حصہ میرے پاس دو حصے تم دونوں کے پاس ہوں گے۔"

"دریا کے اس پار جانے کے بعد قراقوش میرے بھائی تم اپنے لشکر کے ساتھ آگے آگے رہو گے تمہارے پیچھے تمہارے حصے کا لشکر ہو گا درمیان میں میں ہوں گا پیچھے صریم بن طریق ہو گا۔"

"اب تمہارے ذہن میں یہ سوال اٹھے گا کہ میں اپنے آپ کو اپنی حفاظت کی خاطر درمیان میں رکھ رہا ہوں نہیں ایسا ہرگز نہیں اس لشکر کے سالار اعلیٰ کی حیثیت سے مجھے لشکر کے بالکل آگے رہنا چاہئے تھا قراقوش کو اپنے پیچھے رکھنا چاہئے تھا تاکہ اگر دشمن ضرب لگائے تو پہلے مجھ پر لگے اس کے بعد لشکریوں پر لیکن ٹیمپلر اور برق کلیسا سے ہمیں کسی طریقے سے نمٹنا ہو گا۔"

"دریا کے اس پار جانے کے بعد جس طرح میں نے کہا ہے جنگی ترتیب اس طرح کر دی جائے گی اور آگے پیشقدمی کی جائے گی جس وقت لشکر پیشقدمی کر رہا ہو گا جیسا کہ میں بتا چکا ہوں قراقوش اپنے لشکر کے ساتھ آگے ہو گا لشکر کے آگے یہ خود اپنے گھوڑے پر سوار ہو گا اس کے لشکر کی جنگی ترتیب وہی ہو گی جو حملہ آور ہوتے وقت ہوتی ہے۔"

"صریم بن طریق! جہاں تک تمہارے لشکر کا تعلق ہے تو تمہارے لشکر کی وہ صفیں جنہوں

نے دشمن پر پہلے حملہ آور ہونا ہے یعنی لشکر کی اگلی صفیں وہ پچھلی طرف ہوں گی اور ج لشکریوں نے پچھلی صفوں میں جنگ کرنا ہے وہ تمہارے لشکر کے اگلی طرف ہوں گی۔ تم خ اپنے لشکر کے پیچھے رہو گے۔“

”جہاں تک میرے حصے کا تعلق ہے تو میں پہلے بتا چکا ہوں میرا حصہ درمیان میں ہوگا اپنے لشکر کے نہ بیچ میں نہ آگے نہ پیچھے رہوں گا۔ بلکہ اپنے لشکر کے بائیں طرف رہوں گا میرے لشکر کی وہ صفیں جنہوں نے آگے رہ کر جنگ کی ابتدا کرنی ہے وہ بھی بائیں طرف ہو گی۔ پچھلی رہنے والی صفیں بائیں حصے میں ہوں گی۔“

”جب دشمن ہم پر حملہ آور ہو گا تو ہمارا طریقہ کار کچھ اس طرح ہو گا کہ دشمن کے سا پہلے صرف قراقوش اپنے حصے کے ساتھ ٹکرائے گا' جارحیت اختیار نہیں کرے گا۔ اپنے آ کو دفاع تک محدود رکھے گا اور دشمن کو اپنے سامنے روکے گا نہ اپنے لشکر میں گھسنے دے گا دائیں بائیں سے آگے بڑھنے دے گا۔“

”صریم میرے بھائی جیسے کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ تم اپنے لشکر کے پیچھے رہو گے تمہار وہ صفیں جنہوں نے آگے رہنا ہے وہ بھی تمہارے ساتھ لشکر کے پچھلے حصے میں رہیں گی ج کہ طلایہ گر اور مخبر بتا چکے ہیں کہ برق کلیسا پشت کی جانب سے حملہ آور ہو گی جب وہ ایسا ک ہے تو تم اس سے ٹکرانا قراقوش کی طرح تم بھی جارحیت اختیار مت کرنا اور اپنے آپ کو د تک محدود رکھنا برق کلیسا کے حملوں کو روکے رکھنا جس طرح قراقوش ٹیمپلر کو اپنے لشکر گھسنے نہ دے گا اس طرح تم بھی برق کلیسا کو اپنے لشکر کے اندر گھسنے مت دینا بس روکے ر اس کے بعد میرے کام کی ابتدا ہو جائے گی۔“

”ظاہر ہے جب ٹیمپلر قراقوش کے ساتھ اور برق کلیسا پشت کی جانب تمہارے سا مصروف جنگ ہو گی تو میں فارغ ہو جاؤں گا میں بائیں جانب مڑوں گا جب مڑوں گا تو میرا میرے پیچھے پیچھے ہو گا میں ٹیمپلر کا رخ نہیں کروں گا صریم! میں تمہاری طرف آؤں گا اور کلیسا کے پہلو پر حملہ آور ہوں گا مجھے امید ہے کہ تھوڑی دیر کی جنگ ہی میں برق کلیسا کو کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا اور برق کلیسا بھاگ کر ٹیمپلر کی طرف جائے گی۔“

”سامنے کی طرف سے ٹیمپلر برق کلیسا کی مدد کے لئے نہیں پہنچ پائیں گے اس قراقوش نے انہیں اپنے سامنے مصروف رکھا ہو گا۔ اگر برق کلیسا بہت زیادہ جانباز بھی ہوئی اس کے لشکر کی تعداد زیادہ بھی ہوئی اور اس نے پسپا نہ ہونا چاہا تب بھی میرے خداوند کو منظور ہوا تو میں اسے ایسا کرنے پر مجبور کر دوں گا۔“

”جب برق کلیسا پسپا ہونے کے بعد بھاگ کر اپنے لشکر کے حصے کے ساتھ ٹیمپلر سے جا کر ملتی ہے تو میں اس کے پیچھے ہوں گا۔“

”اس موقع پر صریم تمہارا کام یہ ہو گا کہ تم اپنے لشکر کے ساتھ مڑو بڑی استواری' بڑی تنظیم کے ساتھ بائیں طرف سے نکلتے ہوئے ٹیمپلر کے پہلو کی طرف سے حملہ آور ہو جاؤ میں نے یہ کوشش کرنی ہے کہ برق کلیسا کو دائیں طرف سے بھگا کر ٹیمپلر کی طرف لے جانے کی کوشش کروں اب صورت حال کچھ اس طرح ظاہر ہو گی۔“

”سنو صریم! سامنے کی طرف سے تو پہلے ہی ٹیمپلر کے ساتھ قراقوش مصروف جنگ ہو گا۔ میں تم سے یہ کہوں کہ قراقوش جنگ کا بہترین اور وسیع تجربہ رکھتا ہے اور ٹیمپلر کتنے بھی بہادر اور جانباز کیوں نہ ہوئے قراقوش میرے خداوند نے چاہا تو ایسے ہی ان کا سامنے جمے گا جیسے کھولتے بحر کے سامنے آہنی چٹانیں۔ میرے عزیز جب برق کلیسا بھاگ کر ٹیمپلر سے ملے گی تو میں اس کے پیچھے سے حملہ آور ہو جاؤں گا۔ ظاہر ہے جب برق کلیسا ٹیمپلر میں شامل ہو گی تو اس وقت تک ان کے لشکر میں ایک ہلچل اور افراتفری برپا ہو گی اس ہلچل اور افراتفری سے میں فائدہ اٹھاؤں گا۔ ٹیمپلر اور برق کلیسا کے اندر گھستے ہوئے ان کے اندر ایک پسپائی اور بے حوصلگی کی کیفیت برپا کرنے کی کوشش کروں گا۔“

#”صریم بن طریق تم بائیں جانب سے حملہ آور ہونا اور دشمن کے پہلو پر بھرپور ضرب لگانا حملہ آور ہونے کے لئے راستے میں جو ہم نے قرآنی آیات آپس میں طے کر لی ہیں انہیں کے نعرے بلند کئے جائیں گے اور وہی ہمارے لئے حوصلے بلند رکھنے کا ایک ذریعہ ہوں گی میرے عزیزو اس سلسلے میں تم دونوں مزید کوئی وضاحت چاہتے ہو تو کہو۔“

احمد بن سعید جب خاموش ہوا تو قراقوش اور صریم بن طریق نے تھوڑی دیر تک آپس میں صلاح و مشورہ کیا اس کے بعد دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

”اے امیر جو کچھ آپ نے کہا ایسا ہی ہو گا۔“ اس پر مسکراتے ہوئے احمد بن سعید اٹھ کھڑا ہوا تینوں لشکر گاہ کی طرف گئے پھر انہوں نے اپنا پڑاؤ ختم کرنے کے بعد دریائے آنہ کو عبور کرنا شروع کر دیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دریائے آنہ کو عبور کرنے کے بعد احمد بن سعید اپنے لشکر کے ساتھ جب زلاقہ کے میدانوں مین داخل ہوا تو ایک خونی انقلاب ایک اندھا طوفان اٹھ کھڑا ہوا اچانک سامنے کی طرف سے ٹیمپلوں کا لشکر نمودار ہوا اور وہ احمد بن سعید کے لشکر پر کالی صدیوں کے گمشدہ عہد میں کھوکھلی آوازوں کے اندر رقص کرتی ہوس کی طوالت کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

احمد بن سعید کے لشکر کی جنگی ترتیب وہی رہی جو اس نے پہلے سے قراقوش اور صریم بن طریق کو سمجھا رکھی تھی۔ ٹیمپلوں کے اس حملوں کو بڑی جانثاری اور بڑی ہمت اور جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قراقوش نے روک دیا تھا۔ ابھی جنگ تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ دوسری مصیبت اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ پشت کی جانب سے اچانک برق کلیسا اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوئی۔ عجیب سے انداز میں نعرے بلند کرتی ہوئی وہ پشت کی طرف سے ستم خوردہ آربا کے سلگتے رازوں، ستیزہ گار ظلمتوں کے نزول اور حلقہ زندان میں شوریدہ آہ و بکا کھڑی کرتے کے مرثیہ خوانوں کی طرح ٹوٹ پڑی تھی۔

برق کلیسا مازن کے اس حملے کو شلب کے قلعہ دار صریم بن طریق نے روک دیا تھا۔ اب صورت حال یہ تھی کہ سامنے کی طرف سے قراقوش ٹیمپلوں کے حملے کو روکے ہوئے تھا پشت کی جانب سے برق کلیسا کے لشکر کے سامنے صریم بن طریق چٹان بن کر کھڑا ہو گیا تھا اب احمد بن سعید نے اپنے کام کی ابتدا کی۔

اپنے حصے کے لشکر کو اس نے مخصوص اشارہ دیا کوئی آواز اس نے پیدا نہیں کی۔ بیچ میں سے وہ لشکر کو لے کر نکلا بائیں جانب مڑا پشت کی جانب بڑھا برق کلیسا کے لشکر کے قریب آ اچانک بلند آواز میں چلاتے ہوئے احمد بن سعید نے پکارا تھا اللہ واحد القہار۔

اس کی اس پکار کے جواب میں لشکریوں نے زوردار انداز میں تکبیریں بلند کیں پھر ا حصے کے لشکر کے ساتھ احمد بن سعید غمگیں اور دل گیر ماحول میں پرانی زنجیریں توڑنے وا فطرت کی پراسرار قوتوں اور ویران کھنڈروں میں داخل ہو کر جلتے جھلساتے موسموں کی طر برق کلیسا کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔ لمحوں کے اندر اندر احمد بن سعید نے دشمن کی حیوانی طلب کو ش گرم سکون میں بدلنا شروع کر دیا تھا۔

جس وقت قرآنی آیات کا نعرہ بلند کرتے ہوئے احمد بن سعید برق کلیسا کے لشکر پر حملہ آ ہوا تھا اس وقت شلب کے قلعہ دار صریم بن طریق نے بھی اپنے کام کی ابتدا کی۔ احمد بن سع

کے نعرے کے جواب میں اس نے بھی بلند آواز میں اپنا نعرہ بلند کیا ھو خیر الحاکمین۔

اس کے اس نعرے کے جواب میں اس کے لشکریوں نے بھی اللہ اکبر کی صدائیں بلند کیں پھر صریم بن طریق دفاع کو ترک کرتا ہوا جارحیت پر اترا اور برق کلیسا کے لشکر پر وہ ذہنی رفعتوں اور اعتماد و اشتیاق کو پست و مضمحل کر دینے والے زرد مٹی کے غبار کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ اپنے ان حملوں سے شلب کے قلعہ دار نے دشمن کے چہروں کو آزردہ بدنوں کو خستہ و ماندہ کر دینے والی کف اڑاتی موجوں کا سماں باندھ کر رکھ دیا تھا۔

اب لشکر کے سامنے ٹیمپلر کے حملوں کو روکنے والے قراقوش کی باری تھی صریم بن طریق کے بعد اس نے بھی بلند آواز میں اپنا نعرہ بلند کیا ھو ارحم الراحمین۔

اس کے ساتھ قراقوش نے بھی دفاع کا لبادہ اتار پھینکا اور جارحیت کی ردا اس نے اوڑھ لی۔ ساتھ ہی اس انداز سے اس نے دشمن پر حملہ آور ہونا شروع کیا کہ حیات کے پردے میں موت رقص کرنے لگی تھی۔ بڑی تیزی کے ساتھ قراقوش نے روح کے نغموں میں مصائب حیات تبسم آفرین نغمات میں خونبار منزلیں اور طوفانی تلاطم بھر دینے والے آتش و آہن کے سیلاب کی طرح حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔

زلاقہ کے میدان جنگ میں غم حیات کی تلخیاں چار سو ناچ اٹھی تھیں۔ قدم قدم پر نفس نفس میں موت قہقہے لگانے لگی تھی۔ ہر سو ہر جہت ذلت کے آثار کھڑے ہونا شروع ہو گئے تھے۔

پشت کی جانب سے برق کلیسا نے بڑی ہمت اور جرات مندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے صریم بن طریق پر حملہ کیا تھا اور وہ اندازہ لگائے ہوئے تھی کہ مسلمان زیادہ دیر اس کے سامنے نہ ٹھہر سکیں گے۔ لیکن جب پشت کی جانب سے احمد بن سعید نے اس پر جان لیوا حملے شروع کئے تب برق کلیسا کے لشکریوں میں بددلی پھیلنا شروع ہو گئی۔ جبکہ احمد بن سعید کے لشکریوں میں بڑی تیزی کے ساتھ فتح کے قریب ہونے کے جذبے بکھرنے لگے تھے۔ جلد ہی احمد بن سعید نے اپنے سامنے برق کلیسا کے قدم اکھاڑ کر رکھ دیئے تھے۔ برق کلیسا بھاگنے پر مجبور ہوئی اپنے لشکر کو سمیٹا اور احمد بن سعید کے لشکر کے سامنے جنگ میں مصروف ٹیمپلوں کی طرف بھاگی احمد بن سعید اپنے لشکر کے ساتھ برق کلیسا کے پیچھے لگ گیا تھا۔

جونہی برق کلیسا نے جنگ سے منہ موڑا اور احمد بن سعید اس کے پیچھے لگا صریم بن طریق

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے بھی اپنے لشکر کی ہیئت کو بدلا بائیں طرف سے بل کھاتے ہوئے وہ بھی اب آگے بڑھنے لگ تھا۔

برق کلیسا اپنے لشکر کے ساتھ بھاگتی ہوئی جب ٹیمپلروں کے لشکر میں جب شامل ہوئی ا اس کے پیچھے ہی پیچھے احمد بن سعید جڑ سے اکھاڑ دینے والے طوفانوں کی طرح ٹیمپلر کے لشکر میں داخل ہو گیا تھا۔ جو ٹیمپلر اس کے سامنے آیا خون میں نہاتا چلا گیا تھا یوں احمد بن سعید نے بڑی تیزی کے ساتھ برق کلیسا ہی نہیں ٹیمپلروں کے لشکر کی تعداد بھی کم کرنا شروع کر دی تھی۔ عین اسی موقع پر دوسری جانب سے صریم بن طریق نے حملہ آور ہو کر دشمن کے لشکر پر لرزش طاری کرنا شروع کر دی تھی۔

ٹیمپلر جو اپنے آپ کو ناقابل تسخیر خیال کرتے تھے۔ برق کلیسا اور اس کے لشکری جو ماضی میں کامیابیاں حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو آہنی چٹان سمجھے ہوئے تھے اب سبھی میدان جنگ کے اندر ظلمتوں میں بھٹکتے نقوش کی طرح اپنے لئے پناہ گاہیں تلاش کرنے کے لئے کوشش کرنے لگے تھے۔ ان کے چاروں طرف ایک بے کلی' ویرانی' وحشت اور کرب سا ہو گیا تھا۔ احمد بن سعید قراقوش اور صریم بن طریق کے حملوں کے سامنے وہ ایسا محسوس کر رہے تھے جیسے مسلمانوں نے ان کے سامنے خانہ بدوش ہواؤں کو اپنا اسیر۔ آسمان کو اپنا زیر پا اور زمین کو اپنی جولان گاہوں کی طنابیں بنانے کا ارادہ اور عزم کر لیا ہو۔

جس وقت احمد بن سعید' قراقوش اور صریم بن طریق دشمن پر پوی طرح چھاتے اور پھیلتے جا رہے تھے ان کے سامنے ٹیمپلر اور برق کلیسا کے لشکری چھپنے اور بھاگنے اور پسپا ہونے کی راہیں تلاش کر رہے تھے۔ اسی وقت دائیں جانب سے کچھ مسلح جوانوں کا گروہ نمودار ہوا اور بڑے خونخوار انداز میں بلند آوازوں میں تکبیریں بلند کرتا ہوا وہ گروہ برق کلیسا اور ٹیمپلروں کے لشکروں پر حملہ آور ہو گیا تھا در اصل یہ وہ رضاکار تھے جو ٹیمپلر اور برق کلیسا کے ستائے ہوئے تھے اور ان علاقوں میں چھپتے پھرتے تھے اور انتقام لینے کی جستجو میں تھے۔ انہوں نے اس موقع کو غنیمت جانا اور اکٹھے ہو کر انہوں نے دشمن پر حملہ کر دیا تھا۔ ان لوگوں پر چونکہ ٹیمپلروں اور برق کلیسا نے مظالم کئے تھے ان کے خاندان کے افراد کا قتل کیا تھا انہیں ان کی سرزمینوں، باغات سے ان کی جائداد سے محروم کیا تھا لہذا وہ عجیب سے انداز میں حملہ آور ہوئے تھے اور صحرا کی پھیلتی پیاس کی طرح وہ دشمن کے اندر پھیلنے لگے تھے۔ منزل کی جستجو کرتے ریگزاروں کی قربت میں قیامت خیز دوریاں پیدا کرنے والے طوفانوں کی طرح دشمن کے اندر بڑھتے چلے گئے تھے۔

ٹیمپلر اور برق کلیسا کے لشکروں کی حالت پہلے ہی احمد بن سعید کے سامنے لمحوں کے سوگ اور تاریک خواہشوں کے آشوب جیسی ہو رہی تھی اب جو ان رضاکاروں نے بھی حملہ کر دیا تو ان کی حالت موت سے بڑھ کر اذیت ناک اور ہجر کی بے رنگ دھول جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی وہ یہ خیال کرنے لگے تھے کہ مسلمانوں کو کہیں سے کمک پہنچ گئی ہے بس یہ خیال کرنا تھا کہ ان کے حوصلے پست ہو گئے تھے۔ پھر اندر ہی اندر کھسر پھسر ہونا شروع ہو گئی۔ اگلی صفیں پیچھے ہٹنا شروع ہو گئیں۔ ایک افراتفری برپا ہوئی اس کے بعد ٹیمپلر کا سردار کاریون اور برق کلیسا دونوں اپنے لشکروں کو لے کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

بھاگتے وقت دونوں کا خیال تھا کہ حملہ آور جو انہیں اجنبی لگے تھے ان کا تعاقب نہیں کریں گے لیکن یہ ان کی بھول' ان کا دھوکہ ان کی غلط فہمی تھی جونہی کاریون اور برق کلیسا شکست اٹھا کر بھاگے احمد بن سعید نے پوری طاقت اور قوت کے ساتھ اپنے لشکریوں کو تعاقب کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ یہ حکم ملنا تھا کہ مسلمان مجاہد عکس در عکس حیرت کھڑی کرتے مرگ کے آتشیں کھیل اور کرچی کرچی کر دینے والی انقلابی سزاؤں کی طرح کاریون اور برق کلیسا کے پیچھے پڑ گئے تھے۔

زلاقہ کے جن میدانوں میں چند برس پہلے اسلام کے رجل عظیم اور بطل عظیم یوسف بن تاشفین نے دشمن کو بدترین شکست دی تھی انہی میدانوں میں احمد بن سعید' قراقوش اور صریم بن طریق نے ٹیمپلر کے سربراہ کاریون اور برق کلیسا کو بدترین شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔

کچھ دور تک یہ تعاقب جاری رہا جب احمد بن سعید نے دیکھا کہ اگر مزید تعاقب کیا گیا تو دشمن کے علاقے میں ان کے لئے خطرات بھی اٹھ کھڑے ہو سکتے ہیں تب وہ مڑا میدان جنگ میں آیا جو اشیاء دشمن چھوڑ بھاگا تھا ان پر قبضہ کر لیا۔ ابھی اپنے لشکر کے لئے کوئی حکم جاری کرنے والا تھا کہ ایک ڈھلتی ہوئی عمر کا باریش شخص احمد بن سعید کے قریب آیا بڑی تیزی سے آگے بڑھا رکاب میں جمے اس کے دائیں پاؤں کو جوتوں سمیت اس نے اپنے ہاتھ میں لیا اور بڑی تیزی سے اس نے کئی بوسے دے ڈالے۔ اس موقع پر احمد بن سعید نے اپنے پاؤں کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھینچنا چاہا لیکن اس کی گرفت کافی مضبوط تھی بوسا دینے کے بعد وہ پیچھے ہٹا پھر وہ احمد بن سعید مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

”میرے عزیز میں نہیں جانتا آپ کون ہیں کن سرزمینوں کی طرف سے آئے ہیں ک کے بھیجے ہوئے ہیں میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ ان شکستہ سرزمینوں کے اندر اور ان لٹے لوگوں میں آپ ایک فرشتہ صفت مجاہد بن کر نمودار ہوئے ہیں۔“

”ان بھولے بھٹکے لوگوں کی آرزومند آنکھیں۔ ان کے بشارت طلب دل‘ ان کے دعا کے لئے اٹھے ہوئے بے ثمر ہاتھ یقیناً آپ جیسے مجاہدوں کے منتظر تھے۔ ان کے بسیرے ا دیئے گئے تھے۔ کوئی ان کا پشت بان نہیں تھا۔ ان بے چاروں کی حالت شاخ زیتون پر ب خاموش اور بے بس فاختہ جیسی تھی۔ دشمن کی نظر تہذیب کے سامنے ان کے لئے کوئی آدر اور مقصد کی بے کلی کا کوئی لمحہ بھی نہ تھا۔“

”آپ اس معصوم دھرتی کے افکار کی ہر رگ کے لئے وطن کی مانگ کا تارا کوہستانو جھومر ثابت ہوئے ہیں۔ ان سرزمینوں کے یہ لہلہاتے کھیت‘ سبز جنگل‘ سرکشیدہ چوٹیاں گ چشمے‘ بہتے امرت دھارے چلتی و بل کھاتی ندیاں‘ طائروں کی ٹولیاں قسم خدا واحد کی آپ کسی بے باک نقیب ہی کی منتظر تھیں اور اب یہ صدا آپ کے حق میں دعائیں دیتے ر گے۔ میرے عزیز میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے ان سرزمینوں کا رخ کیا ہے۔ میں آ جیسے اجالوں کے رسول بن کر نمودار ہونے والے مجاہدوں کو دل کی گہرائیوں سے سلام پیش ہوں۔ آپ نے ان میدانوں کے اندر جہاں چند برس پہلے یوسف بن تاشفین نے فتوحا ایک سلسلہ شروع کیا تھا۔ دشمن کو بدترین شکست دی ہے۔ میرے عزیز میں آپ کو اور کے ساتھیوں کو خوش آمدید کہتا ہوں کہ آپ نے گونگے خوابوں‘ اندھی تعبیروں کے مشیت کے عزم و ہمت کا پیکر بن کر مسلمانوں کی بے بسی کو ان کی کامرانی اور فوزمندی تبدیل کیا ہے۔“

یہاں تک کہنے کے بعد وہ شخص خاموش ہو گیا جب تک وہ بولتا رہا احمد بن سعید‘ قرا اور صریم بن طریق بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے رہے۔ جب وہ خاموش ہوا تو اح سعید تڑپ کر رہ گیا اس نے دیکھا اس شخص کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے تھے۔ تھ دیر تک وہ ضبط کرتا رہا اس کے بعد اپنے انگوچھے سے اس نے اپنی آنکھیں صاف کیں اد

بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے اسے پھر مخاطب کیا۔ ”میرے عزیز ہم وہ رضا کار ہیں جو ان سرزمینوں کے اندر ادھر ادھر بھٹکتے پھر رہے تھے اور کسی موقع کی تلاش میں تھے کہ دشمن سے انتقام لیں۔ اس پر ضرب لگائیں ہمیں امید تھی کہ یعقوب المنصور ہماری بے بسی کی خبر سن کر ضرور ان سرزمینوں کا رخ کرے گا اور وہ ادھر آئے گا تو اس کے لشکر میں شامل ہو کر ہم دشمن پر ثابت کریں گے کہ اگر وہ ہماری سرزمینوں کے اندر شکست و ریخت کا کھیل کھیل سکتا ہے تو ایسا ہی کھیل اس کے خلاف بھی کھیلا جا سکتا ہے۔ میرے اجنبی محترم کیا آپ یہ نہ بتائیں گے کہ آپ کہاں سے آئے ہیں آپ کون ہیں کس نے آپ کو ان سرزمینوں کے اندر بھیجا ہے اور آپ کی میری ملت کے اندر کیا حیثیت ہے؟“

احمد بن سعید نے غور سے ایک بار اس شخص کی طرف دیکھا پھر بڑی عاجزی اور انکساری میں بول پڑا۔

”میرے بزرگ میں نہ اجنبی ہوں نہ محترم میں آپ ہی کی ملت آپ ہی کی قوم کا ایک حصہ ہوں۔ مجھے ان سرزمینوں میں یعقوب المنصور نے بھیجا ہے۔“

احمد بن سعید کے اس انکشاف پر اس کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اس کے بعد اس نے پھر پوچھ لیا۔

”کیا میں جان سکتا ہوں امیر یعقوب المنصور کے لشکر میں آپ کی کیا حیثیت ہے؟“

اس سوال پر احمد بن سعید کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا‘ ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے اس نے اس شخص کا شانہ تھپتھپایا اور پھر بول پڑا۔

”میری کوئی حیثیت نہیں ہے یوں جانو میں امیر یعقوب المنصور کے لشکر میں سب سے ادنیٰ ہوں۔“ اس شخص نے لمحہ بھر کے لئے توصیفی انداز میں احمد بن سعید کی طرف دیکھا پھر ہلکے ہلکے تبسم میں بول اٹھا۔

”میری ملت کے شیر دل فرزند اگر ادنیٰ کا یہ کمال ہے تو اعلیٰ کا کیا جمال ہو گا۔“

اس شخص کے جواب میں احمد بن سعید نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔

”اعلیٰ تو میرے خداوند قدوس کی ذات ہے ہم تو سب اس کے ادنیٰ غلام ہیں اور کوئی بھی کام لینے کے لئے وہ اپنے جس غلام کا چاہے انتخاب کرتا ہے۔ شاید قدرت نے اس کام کی تکمیل کے لئے میرا ہی انتخاب کیا تھا تو میں اپنے خداوند قدوس کا لاکھ شکر گزار اور ممنون ہوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ میں یہ معمولی سا کارنامہ سر کرنے میں کامیاب ہوا۔"

"آپ نے تھوڑی دیر پہلے بتایا کہ آپ کا تعلق ان رضاکاروں سے ہے جو ان سرزمینو میں بھٹکتے ہوئے اس انتظار میں تھے کہ دشمن سے انتقام لیں۔ میرے عزیز کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ جو رضاکار آپ کے ساتھ کام کر رہے ہیں ان میں کوئی ہشام بن ادریس بھی ہے۔"

اس شخص نے چونکنے کے سے انداز میں احمد بن سعید کی طرف دیکھا۔ پھر کہہ اٹھا۔

"ہاں ہمارے گروہ کے اندر ہشام بن ادریس نام کا ایک نوجوان ہے اور اس کا تعلق ا سرزمینوں سے ہے میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔ اس کا باپ ماں اور بہن اشبیلیہ کے نوا میں اپنے چچا کی بستی کی طرف ہجرت کر چکے ہیں تاہم وہ ہمارے گروہ میں شامل ہے۔ اگر آ اس سے ملنا چاہیں تو میں اسے بلا کر لا سکتا ہوں۔"

جواب میں احمد بن سعید مسکرایا منہ سے کچھ نہ بولا۔ تاہم اس نے اثبات میں گردن ہلا د تھی وہ شخص پیچھے ہٹ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس شخص کے ساتھ ایک نوجوان آیا اسے دیکھ ہوئے احمد بن سعید' قراقوش اور صریم بن طریق دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ احمد ب سعید نے آگے بڑھ کر پہلے اس سے مصافحہ کیا پھر قراقوش اور صریم بن طریق اس سے مصافحہ ک رہے تھے۔ اس کے بعد احمد بن سعید نے آنے والے نوجوان کو مخاطب کیا۔

"میرے بھائی کیا تمہارا نام ہشام بن ادریس ہے؟"

"آپ کا اندازہ درست ہے میں ہی ہشام بن ادریس ہوں۔" ہلکی سی مسکراہٹ میں ا نوجوان نے کہا تھا۔

"اگر تمارا نام ہشام بن ادریس ہے تو وقت ضائع مت کرو۔ ابھی اسی وقت یہاں ۔ اپنے چچا عدی بن یوجان کی بستی مورہ کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ وہاں تمہارے ماں باپ تمہار بہن' تمہاری عم زاد بہنیں بڑی بے چینی سے تمہاری منتظر ہیں۔ انہیں یہ بھی پتا نہیں کہ زندہ ہو یا ان علاقوں میں کام آ چکے ہو۔ میں ان سے وعدہ کر کے آیا تھا کہ اگر تم مجھے ملو گے میں فوراً تمہیں ان سرزمینوں کی طرف روانہ کر دوں گا جس وقت میں وہاں سے روانہ ہو رہا تمہاری بن غریطہ نے بڑے دکھ' بڑے غم میں کہا تھا کہ ہم اس کے بھائی کو تلاش کریں۔ میرے عزیز جا فوراً یہاں سے رخصت ہو کر اپنے ماں باپ اور اپنی بہن کی خدمت میں حاضر میں سمجھتا ہوں اگر تم اشبیلیہ کے نواح میں اپنے ماں باپ اپنی بہن اپنے عم اپنی خالہ کے دل

سکون بن کر رہتے ہو تو یوں جانو تم یقیناً رضاکاروں کا کردار ادا کر رہے ہو۔" اس کے بعد مختصر سے الفاظ میں احمد بن سعید نے اس کے باپ اس کی بہن اس کے چچا سے ان سے باغ میں ملاقات کا ذکر کر دیا تھا۔

احمد بن سعید جب خاموش ہوا تو ہشام بن ادریس نے پہلے اس کا شکریہ ادا کیا وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ احمد بن سعید پھر بول پڑا تھا۔

"اگر تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو نقدی چاہئے ہم تمہیں دیتے ہیں لیکن فوراً یہاں سے کوچ کر جاؤ تمہارے ماں باپ تمہاری بہن بڑی بے چینی سے تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔"

"یا امیر آپ نے بڑے ہولناک انداز میں ٹیمپلر اور برق کلیسا کو شکست دی ہے۔ آپ کا آئندہ لائحہ عمل کیا ہو گا۔" ہشام بن ادریس نے بڑے شوق سے احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں یہاں سے کوچ کروں گا۔ دشمن کے پڑاؤ سے ملنے والی ہر چیز کو سمیٹنے کے بعد دریا کے اس پار اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر لوں گا کچھ عرصہ تک یہاں رکا رہوں گا۔ اس احتیاط کہ تحت کہ اگر اپنی شکست کا انتقام لینے کے لئے ٹیمپلروں کے سردار کاریون یا برق کلیسا نے مزید کوئی قدم اٹھانا چاہا تو میں ان کی راہ روک سکوں۔ میں ابھی تھوڑی دیر تک یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو کے جواب میں ہشام بن ادریس مسکرا کر کہنے لگا۔

"میرے بھائی دریائے آنہ کے اس پار تک میں آپ کے لشکر کے ساتھ کوچ کروں گا اس کے بعد میں اپنی بستی کی طرف روانہ ہو جاؤں گا۔"

ہشام بن ادریس کے اس جواب سے احمد بن سعید خوش ہو گیا تھا پھر وہ اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اس کی طرف دیکھتے ہوئے قراقوش اور صریم بن طری بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوئے ھوڑی دیر بعد احمد بن سعید نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کیا دریائے آنہ کے اس پار جا کر اس نے اپنے لشکر کو پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا جبکہ ہشام بن ادریس اس سے ملنے کے بعد اشبیلیہ کے نواح میں اپنے عم کی بستی کی طرف کوچ کر چکا تھا۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹیمپلروں کا سردار کاریون اور برق کلیسا احمد بن سعید اور قراقوش کے آگے بھاگتے ہو اپنے بچے کھچے لشکریوں اور اپنی جانیں بچانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ جب انہوں نے کہ ان کا تعاقب ترک کر دیا گیا ہے تب دونوں نے جو اپنے لشکر کے آگے آگے اپنے آہنی سے اپنے چہرے کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ اپنے لشکر کو رک جانے کا اشارہ دے دیا تھا۔

یہ اشارہ ملتے ہی ان کے لشکری ان کے پیچھے رک گئے۔ کاریون گھوڑے سے اتر اس کی طرف دیکھتے ہوئے برق کلیسا بھی اتر گئی۔ گھوڑے سے اترنے کے بعد برق کلیسا اپنے سر پر رکھا ہوا آہنی خود اتارا اور اسے گھوڑے کے سینے سے لٹکا دیا تھا اس خود کا اترنا قیامت برپا ہو گئی اس کے بال اس کے شانوں پر بکھر گئے تھے۔

برق کلیسا مازن نے جب اپنے چہرے سے نقاب اٹھایا تو ایسا لگا جیسے وہ آبشاروں کے میں روشنی کے نگر میں مسکراتے شعلہ گل جیسا ہو۔ اس کا شفق رنگ بدن اس کے مع ہونٹوں کی شہد ایسی تھی جیسے نغموں کے گوہر میں لبوں کی خوشبو بھر دی گئی ہو۔ وہ چپ خاموش تھی۔ کاریون تھوڑی دیر تک بڑی سنجیدگی سے دیکھتا رہا پھر کاریون نے اسے مخا کیا۔

”مازن میں سمجھتا ہوں کہ یہ میری اور تمہاری انتہا درجہ کی بد قسمتی ہے کہ ہمیں گمنام مسلمان سالار کے ہاتھوں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ میری ہی نہیں یہ تمہ بھی زندگی کی پہلی شکست ہے۔“

کاریون کی اس گفتگو کے جواب میں مازن خاموش تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ سوچتی اس کے بعد اس نے کاریون کی طرف دیکھا۔

”کاریون تمہارا اندازہ درست ہے لیکن میں اس شکست کو قبول کرنے کے لئے نہیں۔ تمہاری اس گفتگو پر مجھے ایک اعتراض بھی ہے۔“

”تمہارا کہنا ہے کہ ہمیں ایک گمنام سالار کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے“

اسے نہیں مانتی۔ جیسا کہ ہمارے مخبر اطلاع دے چکے ہیں کہ مسلمانوں کا سالار احمد بن سعید جس نے ہمیں شکست دی ہے یہ فلسطین سے صرف ٹیمپلر کا مقابلہ کرنے کے لئے آیا ہے اور جو شخص فلسطین سے ادھر آیا ہے جس نے اتنا لمبا سفر اپنے ساتھیوں کے ساتھ طے کیا ہے وہ کوئی معمولی شخص نہیں ہو گا اور وہ سالار جو ایک مختصر سے لشکر کے ساتھ ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے ان سرزمینوں کی طرف آیا ہے اس کا عزم' اس کے استقلال میں بھی کمی نہ ہو گی بہرحال تمہارا یہ کہنا کہ ہمیں کسی گمنام سالار کے ہاتھوں شکست ہوئی میں تسلیم نہیں کرتی میرا اندازہ ہے کہ یہ فلسطین کی جنگوں میں بہترین تجربہ رکھتا ہو گا اور سلطان صلاح الدین کے پہلو بہ پہلو مقدس جنگوں میں حصہ لیتا رہا ہو گا۔ اب سلطان صلاح الدین نے ہی اسے ان سرزمینوں کی طرف روانہ کیا ہے تاکہ یہ ٹیمپلر کے بڑھتے ہوئے زور کو روکے۔ یہی ہمارے مخبر بھی بتاتے ہیں۔“

”کاریون اس میں کوئی شک نہیں کہ اس احمد بن سعید کے سامنے مجھے اور تمہیں دونوں کو پسپا ہونا پڑا ہے لیکن میں اپنی اس پسپائی اپنی اس شکست اور اپنی اس ناکامی کا بڑا بھیانک انتقام وں گی۔“

”کاریون گزشتہ ہفتوں میں الفانسو اور سینکو نے مسلمانوں کے علاقوں میں جو دور تک جو بربادی کا کھیل کھیلا ہے تو یہ بات عیاں ہے کہ اس کا ردعمل ضرور ہو گا۔ مراکش سے یا تو عقوب المنصور خود اٹھے گا یا اس کا کوئی اور سالار ان سرزمینوں کا رخ کرے گا اور انتقام لینے کی وشش کرے گا۔ مجھے امید ہے کہ الفانسو اور سینکو دونوں مل کر مسلمانوں کی قوت کے سامنے آئیں تو مسلمان زیادہ دیر تک ہمارے سامنے نہیں ٹھہر سکیں گے۔“

”کاریون میری دعا ہے کہ آنے والے دنوں میں ہمارا مسلمانوں سے ٹکراؤ ہو اور یہ سالار س کا نام احمد بن سعید ہے اگر ان جنگوں میں بھی شامل ہوا تو میں اسے انفرادی مقابلے کی عوت دوں گی مجھے امید ہے میں انفرادی مقابلے میں اس کا سر قلم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں ی اس طرح میں اپنی اس شکست کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔“

”کاریون مسلمانوں کے آگے آگے اس سمت بھاگتے ہوئے میں بڑی پریشان اور فکرمند ی جس وقت تعاقب ترک ہوا اس وقت میں نے اپنے گھوڑے کی خرجین میں رکھی ہوئی ئبل پر ہاتھ رکھ کر قسم کھائی تھی کہ میں اس احمد بن سعید کی گردن ضرور کاٹوں گی لہٰذا ایک نہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک روز میں اپنے اس عہد کو پورا کر دکھاؤں گی۔ اب احمد بن سعید کو اپنے سامنے زیر کرنا
کی گردن کاٹنا میری زندگی کا مقصد اور انمول آدرش بن کر رہ گیا ہے۔"

مازن کی اس گفتگو کے جواب میں کاریون تھوڑی دیر تک دھیمی دھیمی مسکراہٹ میں ا
کی طرف دیکھتا رہا پھر اس کا حوصلہ بلند کرنے کی خاطر بول پڑا۔

"مازن میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں۔ میرا اندازہ ہے کہ برق کلیسا کی حیثیت
احمد بن سعید نے تمہارا نام سن رکھا ہوگا اگر انفرادی مقابلے میں تمہارا اور اس کا سامنا ہوتا
تو میرے خیال میں تم لمحوں میں اس پر غالب آ جاؤ گی اب ہمیں رک کر وقت ضائع نہیں
چاہئے۔ ایک تیز رفتار قاصد بھیج کر سینکو کو اس حادثے سے مطلع کرنا چاہئے تاکہ وہ مسلما
کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی تیاریوں کی تکمیل کرے۔"

مازن یعنی برق کلیسا نے کاریون کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ دونوں اپنے گھوڑوں پر س
ہوئے اور آگے بڑھنے لگے تھے۔ تھوڑی دور جا کر ان کے راستے جدا ہو گئے تھے۔ دونوں ا
اپنے مستقر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

*

سورج اپنے شنگرفی لبوں کی لو کو سمیٹتا ہوا غروب ہونے کے لئے جھکنے لگا تھا۔ دریاؤں
نمی سے شناسا زمین اداس ہونا شروع ہو گئی تھی۔ گلابی جاڑوں کی دھوپ سلگتے پھولوں پر الودا
بوسے دیتے ہوئے اپنی بساط کو سمیٹنے لگی تھی ایسے میں ہشام بن ادریس میانہ روی سے ا
گھوڑے کو ہانکتا ہوا اپنے باغ میں داخل ہوا اس کا باپ ادریس بن یوجان، چچا عدی بن یوجا
ہشام بن ادریس کی ماں دوہرہ، خالہ شرجینہ بہن غریطہ، چچا اور خالہ کی بیٹیاں مورینا اور عرفہ
بھرا اپنے باغ میں کام کرنے کے بعد واپس جانے کی تیاری کر رہے تھے کہ اچانک غریطہ ہشا
دیکھتے ہوئے چلا اٹھی۔

"ماں! ماں! بھائی آ گئے۔"

غریطہ کے اس انکشاف پر سب اس کے پیچھے پیچھے ہشام کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے
انہیں اپنی طرف آتے ہوئے دیکھ کر ہشام بن ادریس اپنے گھوڑے سے اتر گیا۔ اتنی
تک غریطہ اس کے قریب پہنچ گئی۔ پھر وہ بری طرح اپنے بھائی سے لپٹ گئی تھی۔ ابھی
علیحدہ نہیں ہوئی تھی کہ باقی سب لوگ بھی وہاں پہنچ گئے۔ بہن کو ہشام بن ادریس نے ع

کیا پہلے اس نے اپنے باپ اور چچا سے مصافحہ کیا بعد میں باری باری اس کی ماں اور خالہ نے
اسے پیار کیا۔ اس کے بعد اس کی خالہ زاد بہنوں نے احوال پرسی کی پھر غریطہ نے اپنے بھائی
کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ پھر اس جگہ جہاں ان کے پھل آئے ہوئے تھے وہیں کھڑے
ادریس بن یوجان نے اپنے بیٹے ہشام کو مخاطب کیا۔

"میرے بیٹے میرے فرزند! تو اتنا عرصہ کہاں رہا۔ تیری اس گمشدگی کی وجہ سے ہم جس
کرب میں مبتلا رہے ہیں اس کا الفاظ میں اظہار نہیں کیا جا سکتا۔ اگر تو کسی کی قید میں تھا تو کیسے
تیری رہائی ہوئی۔ اگر تو رضاکاروں میں شامل ہو چکا تھا تو کیسے اتنی جلد ہماری یاد آ گئی۔"

ہشام بن ادریس نے اپنے ہونٹوں پر زبان پھیری پھر اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہنا شروع
کیا۔

"اے میرے باپ آپ کو یاد ہوگا کہ کچھ عرصہ پہلے آپ کے باغ میں دو درد آشنا فرشتے
داخل ہوئے تھے۔ بس یوں جانیں انہیں کی وجہ سے میں آپ لوگوں کے اندر کھڑا ہوں۔"

"اے میرے باپ میں ان رضاکاروں میں شامل ہو چکا تھا جنہوں نے دشمن سے انتقام
لینے کی ٹھان رکھی تھی۔ ابھی ان رضاکاروں کی تربیت کا سلسلہ جاری تھا اور انہوں نے آنے
والے دنوں میں دشمن کے علاقوں میں ترکتازی کی ابتدا کرنی تھی کہ یہی دو درد آشنا فرشتے ان
سرزمینوں کی طرف آئے۔"

"دریائے آنہ کے اس پار زلاقہ کے انہیں میدانوں میں جہاں اسلام کے بطل عظیم
یوسف بن تاشفین نے دشمن کی قوتوں کو شکست دی تھی۔ ان اجنبی فرشتوں کا ٹکراؤ بیک
وقت ٹیمپلر اور برق کلیسا کے لشکریوں سے ہوا۔ ٹیمپلر کا سردار کاریون بذات خود اپنے لشکر کی
کمانداری کر رہا تھا جبکہ برق کلیسا بھی اپنے پورے لشکر کے ساتھ آنے والے ان مجاہدوں کے
مقابل تھی پر حیرت ہے وہ دونوں بھی کمال کے مجاہد نکلے۔"

"اپنے لشکر کے ساتھ انہوں نے ٹیمپلر اور برق کلیسا کے لشکریوں کا مقابلہ کیا اور ان پر قہر
کے ابلتے سمندر کی طرح حملہ آور ہوئے جس طرح وادیوں کو منجمد کر دینے والے برفانی طوفان
بنی رقص زندان کرتے ہیں اس طرح وہ دونوں بھی خداوند قدوس کی تکبیریں بلند کرتے
ہوئے دشمن کے لشکروں کے اندر موت کا رقص کھیلتے رہے۔ لمحوں کے اندر انہوں نے
دشمن کی حالت پرانے بند دروازوں اور میلی محرابوں جیسی بنا کر رکھ دی۔ شروع شروع میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹیمپلر کے سردار کاریون اور برق کلیسا نے بڑھ چڑھ کر حملے کئے۔ وہ اس دھوکے میں تھے ک اجنبی سالار ان کے سامنے ٹھہر نہ سکیں گے لیکن وہ دونوں تو آندھیوں کے قاتلوں کو اپ زیر نگیں رکھنے والے تھے۔ دونوں کو انہوں نے بد ترین شکست دی ان دونوں کے سامن کاریون اور برق کلیسا بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں نے آج تک ایسے مجاہد نہیں دیکھے جو یوں خطر اڑان کے شاہین کی طرح دشمن پر پرواز کریں۔ جو دلوں پر اترتی آیات کی طرح اپ کامیابیوں کی سنہری دھول چار سو اڑاتے چلے جائیں۔ اے میرے باپ میں نے ان دونوں ک ارد گرد کامیابیاں فوزمندیاں اور کامرانیاں ہی دیکھیں۔"

ٹیمپلروں کا سردار کاریون اور برق کلیسا جو ماضی میں کچھ کامیابیاں حاصل کرنے کے بع اپنے غرور کی آخری حدود کو چھو چکے تھے شروع میں انہوں نے ان دونوں سالاروں کو کو اہمیت نہ دی لیکن جب انہوں نے جنگ کے دوران اپنی جنگی فراست اور اپنا ولولہ اور مو سے بغلگیر ہو جانے کا عزم ظاہر کیا تو کاریون اور برق کلیسا کے لشکری تنکوں کی طرح ان ک سامنے اڑنے لگے۔ یوں زلاقہ کے میدانوں میں ان دونوں نے کاریون اور برق کلیسا کو بد تر شکست دی بلکہ دور تک ان کا تعاقب کیا۔ ان کے لشکریوں کا خوب قتل عام کیا۔"

ہشام بن ادریس یہاں تک کہنے پایا تھا کہ بڑی بے چینی اور بے تابی کا اظہار کرتے ہو اس کی بہن غریطہ نے پوچھ لیا۔ "اے میرے بھائی کیا میں یہ سمجھ لوں کہ وہ درد آشنا فرشتو سے آپ کی مراد احمد بن سعید اور قراقوش ہیں۔"

"اے میری عزیز اور چھوٹی بہن تیرا اندازہ اور تیرا کہنا درست ہے۔ میرا اشارہ انہ دونوں مجاہدوں کی طرف تھا۔" ہشام بن ادریس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہشام بن ادریس اور غریطہ کی اس ساری گفتگو پر ان دونوں کا باپ ادریس بن یوجا تھوڑی دیر تک گہری سوچوں میں کھویا رہا اس کے بعد شکر گزاری کے انداز میں لمحہ بھر کے آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر سب کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"جب وہ دونوں میرے باغ میں داخل ہوئے تھے تو میں نے بڑے غور سے دونوں کا جا لیا تھا ان کے چہروں کی تحریروں سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ اپنی ملت کے بدن سنوارنے شکن در شکن حالات کو طلسمی رنگ و روپ عطا کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ میں نے کے جذبوں اور گفتگو سے بھی یہ اندازہ لگایا تھا کہ وہ اداسیوں بھری پت جھڑ اور امڈتے سنا

میں شبنم میں دھلی ہواؤں اور انقلابی آہنگ کی گونج کی طرح نازل ہونے کا فن جانتے ہیں۔ سن میرے بیٹے اگر ان دونوں اجنبی مجاہدوں اور میری ملت، میری قوم کے بے مثال فرزندوں نے کاریون اور برق کلیسا دونوں کو بد ترین شکست دیتے ہوئے بری طرح ان کا تعاقب کیا ہے تو میں ان دونوں کی سرمدی لطافتوں جیسی شجاعت، آہنی چٹانوں جیسی ان کی دلیری اور نغموں کے جلال و جمال جیسی ان کی بے باکی کو ہزار بار سلام کرتا ہوں۔"

اتنا کہنے کے بعد ادریس بن یوجان لمحہ بھر کے لئے رکا۔ اس کے بعد اس نے انتہائی لجاجت اور انکساری اور قدرے خوش طبعی میں اپنے بیٹے ہشام بن ادریس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

"اے میرے بیٹے میری ملت کے جن دو مجاہدوں اور سالاروں کا ہم ذکر کر رہے ہیں کیا تم ان سے ملے ہو میرے بچے۔ ان دونوں سے مصافحہ کرنا اور ان سے ملنا بھی ایک سعادت تھا کیا تم نے ان کے لشکر میں رہتے ہوئے ٹیمپلر اور برق کلیسا کے خلاف جنگ کی۔"

ادریس بن یوجان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس کا بیٹا ہشام بول پڑا۔

"اے میرے باپ میں ان رضاکاروں میں شامل ہو گیا تھا جو دشمن پر ضرب لگانے کے متعلق سوچتے تھے اور تربیت حاصل کر رہے تھے۔ پھر ہماری خوش قسمتی کہ احمد بن سعید اور قراقوش اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گئے یہ میری خوش نصیبی ہے کہ میں نے اس کے لشکر میں شامل ہوتے ہوئے جنگ میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ نے چونکہ میرے متعلق احمد بن سعید کو بتا رکھا تھا لہٰذا جنگ کے اختتام پر اس نے میرا پوچھا۔ میرے جاننے والے مجھے اس کے سامنے لے گئے مجھے اس سے گفتگو کرنے اور اس سے ہاتھ ملانے کی سعادت حاصل ہوئی میں اس کے لشکر میں شامل رہنا چاہتا تھا پر کیونکہ آپ میرے متعلق فکر مند تھے لہٰذا اس نے مجھے مشورہ دیا کہ میں آپ کے پاس جا کر رہوں۔ میں نے اس کے مشورے کو مشورہ نہیں حکم جانا اور یہاں آپ کے پاس آ گیا ورنہ میری خواہش اسی کے پاس رہنے کی تھی۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ میں جا کر اپنے ماں باپ کی خدمت کروں تو اس سے جہاد ہی کا ثواب ملے گا لہٰذا اس کے کہنے کے مطابق میرے باپ میں یہاں چلا آیا۔"

"اے میرے بیٹے میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنی ملت کے ان مجاہدوں، اپنی قوم کے بے مثال اور نایاب فرزندوں سے ملاقات کروں اور انہیں اپنی حویلی میں لے جانے کا شرف حاصل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کروں۔ کاش ایسا ہو سکتا۔ کاش وہ دونوں میرے ہاں آتے میں ان کی میزبانی کرتا ان کی ضیاف
کر کے سعادت مندی حاصل کرتا۔ اس عمر میں جنگوں میں حصہ تو نہیں لے سکتا ایک مجاہد
خدمت کر کے ہی ثواب کما سکتا ہوں۔ میرے بچے اس نے جو تمہیں ہماری طرف روانہ کر
ہے تو یوں جانو اس نے ایک ماں باپ اور چچا اور خالہ کا دل خوش کر دیا ہے میں جب تک ز
رہوں گا ان کے حق میں دعا کرتا رہوں گا۔ اب میری زندگی کی ایک ہی خواہش ہے کہ ا
دونوں کو دیکھوں ان کی فتح پر ان کو مبارک باد دوں اور اپنی حویلی میں ان کی میزبانی کروں۔"

ادریس بن یوجان کی اس گفتگو پر غریطہ، ہشام اور عدی بن یوجان ہی نہیں مسکرا ر
تھے بلکہ مورینہ اور عرفہ بھی خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ اس موقع پر ہشام بن ادریس۔
اپنے باپ کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا تھا۔

"آپ فکرمند اور پریشان نہ ہوں میں آپ کی خواہش کی تکمیل کا اہتمام کروں گا گو ا
بن سعید کے کہنے پر میں آپ کے پاس چلا آیا ہوں لیکن ہماری اس بستی میں میرے مزید
جاننے والے بھی اس کے لشکر میں شامل ہیں لہٰذا جب احمد بن سعید اور قراقوش اپنے لشکر
ساتھ یہاں سے کوچ کریں گے تو وہ لوگ مجھے پہلے اطلاع کریں گے تو میں امیر احمد بن سعید ا
قراقوش دونوں کو یہاں لانے کی کوشش کروں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ ہماری خواہش کا احتر
کریں گے اور ہمارے یہاں آنے پر رضامندی کا اظہار کریں گے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس کے بعد ادریس بن یوجان کی خوشیوں بھری آواز سنا
دی۔

"اے میرے فرزند کب تک وہ عظیم سالار ہماری سرزمینوں کی طرف آئیں گے ا
کب تک وہ ان علاقوں میں قیام کئے رکھیں گے۔"

"میرا اندازہ ہے کہ وہ ان علاقوں میں زیادہ عرصہ قیام نہیں کریں گے۔ دریائے آنہ
کنارے میری ملت کے ان دونوں سالاروں نے اس احتیاط کے تحت پڑاؤ کر رکھا ہے
کاریون یا برق کلیسا پھر مسلمانوں کی سرزمینوں میں یلغار یا ترک تاز کرتے ہیں تو ان کی راہ رو
جائے۔ ویسے میرا اندازہ ہے کہ کاریون اور برق کلیسا مزید ایسی کوئی کارروائی کرنے سے گر
کریں گے اس لئے کہ احمد بن سعید اور قراقوش دونوں نے انہیں بدترین سبق دیئے ہیں
عرصہ تک وہ اپنی شکست کے زخم چاٹتے رہیں گے۔"

"میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ احمد بن سعید نے جب یہ اندازہ لگا لیا کہ کاریون اور برق کلیسا اب مزید ان کے خلاف کارروائی نہیں کرتے تو وہ وہاں سے اپنا پڑاؤ اٹھائے گا اشبیلیہ کا رخ کرے گا اور پھر یہاں سے دریائے کبیر کے کنارے کنارے واپس قرطبہ کی طرف جائے گا۔ جب ایسا ہو گا تو اشبیلیہ سے باہر میں اس سے ملوں گا اور اس سے گزارش کروں گا کہ وہ ہمارے ہاں آئیں میرا دل کہتا ہے کہ وہ ایسا کرنے میں رضامند ہو جائیں گے۔ جب ایسا ہوا تو اے میرے باپ آپ ان دونوں کی ضیافت کر کے اپنی خواہش کی تکمیل کر سکیں گے۔"

تھوڑی دیر تک ہشام بن ادریس رکا تھا کچھ سوچا اس کے بعد اس نے پھر گفتگو کا آغاز کیا۔

"اے میرے باپ ان کے ساتھ رہتے ہوئے میں نے یہ بھی اندازہ لگایا ہے جہاں وہ بہترین قسم کے جنگجو، تیغ زن اور بے مثل مجاہد ہیں وہاں وہ بڑے نرم خو اور رحم دل بھی ہیں۔"

ہشام بن ادریس یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس کے باپ نے اس کی بات کاٹ دی اور بول پڑا۔

"میرے بچے میرے بیٹے، اس وقت میرے دل میں اور قسم کے وسوسات اور خدشات اٹھ رہے ہیں جیسا کہ تم نے کہا ہے کہ احمد بن سعید اور قراقوش دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ دریائے آنہ کے کنارے پڑاؤ کر لیا ہے۔ میرے بچے اگر ان کی اس فتح کی خبر پرتگال کے بادشاہ سینکو اور شمالی اندلس کے حکمران الفانسو کو ہو گئی اور دونوں نے اتحاد کر کے یا دونوں میں سے کسی ایک نے احمد بن سعید اور قراقوش پر حملہ کر دیا تو سوچو ان دونوں کی ان حکمرانوں کے آگے کیا حالت ہو گی۔"

اپنے باپ کی اس گفتگو کے جواب میں ہشام بن ادریس تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر اس کی آواز سنائی دی۔

"آپ کے خدشات یقیناً درست اور بجا ہیں لیکن احمد بن سعید جنگ کا بہترین تجربہ رکھتا ہے میرا اندازہ ہے کہ جب وہ دیکھے گا کہ بڑی قوتیں اس کی طرف اُمڈ رہی ہیں تو وہ پیچھے ہٹ جائے گا اس کے لشکر میں رہتے ہوئے مجھے یہ بھی خبر ہوئی کہ عنقریب ہمارا امیر یعقوب المنصور یک لشکر لے کر اندلس میں وارد ہونے والا ہے۔ اور اگر ایسا ہو گیا تو سینکو اور الفانسو مل کر اپنی ساری قوت بھی صرف کر لیں تو مسلمانوں کو پسپا نہ کر سکیں گے۔ اگر امیر یعقوب المنصور ان سرزمینوں میں داخل ہو گئے تو میرا دل کہتا ہے کہ وہ احمد بن سعید اور قراقوش کو بھی اپنے ساتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈالیں گے اور سینکو اور الفانسو دونوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔ اس لئے کہ سینکو اور الفانسو نے گزشتہ دنوں جو ہمارے علاقوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا تھا اس کی خبر یعقوب المنصور کے پاس پہنچ چکی ہیں اور یعقوب المنصور انتقام لینے کی خاطر ہی اپنے لشکر کے ساتھ اندلس میں وارد ہو رہا ہے۔"

ادریس بن یوحان تھوڑی دیر کھڑا رہ کر کچھ سوچتا رہا پھر اس نے اپنے سر کو جھٹکا دیا اور کہنے لگا۔

"آؤ اب گھر چلیں میرے بچے باقی باتیں گھر ہی جا کر ہوں گی جو پھل انہوں نے توڑ رکھے تھے انہوں نے وہ اٹھائے اور پھر سب باغ سے نکل کر اپنی حویلی کا رخ کر رہے تھے۔



احمد بن سعید، قراقوش اور صریم بن طریق نے ابھی تک دریائے آنہ کے کنارے ہی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ ایک روز جب کہ تینوں مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد فارغ ہوئے قرطبہ سے آنے والا ایک قاصد ان کے سامنے پیش ہوا۔ صریم بن طریق اس قاصد کو پہچانتا تھا۔ اس کے آنے پر اس کے چہرے پر تفکرات کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ اس موقع پر وہ احمد بن سعید کے قریب آیا اور اس کو مخاطب کیا۔

"اے امیر! آنے والا یہ قاصد قرطبہ سے آیا ہے میں اسے پہچانتا ہوں۔ میں نہیں جانتا یہ کس قسم کی خبر لے کر آیا ہے۔ لیکن آج کل جو اندلس کے حالات ہیں ان میں کسی بھی وقت بری خبر کی امید کی جا سکتی ہے۔"

صریم بن طریق کی یہ گفتگو آنے والے قاصد نے بھی سن لی تھی۔ اس گفتگو کے جواب میں اس کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا۔ چند قدم وہ آگے بڑھا، احمد بن سعید کے قریب ہوا پھر اسے مخاطب کیا۔

"اے امیر! صریم بن طریق کے اندیشے درست نہیں ہیں۔ جو کچھ انہوں نے کہا ہے ان حالات میں ایسی امیدیں اور ایسی توقعات کی جا سکتی ہیں لیکن میں ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔"

"یوں جانیں کہ میں دو ہستیوں کی طرف سے آیا ہوں مجھے بھیجا تو اندلس کے والی ابو یحییٰ نے ہے لیکن میرے پاس پیغام اپنے امیر یعقوب المنصور کا ہے اور وہ پیغام آپ کے نام ہے میں اس کی نوعیت آپ سے کہتا ہوں۔"

"سب سے پہلے تو میں آپ پر انکشاف کروں کہ امیر یعقوب المنصور اپنے لشکر کے ساتھ افریقہ سے اندلس پہنچ چکے ہیں۔ اپنے بحری بیڑے کے ساتھ انہوں نے جزیرہ خضرا میں قیام کیا۔ جو پیغام ان کی طرف سے ملا ہے اس کی رو سے امیر یعقوب المنصور صرف دو روز جزیرہ خضرا میں قیام کریں گے۔ اس کے بعد سمندر کے کنارے سفر کرتے ہوئے وہ شذونہ اور فارس شہر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے ہوتے ہوئے طیرہ کی بندر گاہ میں چند یوم قیام کریں گے۔"

" طیرہ سے کوچ کرنے کے بعد امیر یعقوب المنصور اس جگہ آئیں گے جہاں دریائے سمندر میں گرتا ہے دریائے آنہ کے کنارے کنارے وہ شمال کی طرف بڑھیں گے چند م آگے بڑھنے کے بعد وہ بائیں جانب مڑیں گے اور باجہ شہر کے نواح میں قیام کریں گے۔"

"آپ کے نام امیر یعقوب المنصور کا پیغام یہ ہے کہ آپ فوراً اپنے لشکر کے ساتھ یہ سے کوچ کریں متحدہ لشکر کو لے کر کوہستان مورینہ سے ہوتے ہوئے اشبیلیہ جائیں وہاں وہ لشکر جو آپ کو قرطبہ سے مہیا کیا گیا تھا علیحدہ ہو جائے گا اور اس لشکر کو لے کر صریم بن طریق قر کی طرف روانہ ہو جائے گا یہ سارے کام چند احتیاط کے تحت کئے گئے ہیں اور یہ احتیاط ا یعقوب المنصور کے حکم کے مطابق اختیار کی گئی ہے۔"

صریم بن طریق اپنے لشکر کو لے کر قرطبہ میں ابو یحیٰی کے پاس چلا جائے گا۔ تاکہ آ والے دنوں میں اگر امیر یعقوب المنصور پرتگال کے حکمران سینکو سے ٹکرائے اور الفانسو ح آور ہونا چاہے تو ابو یحیٰی اور صریم بن طریق مل کر امیر یعقوب المنصور کے پہنچنے تک ش اندلس کے عیسائی حکمران الفانسو کی راہ روک سکیں۔"

"امیر احمد بن سعید اور قراقوش دونوں کے لئے امیر یعقوب المنصور کا یہ حکم ہے کہ آ اشبیلیہ میں چند روز تک اپنے لشکر کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع دیں پھر اشبیلیہ سے کو کرتے ہوئے آپ باجہ شہر کا رخ کریں۔ وہاں سے روانہ ہونے کے بعد آپ وہ شاہراہ اشبیلیہ سے مغرب کی طرف جاتی ہے اس پر سفر کرتے ہوئے دریائے آنہ کو عبور کریں دریائے آنہ کے دائیں کنارے کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتے ہوئے باجہ شہر میں امیر یعقو المنصور سے جا ملیں۔"

آنے والا وہ قاصد رکا دم لیا اس کے بعد دوبارہ وہ احمد بن سعید کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"امیر احمد بن سعید میرے ساتھ میرے اور بھی قاصد ساتھی ہیں۔ آپ کے لشکر م رہتے ہوئے ہم یہاں سے اشبیلیہ تک آپ کے لشکر میں سفر کریں گے۔ میں آپ کے ساتھ رہوں گا تاکہ باجہ شہر تک آپ کی راہنمائی کر سکوں تاہم میرے کچھ ساتھی پہلے روانہ ہو جائیں گے تاکہ آپ کی آمد سے باجہ شہر کے نواح میں امیر یعقوب المنصور کو مطلع کر سکیں۔"

قاصد کا یہ پیغام سن کر احمد بن سعید تھوڑی دیر تک وہیں کھڑے کھڑے قراقوش اور صر

بن طریق سے مشورہ کرتا رہا۔ پھر تینوں نے مل کر فیصلہ کیا۔ اس روز رات کا کھانا کھانے کے بعد احمد بن سعید اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے اشبیلیہ شہر کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

*

ایک روز سہ پہر کے بعد ہشام بن ادریس بڑی تیزی سے بھاگتا ہوا اپنی حویلی میں داخل ہوا اس کی سانس پھولی ہوئی تھی۔ چہرے اور آنکھوں میں بے پناہ خوشیاں تھیں۔ جب وہ حویلی کے صحن میں داخل ہوا تو اس کی حالت دیکھتے ہوئے اس کا باپ ادریس بن یوجان، چچا عدی بن یوجان، ماں دوہرہ خالہ شرجانہ، بہن غریطہ اور چچا زاد بہنیں مورینہ اور عرفہ اس کے گرد جمع ہو گئی تھیں وہ اس کی خوشی کا سبب جاننا چاہتے تھے۔ تھوڑی دیر تک صحن میں کھڑا ہو کر ہشام بن ادریس اپنی سانس درست کرتا رہا پھر اپنے سامنے کھڑے اپنے باپ ادریس بن یوجان اور اپنے چچا عدی بن یوجان کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا۔

"اے میرے باپ، اے میرے عم! آپ دونوں کے لئے ایک اچھی اور بہترین خوشخبری لے کر آیا ہوں۔ آپ دونوں بھائی میری ملت کے دو درد آشنا فرشتوں، دو عظیم مجاہدوں، میری قوم کے دو عظیم فرزندوں اور نایاب تیغ زنوں سے ملنا چاہتے تھے۔ اب اس ملاقات کا وقت آ گیا ہے۔ اے میرے باپ! جہاں تک بتانے والوں نے مجھے بتایا ہے احمد بن سعید اور قراقوش دونوں اپنے لشکر کے ساتھ آج مغرب کے وقت اشبیلیہ شہر کے پاس سے گزریں گے۔ وہ اپنے لشکر کے ساتھ باجہ شہر میں امیر یعقوب المنصور سے ملنے کے لئے ادھر کا رخ کئے ہوئے ہیں۔"

"اے میرے باپ! مراکش میں الفانسو اور سینکو کی تباہی اور بربادی کی کارروائیاں پہنچ چکی ہیں یہ بھی خبریں آئی ہیں کہ امیر یعقوب المنصور ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ اندلس میں اترا ہے۔ دو روز اس نے جزیرہ خضرا میں قیام کیا اب وہ طیرہ سے ہوتے ہوئے باجہ شہر کا رخ کئے ہوئے ہے اور اس نے امیر احمد بن سعید اور قراقوش کو بھی باجہ میں اپنے ساتھ آ ملنے کا حکم دیا ہے۔ اسی بنا پر احمد بن سعید اور قراقوش اپنے لشکر کے ساتھ ادھر کا رخ کئے ہوئے ہیں۔"

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ احمد بن سعید اور قراقوش ایک بار پھر اشبیلیہ کے پاس سے گزر رہے ہیں۔ اے میرے باپ جب وہ دونوں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے گزریں گے تو میں ان سے ملاقات کروں گا اور ان سے گزارش کروں گا کہ وہ تھوڑی دیر کے لئے اپنے لشکر کے ساتھ یہاں رکیں تاکہ آپ اور عم ان دونوں سے ملاقات کر سکیں۔ مجھے امید ہے کہ وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میری بات مان جائیں گے۔" یہاں تک کہنے کے بعد ہشام بن ادریس لمحہ بھر کے لئے کچھ سوچا پھر اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے اپنے لشکر کے ساتھ یہاں رک کر وہ قیام کرنا پسند نہ کریں اور وقت ن کئے بغیر باجہ شہر کی طرف کوچ کرتے ہوئے امیر یعقوب المنصور سے جا ملنا چاہیں ایسی صور میں آپ اور عم دونوں کو ان کے لشکر میں لے جاؤں گا وہاں آپ ان دونوں سے گفتگو کر گے کیا آپ کو میری یہ تجویز پسند ہے۔"

ہشام بن ادریس کی گفتگو کا جواب اس کا باپ ادریس بن یوجان دینا ہی چاہتا تھا کہ ا سے پہلے ہی ہشام کی بہن اور ادریس بن یوجان کی بیٹی غریطہ بول پڑی۔

"اے میرے باپ' میرے عم' میرے بھائی! کیا ایسا ممکن نہیں کہ میرے باپ اور عم کے ان دونوں مجاہدوں سے ملنے کے لئے ان کے لشکر میں جائیں۔ بلکہ میں چاہوں گی کہ ان دونوں کو یہاں اپنی حویلی میں لے کر آئیں تاکہ ہم ان کی ضیافت کا اہتمام کر سکیں اور پھ دونوں سے ملاقات کی سعادت حاصل کرنا صرف میرے باپ اور عم کا ہی حق نہیں گھر کے افراد بھی ایسا کر سکتے ہیں۔"

غریطہ کی اس گفتگو سے اس کا بھائی ہی نہیں باپ اور چچا بھی تھوڑی دیر کے لئے چو تھے۔ ادریس بن یوجان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی' پھر اس نے اپنے ہشام بن ادریس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ہشام میرے بیٹے! میرے فرزند! غریطہ کا کہنا درست ہے احمد بن سعید اور قراقو میری ملت کے ایسے فرزند ہیں جن سے ملاقات یقیناً ایک سعادت ہے۔ اندلس میں آ انہوں نے جو کاریون اور برق کلیسا کو شکست دی ہے تو ان کی اہمیت پہلے کی نسبت اور زیاد گئی ہے۔ غریطہ ٹھیک کہتی ہے میرے بچے! جب وہ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں آئیں تو تم سے ملاقات کرو اور ان دونوں کو اپنی حویلی میں لاؤ تاکہ ان کی بہترین ضیافت کا اہ کر سکیں۔"

"اگر ہم دونوں بھائیوں کے علاوہ دوہرہ' شرجانہ' غریطہ مورینہ اور عرفہ بھی ان ملاقات کرتی ہیں تو اس میں حرج نہیں ہے میرے بیٹے میرے بچے' ایسے مجاہدوں کی خد ایسے سرفروشوں کی ضیافت کرنا قوم و ملت کے افراد کا فرض بنتا ہے۔"

اپنے باپ ادریس بن یوجان کی اس گفتگو سے غریطہ ہی نہیں اس کی خالہ اور چچا زاد بہنوں کے چہرے پر بھی خوشیاں پھیل گئی تھیں۔ پھر غریطہ نے اپنے باپ ادریس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"اے میرے باپ آپ نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ ہم ضیافت کی تیاری کریں۔ بھائی کا کہنا ہے کہ وہ مغرب کے وقت کسی لمحہ بھی اشبیلیہ میں وارد ہو سکتے ہیں۔ اے میرے باپ میں اس موقع پر ایک اور بات کہنا چاہوں گی' اگر وہ دونوں ہماری حویلی میں آ گئے تو پھر ہم ان کی ضیافت کا بہترین اہتمام کریں گے اگر ان دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ یہاں رکنا پسند نہ کیا اور ہماری حویلی میں نہ آ سکے تو اے میرے باپ کیا ایسا ممکن نہیں کہ جب آپ او عم دونوں ان سے ملنے کے لئے جائیں تو میں اور مورینہ بھی آپ کے ساتھ جائیں ان سے ملاقات کر سکیں' کاریون اور برق کلیسا کے خلاف ان کی فتوحات پر ان کو مبارک باد دے سکیں۔"

غریطہ کی اس گفتگو کے جواب میں ادریس بن یوجان تھوڑی دیر تک سوچوں میں کھویا رہا س کے بعد اس نے اپنی بیٹی غریطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ہمیں اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہیں اگر وہ دونوں حویلی میں آ گئے تو پھر تو خیر اگر وہ نہ آ سکے تو اے میری بچی میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ جب میں عدی اور ہشام ان سے ملنے کے لئے جائیں گے تو کم از کم تمہیں اور مورینہ کو بھی اپنے ساتھ لیتے ہوئے جائیں گے س موقع پر اگر عرفہ بھی ہمارے ساتھ جانا چاہے تو اسے بھی اجازت ہے۔"

ادریس بن یوجان تھوڑی دیر کے لئے رکا اس کے بعد اس نے اپنے بیٹے ہشام کی طرف یکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"ہشام! غریطہ' مورینہ اور عرفہ سے بات کر لو ضیافت کے سلسلے میں جس چیز کی ضرورت ہے بازار سے جا کر انہیں لا دو میرے بیٹے اب ان دونوں کی ضیافت کا اہتمام کرنا تم چاروں کی ہ داری ہے' اس ضیافت میں اگر کوئی کوتاہی رہ گئی تو اس کے ذمہ دار بھی تم چاروں ہو گے۔"

ادریس بن یوجان کی اس گفتگو سے ہشام' غریطہ' مورینہ' اور عرفہ چاروں خوش ہو گئے ھے۔ پھر ضروری سامان کی خریداری کے لئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غرناطہ، مورینہ اور عرفہ تینوں دوہرہ اور شرجانہ کے ساتھ مل کر ضیافت کی تیاریاں کرنے لگی
تھیں۔

*

احمد بن سعید اور قراقوش دونوں اپنے لشکر کے ساتھ دریائے آنہ کے کنارے سے کو
کرنے کے بعد کچھ دور تک دریائے آنہ کے ہی کنارے کنارے جنوب کی طرف بڑھتے ر
پھر انہوں نے اپنا رخ بدلا۔ لشکر کے ساتھ بائیں طرف سے ہوتے ہوئے وہ جبل مورینہ
گزر کر دریائے کبیر کے ایک معاون دریا کے کنارے ہوتے ہوئے اشبیلیہ جا پہنچے تھے۔

جس جگہ دریائے کبیر مشرق سے آنے کے بعد جنوب کی طرف سمندر میں گرنے
لئے اور ڈیلٹا بنانے کے لئے خم کھاتا ہے وہاں صریم بن طریق نے احمد بن سعید کو لشکر رو
کے لئے کہا۔ یہ اشارہ پا کر احمد بن سعید نے اپنے لشکر کو رک جانے کا اشارہ کیا۔ یہ اشارہ
ہی اس کے پیچھے اس کا لشکر رک گیا تھا۔ اس موقع پر صریم بن طریق نے مخاطب کرتے ہو
کہنا شروع کیا۔

"یا امیر! میں یہاں سے دریائے کبیر کے کنارے کنارے قرطبہ کی طرف اس لشکر کو
کر جاؤں گا جو قرطبہ سے ابویحییٰ نے آپ کے حوالے کیا تھا۔"

"امیر یعقوب المنصور سے باجہ شہر میں ملنے کے لئے آسان ترین راستہ کچھ یوں بنتا
کہ جس جگہ اس وقت ہم کھڑے ہیں یہاں سے آپ سیدھا مغرب کے رخ پر سفر کرنا شرو
کر دیں جو راہبر اور مخبر آپ کے ساتھ ہے وہ ان راستوں سے اچھی طرح آگاہ ہیں مغرب
طرف سفر کرتے ہوئے چھوٹا سا ایک دریا آئے گا اسے دریائے آنہ کا معاون بھی کہا جا سکتا
اس لئے کہ اصل صورت حال یہ ہے کہ دریائے باجہ سے چھوٹا سا ایک دریا نکلتا ہے راستے
جبل مورینہ کا پانی اس میں گرتا ہے اور یہ دریائے آنہ میں آملتا ہے۔ پھر دوبارہ دریائے آنہ
سے یہ دریا نکل کر مشرق میں خوب قوس کی طرح بل کھاتا ہے۔ راستے میں جبل مورینہ کا
پھر اس میں گرتا ہے۔ جس وقت دریائے آنہ سمندر میں گرنے کے لئے قریب جاتا ہے تو
معاون اس میں جا گرتا ہے۔"

"اس معاون دریا کو عبور کرنے کے بعد آپ مزید مغرب کی طرف بڑھیں گے۔ آ
دریائے آنہ آئے گا، دریائے آنہ کو عبور کرنے کے بعد مغرب میں قریب ہی باجہ شہر ہے

بہت بڑا شہر ہے میرا اندازہ ہے کہ آپ کے پہنچنے سے پہلے ہی امیر یعقوب المنصور وہاں پہنچ جائیں گے اور بڑی بے چینی سے آپ کا انتظار کر رہے ہوں گے۔ گو میں ایک عرصے سے اندلس میں ہوں لیکن میں نہیں جانتا کہ امیر یعقوب المنصور شترین پر حملہ آور ہونے میں پہل کیوں کر رہے ہیں۔"

"اس لئے کہ یہ شہر خطرناک علاقے میں ہے۔ یہ شہر پرتگال کے مغربی اور وسطی حصے میں ہے۔ دریائے باجہ سمندر سے قریب ہے اور شترین شہر اس کے کنارے واقع ہے۔ اس شہر سے آگے دریائے باجہ ہی کے کنارے ایک اور شہر ہے اور وہ اشبونیہ ہے۔ ہو سکتا ہے شترین پر حملہ آور ہوتے ہوئے امیر یعقوب المنصور اپنے لئے کوئی فوائد حاصل کرنا چاہتے ہوں۔ بہرحال یہ شہر پرتگال کی عملداری میں ہے اور اس پر حملہ آور ہونے کی امیر یعقوب المنصور کے پاس کوئی نہ کوئی وجہ تو بہرحال ضرور ہو گی۔"

صریم بن طریق جب خاموش ہوا تو احمد بن سعید نے اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"صریم بن طریق میرے عزیز میرے بھائی لشکر میں جس قدر اشیاء ہیں اور جو سامان ہمیں دشمن کے پڑاؤ سے ملا ہے اس میں سے جس قدر تم لینا چاہو لے جا سکتے ہو۔ اس پر تمہارا اور تمہارے لشکریوں کا حق ہے۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو پر صریم بن طریق نے بڑے غور سے کسی قدر احتجاجی انداز میں اس کی طرف دیکھا پھر وہ بول اٹھا۔

"امیر محترم! دریائے آنہ کے کنارے آپ اپنے لشکریوں کے علاوہ ان لشکریوں کو بھی اچھی طرح نواز چکے ہیں جو قرطبہ سے آپ کے حوالے کئے گئے تھے۔ اب مجھے اس لشکر کے حصے کے ساتھ کوچ کرنے کی اجازت دیجئے تاکہ میں قرطبہ کا سفر کر سکوں کیا آپ یہاں رات رک کر اپنے لشکر کو آرام کرنے اور ستانے کا موقع فراہم نہ کریں گے۔"

احمد بن سعید کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے صریم بن طریق کو کوچ کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ اجازت ملتے ہی صریم بن طریق نے اپنے لشکر کو ساتھ لیا جو قرطبہ میں ابویحییٰ نے مہیا کیا تھا پھر اس لشکر کو لے کر وہ دریائے کبیر کے کنارے کنارے قرطبہ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔

*

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صریم بن طریق کی روانگی کے بعد احمد بن سعید اور قراقوش اپنے لشکر کے ساتھ وہاں کھڑے رہے۔ حالات کا جائزہ لیتے رہے کچھ دیر تک احمد بن سعید اس مخبر اور قاصد سے بھی گفتگو کرتا رہا جس نے باجہ شہر تک ان کی راہنمائی کرنی تھی۔ پھر وہ اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دینے والا ہی تھا کہ ایک طرف سے اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا ہشام بن ادریس آیا۔ احمد بن سعید کے قریب آ کر وہ اپنے گھوڑے سے اترا۔ اسے دیکھتے ہوئے احمد بن سعید اور قراقوش دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ آگے بڑھتے ہوئے دونوں کے ساتھ ہشام بن ادریس نے پرجوش مصافحہ کیا پھر احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے ہشام بن ادریس نے کہنا شروع کیا تھا۔

"یا امیر! میں نہیں جانتا میری آمد سے پہلے آپ کس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے اگر میں آپ کی گفتگو میں مخل ہوا ہوں تو اس کے لئے میں معذرت خواہ ہوں۔ میں آپ سے ایک التجا کرنے آیا ہوں اور یہ التجا صرف میری طرف سے ہی نہیں میرے باپ' بلکہ میرے اہل خانہ کی طرف سے ہے۔ ہم سب کی خواہش یہ ہے کہ آپ محترم قراقوش کے ساتھ زیادہ ہی نہیں کچھ دیر کے لئے ہمارے ہاں قیام کریں۔ اس لئے کہ میرے گھر والوں نے آپ دونوں کی ضیافت کا اہتمام کر رکھا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ کو اپنے لشکر کے ساتھ باجہ کی طرف جانے کی جلدی ہو گی اس لئے کہ وہ رضاکار جو میرے جاننے والے تھے اور آپ کے لشکر میں شامل تھے وہ مجھے بتا چکے ہیں کہ آپ کو امیر یعقوب المنصور نے باجہ کی طرف طلب کیا ہے باجہ سے وہ آپ کے ساتھ کوچ کریں گے اور پرتگال کے شہر شنترین پر حملہ آور ہوں گے۔"

یہاں تک کہتے کہتے ہشام بن ادریس لمحہ بھر کے لئے رکا۔ معنی خیز انداز میں باری باری اس نے احمد بن سعید اور قراقوش کی طرف دیکھا۔ اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا مجھے امید ہے کہ آپ میری اس التجا کو ٹھکرائیں گے۔ نہیں اگر آپ نے اپنے لشکر کے ساتھ آج رات یہیں قیام کرنا ہے تو میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ دونوں رات ہمارے ہاں معزز مہمان کی حیثیت سے بسر کریں اور اگر آپ نے اپنے لشکر کے ساتھ یہاں قیام نہیں کرنا تو کم از کم آپ دونوں میرے ساتھ چلیں شام کا کھانا آپ میرے ساتھ کھائیں اس کے بعد آپ رخصت ہونا چاہیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں آپ کی راہ نہیں روکوں گا۔"

ہشام کی اس پیشکش پر تھوڑی دیر کے لئے احمد بن سعید کی گردن جھک گئی تھی پھر اس نے معنی خیز انداز میں قراقوش کی طرف دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں دونوں کا کوئی اشارہ ہوا' احمد بن سعید کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے ہشام بن ادریس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"سن ابن ادریس جو کچھ میں کہنے والا ہوں' برا نہیں ماننا' ہو سکتا ہے وہ تمہاری توقع کے خلاف ہو۔"

ہشام بن ادریس فوراً احمد بن سعید کی بات کاٹتے ہوئے بول پڑا۔

"یا امیر! خدا کے لئے انکار مت کیجئے گا اس سے میرا ہی نہیں میرے اہل خانہ کا بھی دل ٹوٹے گا۔"

احمد بن سعید نے کچھ سوچا پھر وہ دوبارہ بول پڑا۔

"ابن ادریس تمہاری آمد سے پہلے میں اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دینے والا تھا۔ میں یہاں رکنا چاہتا ہوں نہ قیام کرنا چاہتا ہوں اس لئے کہ صرف ایک منزل پیچھے میں اپنے لشکر کو آرام کرنے اور ستانے کا موقع فراہم کر چکا ہوں۔ یہاں میں صرف اس لئے رکا ہوں کہ جو لشکر مجھے اندلس کے والی ابو یحییٰ نے مہیا کیا تھا اسے واپس قرطبہ جانا تھا اور میں لشکر کے اسی حصے کو وداع کہنے کے لئے رکا ہوں۔ اب میں یہاں سے کوچ کروں گا۔ میرے راہبر میرے راہنما میرے ساتھ ہیں۔ اشبیلیہ سے میں سیدھا مغرب کی طرف رخ کروں گا۔ باجہ شہر کے نواح میں میں امیر یعقوب المنصور سے جا ملوں گا۔ ابن ادریس یوں جانو جس ضیافت کا تم اہتمام کر رہے ہو وہ ضیافت میرے اور قراقوش کے لئے ہو چکی ہے۔ ہشام بن ادریس جس اپنائیت کا اظہار تم کر رہے ہو اس کے لئے میں اور قراقوش دونوں تمہارے اور تمہارے اہل خانہ کا انتہا درجے کے شکر گزار ہیں۔ جاؤ واپس گھر جاؤ' اپنے محترم باپ' اپنے چچا اور اپنے دوسرے افراد سے میرا شکریہ ادا کرنا انہیں کہنا مجھے یہاں سے کوچ کرنے کی جلدی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو میں یقیناً ان کی ضیافت کو قبول کرتا بلکہ آپ لوگوں کے ہاں قیام کرنے میں فخر محسوس کرتا۔"

"میرے عزیز تم جانتے ہو اندلس میں حالات ان دنوں انتہا درجہ کے پراگندہ ہیں شمالی اندلس کا حکمران الفانسو پرتگال کا بادشاہ سینکو کسی وقت بھی اپنے لشکر لے کر اور متحد ہو کر مسلمانوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہو سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں جا بجا ہمارے لئے دشواریاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اٹھ کھڑی ہوں گی۔ تمہارے علم میں یہ بھی بات ہو گی کہ امیر یعقوب اپنے لشکر کے سا
اندلس میں داخل ہو چکے ہیں وہ کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہتے ہیں اس کا مجھے ابھی تک
نہیں ہاں مجھے یہ اطلاع مل چکی ہے کہ مجھے باجہ میں جا کر ان سے ملنا چاہئے اس لئے کہ
پرتگال کے ایک شہر شنترین پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ اس شہر پر وہ کیوں حملہ آور ہونا چاہ
ہیں میں نہیں جانتا نہ اس کی مجھے وجہ بتائی گئی ہے۔ بہرحال ہم اس شہر پر حملہ آور ہوں گے
پرتگال کا بادشاہ سینکو اور شمالی اندلس کا بادشاہ الفانسو خاموش نہیں بیٹھے رہیں گے۔ ہمار
خلاف ضرور حرکت میں آئیں گے بلکہ اندلس کی دیگر عیسائی قوتوں کے علاوہ وہ برق کلیسا ا
ٹیمپلروں کے سردار کاریون کی بھی قوت اپنے حق میں استعمال کریں گے۔ ان حالات م
میرے عزیز میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا بہت جلد فاصلوں کو سمیٹتے ہوئے میں باجہ شہر
نواح میں امیر یعقوب المنصور سے جا ملنا چاہتا ہوں میں ایک بار پھر معذرت خواہ ہوں کہ میں
تمہارے یہاں قیام کر سکوں گا نہ تمہارے یہاں کی ضیافت سے لطف اندوز ہو سکوں گا۔"

احمد بن سعید خاموش ہوا تو تھوڑی دیر تک ہشام بن ادریس خاموش رہ کر سوچتا رہا پھر
ماننے کے انداز میں وہ بول اٹھا۔

"یا امیر میں آپ کی مجبوریوں کو سمجھتا ہوں میں زبردستی نہیں کروں گا نہ ہی آپ پر بو
ڈالوں گا آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ آپ تھوڑی دیر رکیں تو میں اپنے والد محترم کو بلا
لاؤں وہ اور میرے چچا آپ سے ملاقات کرنے کے بڑے خواہش مند ہیں۔ آپ ان سے
ملاقات کرنے کے بعد یہاں سے کوچ کر جائیں گے تو ہمیں آپ سے کوئی گلہ کوئی شکوہ نہیں
گا۔"

جواب میں احمد بن سعید مسکرا دیا پھر کہنے لگا میں یہیں کھڑا ہوں جب تک تم اپنے وال
محترم اور عم کو لے کر نہیں آتے میں کوچ نہیں کروں گا جاؤ اور وقت ضائع مت کرنا۔"
ہشام بن ادریس فوراً مڑا اور اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے سرپٹ دوڑاتا ہوا لو
گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ہشام اپنے گھوڑے پر سوار پھر آتا دکھائی دیا اس کے پیچھے دو ا
گھوڑے تھے ایک گھوڑے پر اس کا باپ ادریس بن یوجان اور اس کے پیچھے اس کی بیٹی غر
بیٹھی ہوئی تھی دوسرے گھوڑے پر اس کا عم عدی بن یوجان تھا اس کے پیچھے مورینہ بیٹھی ہو
تھی۔ احمد بن سعید کے پاس آ کر انہوں نے اپنے گھوڑوں کو روکا سب سے پہلے ہشام

ادریس گھوڑے سے اترا پھر وہ پیچھے ہٹا اتنی دیر میں ادریس بن یوجان اور عدی بن یوجان ہی
نہیں غرناطہ اور مورینہ بھی بہترین شہسواروں کے انداز میں اپنے گھوڑوں سے کود چکے تھے۔
پھر پانچوں اس جگہ آئے جہاں احمد بن سعید اور قراقوش ان کے منتظر تھے۔ آگے بڑھتے ہوئے
ادریس اور عدی دونوں بھائیوں سے احمد بن سعید اور قراقوش نے پرجوش مصافحہ کیا پھر شکوؤں
بھری آواز میں ادریس بن یوجان' احمد بن سعید اور قراقوش سے مخاطب ہوا۔ "میرے دونوں
بیٹو! میری بڑی خواہش تھی کہ تم میرے ہاں ضیافت کو قبول کرتے لیکن ضیافت کو قبول نہ
کرنے کی جو وجہ تم نے بتائی ہے وہ یقیناً ہمارے لئے قابل قبول ہے۔ جس وقت مجھے یہ پتا چلا
تھا کہ تم دونوں اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچنے والے ہو تو میں نے دل ہی دل میں ٹھان رکھی
تھی کہ تم دونوں کی اپنے ہاں ضیافت کروں گا۔ ضیافت کے دوران تم سے وہ حالات جانوں گا جو
دریائے آنہ کے اس پار برق کلیسا اور کاریون سے ٹکرانے کی وجہ سے پیش آئے لیکن یہاں نہ
رکنے کی جو مجبوری تم دونوں نے بیان کی ہے میرے بچو میرے بیٹو وہ بڑی اہم ہے۔"

ادریس بن یوجان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اس نے دیکھا کہ احمد بن سعید کے چہرے پر
سنجیدگی پھیل گئی تھی پھر احمد بن سعید نے ادریس اور عدی دونوں بھائیوں کی طرف دیکھتے
ہوئے کہنا شروع کیا تھا۔

"میرے محترم بزرگو! اندلس کے اندر اس وقت مسلمان جن دگرگوں حالات سے دوچار
ہیں ان کا تقاضا ہے کہ ہم دشمن کے خلاف صف آراء اور مسلح ہونے کے لئے ایک ایک لمحے
سے فائدہ اٹھائیں۔ یاد رکھیں وہ قومیں جو اپنے دشمن کے خلاف صف آراء ہونے میں تاخیر
کرتی ہیں ان کے لئے کیمیا گروں کے راز اور کارسازوں کی دانائی بھی کام نہیں دیتی۔ وہ قومیں
جو شکست و ریخت کرنے والے اپنے دشمنوں کے سامنے سنگ ریزوں کے بے نیاز سکوت اور
زیر لب کسی گیت کی طرح خاموش رہتی ہیں دشمن ان پر شب خون مار کر ان کی تمناؤں کو چشم
خون بستہ میں تبدیل کر کے رکھ دیتا ہے۔"

"ادریس بن یوجان! میرے محترم اس سے پہلے اندلس کے اندر الفانسو اور سینکو دونوں
مسلمانوں کے لئے زندان کی سی داستان الم دہرا چکے ہیں ان کے سامنے مسلمانوں کی آنکھیں
ابر کی طرح برس چکی ہیں ان کے قتل عام کی وجہ سے اندلس کے در و بام الم آسا ہیں افق تا افق
شکست خوردہ افکار بکھرے پڑے ہیں۔ شاخیں زخمی' پھول مجروح ہیں۔ یاد رکھئے! اب بھی اگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہم متحد ہو کر موج تلاطم کی شورش کی طرح الفانسو اور سینکو کے سامنے نہ آئے تو یاد رکھئے گا یہ شوریدہ سر زمانہ ہماری حالت ایسی کرے گا جیسے ساحل سے دور سمندر میں افسردہ ساماں لہریں اپنے آپ ختم ہو کر رہ جاتی ہیں۔"

"ادریس بن یوجان! میرے محترم آپ تو اندلس کے اندر دو بھیڑیئے الفانسو اور سینکو کو دیکھ رہے ہیں ہم اس سے پہلے فلسطین کے اندر سینکڑوں بھیڑیوں کا سامنا کر چکے ہیں جنہوں نے مسلمانوں کو وہاں روحانی کرب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ فلسطین کے اندر دشمن کی قوتوں کے سامنے ہمارے آقا ہمارے محترم سلطان نے ایک چٹان کی صورت اختیار کی ہے اور وہ دشمن پر سمندر کی طوفان بدوش موجوں کی طرح نازل ہوتی ہوئی برق اور انقلابی آہنگ کی گونج کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے پیچھے ہٹنے پر مجبور کر رہے ہیں' میرے محترم میں اور میرا ساتھی قراقوش فلسطین کے اندر بھیڑیوں کی خون ریزی' ان کی شکست و ریخت کو اپنی آنکھوں سے نہ صرف دیکھ چکے ہیں بلکہ ان کی پیش قدمی کو روک بھی چکے ہیں جو داستانیں انہوں نے فلسطین میں دہرائی ہیں جو مظالم انہوں نے سلطان صلاح الدین ایوبی سے پہلے مسلمانوں پر ڈھائے ہیں۔ اگر وہ بیان کئے جائیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے ہم نہیں چاہتے کہ دشمن یہاں اندلس کے اندر مسلمانوں کے جریدہ دل پر نفرتوں کے رنگ سے لاشوں پر گرتے اشکوں کی داستانیں ایسے ہی رقم کریں جیسے انہوں نے سلطان صلاح الدین ایوبی سے پہلے فلسطین میں رقم کی ہیں۔ میرے محترم اسی بنا پر میں راستے میں کہیں بھی نہ رکنا چاہتا ہوں نہ قیام کرنا چاہتا ہوں منزل پر منزل مارتے ہوئے میں فوراً اباجہ شہر امیر یعقوب المنصور سے جا ملنا چاہتا ہوں اس لئے کہ پیغام دینے والوں نے مجھے بتایا تھا کہ میرے وہاں پہنچتے ہی سلطان پرتگال کے شہر شنترین پر حملہ آور ہونا پسند کریں گے۔ لہٰذا راستے میں رک کر میں نہ اپنی منزل کھوٹی کرنا چاہتا ہوں نہ وقت ضائع کرنا چاہتا ہوں میرا جلد از جلد وہاں پہنچنا بہت ضروری ہے۔ آپ کی ضیافت کو قبول نہ کرنا میرے لئے یقیناً ایک اذیت ہوگی اس کے لئے میں آپ سے معذرت خواہ ہوں۔"

یہاں تک کہتے کہتے احمد بن سعید خاموش ہو گیا اور اس نے دیکھا اس کی گفتگو سے ادریس بن یوجان اور عدی بن یوجان دونوں بھائیوں کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ ان کے قریب کھڑا ہشام بھی اپنی آنکھیں صاف کر رہا تھا جبکہ پیچھے کھڑی غریطہ اور موریبنہ کی حالت بھی

ان سے مختلف نہ تھی وہ یہ گفتگو سن کر حلق سے اٹھنے والی دبی دبی سسکیوں کو بڑی مشکل سے روک رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں میں بھی آنسو آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے ادریس چند قدم آگے بڑھا باری باری اس نے احمد بن سعید اور قراقوش کو گلے لگایا اور ان کی پیشانی کو چوم کر اس نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

"احمد بن سعید اور قراقوش میرے دونوں بیٹو! میں سمجھتا ہوں تم لوگ ملت کے دل کی پیاسی زمین کی تشنہ کامی کا مداوا ہو تم دونوں چہار سو گرتے سوکھے پتوں میں اپنی قوم کے لئے بہاروں کی بصارت خیز رت کی خوشخبری ہو۔ میرے بچو میں تم لوگوں کی گرداب اجل کے رقص جیسی جرات مندی مسلم قوم کے لئے تمہارے خلوص اور سمندر میں آندھیوں کے قافلوں جیسی تمہاری شجاعت کو سلام کرتا ہوں تم ہی قوم کے وہ مجاہد اور محسن ہو جو وقت کی فرہنگ میں کالی راتوں کے جلیس میں اپنی ملت کے لئے اپنی قوم کے لئے روشنی و نور کا سامان کرتے ہیں۔ میں اپنی قوم اپنی ملت کے لئے تمہاری ہمدردی' تمہارے خلوص' تمہاری شجاعت کو ایک بار پھر سلام کرتا ہوں۔"

اس موقع پر غریطہ اچانک اپنے باپ کے قریب آئی اس کے کان میں کھسر پھسر کی جسے سن کر ادریس بن یوجان کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر اچانک غریطہ نے احمد بن سعید کی طرف دیکھا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"آپ نے یقیناً ملت سے وابستہ فرائض کو ہماری ضیافت پر ترجیح دی ہے اور اس کے لئے یقیناً آپ کی ذات اس قابل ہے کہ اس پر فخر کیا جائے۔ سن اے قوم کے مجاہد میری ملت کے ایاب محسن ہمیں اس بات کا دکھ نہیں کہ آپ نے ہماری ضیافت میں حصہ نہیں لیا بلکہ خوشی ہے کہ آپ ملت کے کاموں کو ہر چیز پر ترجیح دے رہے ہیں یہاں سے کوچ کرنے سے پہلے ہمارے ساتھ آپ ایک وعدہ کیجئے کہ جب آپ اس جنگ سے فارغ ہوں گے تو ہمارے ہاں ضرور آئیں گے مجھے امید ہے کہ آپ ہمیں مایوس نہیں کریں گے۔"

احمد بن سعید نے بڑے غور سے غریطہ کی طرف دیکھا' اس موقع پر غریطہ کے چہرے پر ان گنت پیغامات تھے اس کی آنکھوں میں محبت چاہت' خلوص کے پھول کھلے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر تک احمد بن سعید اسے دیکھتا رہا اس کے اس طرح دیکھنے سے غریطہ شرما گئی تھی اس کی گردن جھک گئی تھی پھر احمد بن سعید بول پڑا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اے بنت ادریس! جس خلوص سے تو نے گفتگو کی ہے میں اس خلوص کو بھی سلام کرتا ہوں۔ میں تمہارے ساتھ وعدہ کرتا ہوں کہ جنگوں سے فارغ ہونے کے بعد میں تمہارے ہاں ضرور آؤں گا۔ قراقوش میرے ساتھ ہوگا اور ہم خود آپ سے کہیں گے کہ آپ ہماری ضیافت کریں لیکن ایسا اس وقت کریں گے جب دشمن کو ہم شکست دینے کے بعد فارغ ہوں گے۔ اے بنت ادریس! اندلس کے اندر قوم کی بہتری کے لئے جو کام ہمیں سونپے جا رہے ہیں ان کاموں کے مواقع بار بار نہیں ملتے۔ یہ وہ سنہری مواقع ہیں جن پر خون کا آخری قطرہ تک بہا سکتا ہے۔ جو قومیں ضرورت کے ایسے وقت خاموش رہ جاتی ہیں وہ اپنے مستقبل کو یقیناً خون آلود کر لیتی ہیں اور ہم اپنی ملت پر ایسا وقت نہیں لانا چاہتے۔"

احمد بن سعید خاموش ہو گیا تھا اس لئے کہ غرطہ پیچھے ہٹی تھی۔ اس نے موریںہ کی طرف اشارہ کیا' موریںہ بھی اس کے ساتھ ان گھوڑوں کی طرف گئی جن پر وہ سوار تھیں۔ گھوڑوں کی خرجینوں سے انہوں نے کچھ سامان نکالا پھر قریب آ کر غرطہ نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"میں اور میری عم زاد موریںہ نے کھانے پینے کا کچھ سامان اور پھل تیار کئے تھے اگر آپ برا نہ مانیں تو یہ سامان ہم آپ کے گھوڑوں کی خرجینوں میں ڈال دیں۔"

احمد بن سعید منہ سے کچھ نہ بولا تاہم اس نے مسکراتے ہوئے گردن ہلا دی تھی جس پر غرطہ اور موریںہ دونوں خوش ہو گئی تھیں غرطہ نے آگے بڑھ کر احمد بن سعید کے گھوڑے کی خرجین میں سامان ڈال دیا جبکہ موریںہ بھی آگے بڑھی اور قراقوش کے گھوڑے کی خرجین میں گٹھڑی ڈال دی جو اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی پھر دونوں پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

ان کے دیکھتے ہی دیکھتے احمد بن سعید اور قراقوش نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا وہ دونوں اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے ان سے کوچ کی اجازت لی پھر الوداعی انداز میں ہاتھ ہلاتے ہوئے اپنے لشکر کے ساتھ وہ وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔



دریائے آنہ کو عبور کرنے کے بعد احمد بن سعید اور قراقوش اپنے لشکر کے ساتھ برق رفتاری سے باجہ شہر کی طرف بڑھے تھے جب وہ شہر کے نواح میں پہنچے تو دنگ رہ گئے۔ اس لئے کہ شہر کے نواح میں خیموں کا ایک بہت بڑا شہر آباد تھا جو اس بات کی نشاندہی کرتا تھا کہ امیر یعقوب المنصور اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ چکا ہے۔"

دونوں اپنے لشکر کے ساتھ خیموں کے اس شہر کے قریب ہوئے تو اپنے گھوڑوں سے اتر گئے اس لئے کہ ان کے سامنے امیر یعقوب المنصور بذات خود ان کے وزیر اول' ابوبکر بن عبداللہ حاجب اور بیٹا عبداللہ بن یعقوب اور فلسطین سے آنے والا قاضی عمادالدین کھڑے تھے۔

احمد بن سعید اور قراقوش نے آگے بڑھ کر باری باری یعقوب المنصور سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد وہ دوسرے لوگوں سے مل رہے تھے۔ جب وہ علیحدہ ہوئے تو تھوڑی دیر تک بڑے شوق اور توصیفی انداز میں امیر یعقوب المنصور ان کی طرف دیکھتا رہا پھر احمد بن سعید سے مخاطب ہوا۔

"احمد بن سعید! میرے بیٹے میرے بچے تم نے اپنے دست راست اور ساتھی قراقوش کے ساتھ مل کر بیک وقت ٹیمپلر کے سردار کاریون اور برق کلیسا کو جو بدترین شکست دی ہے وہ کارنامہ اندلس کی تاریخ میں نہ صرف سنہری حروف سے لکھا جائے گا بلکہ میرے دل میں تمہاری یہ فتح ہمیشہ خوشی کا ایک نغمہ بن کر گونجتی رہے گی۔ میرے بیٹے اندلس کے نصرانی برق کلیسا کو اپنے لئے ایک طلسمی پھول اور ٹیمپلر کے سردار کاریون کو ایک سنہری بھول خیال کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے مقابلے میں یہ ہمیشہ فتح مند رہیں گے اس لئے کہ سارے کلیساؤں' سارے راہبوں' سارے پادریوں کی دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ اے میرے فرزند تم کیا خوب بلند اشجار کو ہلا دینے والی برہم آندھیوں کی طرح ان پر چھا گئے۔ تم کس خوش اسلوبی کے ساتھ ان کے لئے شب کی بھید بھری خاموشیوں کو شکن شکن کر دینے والے بگولے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی مانند ثابت ہوئے' میرے بچے! زلاقہ کے میدانوں میں دشمنوں کی ان قوتوں کے لئے ت کی ویرانیاں پھیلاتے دھیمے سروں کا اداس نغمہ ثابت ہوئے اور اس شاندار طریقے سے تم ان کے دل کے خالی برتنوں میں قطرہ قطرہ غموں کا ٹپکاؤ کیا۔ دونوں جب سینکو سے اپنی شکست حال بیان کریں گے اور سینکو مجھے امید ہے کہ کچھ روز اپنی جنگی تیاریوں میں صرف کرے گا ابن کی تیاریوں سے ہم خوب فائدہ اٹھائیں گے۔ مجھے امید ہے کہ بہت جلد میرے دونو فرزندو! تم جیسے جوان ہی نوک سناں سے بھی گزر کر وطن کے رخ کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ جیسے جوان سچے جذبوں کے جواہر بن کر اپنی قوم اپنی ملت کے ماضی کے حسین لمحوں کو حال آزادی میں بدل دیتے ہیں۔ میرے بچو! جس طرح تم دونوں زلاقہ کے میدانوں میں دشمن چھا گئے میں ہمیشہ تمہاری اس فتح مندی پر فخر کرتا رہوں گا۔ میرے بچو! دشمن کے خلاف ا شاندار فتح پر میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں۔"

امیر یعقوب المنصور جب خاموش ہوا تب آگے بڑھتے ہوئے دیگر لوگوں نے بھی احمد سعید اور قراقوش کو مبارک باد دی۔ آخر میں قاضی عمادالدین ان دونوں کے قریب آیا کچھ تک عجیب سے توصیفی جذبے میں ان دونوں کو دیکھتا رہا اس موقع پر قاضی عمادالدین آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی پھر اس نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

"میرے بچو! جو مقصد جو آدرش اور جو جذبہ لے کر ہم فلسطین سے چلے تھے میرے بڑ نے ثابت کر دیا ہے کہ تم ان مقاصد کی تکمیل کا پورا جذبہ اور اہلیت رکھتے ہو۔ میں عماداللہ تمہارے ان جذبوں تمہاری اس فتح کو ہزار بار سلام کرتا ہوں۔"

عمادالدین جب خاموش ہوا تب امیر یعقوب المنصور نے احمد بن سعید کی طرف د ہوئے کہنا شروع کیا۔

"احمد اور قراقوش سب سے پہلے تو میں تم پر یہ واضح کروں کہ میں نے قاضی عمادالدین اندلس کے اندر اپنے لشکروں کا قاضی بھی مقرر کیا ہے جس وقت ہم اندلس میں دشمن خلاف برسرپیکار رہیں گے قاضی عمادالدین میرے لشکر میں رہا کریں گے لشکر کے قاضی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔ زمانہ امن میں یہ اندلس کے مختلف شہ میں اپنی خطابت کا مظاہرہ کرتے ہوئے رضاکار تیار کریں گے اور اندلس کے لشکر میں ا کرتے رہیں گے جہاں تک تمہارے چوتھے ساتھی شعبان کا تعلق ہے تو اس نے اندلس کے

رسائی کے شعبے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے اور وہ بذات خود اپنے ساتھیوں کے ساتھ دشمن کی نقل و حرکت کے لئے نکل کھڑا ہوا ہے۔"

"اگر تم دونوں اپنے لشکر کے ساتھ تھکے ہوئے نہیں ہو تو میں تھوڑی دیر تک باجہ سے شنترین کی طرف کوچ کرنا پسند کروں گا۔"

"امیر محترم میں اور میرے لشکری دریائے آنہ کے اس پار آرام کر چکے ہیں۔ آپ جس وقت بھی باجہ سے شنترین کی طرف کوچ کرنا چاہیں ہم آپ کے ساتھ ہوں گے۔" احمد بن سعید نے چھاتی تانتے ہوئے یہ الفاظ ادا کئے تھے۔ اس پر امیر یعقوب المنصور پھر بول پڑا۔

"شنترین پر حملہ آور ہونے کے جو اسباب ہیں میرے ساتھ جو سالار ہیں میں انہیں پوری طرح سمجھا چکا ہوں تم دونوں یہ سوچ رہے ہو گے کہ الفانسو اور سینکو کا مقابلہ کرنے کے بجائے میں نے شنترین شہر کا کیوں رخ کیا ہے۔"

"عزیزو تم جانتے ہو گے کہ مجھ سے پہلے میرا باپ حکمران تھا اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے لشکر کے ساتھ اس نے شنترین پر حملہ کیا تھا۔ شنترین کو فتح کرنا اور اسے اپنی مملکت میں شامل کرنا اس کی خواہش تھی۔ پر حالات کی ستم ظریفی کہ جس وقت میرے باپ نے اس شہر کا محاصرہ کیا تو وہ زخمی ہو گیا۔ گویا اس کا مقصد' اس کی خواہش ادھوری رہی۔ میں اپنے لشکر کے ساتھ اسی بنا پر شنترین کا رخ کر رہا ہوں کہ اپنے باپ کی خواہش کا احترام کروں اس کے ادھورے کام کو مکمل کروں۔ شنترین پر قبضہ کرنے اور اس میں اپنا والی مقرر کرنے کے بعد میں الفانسو اور سینکو کا سامنا کرنا چاہوں گا۔ مجھے امید ہے کہ تم دونوں مجھ سے اتفاق کرو گے۔"

احمد بن سعید اور قراقوش دونوں نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے اپنی تائید کا اظہار کیا۔ تب سب لوگ خیمہ گاہ میں داخل ہوئے۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد امیر یعقوب المنصور نے وہاں سے کوچ کا حکم دیا۔ اب وہ متحدہ لشکر کے ساتھ باجہ شہر سے شنترین کا رخ کر رہا تھا۔

باجہ اور شنترین شہروں کے درمیان امیر یعقوب المنصور نے اپنے لشکر کے ساتھ عشاء کی نماز ادا کی۔ تھوڑی دیر تک اس نے لشکر کو ستانے کا موقع فراہم کیا۔ پھر دوبارہ اس نے وہاں سے کوچ کر لیا تھا۔ لشکر کے آگے آگے خود یعقوب المنصور' اس کا وزیر اول ابوبکر بن عبداللہ' وزیر دوئم عبداللہ بن محمد حاجب اور بیٹا عبداللہ بن یعقوب' احمد بن سعید اور قراقوش تھے۔ اپنے گھوڑے پر سوار یعقوب المنصور کچھ دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر اپنے بائیں جانب دیکھتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئے اس نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"احمد میرے بیٹے میں تمہارے ساتھ شترین پر حملہ آور ہونے کا لائحہ عمل یہیں ط
لینا چاہتا ہوں' میں یہ ارادہ کئے ہوئے ہوں کہ شترین پر آدھی رات کے وقت حملہ کیا جا
میں تم پر یہ بھی واضح کر دوں کہ شترین دریائے تاجہ کے دائیں کنارے پر واقع ہے۔
رفتار سے ہم سفر کرتے آئے ہیں۔ اسی رفتار سے اگر ہم آگے بڑھتے رہے تو دریا تاجہ کو
کرنے کے بعد شترین شہر پہنچ سکتے ہیں۔"

"میرا لائحہ عمل یہ ہے کہ کچھ دیر تک تم اور قراقوش اپنے لشکر کو لے کر آگے بڑھ
کچھ راہنما تمہارے ساتھ ہوں گے جو راستے میں تمہاری راہنمائی کرتے رہیں گے۔ در
تاجہ کو عبور کرنے کے بعد تم شترین کے نواح میں دو میل کے فاصلے پر رک جانا۔ میں در
تاجہ کو عبور کر کے شترین شہر کے جنوب میں نمودار ہوں گا۔"

"اب ہمارا حملہ آور ہونے کا طریقہ کار کچھ اس طرح ہو گا کہ شترین کے مشرق
دریا بہتا ہے وہ سمت محفوظ ہے۔ اس سمت سے کوئی دشمن بھاگ نہیں سکے گا۔ ہمیں
شمال جنوب اور مغرب کی طرف دھیان دینا ہو گا۔ میں آدھی رات کے وقت دریائے تا
عبور کرنے کے بعد اچانک اور فی الفور جنوب کی طرف سے شترین پر حملہ آور ہو جاؤ
میں تمہیں یہ بتا دوں کہ شترین کی فصیل پتھروں سے بنی ہوئی ہے اور انتہائی محفوظ ہے
میں زوردار حملے کروں گا اور میرے لشکری بار بار فصیل پر چڑھنے کی کوشش کریں گے۔
تکبیریں بلند کریں گے تاکہ شہر کے اندر جو لشکر ہے اسے بھی اور فصیل کے اوپر جو لشکر
دے رہے ہیں ان کی ساری توجہ اس طرف ہو جائے کہ جنوب کی طرف سے مسلمانو
بھرپور حملہ کر دیا ہے۔ اس سے فائدہ یہ ہو گا کہ دشمن اپنی ساری قوت کو جنوب کی طرف
کر دے گا۔"

اب اس موقع سے تم اور قراقوش فائدہ اٹھاؤ گے۔ رات کی تاریکی میں تم دونوں
لشکر کے ساتھ شمال کی جانب سے شترین شہر پر حملہ آور ہو جانا۔ دشمن چونکہ میرے
جنگ میں مصروف ہو گا۔ لہٰذا تمہاری طرف اس کا زور اور دباؤ کم ہو گا۔ اس سے فائدہ اٹ
دونوں فصیل پر چڑھ سکتے ہو۔ جب ایسا ہو گیا تو شترین ہمارے قدموں میں ہو گا۔"

احمد بن سعید اور قراقوش دونوں نے اس سے اتفاق کیا۔ سفر جاری رہا۔ دریائے

عبور کر کے احمد اور قراقوش شمال کی طرف چلے گئے۔ جبکہ امیر یعقوب المنصور نے جنوب کی طرف سے شہر پر ہلہ بول دیا تھا۔ اہل شہر امید بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اس قدر دور مسلمان اچانک رات کی گہری تاریکی میں ان پر حملہ آور بھی ہو سکتے ہیں۔ جنوب کی طرف یعقوب المنصور کا حملہ ایسا ہی تھا جیسے کائنات کے آئینہ خانہ میں صدیوں سے شکست و ریخت میں مبتلا عذابوں کے سلسلے اچانک اٹھ کھڑے ہوئے ہوں یا ظلم کی فصیل برباد کر دینے والی دہکتی جھلساتی آگ نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا ہو۔ امیر یعقوب المنصور کے ان حملوں کے باعث چاروں سمت پھیلے لمحوں کے بھنور میں ذہنوں کو بے ترتیب کر دینے والی المناک لہر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ فصیل کے اوپر اور فصیل کے سامنے خوابوں کو بے تعبیر کر دینے والے قہر بھرے وسوسے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ امیر یعقوب المنصور پوری قوت سے جنوب کی طرف سے حملہ آور ہو رہا تھا جبکہ شہر کے اندر جو لشکر محفوظ تھے انہوں نے اپنی ساری قوت کو شہر کے جنوبی سمت اکٹھا کر لیا تھا اور امیر یعقوب المنصور کے حملوں کو روکنے کی کوشش کرنے لگے تھے۔ انہیں یہ بھی خبر ہو گئی تھی کہ مراکش کے سلطان یعقوب المنصور نے شہر پر حملہ کر دیا ہے۔ امیر یعقوب المنصور کا نام سنتے ہی شہریوں اور محافظ لشکر کے پاؤں تلے سے ایک بار بساط کی طرح زمین ہل کر رہ گئی تھی۔ تاہم وہ یعقوب المنصور کے حملوں کو روکنے میں لگے تھے۔

امیر یعقوب المنصور اور اس کے لشکری شہر پر حملہ آور ہوتے ہوئے زور زور سے تکبیریں بلند کر رہے تھے اور تکبیریں شترین شہر کے نصرانی محافظوں کے دلوں اور ان کے جوش کو لحمہ بہ لحمہ پست اور ماند کرتی چلی جا رہی تھیں۔ جس وقت شترین کا لشکر پوری طرح شہر پناہ کے جنوبی حصے میں امیر یعقوب المنصور کے لشکر کے ساتھ الجھا ہوا تھا شمال کی طرف سے ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔

احمد بن سعید اور قراقوش نے جب دیکھا کہ دشمن اب پوری طرح امیر یعقوب المنصور کے ساتھ مصروف جنگ ہو چکا ہے تو وہ اپنی گھات سے نکلے۔ بڑی رازداری کے ساتھ اپنے لشکر کے ساتھ وہ آگے بڑھے اور شہر پناہ کے شمالی حصوں میں جو برج بنے ہوئے تھے جن کے سامنے محافظ کھڑے تھے۔ رات کی گہری تاریکی میں ان پر تیز تیر اندازی کی گئی۔ ان کا خاتمہ کرنے کے بعد تیزی کے ساتھ شہر پناہ کے اوپر رسوں کی سیڑھیاں پھینکی گئیں۔ پھر احمد بن سعید اور قراقوش دونوں اپنے لشکریوں کے ساتھ شہر کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہو گئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے۔

دشمن پوری طرح شہر پناہ کے جنوبی حصے میں یعقوب المنصور کے ساتھ مصروف تھا۔ ان کو ابھی تک یہ خبر نہ ہونے پائی تھی کہ شمال کی طرف سے یا ان کی پشت کی طرف کیسا طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہے۔ ان کے حواس اس وقت جاگے جب شہر پناہ کے دونوں جانب احمد بن سعید اور قراقوش نمودار ہوئے۔ ایک ساتھ احمد بن سعید اور قراقوش نے ش… طرف سے آگے بڑھتے ہوئے دشمن کی پشت کی طرف سے حملہ کر دیا تھا۔

شترین کے محافظوں کو جب خبر ہوئی کہ مسلمانوں کا ایک اور لشکر شمال کی طرف … پناہ کے اوپر چڑھ گیا ہے اور شہر پناہ کے اکثر حصے پر قبضہ کرتے ہوئے اس نے پشت کی جانب حملہ کر دیا ہے تب ان کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ وہ پلٹے اور اپنی جانیں بچا… لئے احمد بن سعید اور قراقوش کا مقابلہ کرنا شروع کیا۔ ان لمحوں سے امیر یعقوب المنصو… پورا پورا فائدہ اٹھایا' رسوں کی سیڑھیاں استعمال کرتے ہوئے وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ … پر چڑھ گیا تھا۔

اب شترین کا محافظ لشکر چکی کے دو پاٹوں میں پسنے لگا تھا۔ سامنے کی طرف سے ا… سعید اور قراقوش ان کی تعداد کم کرتے جا رہے تھے۔ پشت کی جانب سے بڑی تیزی کے … یعقوب المنصور کا لشکر فصیل پر چڑھ رہا تھا اور حملہ آور ہوتے ہوئے دشمن کے لشکریوں … جان کر کے فصیل کے نیچے گرانے لگا تھا۔

احمد بن سعید اور قراقوش اور امیر یعقوب المنصور کے سامنے اب شترین کے … حالت ایسے ہی تھی جیسے سنگساری سے معتوب کوئی عصمت دریدہ عورت۔

شترین کے نصرانی محافظ زیادہ دیر تک امیر یعقوب المنصور' احمد بن سعید اور قرا… مقابلہ نہ کر سکے۔ آہستہ آہستہ ان کی تعداد کم ہوتی رہی اور جو بچے وہ شہر پناہ سے نیچے اتر… امیر یعقوب المنصور نے بھی اپنے لشکر کو متحد کیا اور وہ بھی شہر میں اترا۔ شہر میں … سے پہلے اس نے شہر پناہ کے سارے دروازوں پر اپنے محافظ دستے مقرر کر دیئے تھے۔ … اندر بھی ایک بار دشمن کے ساتھ یلغار ہوئی لیکن لمحوں کے اندر امیر یعقوب المنصور … صفایا کر دیا۔ شہر کے اندر جس جس نے بھی تلوار اٹھائی اس کا خاتمہ کر دیا۔ جن لوگوں … طلب کی انہیں فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے امیر یعقوب المنصور نے معاف کر دیا تھا۔

رات کی تاریکی میں امیر یعقوب المنصور نے پرتگالیوں کا شہر شترین فتح کرتے ہوئے اپنے مرنے والے باپ کی خواہش کو پورا کر دیا تھا۔

امیر یعقوب المنصور نے شترین شہر کو فتح کرنے کے بعد ابھی صرف دو روز ہی شہر کے باہر اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا تھا کہ کچھ طلایہ گر اور مخبر اس کے لشکر میں داخل ہوئے' جب انہیں امیر یعقوب المنصور کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے امیر یعقوب المنصور پر انکشاف کیا کہ انہیں اندلس میں طلایہ گروں کے سربراہ شعبان نے روانہ کیا ہے۔ شعبان کا نام سن کر امیر یعقوب المنصور ہی نہیں احمد بن سعید اور قراقوش کے علاوہ قاضی عمادالدین بھی خوشی کا اظہار کرنے لگے تھے۔ ان مخبروں اور کارکنوں کو امیر یعقوب المنصور نے اپنے پاس بلایا پھر ان کی طرف دیکھتے ہوئے امیر یعقوب المنصور بول پڑا۔

"میرے عزیزو جو خبریں تم لائے ہو وہ کہو تاکہ ان کی روشنی میں میں اگلا قدم اٹھاؤں۔

امیر یعقوب المنصور کے اس استفسار پر ایک مخبر بول پڑا۔

"امیر محترم پہلے تو ہم سب آپ کو شترین کی فتح پر مبارک باد دیتے ہیں۔ ساتھ ہی آپ پر یہ بھی انکشاف کرتے ہیں کہ اس وقت ہمارے طلایہ گروں کے امیر شعبان دشمن کے علاقے میں ہیں وہ اور ان کے چند سرکردہ ساتھی اس وقت دشمن کے علاقے میں رضاکاروں کا بھیس اپنائے ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے گلے میں صلیبیں ڈال لی ہیں دشمن کے علاقوں میں کچھ لوگوں کو انہوں نے یقین دلا رکھا ہے کہ وہ فلسطین سے آئے ہیں۔ وہاں وہ سلطان صلاح الدین کے ساتھ جنگ کرتے رہے ہیں اور ان کا اسپین میں داخل ہونے کا مقصد یہ ہے کہ یہاں سے زیادہ سے زیادہ مجاہد اکٹھے کر کے فلسطین کی طرف روانہ کئے جائیں تاکہ ارض فلسطین کو سلطان صلاح الدین سے نجات دلائی جا سکے۔"

قاصد کی اس گفتگو سے سب خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ پھر چند لمحے رک کر وہی قاصد کہہ رہا تھا۔

"امیر محترم شعبان نے جو خبریں ہمیں آپ تک پہنچانے کے لئے بھیجا ہے وہ کچھ اس …رح ہے کہ شمالی اندلس کے حکمران الفانسو کو خبر ہو چکی ہے کہ آپ اپنے لشکر کے ساتھ …لس میں داخل ہو چکے ہیں۔ لہٰذا وہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر آپ سے مقابلہ کرنے کے لئے …پنے مرکزی شہر سے روانہ ہو چکا ہے۔ اس نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حصہ اس نے اپنے پاس رکھا ہے اور اس لشکر کے ساتھ تیزی کے ساتھ روانہ ہونے کے ب
وادی آنہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ دوسرا لشکر بطلیوس کی طرف سے دریائے آنہ کو عبور کر
کے بعد مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو کر یلغار کرنے کی کوشش کرے گا جبکہ تیسرا لشٔ
ماردہ شہر سے مسلمانوں کی سرحد پار کر کے مسلمانوں کے علاقوں میں تباہی و بربادی کا کھیل کھ
کی کوشش کرے گا۔"

"امیر محترم ہمارے امیر شعبان کا یہ بھی پیغام ہے کہ اگر الفانسو کے ان تینوں لشکروں
راہ نہ روکی گئی تو وہ مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو کر ناقابل تلافی نقصان بھی پہنچا
ہیں۔"

ان مخبروں کی اس اطلاع پر امیر یعقوب المنصور تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر سوچتا رہا
بڑے رازدارانہ انداز میں اس نے احمد بن سعید اور قراقوش کے علاوہ اپنے وزیر اول اور د
کے علاوہ اپنے بیٹے حاجب سے بھی مشورہ کیا۔ اس کے بعد اس نے مخبروں کو مخاطب کر کے
شروع کیا۔

"میرے عزیزو تم جاؤ شعبان سے کہنا کہ میرے خداوند کو منظور ہوا تو ہم الفانسو کے تی
لشکروں کا خوب مقابلہ کریں گے پر یہ تو کہو شعبان نے پرتگال کے بادشاہ سینکو کے متعلق
اطلاع نہیں دی۔"

امیر یعقوب کے خاموش ہونے پر پہلے والا مخبر بول پڑا۔

"امیر محترم پرتگال کا بادشاہ سینکو ان دنوں بالکل خاموش ہے۔ شاید وہ جنگی تیاریوں
مصروف ہو اور اچانک نکل کر ہم سے ٹکرانے کی کوشش کرے۔ بہرحال ہمیں پہلے الفانس
راہ روکنی چاہئے۔"

"میرے عزیزو تم واپس جاؤ اور پہلے کی طرح اپنے کام پر لگ جاؤ۔" امیر یعقوب المن
نے جاسوسوں کو مخاطب کر کے کہا تھا جس پر مخبر پیچھے ہٹ گئے۔ ان کے جانے کے بعد کچھ
تک امیر یعقوب المنصور، احمد بن سعید اور قراقوش اپنے وزراء حاجب اور لشکر کے قا
عمادالدین کے ساتھ مشورے کرتا رہا۔ اس کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا کہ امیر یعقوب المنصور ا
لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرے۔ ایک حصہ لے کر وہ خود الفانسو کی راہ روکنے کے لئے د
آنہ کا رخ کرے جبکہ احمد بن سعید اور قراقوش کے ذمے یہ کام لگایا گیا کہ وہ اس لشکر

ٹکرائیں جو بطلیوس کے راستے مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔
صلاح مشورہ کرنے کے بعد تیز رفتار قاصد قرطبہ میں امیر یعقوب المنصور نے اپنے بھائی ابو یحییٰ
کی طرف روانہ کئے اور اسے یہ پیغام دیا کہ قرطبہ میں جو لشکر اس کے پاس ہے اس لشکر کو لے
کر وہ نکلے اور الفانسو کے لشکر کا وہ حصہ جو ماردہ کی طرف سے دریائے آنہ کو عبور کرنے کے
بعد جبل مورینہ کی طرف بڑھنے کی کوشش کرے اسے روکے اور کسی بھی صورت میں اسے
مسلمان علاقے میں داخل نہ ہونے دے۔ یہ کام کرنے کے بعد امیر یعقوب المنصور تو اپنے لشکر
کے ساتھ وادی آنہ کی طرف کوچ کر گیا تھا جبکہ احمد بن سعید اور قراقوش اپنے لشکر کو لے کر
بطلیوس کا رخ کر رہے تھے۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک روز بستی کی مسجد میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد ہشام بن ادریس جب ا
کے دیوان خانے میں داخل ہوا تو وہاں پہلے سے اس کا باپ ادریس بن یوجان' ماں' چچا ا
بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے۔ مسکراتے ہوئے ہشام بن ادریس کمرے میں داخل ہ
چاروں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں آپ سب لوگوں کے لئے ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں۔"

جواب میں اس کے باپ نے ہاتھ کے اشارے سے اسے اپنے پہلو میں بیٹھنے ک
کہا۔ جس پر ہشام آگے بڑھا اور اپنے باپ کے پہلو میں بیٹھ گیا پھر ہشام کو مخاطب کرتے
اس کا باپ ادریس بول پڑا۔

"میرے بیٹے جو تم کہنا چاہتے ہو وہ ہم بعد میں سنیں گے پہلے ہم ایک انتہائی اہم م
پر گفتگو کر رہے تھے۔ اور اس گفتگو میں تمہاری شرکت انتہائی اہم ہے۔ ہم چاروں ہی
مسجد سے لوٹنے کا انتظار کر رہے تھے۔"

اپنے باپ کی اس گفتگو سے ہشام کسی قدر فکر مند ہو گیا تھا اور استفہامیہ سے اند
اپنے باپ کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ جس پر ادریس بن یوجان نے مسکراتے ہوئے اس کی
دیکھا پھر کہنے لگا۔

"میرے بیٹے تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو گفتگو ہم تم سے کرنا
ہیں وہ بری نہیں ہے۔ دیکھو تھوڑی دیر پہلے تمہارے چچا اور تمہاری خالہ نے میر
تمہاری ماں کے ساتھ تمہاری اور عرفہ کی شادی کی بات چیت کی۔ اس سلسلے میں عرفہ بھ
گفتگو تھی۔ اس گفتگو کے دوران عرفہ نے چند ایسے انکشافات کئے ہیں جس سے ہم چا
خوشی بھی ہوئی ہے اور کسی قدر فکر مندی بھی۔ عرفہ ابھی ابھی یہاں سے اٹھ کر گئی ہے۔"

ہشام بن ادریس نے پھر سوالیہ سے انداز میں اپنے باپ کی طرف دیکھا اور پوچھ لیا۔

"اے میرے باپ ایسی کون سی گفتگو ہے جس پر آپ چاروں نے خوشی محسوس

اور اس کے متعلق آپ فکر مند بھی ہیں۔"

"میرے بیٹے عرفہ نے یہ انکشاف کیا ہے کہ غریطہ احمد بن سعید کو اور مورینہ اس کے دست راست ساتھی قراقوش کو پسند کرنے لگی ہے گو ان کے ساتھ ان دونوں کی صرف دو ہی ملاقاتیں ہوئی ہیں لیکن عرفہ نے انکشاف کیا ہے کہ یہ دونوں ان دونوں کو دل کی گہرائیوں سے پسند کر چکی ہیں۔ میرے بیٹے اپنی پسند کا اظہار انہوں نے عرفہ پر نہیں کیا لیکن دونوں کی گفتگو یہ چھپ چھپ کر سنتی رہی ہے اور اسی گفتگو کو سامنے رکھتے ہوئے اس نے انکشاف کیا ہے کہ غریطہ احمد بن سعید کو اور مورینہ قراقوش کو پسند کر چکی ہے۔ اب بیٹے تو بتا اس سلسلے میں تو کیا کہنا چاہتا ہے۔"

ہشام بن ادریس اپنے باپ کی گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ عرفہ اس کمرے میں داخل ہوئی۔ اسے دیکھتے ہوئے لمحہ بھر کے لئے کچھ کہتے کہتے ہشام رک گیا تھا عرفہ آگے بڑھی اور اپنے باپ عدی بن یوجان کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ پھر دیوان خانے میں ہشام بن دریس کی آواز گونج گئی تھی۔

"اے میرے باپ جو کچھ میں کہنے والا ہوں غور سے سنیں۔ اگر میری بہن غریطہ اور ورینہ دونوں احمد بن سعید اور قراقوش کو اپنے لئے پسند کر چکی ہیں تو اس میں کوئی عیب اس ں کوئی فکر مندی کی بات نہیں ہے۔ بلکہ میں کوشش کروں گا کہ کسی نہ کسی طرح احمد بن عید اور قراقوش کے کانوں میں یہ بات ڈال دوں کہ غریطہ اور مورینہ ان دونوں کو پسند کرتی ں۔ اگر احمد بن سعید میری بہن غریطہ اور قراقوش میری بہن مورینہ کو اپنانے کے لئے تیار جائیں تو میں یہ سمجھوں گا کہ یہ ہمارے خاندان کی انتہائی اور سب سے بڑی خوش قسمتی ہو ی۔ اے میرے باپ ایسے مجاہد ایسے سرفروش اور ایسے اسلام کی خدمت کرنے والے جوان ت کم ملتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ غریطہ اور مورینہ دونوں قابل تعریف ہیں کہ انہوں نے زندگی کے لئے ایسے جوانوں کا انتخاب کیا ہے میں ان دونوں کے انتخاب کی داد دیتا ہوں۔ پ نے کہا کہ آپ کو اس انکشاف سے خوشی بھی ہوئی ہے اور فکر مندی بھی۔ خوشی کی بات تو ھ میں آتی۔ ہے جہاں تک میرا اندازہ ہے آپ اس سے فکر مند ہوں گے کہ نہ جانے احمد بن ید اور قراقوش غریطہ اور مورینہ کو اپنانے پر تیار بھی ہوتے ہیں کہ نہیں یا ان دونوں سے اپسند کا اظہار کرتے بھی ہیں کہ نہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں مزید یہ کہنا بھی پسند کروں گا کہ میں خود بھی اس سلسلے میں غریطہ اور موریز
بات کروں گا آخر وہ میری بہنیں ہیں اور ان سے میں ان کی پسند کے متعلق سوال کر سک
جہاں تک میری اور عرفہ کی شادی کا سوال ہے ہم دونوں کی منگنی تو بہت پہلے ہو چکی
شادی آپ جب بھی کرنا چاہیں تو میرے خیال میں مجھے اور عرفہ کو اعتراض نہیں ہوگا۔"

یہ گفتگو سن کر عرفہ کی گردن لحہ بھر کے لئے جھکی پھر اپنی جگہ سے اٹھی اور تیز ت
اٹھاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی تھی اس کے جانے کے بعد ادریس بن یوحان بول پڑا۔

"دیکھ میرے بیٹے! ہم سب نے مل کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ ایک ہفتے تک تمہاری او
کی شادی کا اہتمام کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں عرفہ کو بھی آگاہ کر دیا گیا ہے۔ غریط اور م
بھی اس فیصلے پر بے حد خوش اور مطمئن ہیں۔ عرفہ کیونکہ غریطہ اور مورینہ دونوں س
ہے لہٰذا سب سے پہلے اس کی شادی کا اہتمام کرنا چاہئے اس کے بعد ہم غریطہ اور مور
بارے میں سوچیں گے کہ ان کی بہتری کے لئے کیا قدم اٹھایا جا سکتا ہے۔"

ہشام بن ادریس زور زور سے عرفہ، غریطہ اور مورینہ کو پکارنے لگا تھا۔ تھوڑی
تینوں دروازے پر نمودار ہوئیں۔ ہاتھ کے اشارے سے ہشام بن ادریس نے ان ت
دیوان خانے میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ وہ تینوں بیٹھ گئیں تب ہشام بن ادریس بول پڑا۔

"اے میرے باپ جو اچھی خبر میں آپ سے کہنا چاہتا تھا۔ اس خبر میں اپنی بہن
مورینہ اور عرفہ کو بھی شامل کرنا چاہتا ہوں۔ اب میں آپ سے وہ خبر کہتا ہوں کہ
مغرب کی نماز ادا کرنے کے لئے مسجد میں گیا تو مجھے وہاں سے ایسی خبریں ملیں جنہیں س
ہی نہیں پورے اندلس میں خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔"

"آپ لوگ جانتے ہیں کہ احمد بن سعید اور قراقوش دریائے آنہ کے اس پار برتگ
ٹیمپلوں کے سردار کاریون کو شکست دینے کے بعد باجہ میں امیر یعقوب المنصور
تھے۔ متحدہ لشکر کو لے کر یعقوب المنصور شترین کی طرف بڑھے۔ آدھی رات ک
انہوں نے شترین پر جنوب کی طرف سے حملہ کیا۔ شمال کی طرف احمد بن سعید اور
گھات میں بیٹھ گئے تھے۔ جب امیر یعقوب المنصور کے حملے زوروں پر تھے تو اچانک
سعید اور قراقوش حرکت میں آئے۔ شمال کی طرف سے سیڑھیاں پھینکتے ہوئے وہ شہر
پر چڑھ گئے اور لمحوں کے اندر انہوں نے شہر کو فتح کر لیا۔ اے میرے باپ یہی وہ ا

جو میں آپ سے کہنا چاہتا تھا۔"

امیر یعقوب المنصور، احمد بن سعید اور قراقوش نے صرف دو روز تک شترین میں قیام کیا
اس کے بعد انہیں خبریں ملیں کہ الفانسو کے تین بڑے بڑے لشکر مسلمانوں پر حملہ آور ہونے
کے لئے پیش قدمی کر رہے ہیں۔ یہ خبر سنتے ہی خود امیر یعقوب المنصور تو دریائے تاجہ اور
دریائے آنہ کے کنارے پڑنے والی وادیوں کی طرف کوچ کر گئے کیونکہ اس سمت سے خود
الفانسو ایک لشکر کے ساتھ کوچ کر رہا ہے۔ الفانسو کا دوسرا لشکر ماردہ شہر کی طرف مسلمانوں کی
سرحدوں میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا اس کو روکنے کے لئے قرطبہ سے امیر یعقوب
المنصور کا بھائی ابو یحییٰ پیش قدمی کر چکا ہے جبکہ الفانسو کا تیسرا لشکر جو طلیوس کی طرف سے
مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا اس سے ٹکرانے کے لئے احمد بن
سعید اور قراقوش شترین سے کوچ کر چکے ہیں۔ اے میرے باپ اب دیکھیں ان تینوں
لشکروں سے مسلمانوں کے ٹکراؤ کا کیا بنتا ہے۔ بہرحال جو اچھی خبر ہے وہ یہ کہ امیر یعقوب
المنصور نے احمد بن سعید اور قراقوش کے ساتھ مل کر پرتگالیوں کے شہر شترین کو فتح کر لیا ہے
اور وہاں نیا حاکم مقرر کر دیا ہے۔"

یہ خبر سن کر غریطہ اور مورینہ دونوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ تھی۔ گو ان دونوں کی
گردنیں جھکی ہوئی تھیں لیکن وہ ایسے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہی تھیں جن
میں خوشیاں ہی خوشیاں اطمینان ہی اطمینان تھا۔ اچانک اس موقع پر ہشام بن ادریس بول پڑا۔
غریطہ اور مورینہ تم دونوں بہنیں میرے ساتھ آؤ میں ایک اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا
چاہتا ہوں۔"

ہشام کے ان الفاظ پر غریطہ اور مورینہ دونوں نے ایک ساتھ چونکتے ہوئے اس کی طرف
دیکھا پھر جب ہشام اپنی جگہ سے اٹھا تب وہ دونوں بھی اٹھیں ہشام کے ساتھ باہر نکل گئی تھیں
ان دونوں کو لے کر ہشام ساتھ والے کمرے میں داخل ہوا پھر ان دونوں کو مخاطب کیا۔

"میری عزیز بہنو! جب مغرب کی نماز پڑھ کر حویلی میں داخل ہوا تو مجھ پر ایک بہت بڑا
انکشاف کیا گیا۔ دیکھو تم دونوں بہن کی حیثیت سے بہت عزیز ہو تمہاری خوشی میری خوشی ہے
تمہاری پسند میری پسند ہوگی میری بہنو میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا تم احمد بن سعید اور
قراقوش دونوں کو پسند کرتی ہو۔ دیکھو اس میں چھپانے اور شرمانے کی ضرورت نہیں کہ غریطہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میری بہن اور مورینہ تم بھی غور سے سنو میں نے آج تک تمہاری بات کو نہیں ٹھکرایا مجھ سے
کوئی بات نہیں چھپانا جو حقیقت ہے اس سے مجھے آگاہ کر دینا۔ غریطہ کیا تم احمد بن سعید اور
مورینہ کیا تم قراقوش کو پسند کرتی ہو۔ دیکھو اس میں تم دونوں کے مستقبل کا سوال بھی ہے
اگر تم زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتیں تو اثبات میں ہی گردن ہلا کر اپنی پسند کا اظہار کر سکتی ہو
اس کے بعد میں جو کرنے والا ہوں اس کا انکشاف کروں گا۔"

ہشام بن ادریس کے اس اچانک سوال پر غریطہ اور مورینہ دونوں چونک سی پڑی تھیں
دونوں نے سوالیہ سے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ نگاہوں ہی نگاہوں میں انہوں
نے کوئی فیصلہ کیا پھر باری باری دونوں نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ ان کی اس حرکت
ہشام بن ادریس خوش ہو گیا تھا۔ پھر اس نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

"تمہارے جواب نے میرا دل خوش کر دیا ہے۔ دیکھو میری دونوں بہنو! میرے ماں باپ
چچا اور خالہ چند دن تک میری اور عرفہ کی شادی کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں۔ میں تم دونوں کو یقین
دلاتا ہوں کہ اس شادی کے چند دن بعد میں سفر پر روانہ ہوں گا۔ احمد بن سعید اور قراقوش
جہاں بھی ہوں گے میں ان سے ملوں گا اور تم دونوں کی محبت کا انکشاف ان دونوں سے کر
گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ تم دونوں کو اپنانے پر تیار ہو جائیں گے۔ میری بہنو! شاید تم یہ نہ ج
ہو کہ احمد بن سعید اور قراقوش کے ذاتی حالات کیا ہیں میں چونکہ اس جنگ میں جو برق کلیسا
کاریون کے ساتھ ہوئی تھی ساتھ تھا اور بعد میں بھی ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا رہا ہوں لہٰذا
ان کے کچھ حالات کہتا ہوں تاکہ تم دونوں کو پوری طرح ان سے واقفیت ہو۔"

"سنو احمد بن سعید اور قراقوش بلکہ ان کے دو ساتھی قاضی عماد الدین اور شعبان چار ا
اشخاص ہیں جو اپنی زندگی کو اسلام کی خدمت کے لئے وقف کر چکے ہیں۔ تم دونوں چونکہ
بن سعید اور قراقوش کو پسند کر چکی ہو لہٰذا میں ان دونوں سے متعلق ہی تفصیل سے بتاؤں
دونوں کے ماں باپ نہیں ہیں نہ ہی ان کا کوئی بہن بھائی ہے۔ وہ فلسطین کی جنگ میں کام آ
ہیں یہ دونوں تنہا اور اکیلے ہیں۔ فلسطین کی جنگ میں یہ دونوں سلطان صلاح الدین کے ا
قریبی حلقوں میں شامل تھے اور ان علاقوں میں انہیں سلطان صلاح الدین نے ہی ردا
ہے۔ دونوں بہترین مجاہد عمدہ قسم کے تیغ زن' لاجواب جنگجو ہیں۔ میں نہیں جانتا وہ کب
اندلس میں قیام کرنا پسند کریں گے یا ان جنگوں سے فارغ ہو کر وہ اندلس میں قیام کریں

واپس مراکش میں قیام کرنے کو ترجیح دیں گے یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ جن سرزمینوں سے
آئے ہیں انہیں سرزمینوں کی طرف لوٹ جائیں۔ پر یاد رکھنا اگر تم دونوں احمد بن سعید اور
قراقوش کو اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا فیصلہ کر چکی ہو تو میں سمجھتا ہوں تمہارا یہ انتخاب قابل
تعریف ہے۔ اگر وہ دونوں تم دونوں کو اپنانے پر رضامند ہو جائیں تو میں سمجھوں گا یہ ہمارے
خاندان کی خوش قسمتی ہے۔ میں ایک بھائی کی حیثیت سے تمہیں یقین دلاتا ہوں اور تم دونوں
آج سے ہمارے پاس احمد بن سعید اور قراقوش کی امانت ہو۔ جب انہوں نے اپنی رضامندی کا
اظہار کیا ہم تم دونوں کو ان سے بیاہ دینے کا اہتمام کریں گے۔" اس کے ساتھ ہی ہشام بن
ادریس پھر ان دونوں بہنوں کو اس ماحول سے نکالنے کے لئے کہنے لگا۔

"اب اندھیرا پھیل گیا ہے جاؤ عرفہ کے ساتھ مل کر کھانے کا اہتمام کرو۔" اس کی ساتھ
ہی غریطہ اور مورینہ بھاگتی ہوئی کمرے سے باہر نکل گئی تھیں۔ ایک ہفتے بعد ہشام بن ادریس
کی عرفہ کے ساتھ شادی کر دی گئی تھی۔ شادی کے چند روز بعد ہشام بن ادریس' احمد بن سعید
اور قراقوش سے ملنے کے لئے کوچ کر گیا تھا۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

احمد بن سعید اور قراقوش اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دریائے آنہ کے کنارے کنا
سفر کرتے ہوئے بطلیوس شہر کے قریب آئے تو یہاں مخبروں نے اطلاع دی کہ صرف پانچ
آگے دشمن کا وہ لشکر دریائے آنہ کی طرف بڑھ رہا ہے جس پر حملہ آور ہونا ہے۔

اس اطلاع پر احمد بن سعید اور قراقوش نے اپنی رفتار اور زیادہ تیز کردی تھی۔ انہو
جبل شنت کی طرف سے آنے والے دریائے آنہ کے معاون دریا کو عبور کیا پھر بڑی
سے اپنے ہدف کی طرف بڑھے تھے۔

احمد بن سعید اور قراقوش کے مخبر اور طلایہ گرد دشمن کے پیچھے ایسے ہی لگے تھے
ساعتوں کے طاقوں اور پرانی یادوں کی گرد میں بہار خزاں کی گھات میں لگ جاتی ہے۔ جوا
دشمن کا وہ لشکر مناسب جگہ آیا احمد بن سعید اور قراقوش اچانک حرکت میں آئے اور اس
کی پشت کی طرف سے برہم بگولوں کی یلغار کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

شمالی اندلس کے بادشاہ الفانسو کے لشکر کے اس حصے کو امید تک نہ تھی کہ شمال کی وا
میں یوں ان پر کوئی اچانک حملہ آور ہو جائے گا۔ اس لئے کہ الفانسو نے انہیں یہ خبر دے
تھی کہ امیر یعقوب المنصور اپنے لشکر کے ساتھ شترین میں پرتگالیوں کے خلاف جنگ
مصروف ہے اور اگر اسے اس کی پیشقدمی کی خبر ہو بھی گئی تو وہ الفانسو کا رخ کرے گا او
دوسرے دو لشکروں کی اسے خبر نہ ہو گی۔

احمد بن سعید اور قراقوش نے جب ان پر حملہ کیا تو پہلے ہی حملے میں ان کے اوسان خ
گئے تھے۔ پھر جب احمد بن سعید اور قراقوش کو انہوں نے بڑی مہارت اور جرات کے
لڑتے اور اپنے ساتھیوں کو لڑاتے ہوئے دیکھا تو ان کی ساری امیدیں جاتی رہی تھیں۔ ل
میں یہ جنگ دیر تک جاری نہ رہ سکی۔ احمد بن سعید اور قراقوش نے بڑی تیزی سے دشمن
کاٹتے ہوئے بدترین شکست دی اور دشمن کے جو لشکری بچے وہ بھاگ کر ماردہ شہر کی
بڑھے تھے جہاں ان کا ایک دوسرا لشکر پیشقدمی کر رہا تھا اور جس نے دریائے آنہ کو عبور

کے بعد جبل مورینہ تک مسلمانوں کے علاقوں کو ویران کرنا تھا۔

*

احمد بن سعید اور قراقوش کے ہاتھوں شکست کھانے کے بعد جب دشمن کے لشکری اپنے لشکر کے دوسرے حصے میں داخل ہوئے تو دشمن کے دوسرے حصے کا لشکر بیدار ہو گیا۔ وہ یہی سمجھے کہ انہیں روکنے کے لئے امیر یعقوب المنصور کا ایک لشکر آرہا ہے لہٰذا انہوں نے گھات پکڑی تھی تاکہ دریائے آنہ کے کنارے کنارے جب احمد بن سعید اور قراقوش کا لشکر بڑھے تو وہ اچانک پشت کی جانب سے حملہ آور ہو کر اس سے اپنی شکست کا انتقام لے سکیں۔

کچھ یوں لگتا تھا کہ قدرت الفانسو کے لشکروں کے خلاف فیصلہ دے چکی تھی اور مشیت کے کارکنان امن برباد کرنے والے الفانسو کے لشکر کے خلاف اہم ترین فیصلے کر چکے تھے۔ اس لئے کہ جس وقت احمد بن سعید کے ہاتھوں دشمن کے لشکری شکست کھانے کے بعد اپنے لشکر کے دوسرے حصے میں شامل ہوئے تھے عین اس وقت اندلس کا والی اور امیر یعقوب المنصور کا بھائی ابو یحییٰ صریم بن طریق کے ساتھ دریائے آنہ کو عبور کر چکا تھا اور اسی لشکر پر حملہ آور ہونے کے لئے پر تول رہا تھا جو گھات میں گیا تھا۔

یہاں ابو یحییٰ اور صریم بن طریق نے بڑی دانشمندی کی۔ انہیں مخبروں نے اطلاع کر دی کہ دشمن کے دوسرے لشکر کو احمد بن سعید اور قراقوش نے شکست دی ہے اور شکست خوردہ لشکر کے سپاہی دوسرے لشکر میں آن شامل ہوئے ہیں اور وہ لشکر گھات میں لگ گیا ہے تاکہ جب احمد بن سعید اور قراقوش اپنے لشکر کے ساتھ دریائے آنہ کے ساتھ ساتھ وادی آنہ میں امیر یعقوب المنصور کی طرف جانے کے لئے گزریں تو پشت کی طرف سے حملہ آور ہو کر انہیں ناقابل تلافی نقصان پہنچایا جائے۔

ابو یحییٰ نے یہاں دوسرا قدم اٹھایا اس نے کچھ مخبر دشمن کے لشکر پر نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کئے اور کچھ مخبر اس نے احمد بن سعید اور قراقوش کے لشکر پر بھی نگاہ رکھنے کے لئے مقرر کئے اور انہیں اس نے ہدایات جاری کر دیں کہ دشمن کے لشکر ہی نہیں احمد بن سعید اور قراقوش کے لشکر کی بھی لحہ بہ لحہ نقل و حرکت سے اسے پوری طرح آگاہ رکھا جائے۔

ساتھ ہی دشمن سے نپٹنے کے لئے اپنے جاسوسوں کے ذریعے ابو یحییٰ اور صریم بن طریق نے احمد بن سعید اور قراقوش کو مطلع کر دیا تھا کہ وہ دریائے آنہ کو عبور کر کے دریا کے کنارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کنارے جب مشرق کے رخ پر سفر کریں گے تو دشمن گھات سے نکل کر ان پر حملہ آور ہو وہ مڑ کر اس کا مقابلہ کریں گے۔ اتنی دیر تک احمد بن سعید اور قراقوش ان کی پشت کی طر سے حملہ کر دیں تاکہ دشمن کو تہس نہس کیا جائے۔

سارا لائحہ عمل طے کرنے کے بعد ابویحییٰ اور صریم بن طریق نے انتظار کیا جب مخ نے اطلاع دی کہ احمد بن سعید اور قراقوش کا لشکر قریب آ چکا ہے تب اپنے لشکر کے سا ابویحییٰ اور صریم بن طریق دریائے آنہ کے کنارے کنارے اس سمت بڑھے جہاں امیر یعقو المنصور نے الفانسو کی راہ روکنی تھی۔

دوسری جانب الفانسو کا وہ لشکر جو گھات میں چلا گیا تھا ایک مرتبہ پھر دھوکے اور فریب آیا۔ ابویحییٰ اور صریم بن طریق نے جب دریائے آنہ کے کنارے کنارے اپنے سفر کر آغاز دشمن نے یہی سمجھا کہ یہ احمد بن سعید اور قراقوش کا لشکر ہے جو ان کے پہلے لشکر کو شک دینے کے بعد دریائے آنہ کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے امیر یعقوب المنصور کی ط جا رہا ہے۔

اس موقع پر ابویحییٰ اور صریم بن طریق نے ایک اور دانشمندی کا ثبوت دیا وہ اپنے کے پچھلے حصے میں رہے اور لشکریوں کو پوری طرح چوکس اور چوکنا رہنے کے لئے کہا۔ ہی یہ بھی آگاہ کر دیا کہ جونہی دشمن پیچھے کی طرف سے حملہ آور ہو وہ تکبیریں بلند کریں تکبیروں کی آوازیں سنتے ہی پورا لشکر پلٹے اور دشمن پر حملہ آور ہو جائے۔

ابویحییٰ اور صریم بن طریق کی یہ کوششیں کامیاب رہیں انہوں نے ابھی تین میل کا طے کیا ہوگا کہ اچانک الفانسو کا لشکر اپنی گھات سے نکلا اور پشت کی طرف سے خوفناک نع بلند کرتے ہوئے انہوں نے ابویحییٰ اور صریم بن طریق پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی لیک دونوں بھی چوکنے تھے۔ جونہی دشمن دہشتناک انداز میں نعرے بلند کرتے ہوئے ان کی ط بڑھے ابویحییٰ اور صریم بن طریق نے ایک ساتھ تکبیریں بلند کیں اور ان تکبیروں کے ج میں ان کے لشکریوں نے ایسے تکبیروں کے نعرے بلند کئے کہ پورا آسمان تک گونج اٹھا تھا۔ دیر تک الفانسو کا لشکر ابویحییٰ اور صریم بن طریق پر پر آشوب آندھیوں کی طرح حملہ آور تھا۔

ابویحییٰ اور صریم بن طریق کے لشکری چونکہ اس حملے کے متوقع تھے اس لئے اس

روکنے کے لئے بھی وہ تیار تھے۔ پھر وہ دشمن کو دیکھتے ہوئے تکبیریں بھی بلند کر چکے تھے لہٰذا وہ دشمن پر بے رحم سمندری موجوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ دریائے آنہ کے قریب کھلے میدانوں میں ہولناک جنگ کی ابتدا ہو گئی تھی۔

جبل شت کی طرف سے آنے والے دریائے آنہ کی بوڑھی آنکھوں نے یہ منظر ابھی کچھ دیر کے لئے دیکھا تھا کہ ایک اور انقلاب رونما ہوا اچانک الفانسو کے اس لشکر کی پشت کی طرف سے احمد بن سعید اور قراقوش اپنے لشکر کے ساتھ حملہ آور ہوئے پھر دیکھتے ہی دیکھتے دریا کے کنارے کی زمین انسانی خون سے سرخ ہونے لگی تھی۔ موت اپنی قبا کھولے اپنی بے قراری کا فسوں سنانے لگی تھی۔

تھوڑی دیر کی جنگ کے بعد الفانسو کے اس لشکر نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ دو طرفہ حملے کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ گو بچے کھچے لشکری بھی ان سے آن ملے تھے جنہیں اس سے پہلے احمد بن سعید اور قراقوش نے شکست دی تھی اور ان کی تعداد خاصی ہو گئی تھی لیکن اس کے باوجود احمد بن سعید، قراقوش، ابویحییٰ اور صریم بن طریق کے جان لیوا حملوں نے انہیں ہلا کر رکھ دیا تھا۔ لہٰذا اپنی جانیں بچانے کے لئے انہوں نے شکست تسلیم کی اور بھاگ کھڑے ہوئے۔

الفانسو کے لشکری شمال کی طرف کوہستان طلیطلہ تک بھاگتے چلے گئے۔ احمد بن سعید، قراقوش، ابویحییٰ اور صریم بن طریق نے ان کا تعاقب نہیں کیا لہٰذا کوہستان طلیطلہ سے انہوں نے اپنا رخ تبدیل کیا۔ پھر وہ مشرق میں ان حصوں کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں خود الفانسو اپنے لشکر کے ساتھ پیشقدمی کر رہا تھا۔

احمد بن سعید نے دشمن کا تعاقب اس لئے نہیں کیا کہ وہ وقت ضائع کئے بغیر امیر یعقوب المنصور سے جا ملنا چاہتا تھا جب دشمن شکست اٹھا کر بھاگ گیا تو احمد بن سعید، قراقوش، ابویحییٰ اور صریم بن طریق ایک جگہ جمع ہوئے۔ پھر احمد بن سعید نے ابویحییٰ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میں نہیں جانتا کہ امیر یعقوب المنصور نے آپ کے لئے کیا احکامات جاری کر رکھے ہیں لیکن میں فی الفور وادی آنہ میں امیر یعقوب المنصور سے جا ملنا چاہتا ہوں اور میں ان کے پہلو بہ پہلو الفانسو سے جنگ کرنا چاہتا ہوں۔ دراصل الفانسو نے اپنے لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر کے مسلمان علاقوں کی طرف پیش قدمی کرنی شروع کی تھی تاکہ ہماری طاقت بٹ جائے اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہماری طاقت بٹنے سے اسے فوائد حاصل ہوں اس لئے کہ اس کے لشکر کی تعداد ہم سے بہت زیادہ ہے اور اگر ہمارا لشکر کئی حصوں میں بٹتا ہے تو اس سے صرف الفانسو کو فائدہ پہنچتا ہے میں نے اسی بنا پر بھاگتے ہوئے دشمن کا تعاقب نہیں کیا۔ میں وقت ضائع کئے بغیر دریائے آنہ کے کنارے کنارے وادی آنہ میں امیر یعقوب المنصور سے جا ملنا چاہتا ہوں اب آپ بتائیں کہ آپ کا کیا لائحہ عمل ہے۔"

احمد بن سعید کی گفتگو سے ابو یحییٰ خوش ہوا تھا تھوڑی دیر تک اس نے گردن جھکائے رکھی پھر احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"اے فرزند محترم! تمہارا فیصلہ بالکل درست ہے تمہیں اور قراقوش کو وقت ضائع کئے بغیر وادی آنہ کا رخ کرنا چاہئے امیر یعقوب المنصور نے بھی مجھ سے یہی کہا تھا میں اور صریم بن طریق اپنی لشکر کے ساتھ یہیں قیام کریں گے اور دشمن کے رد عمل کو دیکھیں گے۔ امیر یعقوب المنصور نے میرے لئے یہ احکامات جاری کئے تھے کہ میں ان کے ساتھ الفانسو کے خلاف جنگ نہ کروں بلکہ دریا کے کنارے پڑاؤ رکھوں امیر کے مخبر برابر مجھ سے رابطہ رکھیں گے امیر نے میرے لئے یہ حکم جاری کیا تھا کہ الفانسو کو وہ خود سنبھال لیں گے تاہم اس دوران پرتگال کا بادشاہ سینکو لشکر لے کر نکلے اور ہمارے علاقوں میں ترک تاز کرنا چاہے تو میں اور صریم بن طریق اس کی راہ روکیں۔ اس بنا پر میں آپ کے ساتھ وادی آنہ کی طرف نہ جا سکوں گا بلکہ میں اور صریم بن طریق یہیں رک کر رونما ہونے والے حالات کا انتظار کریں گے۔"

ابو یحییٰ کی گفتگو سے احمد بن سعید کا چہرہ تمتما اٹھا تھا اور ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ کھیل گئی تھی۔ پھر وہ بول پڑا۔

ابو یحییٰ میرے محترم! میں اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ آپ اپنے لشکر کے ساتھ یہیں پڑاؤ کر لیں۔ میں اور قراقوش فوراً مشرق کا رخ کریں اور امیر یعقوب المنصور کے پہلو بہ پہلو الفانسو سے جنگ کریں گے۔ یہ فیصلہ ہونے کے بعد احمد بن سعید اور قراقوش دونوں اپنے لشکر کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

احمد بن سعید اور قراقوش دونوں جب وادی آنہ میں اس جگہ آئے جہاں امیر یعقوب المنصور نے پڑاؤ کر رکھا تھا تو انہوں نے دیکھا سامنے الفانسو بھی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا۔

امیر یعقوب نے ان دونوں کا بہترین استقبال کیا۔ پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔ تمہارے خلاف ایک نالش ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ تم نے دو بڑے بڑے لشکروں کو شکست دی ہے اور اب وہ شکست خوردہ لشکر میرے خیال میں تم سے بہت پہلے الفانسو کے لشکر میں پہنچ چکے ہیں اور انہوں نے الفانسو کو اپنے دونوں لشکروں کی شکست کی خبر سنا دی ہے اب میرے خیال میں الفانسو جنگ کی ابتدا کرنے میں دیر نہیں لگائے گا۔"

احمد بن سعید اور قراقوش چپ چاپ امیر یعقوب المنصور کے ساتھ ہو گئے تھے۔ آگے پیچھے تینوں خیموں میں داخل ہوئے۔ ہاتھ کے اشارے سے امیر یعقوب المنصور نے دونوں کو نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس کے بعد امیر یعقوب المنصور نے دروازے پر کھڑے محافظ کو مخصوص اشارہ کیا وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

امیر یعقوب المنصور ان دونوں کے سامنے ایک نشست پر بیٹھ گیا۔ خیمے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر خاموشی کو احمد بن سعید نے توڑا۔

"امیر محترم! اس خیمے کی طرف آتے ہوئے آپ نے کہا تھا کہ ہم دونوں کے خلاف کوئی نالش لے کر آیا ہے سب سے پہلے آپ ہمیں یہ بتائیے کہ ہم سے کیا غلطی سرزد ہوئی جس کی بنا پر کسی نے ہمارے خلاف شکایت یا نالش کی ہے۔"

احمد بن سعید کے اس استفسار پر امیر یعقوب المنصور تھوڑی دیر تک دھیرے دھیرے مسکراتا رہا باری باری ان دونوں کی طرف دیکھتا بھی رہا پھر وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ ہشام بن ادریس خیمے میں داخل ہوا تھا۔ اسے دیکھتے ہی احمد بن سعید اور قراقوش اٹھ کھڑے ہوئے۔ بڑے پرجوش انداز میں پہلے اس سے گلے ملے مصافحہ کیا۔ اس صورت حال پر امیر یعقوب المنصور کھل کر مسکرا رہا تھا پھر ہشام بن ادریس احمد بن سعید کے پہلو میں ایک خالی نشست پر بیٹھ گیا۔ اس کے بعد امیر یعقوب المنصور کی آواز گونج گئی تھی۔

"احمد میرے بیٹے تھوڑی دیر پہلے تم نے مجھ سے سوال کیا تھا کہ پہلے میں یہ بتاؤں کہ تمہارے خلاف کیا نالش آئی ہے یوں جانو ہشام بن ادریس کی صورت میں نالش خود ہی چل کر خیمے میں آ گئی ہے یہ ہشام بن ادریس ہی تمہارے خلاف شکایت لے کر آیا ہے میں تم دونوں کو نالش کی تفصیل بتاتا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرے عظیم فرزندو جب تم لوگوں نے قرطبہ سے سفر کرتے ہوئے اشبیلیہ کا ر اشبیلیہ میں ابن رشد کے کہنے پر ہشام بن ادریس کے باپ اور اس کے چچا سے ملاقات ملاقات میں دو لڑکیاں بھی بہت اہم تھیں ایک کا نام غریطہ اور دوسری کا نام مورینہ دونوں سے ان کی ملاقات پہلے چند لمحوں کے لئے باغ میں ہوئی پھر تم وہاں سے کوچ کر گئے

"طلیوس شہر کے اس پار زلاقہ کے کھلے میدانوں میں جب تمہارا ٹکراؤ برق کلیا ٹیمپلروں کے سربراہ کاریون سے ہوا تھا تو تم دونوں نے انہیں شکست دی بعد میں ت ملاقات ہشام بن ادریس سے ہوئی۔ اس کے ماں باپ اور بہن کے کہنے پر تم لوگوں نے بن ادریس کو اپنے گھر بھیج دیا۔"

"تمہاری یہ کارگزاری یوں جانو غریطہ اور مورینہ کے دل میں گھر کر گئی وہ بیچار دونوں کو پسند کرنے لگیں۔ احمد بن سعید غریطہ تمہیں پسند کرتی ہے جبکہ مورینہ قراق چاہنے لگی ہے۔"

"تم دونوں جانتے ہو کہ غریطہ ہشام بن ادریس کی سگی بہن ہے جبکہ مورینہ چچا ا زاد ہے مورینہ کی ایک بڑی بہن بھی ہے جس کا نام عرفہ ہے وہ ہشام بن ادریس سے من تھی۔ اب ہشام کے ساتھ اس کی شادی بھی ہو چکی ہے۔"

"غریطہ اور مورینہ دونوں نے کہیں تم دونوں سے اپنی چاہت کی گفتگو آپس میں ک عرفہ نے سن لیا اور گھر والوں کو بتا دیا۔ اور اب تم دیکھتے ہو ہشام بن ادریس یہی بات۔ ادھر آیا ہے گھر سے چلتے وقت اس کا کہنا تھا کہ اس نے ارادہ کیا تھا کہ اس موضوع راست تم سے گفتگو کرے گا اس کا کہنا ہے کہ راستے میں اس نے اپنا ارادہ بدل دیا اور چا سارا معاملہ میرے سامنے پیش کرے۔"

"تم دونوں کی یہاں آمد سے پہلے یہ میرے پاس پہنچ چکا تھا۔ سارے حالات سے ا مجھے آگاہ کر دیا۔ اسی بنا پر میں نے تم دونوں کو اپنے خیمے میں بلایا ہے اور یہی تم دونو خلاف نالش ہے جس کا میں نے ذکر کیا۔ میرے بچو گو میں نے غریطہ اور مورینہ کو دیکھ رکھا لیکن جو نقشہ ہشام بن ادریس نے ان دونوں کا پیش کیا ہے تو ایسی لڑکیاں کسی خوش ق سے ہی محبت کرتی ہیں اب تم بتاؤ تمہارا اس سلسلے میں کیا ردعمل ہے۔"

"میرے بچو یہ بات بھی یاد رکھنا کہ ہشام بن ادریس کا ان سرزمینوں کی طرف آ

دونوں بہنوں کا مستقبل محفوظ کرنا ہے اس لئے کہ وہ تم دونوں کو اپنانے کا عہد کر چکی ہیں۔ اس کے ماں باپ، چچا اور خالہ نہیں چاہتے کہ بچیوں کو ان کی پسند نہ ملے اب میں تم دونوں کے خیالات جاننا چاہوں گا۔"

امیر یعقوب المنصور کے خاموش ہونے کے بعد احمد بن سعید اور قراقوش دونوں نے ایک دوسرے کی طرف بڑے غور سے دیکھا۔ کچھ دیر تک دونوں کھسر پھسر کرتے رہے۔ اس دوران دونوں کے چہرے پر کبھی سنجیدگی کبھی مسکراہٹ پھیل جاتی تھی۔ پھر شاید دونوں نے کوئی فیصلہ کیا اس کے بعد احمد بن سعید نے ایک بھرپور نگاہ اپنے پہلو میں بیٹھے ہشام بن ادریس پر ڈالی اس کے بعد امیر یعقوب المنصور کو مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

"امیر محترم! جہاں تک میرے ساتھی میرے رفیق میرے بھائی قراقوش کا تعلق ہے اس نے پہلے ہی مورینہ کو دیکھ رکھا ہے اس نے اس سے اپنی پسند کا اظہار کر دیا ہے اور یہ اس سے شادی کے لئے رضامند ہے۔ ایک معاملہ تو طے ہوا۔"

"امیر محترم! جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو میں غریطہ کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ میری ذات کے ساتھ ایک عہد وابستہ ہے۔ جب تک میں اس عہد کو پورا نہیں کر لیتا شادی نہیں کروں گا۔ اس راز کو میرا بھائی قراقوش ہی جانتا ہے اگر وہ راز میں دوسرے لوگوں پر بھی افشا کر دوں تو ایک زبان سے دوسری زبان تک پھیل جائے گا پھر میں اس کی تکمیل نہ کر پاؤں گا اور اگر اس کی تکمیل نہ ہو سکی تو یاد رکھئے زندگی بھر میں شادی نہ کر سکوں گا۔ یہی میرا عہد ہے۔ شعبان بھی اسی عہد کے پیچھے سرگرداں ہے۔"

احمد بن سعید کا یہ جواب سن کر پہلو میں بیٹھا ہشام بن ادریس بجھ سا گیا تھا اس لئے کہ احمد بن سعید کے ساتھ اس کی سگی بہن غریطہ وابستہ تھی اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ غریطہ دیوانگی کی حد تک احمد بن سعید کو چاہنے اور پسند کرنے لگی تھی۔

ہشام بن ادریس کی یہ کیفیت امیر یعقوب المنصور نے بھی بھانپ لی تھی کچھ دیر تک وہ ہشام بن ادریس کی طرف بڑے غور سے دیکھتا رہا اس کے بعد احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"احمد میرے بیٹے کیا ایسا ممکن نہیں کہ وہ راز تم ہم سے بھی کہو۔"

"امیر محترم! میں نے آپ سے کہا کہ اس راز میں میرے شریک صرف قراقوش اور شعبان ہیں۔ یاد رکھئے وہ راز اگر میں نے کھلے عام یہاں کہہ دیا تو اس میں چار آدمی شریک ہو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جائیں گے ایک آپ ایک ہشام بن ادریس۔ ہشام بن ادریس سے وہ راز اس کے اہل تک پہنچے گا پھر ایسا پھیلے گا کہ روکے سے نہ رکے گا اور جس کام کی میں تکمیل کرنا چاہتا اسے مکمل نہ کر سکوں گا۔"

اس کے بعد احمد بن سعید اپنی جگہ سے اٹھا۔ اپنا منہ امیر یعقوب المنصور کے کان تک گیا تھوڑی دیر تک بڑی رازدارانہ سرگوشی کی۔ اس سرگوشی کے دوران ایک لمحہ ایسا بھی آ امیر یعقوب المنصور کا چہرہ غصے میں تانبے کی طرح تپ گیا تھا اور آنکھیں قہر بھری آگ بر تھی۔ کچھ دیر تک یہ سماں رہا۔ احمد بن سعید پیچھے ہٹ کر اپنی نشست پر بیٹھ گیا تھا۔ امیر یعق المنصور پر ابھی تک غصے اور غضبناکی کی کیفیت طاری تھی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ عجیب سے ا میں اپنی گردن بھی ہلاتا جا رہا تھا۔ پھر احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے امیر یعقوب المن توصیفی انداز میں بول اٹھا۔

"سعید کے بیٹے قسم خدائے واحد کی جو ہر عیب سے پاک ہے تم نے جو عہد کر رکھا ہر کام سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ جو عہد تم نے کیا ہے اس میں ایک قوم کی عزت و عظمت ا ملت کی رفعت و وقار کا سوال اٹھتا ہے۔ میں تمہارے اس ارادے اور تمہارے اس عزم پوری طرح مطمئن اور متفق ہوں۔"

"احمد بن سعید جس کام کا تم نے عہد کر رکھا ہے ایسے کام کرنے کے مواقع نہ ہر ایک میسر آتے ہیں نہ ایسے مواقع بار بار انسان کی زندگی میں رونما ہوتے ہیں۔ ان کاموں کی سے انسان کی عاقبت سنور جاتی ہے اور اس کام کی تکمیل سے لوگوں کے لئے ایک عبرت اور درس آمیزی کا سامان بھی اٹھتا ہے۔ میں اس دن کا شدت سے انتظار کروں گا جب تم ا عہد کی تکمیل کرو گے۔"

امیر یعقوب المنصور خاموش ہو گیا۔ اس خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سرگوشی سے انداز میں احمد بن سعید نے اپنے پہلو میں بیٹھے غریطہ کے بھائی ہشام بن ادریس کو مخا کیا۔

"ہشام میرے بھائی میرے رد عمل کا برا مت ماننا جس عہد کی خاطر میں نے شادی کرنے کا ارادہ کیا ہے وہ بڑا مقدس اور اعلیٰ و ارفع عہد ہے۔ میں اس کا انکشاف ابھی کس نہیں کر سکتا۔ پہلے صرف قراقوش اور شعبان اس عہد میں میرے رازدار تھے۔ اب اس

کی خبر امیر یعقوب المنصور کو بھی ہو چکی ہے اور میں اس راز کو یہیں تک رکھنا چاہتا ہوں اگر یہ پھیلا تو جس کام کی میں تکمیل کرنا چاہتا ہوں وہ میرے لئے اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جائے گا۔"

"میرے بھائی واپس جا کر اپنی بہن غریطہ سے یہ مت کہنا کہ میں اسے ناپسند کرتا ہوں یا اس سے محبت کا اظہار نہیں کرتا یا اس میں پسندیدگی ظاہر نہیں کرتا میرے بھائی ایسی لڑکیاں کسی قسمت والے ہی کو نصیب ہوتی ہیں۔ ہاں اسے یہ ضرور کہہ دینا کہ اگر میں اپنے کام کی تکمیل کر سکا تو پھر اسے اپنی زندگی کا ساتھی بناتے ہوئے فخر محسوس کروں گا۔ جہاں تک قراقوش اور مورینہ کا تعلق ہے تو جب تم اور تمہارے اہل خانہ چاہو گے ہم انہیں رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیں گے۔ میرے خیال میں تم میرے جواب سے مطمئن ہو گئے ہو گے۔"

ہشام بن ادریس جو تھوڑی دیر پہلے فکر مند غم ناک اور اداس بیٹھا ہوا تھا احمد بن سعید کی اس گفتگو سے وہ کسی قدر مطمئن سا دکھائی دینے لگا تھا۔ پھر امیر یعقوب المنصور نے ہشام بن ادریس کو مخاطب کیا۔

"ادریس کے بیٹے تم ہمارے لشکر کے پڑاؤ میں قیام کرو۔ الفانسو شاید بہت جلد جنگ کی ابتدا کرے اس جنگ کے بعد تم یہاں سے کوچ کرنا اور میری دونوں بیٹیوں کو جا کر اچھی خبر سنانا۔ مجھے امید ہے ان میدانوں میں ہم الفانسو کو بدترین شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

ہشام بن ادریس سے ہٹ کر امیر یعقوب المنصور نے احمد بن سعید کی طرف دیکھا۔

"احمد میرے بیٹے میں جانتا ہوں کہ تم اور قراقوش تھکے ہوئے ہو اپنے لشکر میں جاؤ ہشام کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ لشکریوں کو آرام کرنے کا حکم دو اور ان کے کھانے کا بہترین انتظام کرواؤ۔ میں چاہتا ہوں کہ جنگ کی ابتدا کرنے سے پہلے پہلے تمہارے لشکری بھی تازہ دم ہو جائیں۔ اب اٹھو اور اپنے لشکر میں جاؤ۔" اس کے ساتھ ہی احمد بن سعید اور قراقوش اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے، خیمے سے وہ نکل گئے ہشام کو بھی وہ اپنے ساتھ لے گئے تھے۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شمالی اندلس کا حکمران الفانسو جنگ کی ابتدا اس لئے نہیں کر رہا تھا کہ اسی اپنے دو لشکروں کی کارگزاری کا انتظار تھا۔ اپنی دانست میں اس نے امیر یعقوب المنصور کے اندلس میں تین بڑے محاذ کھولے تھے لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ دو محاذ مکمل طور پر ختم ہو جائیں گے۔ جب اسے خبر ہوئی کہ اس کے دو لشکروں کو بدترین شکست ہوئی ہے او ناقابل تلافی نقصان ہوا ہے تب اس نے آنہ کی وادیوں میں امیر یعقوب المنصور سے ٹک عزم کر لیا تھا لہٰذا دوسرے ہی روز صبح ہی صبح اس نے اپنے لشکر میں جنگ کے طبل بج تھے۔

امیر یعقوب المنصور بھی دشمن کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار اور مستعد تھا۔ جر الفانسو کے لشکر میں جنگ کے طبل بجنے لگے۔ تب امیر یعقوب المنصور' احمد بن سع قراقوش نے بھی اپنے نائبوں کے ساتھ اپنے لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی حملے کی ابتدا امیر یعقوب المنصور نے نہیں کی بلکہ الفانسو نے اپنے لشکر کو آگے بڑھا الفانسو امیر یعقوب المنصور کے لشکر پر کچھ اس طرح حملہ آور ہوا جیسے صدیوں کے بو بجھتے غمزدہ اداس شعلے اچانک بیداری کا واہمہ اور فضا کا المیہ بن کر اٹھ کھڑے ہوں۔

امیر یعقوب المنصور اور اس کے لشکریوں نے الفانسو اور اس کے لشکریوں کا آ طرح استقبال کیا تھا جیسے روز اول سے ابدی قربان گاہوں کے متلاشی خشمگیں عناصر ا دکھاتے ہیں یا گہرے نیلے آسمان پر چھاتے پرانے اندھیروں کو تکتی تاروں بھری چمکیلی رت اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا ہو۔

تھوڑی دیر ایسا ہی سماں رہا الفانسو اپنے لشکر کے ساتھ بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہوتا ر یعقوب المنصور اس کے حملوں کو روکتا رہا پھر ایک تبدیلی ایک انقلاب رونما ہونا شرو اچانک امیر یعقوب المنصور کے لشکر میں اس جگہ جہاں امیر یعقوب المنصور خود جنگ کر ایک نعرہ بلند ہوا کسی نے بلند آواز میں پکارا تھا۔

اس کے جواب میں احمد بن سعید کے لشکر کی طرف سے زندہ دل چلایا تھا۔ اس نے بھی اپنا پہلے کا سوچا سمجھا نعرہ بلند کیا تھا اور اسی سمے قراقوش کی طرف سے کسی نے پکار کر کہا تھا۔ بس ان نعروں کا بلند ہونا تھا کہ ایک ردعمل ظاہر ہوا۔ امیر یعقوب المنصور' احمد بن سعید اور قراقوش تینوں اپنے حصے کے لشکریوں کے ساتھ دشمن پر جوابی حملے کی ابتدا کر گئے۔ الفانسو کے لشکر پر وہ اس طرح حملہ آور ہوئے جیسے احساس کی تختیوں پر فطرت کے جبر نے اچانک انگڑائی لی ہو یا قیامت اٹھاتے حشر برپا کرتے سنگریزوں کے طوفانوں نے اپنا لبادہ اتار کر حالات کو اپنی گرفت میں کرنے کا عزم کر لیا ہو۔

آنہ کی وادیوں میں اس طرح دونوں لشکروں کے ٹکرانے سے وقت کی دھول اور فاصلوں کی زنجیروں میں جلاد چہروں کی قضا کسی بدیسی مسافر کی طرح فعلاً و عملاً ہر شے کا چہرہ خون آلود کرنے لگی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے قسام ازل کے کارکنان نے اس میدان جنگ کو خونی سیر گاہ اور مرگ کا پڑاؤ بنا کر رکھ دیا ہو۔ کچھ دیر تک خون کی جنگ ہوتی رہی۔ الفانسو انتقام پر اترا تھا اس لئے اسے خبریں پہنچ چکی تھیں کہ اس کے دو لشکروں کو مسلمانوں کے چھوٹے چھوٹے لشکروں نے بدترین شکست دی ہے لہٰذا وہ اپنے ان دو لشکروں کی تباہی اور بربادی کا انتقام بھی امیر یعقوب المنصور سے لینا چاہتا تھا۔ پر شاید اسے یہ خبر نہ تھی کہ جس لشکر نے اس کے دو لشکروں کو تباہی اور بربادی کا منہ دکھایا تھا وہ لشکر بھی امیر یعقوب المنصور سے آن ملا تھا۔

جنگ کے شروع شروع میں الفانسو کو پکا یقین تھا کہ وہ آنہ کی وادیوں میں امیر یعقوب المنصور کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا اس لئے کہ اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس کے لشکر کی تعداد امیر یعقوب المنصور کے لشکر سے زیادہ تھی لیکن جب جنگ کی بھٹی عین عروج پر آئی تب الفانسو اپنے سارے ارادوں کو راکھ ہوتا دیکھ رہا تھا۔

جب جنگ طول پکڑنے لگی۔ تب الفانسو جو اپنے لشکر کے وسط میں تھا اپنے لشکریوں کو پکارتے ہوئے انہیں جنگ کی بھٹی اور زیادہ تیز کرنے پر ابھار رہا تھا۔ لیکن جلد ہی وہ افسردہ دکھائی دینے لگا تھا اس لئے کہ اس نے دیکھ لیا تھا کہ لشکری پیش قدمی نہیں کر رہے تھے بلکہ امیر یعقوب المنصور کے لشکری اس کے لشکر کی اگلی صفوں میں گھستے ہوئے پچھلی صفوں سے بھی تانک جھانک کرنے لگے تھے۔

یہ سماں یقیناً الفانسو کے لئے مایوس کن اور پریشانی کا باعث تھا۔ اس موقع پر اس نے لشکر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی پشت پر طبل نفیریاں اور نقارے بجانے والوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے سازوں کو پوری اور قوت سے بجانا شروع کریں تاکہ اس کے لشکریوں کے اندر نیا جوش و جذبہ پیدا ہو الفانسو اپنے لشکر میں گھوڑے کو ادھر ادھر دوڑاتا ہوا لشکریوں کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے مسلمانوں کے خلاف سیخ پا اور غضب ناک کرنے لگا تھا۔ لیکن الفانسو کی ہر کوشش ناکام اس کے لشکریوں نے پیش قدمی نہیں کی بلکہ مسلمان لشکری موت و قضا سے تانک ج کرتے ہوئے اگلی صفوں سے نکل کر پچھلی صفوں میں گھسنا شروع ہو گئے تھے۔ جو اس با نشان دہی تھی کہ مسلمانوں نے اگلی صفوں کا صفایا کر دیا ہے۔ الفانسو نے اندازہ لگا لیا تھا آنہ کی ان وادیوں میں کسی بھی صورت امیر یعقوب المنصور کو پسپا ہونے پر مجبور نہیں کر یہ بھی دیکھ چکا تھا کہ اگر جنگ مزید جاری رہی تو اس کے مقدر' اس کی قسمت میں بد شکست کے سوا کچھ نہیں لکھا ہوا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے الفانسو نے اپنے سالاروں سے مشورہ کیا پھر اس نے لشکر کے اندر سفید جھنڈے بلند کر دیئے۔ ساتھ ہی اس نے لشکریوں کو جنگ سے ہاتھ اٹھا حکم دے دیا۔ امیر یعقوب المنصور نے جب دیکھا کہ الفانسو نے اپنے لشکر میں سفید جھن بلند کر دیئے ہیں اور جنگ رکوا دی ہے تب اس نے بھی اپنے لشکریوں کو جنگ روکنے دے دیا تھا۔

الفانسو نے اپنے لشکر کو تھوڑا سا پیچھے ہٹا لیا تھا۔ امیر یعقوب المنصور نے اپنے لشکری وہیں رہنے دیا اور انہیں مستعد رہنے کا حکم دیا تاکہ دشمن کسی چالبازی دھوکہ دہی کا مظاہرہ سکے۔

ایسا ہونے کے بعد الفانسو نے ایک وفد امیر یعقوب المنصور کی خدمت میں بھیجا او کسی شرط کے صلح کی گزارش کی۔ ساتھ ہی اس نے جنگ کا تاوان دینے کا بھی عہد کیا۔ یعقوب المنصور نے اس پیشکش کو قبول کر لیا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ اگر زیادہ دیر تک الفانسو ساتھ الجھا رہا تو پرتگال کا حکمران سینکو بھی اپنے لشکر کے ساتھ الفانسو سے جا ملے گا اس اس کے لئے دشواریاں اٹھ کھڑی ہوں گی۔ لہٰذا الفانسو کی پیشکش کو امیر یعقوب المنصو قبول کر لیا۔ الفانسو نے تاوان جنگ دینے کا عہد کیا اور اپنے لشکر کو لے کر وہاں سے تھا۔ امیر یعقوب المنصور کے ہاتھوں وادی آنہ میں الفانسو کو یہ بدترین شکست ہوئی

شکست کا داغ اٹھاتے ہوئے وہ واپس اپنے مرکزی شہر کی طرف چلا گیا تھا تاہم امیر یعقوب المنصور نے اپنے طلایہ گروں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ اس کے اردگرد منڈلاتے رہیں اور اس کے لشکریوں کی نقل و حرکت سے اسے آگاہ کرتے رہیں۔

امیر یعقوب المنصور نے اپنے لشکر کو وہیں پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ ابھی یہ پڑاؤ صرف ایک ہی دن رہا تھا کہ امیر یعقوب المنصور کو اطلاع ملی کہ پرتگال کا حکمران سینکو اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر سے نکلا ہے اور مسلمانوں کے علاقوں کا رخ کئے ہوئے ہے۔ یہ خبر ملتے ہی امیر یعقوب المنصور نے پڑاؤ اٹھا لیا اور لشکر کو لے کر وہ بڑی تیزی اور برق رفتاری کے ساتھ سینکو کی طرف بڑھا تھا۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہشام بن ادریس ایک روز اپنے گھوڑے کی باگ تھامے اپنی حویلی میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی اس کی بہن غریطہ خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اس کی طرف لپکی۔ اس کے گھوڑے کی باگ پکڑی اور خراماں خراماں اسے اصطبل کی طرف لے گئی تھی۔ اتنی دیر تک ہشام کا باپ' چچا' ماں' خالہ اور چچا زاد بہنیں اس کے اردگرد جمع ہو گئے تھے۔ قبل اس کے کہ اس سے کچھ پوچھا جاتا اس کی بہن غریطہ بھی گھوڑے کو اصطبل میں باندھنے کے بعد وہاں آن کھڑی ہوئی تھی۔ اس موقع پر ہشام بن ادریس کے باپ ابن یوجان نے اسے مخاطب کیا۔

"اے میرے بیٹے جس کام کے لئے تو گیا تھا اس کا کیا بنا؟"

ہشام بن ادریس نے پہلے ایک مسکراتی ہوئی نگاہ مورینہ پر ڈالی پھر سنجیدہ انداز میں اپنی بہن غریطہ کی طرف پھر اپنے باپ کو وہ مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے بہتر یہی ہو گا کہ ہم دیوان خانے میں بیٹھیں وہاں بیٹھ کر تفصیل سے گفتگو کرتے ہیں۔ میرے پاس ایک اچھی دوسری بری خبر ہے۔ مجھے امید ہے آپ لوگ محسوس نہیں کریں گے۔"

اس کے ساتھ ہی ہشام بن ادریس دیوان خانے کی طرف ہو لیا تھا۔ سب اس کے پیچھے پیچھے دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ جب نشستوں پر بیٹھ گئے تب ہشام بن ادریس نے وہ ساری گفتگو جو امیر یعقوب المنصور کی موجودگی میں احمد بن سعید اور قراقوش کے سلسلے میں ہوئی تھی انہیں سنا ڈالی تھی۔

ہشام بن ادریس کے تفصیل سنانے کے بعد کمرے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ مورینہ کسی قدر مطمئن اور خوش تھی لیکن غریطہ غم زدہ تھی۔ اس کی گردن جھک گئی تھی۔

ہشام بن ادریس مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کا باپ ادریس بن یوجان بول پڑا۔

"بیٹے یہ تو کہو الفانسو کے ساتھ جو متوقع جنگ تھی اس کا کیا بنا اور اب امیر یعقوب المنصور اپنے لشکر کے ساتھ کہاں ہیں؟"

"اے میرے باپ! امیر یعقوب المنصور نے احمد بن سعید اور قراقوش کے ساتھ مل کر لفانسو کو بدترین شکست دی ہے۔ اب پرتگال کا حکمران سینکو بھی امیر یعقوب المنصور سے ٹکرانے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا ہے لہٰذا امیر یعقوب المنصور انہی علاقوں کا رخ کر رہے ہیں۔ میرا ندازہ ہے اگر وہ مناسب رفتار سے بھی سفر کرتے رہے تو آنے والی شب وہ اشبیلیہ شہر کے نواح ں پہنچ جائیں گے۔ وہاں سے روانہ ہونے سے قبل میری امیر یعقوب المنصور سے بات ہوئی نی میرے خیال میں امیر یعقوب المنصور اشبیلیہ میں کچھ دیر لشکر کو ستانے اور کھانا کھانے کا وقع فراہم کریں گے اس کے بعد دوبارہ سینکو کی طرف پیشقدمی کریں گے۔"

غریطہ بے چاری غمزدہ حالت میں ابھی تک کسمسا رہی تھی نہ جانے اسے کیا سوجھی اپنی ں کے قریب ہوئی اور اس کے کان سے اپنا منہ لگاتے ہوئے بول پڑی۔

"اے میری ماں جیسا کہ بھائی بتا چکے ہیں کہ امیر یعقوب المنصور آنے والی شب کو اپنے کر کے ساتھ اشبیلیہ کے نواح میں پڑاؤ کریں گے ظاہر ہے احمد بن سعید بھی ان کے ساتھ ہوں گے۔ اے میری ماں کیا آپ مجھے اجازت دیتی ہیں کہ میں احمد بن سعید سے مل سکوں ان سے یادہ نہیں تو بس یہی جان سکوں کہ کیا وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ اے میری ماں جہاں راقوش نے مورینہ کو اپنانے کی حامی بھری وہاں کیا بات ہے کہ میں احمد بن سعید کی نگاہوں میں د کر دی گئی ہوں۔"

غریطہ کی ماں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اسے تسلی دی پھر سرگوشی کے ہی انداز میں کہنے لگی۔

"میری بچی تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ احمد بن سعید نے تمہیں رد یں کیا تمہارے بھائی نے بتایا ہے کہ اس کے ذمے کوئی کام ہے اس نے جن امور کی بنا پر ہارے ساتھ شادی کرنے سے انکار کیا ہے۔ تمہارے بھائی نے بتایا ہے کہ اس کے دو حصے ں۔ ایک حصہ احمد بن سعید کی ذات سے وابستہ ہے دوسرا حصہ اس کے ایمان سے وابستہ ہے۔ تمہارے بھائی سے پوچھتے ہیں کہ کیا وہ اس امر کی تفصیل بتا سکے گا جس کے تحت احمد بن ید نے تمہارے ساتھ شادی کرنے سے انکار کیا ہے۔ میری بچی تمہیں فکرمند ہونے کی رورت نہیں ہے میں تمہارے باپ تمہارے بھائی تمہارے چچا سے بات کرتی ہوں اور ہیں اس بات کی اجازت لے کر دیتی ہوں کہ جب یعقوب المنصور اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرے تو تم احمد بن سعید سے مل سکو۔ بالمشافہ اس سے گفتگو کر سکو۔"
اپنی ماں کا یہ جواب سن کر غریطہ کسی حد تک مطمئن ہو گئی تھی۔ اس موقع پر اس
نے اپنے بیٹے ہشام بن ادریس کو مخاطب کیا۔ "میرے بیٹے' میرے بچے تو نے یہ تو اچھ
سنائی ہے کہ قراقوش مورینہ کو اپنانے کے لئے تیار ہے لیکن تو نے یہ تفصیل نہیں بتائی ک
بن سعید نے غریطہ کو اپنانے سے کیوں انکار کر دیا ہے کیا تم اس کام کی تفصیل بتاؤ گے ج
تکمیل سے پہلے اس نے شادی کرنے سے انکار کیا ہے۔"

ہشام بن ادریس کی گردن تھوڑی دیر تک جھکی رہی پھر اس نے اپنی ماں کی طرف دیکھ

"اے میری ماں! وہ تفصیل احمد بن سعید کسی کو نہیں بتاتا الفانسو کے ساتھ جنگ ک
میں رخصت ہو رہا تھا تو تھوڑی دیر کے لئے امیر یعقوب المنصور کی موجودگی میں قراقوش
احمد بن سعید کے ساتھ میری گفتگو ہوئی تھی۔ احمد بن سعید نے یہی اشارہ دیا تھا کہ جس کا
خاطر اس نے اپنی ساری خوشیوں کو روک رکھا ہے اس کے دو حصے ہیں ایک اس کی ذات
دوسرا اس کے ایمان سے وابستہ ہے۔ اے میری ماں میں آپ سے یہ بھی کہوں کہ امیر یعق
المنصور نے یہ بھی کہا تھا کہ سینکو سے نپٹنے کے بعد وہ یہ پسند کریں گے کہ قراقوش اور مو
کی شادی کر دی جائے لہٰذا آپ مورینہ کی شادی کی تیاریاں کر سکتے ہیں جہاں تک میری
غریطہ کا تعلق ہے اگر یہ احمد بن سعید کا انتظار کر سکتی ہے تو کرے ورنہ جہاں یہ چاہے گی ا
شادی کا اہتمام کر دیا جائے گا۔"

دیوان خانے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی تھی اس کے بعد غریطہ کی ماں ایک بار
بول پڑی تھی۔

"بیٹے اس سلسلے میں غریطہ نے میرے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے سرگوشی کی ہے۔
حالات کو سمجھ رہی ہے اور چاہتی ہے کہ امیر یعقوب المنصور جب اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ
ہوں تو غریطہ کو اجازت ہو کہ وہ احمد بن سعید سے مل کر دو بدو اس سے گفتگو کر سکے۔ بس
جانو یہ اپنا اطمینان قلب چاہتی ہے میرے خیال میں تم دونوں باپ بیٹے اور چچا کو اس پر
اعتراض نہ ہو گا۔"

اس موقع پر ہشام اس کے باپ ادریس اور چچا عدی نے باہم مشورہ کیا پھر ادریس کی آ
سنائی دی۔

"غریطہ میری بیٹی میری بچی! امیر یعقوب المنصور جب اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پڑاؤ کرتے ہیں تو تمہیں اجازت ہے کہ تم احمد بن سعید سے مل سکتی ہو یہی نہیں میری بیٹی جب کبھی بھی احمد بن سعید یہاں آئے یا اس کا لشکر آس پاس پڑاؤ کرے تم جب اور جس وقت چاہو احمد بن سعید سے مل سکتی ہو اور جو بھی تم فیصلہ کرو گی ہمارے لئے وہ آخری ہو گا۔"

اپنے باپ کی گفتگو سے غریطہ بھی کسی قدر مطمئن ہو گئی تھی پھر اپنی ماں کے کہنے پر وہ اپنی دونوں چچا زاد بہنوں کو لے کر باہر نکل گئی تھی تاکہ گھر والوں کے لئے تینوں مل کر کھانا تیار کریں۔

*

اسی روز امیر یعقوب المنصور نے اشبیلیہ کے نواح میں اپنے لشکر کا پڑاؤ کیا تھا۔ امیر یعقوب المنصور کے حکم پر بڑی تیزی سے وہاں خیمے نصب کئے گئے۔ سب سے پہلے لشکریوں کے کھانے کا اہتمام کیا گیا۔ دراصل امیر یعقوب المنصور' احمد بن سعید اور قراقوش تینوں پرتگال کے حکمران سینکو کے سامنے آنے سے پہلے اپنے لشکریوں کو مکمل آرام کرنے اور ستانے کا موقع فراہم کرنا چاہتے تھے۔

احمد بن سعید جب قراقوش کے ساتھ لشکر میں مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد لوٹ رہا تھا تو راستے میں امیر یعقوب المنصور نے اسے روکا۔ احمد اور قراقوش دونوں ٹھٹکے اس لئے کہ امیر یعقوب المنصور کے ساتھ اس وقت ہشام بن ادریس بھی تھا۔ دونوں نے آگے بڑھ کر اس سے پرجوش مصافحہ کیا۔ امیر یعقوب المنصور تھوڑی دیر تک دونوں کا جائزہ لیتا رہا پھر قراقوش کو اس نے مخاطب کیا۔

"قراقوش میرے بیٹے تم اپنے خیمے میں جاؤ۔"

قراقوش منہ سے کچھ نہ بولا' پلٹا اور وہاں سے چلا گیا تھا اس کے جانے کے بعد امیر یعقوب المنصور نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"سعید کے بیٹے اپنے خیمے مین جاؤ کوئی تمہارے خیمے میں تمہارا منتظر ہے اور وہ ایک نہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہے۔ وہ کون ہے کس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہے اس کے متعلق کوئی سوال مت کھڑا کرنا بس تم اب اپنے خیمے کی طرف جاؤ۔"

احمد بن سعید چپ چاپ پلٹا اور اپنے خیمے کی طرف ہو لیا تھا۔ خیمے میں [illegible] ادھر ادھر ٹہلتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئے غریطہ بڑی بے چینی سے اس کی منتظر تھی۔ غریطہ کو دیکھتے ہی احمد بن سعید ٹھٹکا پریشان بھی ہوا تاہم وہ خیمے میں داخل ہوا اور دھیمے لہجے میں مخاطب ہوا۔

"اے بنت ادریس! تم یہاں؟"

غریطہ نے چونکتے ہوئے احمد بن سعید کی طرف دیکھا پھر بول پڑی۔

"امیر احمد بن سعید میرا نام بنت ادریس نہیں ہے۔ میرا نام آپ جانتے ہیں آپ غریطہ کہہ کر بھی مخاطب کر سکتے ہیں۔ نہ میں آپ کے لئے اجنبی ہوں نہ آپ میرے ناآشنا ہیں۔ میں ایک انتہائی اہم موضوع پر آپ سے گفتگو کرنا چاہتی ہوں۔ مجھے امید ہے آ مجھے تھوڑا وقت ضرور دیں گے۔"

احمد بن سعید آگے بڑھا ہاتھ کے اشارے سے ایک نشست پر اس نے غریطہ کو بیٹھنے لئے کہا۔ غریطہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر تک کمرے میں خاموشی رہی۔ اس کے بعد ا بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے غریطہ بول پڑی۔

"میرا بھائی ہشام بن ادریس آپ اور قراقوش بھائی کے پاس ایک پیغام لے کر گیا تھ پیغام میرے ماں باپ میری خالہ اور چچا کی طرف سے تھا۔ اور اس میں ہمارے جذبے بھی شا تھے۔ میں خوش ہوں کہ میری بہن مورینہ کو قراقوش کی صورت میں ایک منزل مل چکی ہے میں جان سکتی ہوں کہ آپ نے کیوں مجھ سے نفرت کا اظہار کیا۔ کیا میں جان سکوں گی کہ کی آپ نے مجھے رد کیا' کیوں اپنی زندگی کا ساتھی بنانے سے انکار کر دیا۔ آپ کے انکار نے میر جذبوں کو گرد آلود' زندگی کو بوجھل اور ویران بنا کر رکھ دیا ہے۔ آپ جب پہلی بار ہمارے میں آئے تھے تو خاموشی کی زبان سے ہی میں آپ سے بہت کچھ کہہ گئی تھی۔ پر لگتا ہے آ میری اس زبان کو سمجھتے نہیں۔ آپ کے انکار نے مجھے صحرا میں تپتے تنہا درخت کی طرح بنا رکھ دیا ہے میں زندگی بھر ویران حیات کے گوشوں میں تپتی رہوں گی۔ دل جلاتی رہوں آپ کے انکار سے کیا میں یہ سمجھ لوں کہ میں مصاف زندگی ہار چکی ہوں۔"

غریطہ جب خاموش ہوئی تو احمد بن سعید بول پڑا۔

"غریطہ تم غلط سمجھی ہو۔ میرے ذمے ایک اہم کام ہے اور یہ کام ان لوگوں کے خلا ہے جو انسانیت کے لئے درد اور روح کے نغموں کے بیوپاری بن کر آتے ہیں۔ جب تک اس کام کی تکمیل نہیں کر لیتا اس وقت تک افق تا افق میرے سامنے آگ و خون کا حجاب ر گا۔ میری منزلیں خوں بار رہیں گی میرے لئے چاند مدھم آسمان اور قافلہ آدم منجمد رہے گا۔ میں نے یہ ساری تفصیل تمہارے بھائی سے بھی کہہ دی تھی اس لئے میں مزید اس کام سے متعلق کچھ کہنا پسند نہیں کروں گا۔ سنو غریطہ' انسان نہ اپنے مقدر کا خدا ہے نہ اپنے حاصل حیات پر کلی عبور رکھتا ہے۔ پھر بھی ان خزاں زدہ لوگوں پر ضرور وارد ہو گا جو اوروں کے شعور زندگی میں بریدہ رنگ پھیلاتے ہیں۔"

"غریطہ یہ مت خیال کرنا کہ میں جذبوں سے عاری پتھر کا ایک انسان ہوں میں بھی اپنی کتاب زندگی کے اوراق میں حسین نقش دیکھنا چاہتا ہوں میں بھی تہذیب کے کھردرے ہاتھوں میں مسرت کی جستجو کرتے جذبوں سے ہم کنار ہونا چاہتا ہوں۔ پر جب تک میں اپنے اس کام کی تکمیل نہیں کر لیتا جس کی تفصیل میں کسی سے کہہ نہیں سکتا اس وقت تک میں اپنی خوشی کا کوئی اہتمام نہیں کروں گا۔ میں نے عہد کر رکھا ہے کہ جب تک میرے نفس کی آخری آنچ باقی ہے جب تک میرے جسم میں خون کے آخری قطرے نے حرکت کرنی ہے میں بھی اس وقت تک ان لوگوں کے خلاف حرکت میں آؤں گا جو زندگی کو دربدر اور انسان کے خدوخال کو لہولہو کرنے کا فریضہ انجام دیتے ہیں۔"

"سنو غریطہ جو کام میں کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہوں اس کا تعلق میری ذات اور ایمان دونوں سے ہے گو یہ کام انتہائی کٹھن ہے ایسے ہی جیسے برف سے حدت پیدا کرنی پڑے اور آگ سے ٹھنڈک نکالنی پڑے۔ مجھے ایسے لوگوں کے ساتھ شکست و ریخت کا ایک طویل سلسلہ کرنا ہو گا وہ لوگ میرے لئے قدم قدم پر مرگ کے جال' موت کے پھندے بھی کھڑے کر سکتے ہیں میرے نفس نفس میں سراب آثار منظر بھی بھر سکتے ہیں میرے جسم کو ان گنت اکائیوں میں تبدیل کرنے کے علاوہ میرے سارے ارادوں کو ان گنت دائروں میں بھی تقسیم کر سکتے ہیں۔ اس کے باوجود وہ کام ایسا اہم ہے کہ ہر صورت میں اسے کرنا ہے غریطہ اس کام کی ادائیگی میں اگر دشت غربت کی بے کلی' ویران اور وحشت و کرب کا سامنا بھی مجھے کرنا پڑے تو بیک کہوں گا اس کام کی ادائیگی میں دشمن مجھے خاک آلود کر کے موت سے بھی ہمکنار کر سکتے ہیں لیکن ایسا ہوا تب بھی مجھے پرواہ نہ ہو گی اس لئے کہ جو کام میں کرنا چاہتا ہوں وہ میرے ایمان کا زبردست حصہ ہے۔"

"میں تمہیں بنت ادریس کے بجائے تمہاری خواہش کے مطابق غریطہ کہہ کر مخاطب کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہا ہوں اور یہ میرے لئے سعادت اور خوشی کا باعث ہے۔ خدا گواہ ہے میں نے تم سے نفرت نہیں کی نہ ہی تم سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔ سنو غریطہ میں بھی انسان ہوں گوشت پوست کا بنا ہوں کوئی پتھر کا بت نہیں میں بھی چاہتا ہوں کہ اپنی آنکھوں میں کسی کی محبت رنگ بھروں۔ اپنے جذبوں میں کسی کے وصل کی خوشبو کو جگہ دوں۔ پر جب تک میں سفاک لمحات کو طے نہیں کر لیتا اس وقت تک میں اپنی زندگی اپنی زیست میں خوشی کی کوئی بساط کھولنا نہیں چاہتا۔"

غریطہ بے چاری چپ چاپ احمد بن سعید کی گفتگو سنتی رہی۔ جب وہ خاموش ہوا اپنے جذبات کا اظہار کرنے کی خاطر وہ بول پڑی۔

"میں یہی جاننا چاہتی تھی کہ آپ مجھ سے کہیں نفرت تو نہیں کرتے۔ آپ کا یہ کہہ دینا آپ نے مجھ سے نہ بیزاری کا اظہار کیا ہے نہ آپ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ میرے لئے ا بہت بڑے انعام سے کم نہیں تاہم میں اس وقت تک آپ کی واپسی کا انتظار کر سکتی ہوں جب تک آپ اس مقدس کام سے سرخرو نہیں ہو جاتے جسے آپ راز رکھنا چاہتے ہیں۔"

احمد بن سعید کی گردن جھک گئی تھی وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا پھر اس نے غریطہ کی طرف دیکھا۔

غریطہ میں تمہیں کسی دھوکے کسی فریب میں نہیں رکھنا چاہتا۔ میرا ماضی کیا ہے یہ میں تمہیں تفصیل سے نہیں بتا سکتا۔ مستقبل کے متعلق میں کچھ نہیں جانتا میرا حال بھی حال ہی ہے میں تم پر یہ بھی واضح کر دوں کہ جو کام میں کرنا چاہتا ہوں وہ ہفتوں مہینوں اور سالوں پر بھی محیط ہو سکتا ہے۔ تم اگر کبھی انتظار کا کرب برداشت نہ کر سکو تو میری طرف سے تمہیں اجازت ہوگی تم جہاں اور جب اور جس کو چاہو اپنی زندگی کا ساتھی بنا سکتی ہو۔"

احمد بن سعید دم لینے کو رکا، کچھ دیر سوچا، دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"غریطہ میں تمہیں کسی فریب میں نہیں ڈالنا چاہتا میرے ساتھ قراقوش بھی چاہتا تھا کہ کام میں کرنا چاہتا ہوں اس کام کی ادائیگی کے بعد وہ شادی کرے لیکن میں نے اسے ایسا نہ کرنے دیا کیونکہ وہ کام کرنے کی قسم صرف میں نے کھائی تھی، قراقوش نے نہیں۔ لشکر کل صبح تک یہاں سے پرتگال کے حکمران سینکو کی طرف کوچ کرے اس سے نپٹنے کے بعد خیال ہے قراقوش اور موریہ کو رشتہ ازدواج میں باندھ دیا جائے گا۔ غریطہ تم جیسی لڑکی

دے بھی محبت کرے وہ خوش قسمت اور نیک بخت ہے تم نے مجھے پسند کیا ہے مجھے چاہا ہے میری خوش قسمتی ہے پر میری بدقسمتی یہ ہے کہ میں فی الفور قراقوش اور موریہ کی طرح ہیں اپنا نہیں سکتا اگر تم انتظار کر سکتی ہو تو میں تمہارے انتظار کی قدر کروں گا اگر بچ آیا تو ہیں زندگی کے ساتھی کی حیثیت سے گلے لگاؤں گا اور اگر اپنے فرض کی ادائیگی کرتے ہوئے دشمن کے ہاتھوں مارا گیا تو مجھے یہ سمجھ کر بھول جانا، فراموش کر دینا کہ میں طوفانوں اور گرد اندر اڑتا ہوا ایک بگولا تھا جو ہلکا سا لمس دیتا ہوا ہمیشہ کے لئے نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو سے غریطہ بے چاری رو پڑنے والی تھی وہ ہونٹ کاٹ رہی تھی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی کچھ دیر تک وہ بول نہ سکی، ضبط کرتی رہی۔ تاہم اپنی آنکھوں میں چھلک آنے والے آنسوؤں کو وہ روک نہ سکی۔ سر سے بندھے ہوئے رومال سے اس نے آنکھیں خشک کیں، ایک انتہائی کرب خیزی کے سے انداز میں اس نے احمد بن سعید کی طرف دیکھا پھر اس کی روتی لرزتی بین کرتی ہوئی آواز خیمے میں ابھری تھی۔

"میں نہیں جانتی جو مقدس فرض آپ نے اپنے ذمے لیا ہے اس کی کیا نوعیت ہے اور کتنا عرصہ آپ کو اس کی ادائیگی میں لگے گا۔ میں تو صرف یہ جانتی ہوں کہ میں نے آپ کو پسند کیا ہے، آپ کو چاہا ہے اور مہینے سال تو کیا قسم خدائے واحد کی قیامت تک آپ کا انتظار کر سکتی ہوں اگر آپ مجھے یہ وعدہ دیتے ہیں کہ میں آپ کی ہوں آپ میرے ہیں اور میرا ہاتھ لے کر زندگی کے سفر پر روانہ ہوں گے تو میں آندھیوں اور طوفانوں میں بھی کھڑی ہو کر آپ کا انتظار کر سکتی ہوں۔"

"میں نے سمجھا تھا کہ آپ نے مجھے ناپسند کرتے ہوئے شادی کرنے سے انکار کر دیا ہے لیکن اب آپ کی باتوں سے میرے سارے گلے، میرے سارے شکوے جاتے رہے ہیں۔ میرا دل، میرا من اب آئینے کی طرح صاف ہے۔ مجھے یہ جان کر مزید خوشی ہوئی ہے کہ آپ نہ مجھ سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں نہ کبھی آپ نے مجھ سے نفرت کا اظہار کیا بلکہ مجھے پسند کرتے ہیں۔ اب آپ کہیں بھی جائیں مجھے اطمینان ہوگا کہ آپ میرے ہیں بس آپ کی چاہت ہی سہارے جب تک آپ چاہیں گے آپ کا انتظار کر سکتی ہوں۔"

غریطہ یہاں تک کہتے کہتے خاموش ہو گئی تھی۔ احمد بن سعید تھوڑی دیر تک گردن جھکائے کچھ سوچتا رہا پھر ایک بھرپور نگاہ اس نے اپنے سامنے بیٹھی ہوئی غریطہ پر ڈالی۔ اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بعد اسے مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

"غریطہ جب میں نے پہلی بار تمہیں تمہارے باغ میں دیکھا تھا تو تم مجھے اچھی لگ لیکن وہ لمحہ میری پسند کا لمحہ نہ تھا اس لئے کہ میرا تمہارے ساتھ کوئی تعارف نہ تھا۔ لمحہ بھی میں نے تمہاری آنکھوں میں اپنے لئے ایک اپنائیت' ایک شناسائی دیکھی تھی چپ رہا تھا۔

"دوسری بار جب تمہاری میری ملاقات ہوئی تو جہاں تمہاری آنکھوں میں محبت ت بہت سے شکوے بھی تھے پر میں اپنی جگہ مجبور تھا۔ تم سے اپنی پسند کا اظہار نہ کر سکتا جبکہ معاملے کو تم نے ہی شروع کیا ہے تو سنو میں احمد بن سعید اپنے جسم کے آخری قط تمہیں چاہتا رہوں گا تمہیں پسند کرتا رہوں گا جو کام میں نے اپنے ذمے لے لیا ہے ا کرنے کے بعد جو سب سے پہلا کام میں کروں گا وہ یہ کہ تم سے شادی کروں گا اور تمہا تھام کر ایک خوش و خرم زندگی کی ابتدا کروں گا میرے خیال سے تمہیں مجھ سے کوئی شکو ہونا چاہئے۔"

احمد بن سعید کے ان الفاظ سے غریطہ کی آنکھوں اور اس کے چہرے پر خوشیا اطمینان کی لہریں بکھر گئی تھیں۔ اپنی جگہ پر وہ اٹھ کھڑی ہوئی پھر وہ چہکتے ہوئے انداز می پڑی۔

"اب مجھے نہ کوئی دکھ ہے نہ افسوس' نہ کوئی گلہ نہ شکوہ۔ میرے لئے یہی سب انعام ہے کہ اب آپ میرے ہیں اور میری زندگی کے ساتھی ہیں۔ میں اب جاتی ہو یہاں میرے بھائی ہشام لے کر آئے تھے میرے خیال میں وہ خیمے سے باہر بڑی بے چین میرا انتظار کر رہے ہوں گے جبکہ ہم ایک دوسرے کو اپنانے کا عزم اور ارادہ کر چکے ہیں یہاں سے جانے سے قبل آپ سے اجازت مانگتی ہوں کہ کیا مجھے جانے کی اجازت ہے۔"

احمد بن سعید اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ "میرے ساتھ آؤ۔" غریطہ چپ اس کے ساتھ ہو لی۔ دونوں جب خیمے سے باہر آئے تو دنگ رہ گئے۔ خیمے سے باہر اس امیر یعقوب المنصور کے ساتھ غریطہ کا بھائی ہشام اور ان کے پہلو میں قراقوش بھی کھڑا دونوں جب ان کے قریب آئے تب امیر یعقوب المنصور نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"احمد میرے بیٹے غریطہ کا تمہارے ساتھ ایک معاملہ تھا اسی بنا پر ہم نے تم دو

علیحدگی میں گفتگو کرنے کا موقع دیا۔ اس گفتگو میں غریطہ کے بھائی ہشام ہی نہیں اس کے ماں باپ' چچا اور خالہ کی اجازت اور مرضی بھی شامل تھی۔ میرے بچو کیا تم اپنا معاملہ طے کرنے میں کامیاب ہوئے ہو۔"

امیر یعقوب المنصور کے ان الفاظ کے ساتھ ہی احمد بن سعید کے علاوہ غریطہ' قراقوش اور ہشام کے چہروں پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ اس موقع پر احمد بن سعید نے امیر یعقوب المنصور کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"امیر محترم میرے اور غریطہ کے درمیان اب نہ کوئی آڑ ہے نہ کوئی رکاوٹ ہم نے ایک دوسرے کو اپنانے کا فیصلہ کر لیا ہے لیکن یہ عمل اس وقت ہو گا جب میں اس فرض کو ادا کر چکوں گا جو میں نے اپنے ذمے لے لیا ہے۔ غریطہ نے میرے ساتھ وعدہ کیا ہے کہ یہ اس وقت تک انتظار کرے گی جب تک میں اس فرض سے سبکدوش نہیں ہو جاتا۔ بہرحال جس غرض سے غریطہ یہاں آئی تھی اسے ہم نے کامیابی سے طے کر لیا ہے۔"

جواب میں امیر یعقوب المنصور ہی نہیں قراقوش اور ہشام کھل کر مسکرا دیئے تھے پھر ہشام بن ادریس نے امیر یعقوب المنصور' احمد بن سعید اور قراقوش سے اجازت لی ان سے گرمجوش مصافحہ کیا پھر وہ غریطہ کے ساتھ وہاں سے چلا گیا تھا۔ امیر یعقوب المنصور نے صرف ایک شب اپنے لشکر کے ساتھ وہاں قیام کیا دوسرے روز صبح ہی صبح وہ اپنے لشکر کے ساتھ پرتگال کے بادشاہ سینکو کا استقبال کرنے اور اس کی راہ روکنے کے لئے کوچ کر گیا تھا۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پرتگال کا بادشاہ سینکو اپنے ایک بہت بڑے اور جرار لشکر کے ساتھ بڑی تیزی اور رفتاری سے امیر یعقوب المنصور پر حملہ آور ہونے کے لئے پیش قدمی کر رہا تھا۔ وہ ابھی لشکر کے ساتھ شترین شہر کے انتہائی شمال میں دریائے تاجہ اور دریائے آنہ کے درمیان پڑ والے کھلے میدانوں کے اندر تھا کہ اس کو اپنے لشکر کو روکنا پڑا' اس لئے کہ اس نے دیکھا یعقوب المنصور کھلے میدانوں میں اس کی راہ روکے ہوئے تھا اور وہاں اس نے اپنے لشک ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے پرتگال کے بادشاہ سینکو نے بھی اپنے لا ان کھلے میدانوں میں پڑاؤ کا حکم دے دیا تھا گویا دونوں لشکر دریائے تاجہ اور دریائے آ درمیان پڑنے والے کھلے میدانوں کو میدان جنگ بنانے کا عزم کر رہے تھے۔

ایک دن اور ایک رات دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے ر اگلے روز امیر یعقوب المنصور نے اپنے لشکر میں طبل جنگ بجوا دیئے تھے کہ وہ زیادہ دیر سے ٹکرانے کا انتظار نہیں کرنا چاہتے تھے۔ دوسری جانب سینکو نے بھی اپنے لشکر کو استوا شروع کر دیا تھا۔ اس کے لشکر میں بھی طبل' نفیریاں اور نقارے بجنا شروع ہو گئے تھے۔

دونوں لشکر جب اپنی صفیں درست کر چکے تب سینکو کے لشکر سے سیاہ گھوڑے کا سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا میدان جنگ کے وسط میں آیا اور احمد بن سعید لیتے ہوئے اسے انفرادی مقابلے کے لئے للکارا تھا۔

احمد بن سعید اس وقت اپنے حصے کے لشکر کے سامنے کھڑا تھا جونہی اس کا نام لے کر مقابلے کی دعوت دی گئی۔ سر سے لے کر پاؤں تک وہ غضبناک سا ہو گیا تھا۔ اس کے کے تاثرات ایک دم بدل کر رہ گئے تھے۔ اپنے گھوڑے کو اس نے ایک ا گیخت کر ایڑ لگائی اور اسے میدان جنگ کے وسط میں اس جوان کی طرف دوڑا دیا جس نے اسے کی دعوت دی تھی۔ امیر یعقوب المنصور اور دیگر سالار اور لشکری بڑی بے چینی سے یہ دیکھ رہے تھے۔

مقابلے کی دعوت دینے والے کے قریب جا کر احمد بن سعید نے اپنے گھوڑے کو روکا اس کی گردن تھپتھپائی' اس کے سر پر ہاتھ پھیرا پھر اسے جب ایڑ لگائی تو اس کا جوان و توانا گھوڑا مقابلے کے لئے آنے والے جوان کے اردگرد بڑی تیزی اور بڑے خونخوار انداز میں چکر لگانے لگا تھا۔ تین چار چکر لگانے کے بعد احمد بن سعید اس کے سامنے آیا اور پھر اسے مخاطب کیا۔

"میرا نام لے کر مجھے مقابلے کی دعوت دینے والے ذرا بولو تم کون ہو اپنا شجرہ نسب اور سینکو کے لشکر میں اپنا مقام بھی کہہ دو تو میں جانوں کہ میرے مقابل کون آیا ہے۔"

احمد بن سعید کے ان الفاظ کے ساتھ ہی مقابلے کے لئے آنے والے نے اپنے چہرے پر جو آہنی نقاب ڈال رکھا تھا وہ ہٹا دیا۔ پھر اس کی انتہائی پرکشش نسوانی آواز سنائی دی۔ "میری طرف غور سے دیکھ' میرے خیال میں تم مجھے پہچان چکے ہو گے۔ میں نام کی تو مازن ہوں لیکن لوگ مجھے برق کلیسا کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ اس سے پہلے زلاقہ کے میدانوں میں میرا اور کاریون کا تمہارے ساتھ ٹکراؤ ہوا تھا لیکن دھوکہ دہی سے کام لیتے ہوئے تم نے ہمیں شکست قبول کرنے پر مجبور کیا۔ اس شکست کا بدلہ لینے کے لئے میں نے تمہیں انفرادی مقابلے کی دعوت دی ہے اور میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ دونوں لشکریوں کے درمیان اس میدان سے تمہاری لاش ہی واپس تمہارے لشکر میں جائے گی۔"

یہاں تک کہنے کے بعد برق کلیسا لمحہ بھر کے لئے رکی پھر انتہائی قہر بھرے اور روکھے انداز میں اس نے احمد بن سعید کی طرف دیکھا پھر کہہ اٹھی۔

"میں نے آج تک کسی سے بھی شکست قبول نہیں کی تم پہلے جوان تھے جس نے زلاقہ کے میدانوں میں مجھے شکست سے دوچار کیا اور میں نے اس شکست کا بدلہ لینا اپنے اوپر لازم اور فرض جان لیا تھا اور اب اسی میدان میں تم سے شکست کا انتقام لوں گی۔"

برق کلیسا مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ احمد بن سعید نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اسے رکنے پر مجبور کیا پھر کھولتے ہوئے لہجے میں احمد بن سعید نے اسے مخاطب کیا۔

"برق کلیسا تو ایک کمزور' ناتواں' خوبصورت اور حسین عورت ہے تیرے جیسی حسین عورتیں تو وقت کی گود میں عروس حیات بننے کے لئے پیدا ہوتی ہیں۔ تو کیوں خون اگلتے اس میدان جنگ میں ظلمتوں کا ایک بھٹکتا ہوا نقش بننے کے لئے چلی آئی ہے۔ تیرے جیسی خوبصورت عورتیں تو حسن کا کمال اور جذبوں کا جمال بن کر بیٹھتی ہیں۔ تو کس بنا پر میدان

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جنگ کے شعلوں میں تپ کر ڈوبتی نبضوں کی کیفیت اختیار کرنے کو چلی آئی ہے برق کلیسا جا جا اس میں تیری خیریت ہے ورنہ تو اس میدان میں خون میں لت پت پڑی ہو گی۔ یاد رکھ : ڈھالیں اور تلواریں ٹکراتی ہیں تو فضا ناگ کی طرح خوف بھرے پھن پھیلائے چاروں ط بھاگتی پھرتی ہے۔ جا اپنا آپ بچا کر نکل جا ورنہ میدان جنگ میں تو موت کے جھکڑوں کی یو میں بڑے بڑوں کا ذہن منجمد اور آنکھیں پتھر ہو کر رہ جاتی ہیں۔ جا میں تجھے موقع دیتا ہوں بغیر مقابلہ کئے لوٹ جا اس میں تیری خیریت' تیری عافیت ہے۔"

احمد بن سعید خاموش ہوا تو برق کلیسا کھولتے ہوئے انداز میں بول پڑی۔

"احمد بن سعید! یہ زلاقہ کا میدان نہیں جہاں تو دھوکے فریب سے کام لے گا۔ ا میدان میں جب میں پتھروں کی رگوں میں کھولتی ہوئی آگ کی طرح تم پر وار کروں گی تو یاد ر تو اپنی جراتمندی کی ساری آماجگاہیں' اپنی ممارست اپنی شجاعت کے سارے دعووں فراموش کر کے میرے سامنے انتہائی ذلت اور خواری کی حالت میں جھکنے پر مجبور ہو گا۔"

احمد بن سعید نے برق کلیسا کی اس گفتگو کے جواب میں بڑے قہر بھرے انداز میں اس طرف دیکھا پھر بول پڑا۔

"برق کلیسا میں آخری بار تم سے کہتا ہوں کہ خود فریبی اور دھوکے کے خوابوں نکل۔ میں اس وقت سے ڈرتا ہوں جب تو اس میدان کے اندر خاک و خون اور دھول مناظ کی طرح اپنی خشک ہونٹوں پر پچھتاووں کی کہانیاں لئے میرے سامنے موت کی زد میں زندگی آرزو کرے گی۔ میں تمہیں تنبیہہ کرتا ہوں کہ مرگ کے برستے لپکتے شعلوں سے بچ او چھاؤں کی نرم حدت کی طرح میرے مقابلے سے پہلو تہی کرتے ہوئے واپس اپنے لشکر میں چ جا ورنہ پچھتاؤ گی۔"

برق کلیسا نے اپنی تلوار فضا میں بلند کی پھر اس نے طعنہ زنی کے انداز میں احمد بن سعید مخاطب کیا۔

"تم مجھے کوئی بزدل اور کم دل بدو لگتے ہو ورنہ اس طرح مجھے واپس جانے کی ترغیب ن دیتے۔ میرا جی کہتا ہے کہ تم میرے ساتھ مقابلہ کرنے سے کترا رہے ہو کہیں تمہیں میر سامنے شکست سے دوچار نہ ہونا پڑے۔"

برق کلیسا اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکی اس لئے کہ احمد بن سعید کی آنکھیں آگ برسا ئ

تھیں۔ چہرہ غصے میں انگاروں کی طرح تپ گیا تھا۔ اپنی تلوار اس نے فضا میں بلند کی ڈھال آگے کر لی پھر اس نے بڑی بے رخی میں برق کلیسا کو مخاطب کیا۔

"برق کلیسا اب تیرے ساتھ مزید کوئی بات چیت نہیں ہو گی گفتگو بند اور اپنے کام کی ابتدا کر مجھ پر حملہ آور ہو کر دیکھ تجھے ایسے محسوس ہو گا جیسے تو طوفانی چٹانوں سے ٹکرا رہی ہے تو ایک عورت ہے میں تجھے پہلے وار کرنے کا موقع دیتا ہوں۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو سے برق کلیسا کے ہونٹوں پر گہری دلربا مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ آگے بڑھی اور ایک ہولناک انداز میں اس نے احمد بن سعید پر ایک وار کیا تھا جسے احمد بن سعید نے اپنی ڈھال پر لیا تھا۔ اس کے بعد دونوں ایک دوسرے پر اپنی تلواریں برسانے کے بعد اپنا دفاع بھی کرنے لگے تھے۔

برق کلیسا بڑی برق رفتاری سے تیغ زنی کا مظاہرہ کر رہی تھی جبکہ احمد بن سعید اس سے بھی زیادہ اور بڑھ چڑھ کر تیغ زنی میں اپنی مہارت اور ممارست کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ اب تک برق کلیسا اپنے حملہ آور ہونے کے انداز سے پوری طرح مطمئن تھی۔ ایک موقع پر جبکہ برق کلیسا کی تلوار احمد بن سعید کی ڈھال سے ٹکرائی اور برق کلیسا نے احمد کے وار کو اپنی ڈھال پر لیا اچانک احمد بن سعید نے اپنی دائیں ٹانگ کو اوپر اٹھایا ایڑی کے ساتھ جو آہنی مہمیز اس نے باندھ رکھی تھی وہ مہمیز اس نے پوری طاقت سے برق کلیسا کے گھٹنے پر دے ماری تھی برق کلیسا درد کی شدت سے کراہ اٹھی تھی گھوڑے کو اس نے مہمیز لگائی اس کی باگیں کھینچیں اور ذرا پیچھے ہٹی تھی۔

برق کلیسا کی اس حرکت سے احمد بن سعید کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی تاہم وہ منہ سے کچھ نہ بولا برق کلیسا اپنے گھوڑے کو موڑتی ہوئی پھر آئی بدلہ لینے کی خاطر پہلے اس نے اپنی تلوار برسائی جسے احمد بن سعید نے اپنی ڈھال پر لیا پھر احمد بن سعید کی طرح وہ بھی اپنی ٹانگ کو اوپر اٹھایا چاہتی تھی کہ جس طرح آہنی مہمیز احمد بن سعید نے اس کے گھٹنے پر ماری ہے وہ بھی اس پر ایسی ہی ضرب لگائے لیکن برق کلیسا کی بدقسمتی کہ برق کے کوندے کی طرح احمد بن سعید حرکت میں آیا اپنی ڈھال کو اس نے علیحدہ کیا برق کلیسا کی تلوار کے نیچے اس نے اپنی تلوار رکھ لی اور اپنی ڈھال کو پوری قوت کے ساتھ برق کلیسا کے گھٹنے پر دے مارا تھا۔ ایک بار پھر احمد بن سعید نے اپنی دائیں ٹانگ اٹھائی اس بار اس نے اپنے پاؤں کو اس کے گھوڑے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیٹ پر جماتے ہوئے اس کے گھوڑے کو دھکا دیا تھا۔

برق کلیسا پہلے ہی ڈھال لگنے سے اپنے گھٹنے میں سخت قسم کا درد محسوس کر رہی تھی۔ اس لئے کہ اس گھٹنے پر پہلے احمد بن سعید اپنی مہمیز بھی لگا چکا تھا لہٰذا جونہی احمد بن سعید نے اس کے گھوڑے کے پیٹ پر ٹھوکر لگائی گھوڑا ڈگمگایا جس کی بنا پر برق کلیسا جو شدید درد میں مبتلا تھی گھوڑے پر اپنا توازن کھو بیٹھی اور نیچے گر گئی تھی۔

احمد بن سعید بھی اپنے گھوڑے سے کودا اتنی دیر میں برق کلیسا اٹھ کھڑی ہوئی تھی او پوری طرح سنبھل چکی تھی تاہم وہ گھٹنے پر دو ضربیں لگنے کے بعد ہلکا سا لنگڑا رہی تھی جونہی احمد بن سعید اس کے نزدیک ہوا برق کلیسا نے آگے بڑھ کر اس پر تلوار برسائی تھی جسے بڑی آسانی کے ساتھ احمد بن سعید نے اپنی ڈھال پر لیا تھا اس کے بعد دونوں ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے لگے تھے۔

کچھ دیر تک دونوں ایک دوسرے کے خلاف تیغ زنی کا مظاہرہ کرتے رہے پھر آہستہ آہستہ احمد بن سعید برق کلیسا کو پیچھے دھکیلنے لگا تھا۔ ایک موقع آیا کہ جب برق کلیسا نے اپنی تلوار کا وار احمد بن سعید پر کیا تو احمد بن سعید نے اس کے وار کو اپنی ڈھال پر لیا پھر بڑی پھرتی سے لیتے ہوئے اپنی ڈھال اس نے اپنے بازو سے لٹکا لی اور برق کلیسا کا تلوار والا ہاتھ اس۔ مضبوطی سے پکڑ لیا تھا۔ برق کلیسا نے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی لیکن گرفت ایسی تھی اپنا بازو چھڑانا اس کے بس کی بات نہ رہی تھی۔ اب ایک طرح سے وہ اپنی تلوار چلا نہ سکتی تھی۔

اپنی جان چھڑانے کے لئے برق کلیسا نے اپنی ڈھال بلند کی۔ چاہتی تھی کہ ڈھال کا وار احمد بن سعید کے چہرے پر کرے کہ احمد بن سعید نے اس کی ڈھال کو اپنی تلوار کے دستے پر لیا ساتھ ہی اپنے پاؤں کی ایک اور ضرب اسی گھٹنے پر لگائی جہاں وہ پہلے ضرب لگا چکا تھا۔ برق کلیسا انتہائی بے بسی کے عالم میں زمین پر گر گئی تھی۔

احمد بن سعید آگے بڑھا اپنا ایک پاؤں اس کے ایک بازو پر دوسرا پاؤں دوسرے بازو پر ڈھال اور تلوار اس کے پاس سے چھین لی' برق کلیسا انتہائی بے بسی کے عالم میں زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ احمد بن سعید نے اس کی ڈھال اور تلوار چھیننے کے بعد مزید یہ کیا کہ اس کے کے پاس آیا اس کے سر پر جو آہنی خود تھا وہ اس نے اتار دیا' خود کے اترتے ہی برق کلیسا لمبے بال زمین پر بکھر گئے تھے احمد بن سعید نے بالوں سے پکڑ کر اسے اٹھایا اور اپنے ایک ہی ہاتھ سے اسے ہوا میں معلق کر دیا۔ بال پکڑے جانے سے برق کلیسا مزید اذیت کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔

احمد بن سعید تھوڑی دیر تک برق کلیسا کے چہرے کو دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کیا۔

"سن برق کلیسا اس مقابلے کے دوران تو نے انتہا درجہ کی لاف زنی اور گزاف گوئی کا مظاہرہ کیا تھا۔ مسلمانوں کے خلاف تیرے ماضی کے احوال ایسے ہیں کہ مجھے بغیر کسی توقف کے فی الفور تیری گردن کاٹ دینی چاہئے۔ پر سن برق کلیسا! اپنے رسولؐ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے ہم عورت کی عزت افزائی اور قدر دانی کرتے ہیں۔ میرے رسول عربیؐ اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر عورتوں کا استقبال اور ان کی عزت افزائی کرتے تھے۔ تو بھی ایک عورت ہے میں اپنے رسولؐ کی سنت کے صدقے میں آج تجھے معاف کرتا ہوں۔ تیری گردن نہیں کاٹتا تجھے واپس اپنے لشکر میں جانے کی اجازت دے دوں گا۔"

"پر سن برق کلیسا آئندہ پھر کبھی تم نے مجھ سے ٹکرانے کی کوشش کی تو یاد رکھنا میں تمہیں معاف نہیں کروں گا اگر پھر تم نے میرے مقابل آنا چاہا تو میں یہ سمجھوں گا تو نے میرے رسولؐ کی سنت کی اہانت کی ہے۔ یاد رکھنا جو میرے رسولؐ کی سنت کی اہانت کرتا ہے میں اسے زندہ نہیں چھوڑتا لہٰذا آئندہ اگر تو میرے مقابل آئی تو یاد رکھنا میں تیرے سر کے بالوں کو اپنے گھوڑے کی دم کے ساتھ باندھوں گا اور زمین پر اس وقت تک رگڑوں گا جب تک تیری روح تیرے جسم سے پرواز نہیں کر جاتی۔"

احمد بن سعید نے برق کلیسا کو زمین پر ڈال دیا تھا۔ برق کلیسا تھوڑی دیر تک بڑے عجیب سے خوف زدہ انداز میں احمد بن سعید کی طرف دیکھتی رہی پھر اس نے اپنے کپڑے جھاڑے احمد بن سعید پیچھے ہٹا برق کلیسا کا خود اٹھا کر اس کے سر پر رکھا اس کی تلوار اس کی ڈھال بھی اٹھائی تلوار اس کے میان میں ڈال دی۔ ڈھال اس کی پشت پر باندھی پھر برق کلیسا کو ایک کھلونے کی طرح اس نے اٹھایا اور اس کے گھوڑے پر بٹھاتے ہوئے کہا۔ "جا اپنے لشکر میں جا میں یہ سارا کام ایک عورت کو سامنے رکھتے ہوئے کر رہا ہوں اس لئے کہ میرے دین میرے مذہب میں عورت کا بڑا احترام ہے میں حیران ہوں کہ پرتگال کے بادشاہ کو میرے مقابل لانے کے لئے کوئی جوان کوئی مرد نہ ملا جو تم جیسی ایک نازک اور خوبصورت عورت کو میرے مقابل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جنگ کرنے کے لئے بھیج دیا جا۔ میں نے سنا ہے پرتگال کا بادشاہ سینکو تیرا چچا ہے۔ اپنے چ کہنا اگر وہ آہنی چٹانوں سے ٹکرائے گا تو اپنا ہی سر زخمی کرے گا ہمارا کچھ نہ بگاڑے گا۔ کے ساتھ ہی احمد بن سعید نے برق کلیسا کے گھوڑے کو بڑے زور سے ہاتھ مارا اور اس کا اپنے لشکر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

برق کلیسا اپنے گھوڑے کو بھگا کر اس جگہ آئی جہاں اس کا چچا اور پرتگال کا بادشاہ اپنے گھوڑے پر سوار کھڑا تھا۔ برق کلیسا کی حالت انتہا درجہ کی ابتر ہو رہی تھی۔ جب وہ چچا سینکو کے قریب آئی تو سینکو اپنے گھوڑے سے اترا۔ برق کلیسا بھی اتر گئی۔ سینکو نے گلے لگا کر پیار کیا پھر اسے مخاطب کیا۔

"میں تو یہ خیال کرتا تھا کہ تو ناقابل تسخیر ہے۔ جس وقت تو انفرادی مقابلے کے میدان میں اتری تھی تو چھاتی تن گئی تھی۔ سر فخر سے اونچا تھا میں نے دل میں ٹھان لی تھی تم یہ مقابلہ جیت کر لوٹو گی لیکن جو نتائج سامنے آئے ہیں میری بچی وہ تو انتہا درجہ کے شکن ہیں۔"

اپنے چچا کی گفتگو سے برق کلیسا کی گردن لمحہ بھر کے لئے جھکی پھر اس نے اپنا سر سید اور سینکو کو مخاطب کیا۔

"اے عم! آپ کا کہنا درست ہے میں واقعی اپنے آپ کو تیغ زنی میں بے مثال لاجواب سمجھی تھی لیکن اس بدو نے میرے سارے ہی عزائم کو خاک میں ملا کر رکھ دیا ہے بھی کوئی عام بدو نہیں تلوار کے فن میں طوفانی انداز رکھتا ہے آندھیوں اور بگولوں کی لمحوں کے اندر مجھ پر چھا گیا۔ مجھے نہ سوچنے کا موقع دیا نہ کوئی نیا پینترا بدلنے کی مہلت دی۔

"اے عم! میں نے اپنی تلوار اپنی تیغ کے ہر فن کا مظاہرہ کیا کئی بار ڈھال بھی برسانے کی کوشش کی لیکن اس نے مجھے ایسا کرنے کا موقع ہی نہیں دیا اپنی ذات میں وہ درندہ اور حملہ آور ہونے میں طوفانی جستجو رکھتا ہے میں تسلیم کرتی ہوں کہ مقابلے میں زیر نہیں کر سکی آئندہ بھی اس کے خلاف کامیاب نہ ہو سکوں گی۔ اس نے مجھے یہاں تک دیا ہے کہ آئندہ اس کے مقابلے میں آئی تو وہ میرے سر کے بال اپنے گھوڑے کی لگا ساتھ باندھے گا اور میدان جنگ میں مجھے گھسیٹے گا۔"

"اب میری سب سے بڑی اور دلی خواہش ہے کہ اس شخص کو میں اپنے کسی تیغ زن

سامنے شکست خوردہ دیکھوں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ یہ جنگ ختم ہونے کے بعد آپ اپنی مملکت ہی نہیں الفانسو کی سلطنت کے علاوہ فرانس تک میں یہ اعلان کرا دیں کہ جو بھی جنگجو مسلمانوں کے امیر یعقوب المنصور کے سالار کو مقابلے میں زیر کرے گا میں برق کلیسا اس سے شادی کر لوں گی۔" اس گفتگو پر سینکو کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اس نے برق کلیسا کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"بچی جو تو نے سوچا ہے ویسا ہی ہو گا اس جنگ کے بعد تیری خواہش کے مطابق اعلان کر دیا جائے گا کہ جو بھی انفرادی مقابلے میں اس بدو کو زیر کر لے گا میں نہ صرف اس کا بیاہ تم سے کرا دوں گا بلکہ اسے ایسے انعام و اکرام سے نوازوں گا کہ تا حیات وہ فکر معاش سے مطمئن ہو جائے گا۔"

اپنے چچا کے اس فیصلے سے برق کلیسا بھی مطمئن ہو گئی تھی پھر وہ اپنے حصے کے لشکر کی طرف چلی گئی تھی تھوڑی دیر تک سینکو کے کہنے پر اس کے لشکر میں خوفناک نعرے بلند ہوتے رہے پھر وہ وحشت بھری مسافتوں میں دکھ کے سوگ اور موت کے روگ کی طرح امیر یعقوب المنصور کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔

جونہی سینکو نے حملہ کیا امیر یعقوب المنصور نے اپنی پوری آواز سے چلاتے ہوئے کہا تھا۔ یقیناً میرا اللہ ان کے فریب کو جانتا ہے۔

امیر یعقوب المنصور کی اس پکار پر احمد بن سعید کی طرف سے آواز سنائی دی تھی اس نے بھی بلند آواز میں کہا تھا۔ یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

ان دونوں پکاروں کے بعد بائیں جانب سے قراقوش کی بلند ہوتی صدا سنائی دی تھی اس نے پکار کر کہا تھا۔ اور اللہ ایسے ہی احسان کرنے والوں کو جزا دیتا ہے۔

بس ان تکبیروں' ان آیات ان صداؤں کا بلند ہونا تھا کہ مسلمان لشکر کچھ اس طرح حرکت میں آئے جیسے نیم بیزاری کی حالت میں پڑا ہوا سمندر بپھرنے کے لئے کروٹ لیتا ہے۔ اس کے بعد امیر یعقوب المنصور اور اس کے لشکریوں نے سینکو کے لشکر پر اس طرح حملہ کر دیا تھا جیسے قوموں کی بدکاریوں پر قدرت کا قہر بن کر نازل ہوتے عذاب اپنا رنگ دکھاتے ہیں۔

مسلمان کارکنان قضا و قدر بن کر زمین کو اس کا فراز عطا کرنے لگے تھے۔ وہ اندھیروں کی نس نس پر کرنوں کی مہریں ثبت کر رہے تھے۔ جنگ کی بھٹی بری طرح بھڑک اٹھی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آدمیت کی رگ رگ میں خوف کے غول بکھرنے لگے تھے۔ وقت کی ساعتیں چشم تعصب کے اندر احساس کی سولیاں بن کر رقص کناں ہو گئی تھیں۔

فضاؤں کے ماتم ہواؤں کے نوحوں نے ایک طوفان کھڑا کر دیا تھا۔ قتل گاہوں کا مقروض میدان جنگ بری طرح بول اٹھا تھا۔ جنگ ہوتی رہی۔ اس کے بعد پرتگال کے بادشاہ سینکو نے دیکھا کہ اس کے لشکر میں پسپائی کے آثار نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔ جبکہ مسلمان مجاہدوں کے اندر جنگ کرنے اور دشمن کے اندر گھسنے کا وہی جذبہ تھا جو جنگ کے شروع میں تھا۔ پھر ایسا ہوا کہ اچانک مسلمان لشکریوں نے زور دار انداز میں تکبیریں بلند کیں اپنے حملوں میں پہلے سے زیادہ جوش پیدا کر لیا جس کے نتیجے میں سینکو کے لشکر نے بری طرح شکست اٹھائی سینکو بھاگ کھڑا ہوا۔ امیر یعقوب المنصور نے ایسے ہی اس کا تعاقب کیا جیسے کوئی چوپان کوئی گڈریا اپنے ریوڑ کی حفاظت کرتے ہوئے بھیڑیوں پر حملہ آور ہوتا ہے۔ جیسے کوئی شاہین اپنے حقوق کی حفاظت کے لئے کرگسوں کی تعداد کی پرواہ کئے بغیر ان پر ٹوٹ پڑتا ہے۔ دور تک یہ تعاقب جاری رہا پھر یہاں تک ہوا کہ امیر یعقوب المنصور نے جہاں جنگ ہوئی تھی۔ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو اس نے سمیٹ لیا تھا اور لشکر کو اس نے وہاں خیمہ زن ہونے کا حکم دے دیا تھا۔

دریائے تاجہ کے ایک معاون دریا اور دریائے مندیق کے درمیان یہ ارکش نام کا مقام تھا جہاں امیر یعقوب المنصور اور پرتگال کے بادشاہ سینکو کے درمیان جنگ ہوئی تھی۔ سینکو کو بدترین شکست دینے کے بعد امیر یعقوب المنصور نے ارکش کے مقام پر چند روز تک قیام کیا اپنے لشکریوں کو آرام کرنے کا موقع فراہم کیا اس کے بعد اس نے کوچ کیا۔ سب سے پہلے اس نے پرتگالیوں کے مضبوط گڑھ ٹورس کا رخ کیا یہ ایک مضبوط قلعہ اور شہر تھا اس شہر کی حفاظت پر جو لشکر مقرر تھا اسے امیر یعقوب المنصور نے بدترین شکست دی اور پرتگالیوں کے شہر ٹورس پر اس نے قبضہ کر لیا۔

ٹورس کو فتح کرنے کے بعد امیر یعقوب المنصور نے اپنے لشکر کے ساتھ پرتگالیوں کے علاقوں میں مزید پیش قدمی کی اب نوطس کا رخ کیا یہ کافی بڑا اور قلعہ بند شہر تھا امیر یعقوب المنصور جب اس شہر پر حملہ آور ہوا تو شہر کے حفاظتی لشکر نے مزاحمت کی لیکن زیادہ دیر تک وہ امیر یعقوب المنصور کا مقابلہ نہ کر سکے۔ امیر یعقوب المنصور نے ٹورس کے بعد نوطس پر بھی قبضہ کر لیا۔

ان دو شہروں کے بعد امیر یعقوب المنصور نے اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد پرتگالیوں کے شہر تومراور شلب پر حملہ کیا قریب تھا کہ یہ دونوں شہر بھی امیر یعقوب المنصور کے سامنے زیر ہو جاتے پر اسی دوران امیر یعقوب المنصور کو دو مصیبتوں اور افتاد کا سامنا کرنا پڑا۔

اول یہ کہ اس کے پاس سامان رسد کی قلت ہو گئی دوسری یہ کہ لشکر کے اندر ایک بیماری پھوٹ پڑی تھی جس کی بنا پر تومراور شلب کو چھوڑ کر امیر یعقوب المنصور نے اپنے لشکر کے ساتھ چند یوم قرطبہ شہر میں گزارنے کا عزم کیا یہ ارادہ کرتے ہی وہ تومراور شلب سے قرطبہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک روز ہشام بن ادریس بھاگتا ہوا حویلی میں داخل ہوا اس کے چہرے پر خوشیا
آنکھوں میں ایک انوکھی اور نئی چمک تھی ہشام بن ادریس کو دیکھتے ہوئے گھر کے سار
اس کے گرد جمع ہو گئے تھے۔ ہشام بن ادریس تھوڑی دیر تک اپنی خوشیوں پر قابو پاتا
اپنے سامنے کھڑے اپنے باپ ادریس اور چچا عدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا میں آ
لوگوں کے لئے ایک اچھی خبر لے کر آیا ہوں ہماری بستی کے نواح میں امیر یعقوب المنہ
اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کیا ہے۔ لشکر میں احمد بن سعید اور قراقوش بھی شامل ہیں۔
مغرب کی نماز ان کے لشکر میں ہی ادا کی ہے۔ ہماری بستی کے سارے لوگ لشکر کو خوش
کہنے کے لئے بستی سے باہر جمع ہو گئے تھے۔ بستی کے لوگوں نے امیر یعقوب المنصور
میں ہی نماز ادا کی۔ میں نے احمد بن سعید اور قراقوش سے بھی ملاقات کی بلکہ میری خوش
کہ امیر یعقوب المنصور نے بھی مجھے شرف ملاقات بخشا۔ امیر یعقوب المنصور نے مجھے
دے کر بھیجا ہے کہ وہ اپنے چند سالاروں اور لشکر کے قاضی کے ساتھ عشاء کی نماز
ہمارے گھر آئیں گے اور قراقوش اور مورینہ کے نکاح کا اہتمام کریں گے کیا آپ لوگوں
سلسلے میں کوئی اعتراض ہے۔

ہشام کے اس انکشاف پر ادریس اور عدی دونوں بھائیوں نے خوشی اور حیرت
جلے انداز میں ایک دوسرے کی طرف دیکھا' منہ سے کچھ کہے بغیر ہی دونوں نے کوئی
اس کے بعد ادریس نے اپنے بیٹے ہشام کو مخاطب کیا۔

"ہشام میرے بیٹے اس سلسلے میں ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں
سارے خاندان ہی نہیں بلکہ ہماری پوری بستی کے لئے یہ ایک بہت بڑی سعادت ا
بختی ہے کہ امیر یعقوب المنصور بذات خود ہماری بیٹی مورینہ اور قراقوش کے نکاح کا
رہے ہیں میرے خیال میں ہمیں سب کے طعام کا بندوبست کرنا چاہئے۔" اس پر ہ
بول پڑا۔

"اے میرے باپ آپ کو کچھ نہ کرنا پڑے گا اس لئے کہ امیر یعقوب المنصور نے مجھے
اکید کر کے بھیجا ہے کہ کسی قسم کے تکلف کا اہتمام نہ کیا جائے۔ امیر یعقوب المنصور نے کہا
ا کہ وہ اپنے سالاروں کے ساتھ رات کا کھانا کھا کر آئیں گے۔ میں نے امیر سے گزارش کی
ی کہ جب مورینہ اور قراقوش کی شادی ہو جائے تو قراقوش کو یہیں قیام کرنے کی اجازت
ے دی جائے جس کے جواب میں امیر یعقوب المنصور نے نہایت فراخدلی کا مظاہرہ کرتے
وئے میری بات تسلیم کر لی تھی۔"

"اب یہ سارا معاملہ کچھ یوں ہو گا کہ آج رات قراقوش اور مورینہ کی شادی ہو جائے گی
میر یعقوب المنصور اپنے لشکر کے ساتھ صرف دو دن یہاں قیام کریں گے اس کے بعد وہ قرطبہ
طرف کوچ کر جائیں گے۔" ہشام جب خاموش ہوا تب اس کی بہن غریطہ نے اسے مخاطب
ا۔

"اے میرے بھائی آپ نے ہمیں ایک اچھی خبر دی ہے پر ہم آپ سے ابھی بہت کچھ
چھنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ ہمیں پرتگال کے بادشاہ سینکو کے ساتھ جنگ کے حالات نہ بتائیں
ے۔ آپ امیر یعقوب المنصور کے لشکر سے لوٹ رہے ہیں تو یقیناً آپ نے وہاں سے کچھ نہ
ھ معلومات حاصل کی ہوں گی۔"

اپنی بہن غریطہ کے اس سوال پر ہشام بن ادریس مسکرا دیا پھر کہنے لگا۔ "آؤ دیوان خانے
بیٹھتے ہیں وہاں میں تمہیں جنگ کے پورے حالات بتاتا ہوں اس لئے کہ میں لشکر میں کچھ
احمد بن سعید اور قراقوش کے پاس بیٹھا ہوں۔ احمد نے تو مجھے کچھ نہیں بتایا لیکن قراقوش
مزے لے لے کر جنگ کے سارے حالات مجھ سے کہہ دیئے تھے۔"

ہشام کے کہنے پر سب دیوان خانے میں بیٹھ گئے اس کے بعد ہشام نے پرتگال کے بادشاہ
امیر یعقوب المنصور کے درمیان ہونے والی جنگ کے حالات پوری تفصیل کے ساتھ سنا
ئے تھے۔

جب وہ احمد بن سعید اور برق کلیسا کے مقابلے کے حالات سنا رہا تھا تو ادریس اور عدی کی
دنیں فخر سے تن گئی تھیں۔ غریطہ بے چاری رو دی تھی اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے
۔ تاہم اس کے چہرے سے ایسا لگتا تھا جیسے اس میں دور دور تک خوشیاں ہی خوشیاں پنہاں
ں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غریطہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھتے ہوئے ہشام فکرمند ہو گیا تھا پھر اس نے غریطہ مخاطب کیا۔

"غریطہ میری بہن یہ تو خوشی کی خبر ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ تم رو رہی ہو۔"

غریطہ نے جلدی جلدی اپنی آنکھیں صاف کر لیں پھر اپنے بھائی کو مخاطب کیا۔

"اے میرے بھائی قسم اس مالک کی جو ستار العیوب ہے یہ خوشی کے آنسو ہیں۔ بر کلیسا کو کسی نے آج تک اپنے سامنے نیچا نہیں دکھایا اور نہ کسی نے اسے شکست دی۔ وہ ا آپ کو ناقابل تسخیر خیال کرنے لگی تھی۔ مسلمانوں کو اس نے بڑا نقصان پہنچایا تھا۔ آپ جو بتایا کہ احمد بن سعید نے اسے انفرادی جنگ میں زیر کر کے اور بالوں سے پکڑ کر فضا میں کر دیا یہ خبر میرے لئے ایسی خوشی' ایسے اطمینان کی تھی کہ میں اس خوشی کو ضبط نہ کر سکی میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ یہاں قیام کے دوران میری ملاقات احمد بن سعید سے ہو برق کلیسا کو اس طرح ذلت آمیز شکست دینے پر میں انہیں مبارکباد ضرور دوں گی۔"

غریطہ کی اس بات سے سارے خوش ہو گئے تھے پھر غریطہ کے باپ نے اسے مخا کیا۔

"میری بیٹی تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج عشاء کے بعد جب قراق اور مورینہ کا نکاح ہو گا تو اس نکاح میں یقیناً احمد بن سعید بھی شامل ہو گا اس موقع پر تمہیں بن سعید سے ملنے کی اجازت ہے۔ سن میری بچی میں اور گھر کے دوسرے افراد تمہیں اجازت دے چکے ہیں کہ دن اور رات کسی بھی حصے میں تم احمد بن سعید سے مل سکتی ہو۔ اب آنے والے معزز مہمانوں کے استقبال کرنے کی تیاری کرتے ہیں۔" سب دیوان خ سے نکل گئے تھے۔

امیر یعقوب المنصور' عدی اور ادریس کی حویلی میں داخل ہوئے ان کے ساتھ احم سعید' قراقوش' قاضی عمادالدین کے علاوہ چھوٹے سالار بھی تھے۔ ادریس' عدی اور ہشا علاوہ گھر کے دیگر افراد نے امیر یعقوب المنصور اور دیگر افراد کا شاندار استقبال کیا۔ جس باری باری امیر یعقوب المنصور نے ادریس اور عدی سے مصافحہ کیا تب ادریس نے امیر المنصور کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"امیر محترم! یہ میری اور میرے بھائی عدی کی خوش قسمتی ہے کہ آپ اپنے سالاروں

معززین کے ساتھ ہماری حویلی میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ میری بیٹی مورینہ کی بھی خوش قسمتی ہے۔ قسم خدائے لاشریک کی میں یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کبھی مراکش اور اندلس کے حکمران امیر یعقوب المنصور میری حویلی میں داخل ہو کر ہماری عزت افزائی کا باعث بنیں گے۔"

امیر یعقوب المنصور کے بعد ادریس' عدی اور ہشام نے سب سے پرجوش مصافحہ کیا۔ یہ ایک شاندار استقبال تھا جو امیر یعقوب المنصور اور ان کے ساتھیوں کو پیش کیا گیا اور ان کو دیوان خانے میں بٹھایا گیا۔ کچھ دیر تک امیر یعقوب المنصور' عدی اور ادریس دونوں بھائیوں سے گفتگو کرتے رہے پھر قاضی عمادالدین نے قراقوش اور مورینہ کا نکاح پڑھا دیا تھا۔ ہلکی سی ضیافت کا بھی اہتمام کیا گیا جس کے بعد امیر یعقوب المنصور نے ادریس' عدی اور ہشام تینوں کو اپنے قریب بلایا اور ان کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"عزیزو! یہ صرف تمہاری ہی خوش قسمتی نہیں کہ میں اور میرے ساتھی تمہاری حویلی میں آئے ہیں بلکہ یہ ہماری بھی خوش قسمتی ہے کہ میرے سالار قراقوش کو مورینہ کے ساتھ بیاہ دیا گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ آپ کا احسان ہے کہ آپ نے قراقوش کو اپنا بیٹا بنایا اب چونکہ قراقوش اور مورینہ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے ہیں تو میں تم تینوں سے یہ کہنا پسند کروں گا کہ جیسا کہ ہشام نے مجھ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ قراقوش یہیں آپ کی حویلی میں مورینہ کے ساتھ رہے گا میں اور احمد بن سعید اپنے لشکر کو لے کر یہاں سے قرطبہ کی طرف کوچ کر جائیں گے۔ لشکر کے اندر کافی ایسے ساتھی ہیں جو ابھی تک بیمار ہیں اس لئے کہ پرتگال میں لشکر کے اندر وبا پھوٹ پڑی تھی اس سے بچنے کے لئے میں اپنے لشکر کو قرطبہ لے جا رہا ہوں وہاں جو بیمار ہیں ان کا علاج کیا جائے گا۔ اس کے بعد میں پرتگال کے حکمران کے خلاف ایک بار پھر حرکت میں آؤں گا۔ جب ہمیں پرتگال کا رخ کرنا ہو گا تو قراقوش کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔ میرے اس لائحہ عمل کے خلاف آپ لوگوں کو کوئی اعتراض ہو تو بولیں۔"

امیر یعقوب المنصور کی اس گفتگو کے جواب میں کچھ دیر تک سب آپس میں صلاح اور مشورہ کرتے رہے۔ پھر ادریس نے امیر یعقوب المنصور کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"امیر محترم! پہلی بات جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ مورینہ میرے بھائی عدی ہی کی نہیں بلکہ میری بھی بیٹی ہے' میرا ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہے میرے بھائی کی دو بیٹیاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں لیکن میں نے ہمیشہ اپنی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا سمجھا اور ایسا میرا بھائی عدی بھی سمجھتا ہے مورینہ کا قراقوش کے ساتھ بیاہ دینا ہماری بڑی عزت افزائی ہے جو کچھ آپ نے کہا ہے ہمیں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہنا۔"

لمحہ بھر کے لئے امیر یعقوب المنصور مسکراتا رہا۔ باری باری ان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر ایک لمحہ کے لئے اس کی نگاہیں اپنے پہلو میں بیٹھے احمد بن سعید کی طرف جم گئی تھیں۔ احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے امیر یعقوب المنصور فوراً سنجیدہ ہو گیا تھا۔ پھر ادریس کو مخاطب کرتے ہوئے امیر یعقوب المنصور بول اٹھا۔

"کیا ایسا ممکن ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے میں اپنی بیٹی غریطہ سے مل سکوں۔ یہاں نہیں میں اس سے علیحدگی میں ملنا چاہتا ہوں۔"

ادریس اور ہشام فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ادریس نے اپنے بھائی عدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"عدی میرے بھائی تم یہیں بیٹھو میں اور ہشام دونوں امیر کو غریطہ کے پاس لے کر جاتے ہیں ہشام تم جاؤ ساتھ والے کمرے میں غریطہ کو لے کر آؤ۔"

ہشام باہر نکل گیا تھا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور اپنے باپ کو باہر آنے کا اشارہ کیا ادریس امیر یعقوب المنصور کو لے کر ساتھ والے کمرے میں داخل ہوا۔ اندر غریطہ ایک نشست پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔ جب اس نے اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ امیر یعقوب المنصور کو آتے دیکھا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ امیر یعقوب المنصور نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اس کو اشارے سے بیٹھنے کے لئے کہا۔ سامنے والی نشست پر امیر خود بیٹھ گیا تھا۔ پھر اس نے غریطہ کو مخاطب کیا۔ ادریس اور ہشام دونوں نے کمرے سے باہر نکلنا چاہا لیکن ہاتھ کے اشارے سے امیر یعقوب المنصور نے انہیں روک دیا اور اپنے قریب ہی بیٹھنے کے لئے کہا۔ وہ دونوں بیٹھ گئے پھر کمرے میں امیر یعقوب المنصور کی آواز گونجی تھی۔

"غریطہ میری بیٹی میں یہ جانتا ہوں کہ تم احمد بن سعید کو پسند کرتی ہو میری بیٹی میں تمہاری اس پسند کی بھی قدر کرتا ہوں اور اس کے لئے تم تعریف کے بھی قابل ہو بلکہ یوں جانو میں امیر یعقوب المنصور تمہارا احسان مند ہوں کہ تم نے اپنی زندگی کے ساتھی کے طور پر میرے سالار احمد بن سعید کا چناؤ کیا۔ میری بیٹی وہ ایک بے مثال جوان ہے۔ یوں جانو اس کے

ذمے ایک کام ہے اس کام کی ادائیگی کے بعد میرے اللہ نے چاہا تو تم دونوں ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کے ساتھی بن کر رہو گے۔ میری بیٹی اب میری نگاہوں میں تمہاری حیثیت احمد بن سعید کی منسوبہ کی سی ہے۔ میں تم پر یہ بھی واضح کروں کہ احمد بن سعید بھی تمہیں پسند کرتا ہے تم سے محبت کرتا ہے۔ میری بیٹی صبر کا پھل خداوند قدوس سے بڑا اعلیٰ اور ارفع ملتا ہے میں جانتا ہوں کہ تم اس وقت کس اذیت سے گزر رہی ہو گی کیونکہ قراقوش اور مورینہ کی شادی کر دی گئی ہے۔" امیر یعقوب المنصور کو رک جانا پڑا اس لئے کہ غریطہ بیچ میں بول پڑی تھی۔

"امیر محترم! میں کسی بھی کرب سے نہیں گزر رہی۔ میری احمد بن سعید کے ساتھ تفصیلی گفتگو ہو چکی ہے اس گفتگو کی اجازت میرے ماں باپ اور میرے بھائی نے دی تھی۔ میرے باپ میری ماں اور میرے بھائی مجھے احمد بن سعید سے منسوب کر چکے ہیں۔ امیر محترم اگر آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میں ان کی زندگی کی ساتھی بننے کے انتظار میں کرب محسوس کر رہی ہوں تو ایسی کوئی بات نہیں۔ جب تک وہ اپنے مقدس فرض سے سبکدوش نہیں ہو جاتے میں اس وقت تک بخوشی ان کی واپسی کا انتظار کروں گی۔ اگر یہ فرض کی ادائیگی برسوں تک ہو سکتی ہے تب بھی امیر محترم میں بڑی خوشی سے انتظار کے لمحات گزاروں گی۔ مجھے کوئی شکوہ' کوئی گلہ' کوئی اذیت اور کوئی کرب نہ ہو گا۔"

جب تک غریطہ بولتی رہی امیر یعقوب المنصور اس کی طرف دھیمی دھیمی مسکراہٹ میں دیکھتا رہا پھر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہہ اٹھا۔

"غریطہ میری بیٹی میں یہی کچھ تم سے کہنا چاہتا تھا اور تمہارے خیالات جان کر مجھے بے حد خوشی اور اطمینان اور سکون ملا ہے۔ میری بچی میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ احمد بن سعید یقیناً تمہیں خوش رکھے گا وہ ایک زندہ دل اور فراخ طبیعت کا نوجوان ہے جہاں میں جنگوں میں اس کے کردار پر فخر محسوس کرتا ہوں وہاں عام زندگی میں بھی اس کا رویہ قابل رشک ہے۔" اس کے ساتھ ہی امیر یعقوب المنصور اس کمرے سے نکلنے کے لئے دروازے کی طرف ہو لیا۔ دروازے کے قریب جا کر اچانک ادریس نے امیر یعقوب المنصور سے سرگوشی کی۔

"امیر محترم! غریطہ علیحدگی میں احمد بن سعید سے کچھ کہنا چاہتی تھی کہ آپ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض تو نہیں میرے خیال میں انفرادی جنگ میں جو احمد بن سعید نے برق کلیسا کو زیر کیا غریطہ اس سلسلے میں شاید گفتگو کرنا چاہتی ہے۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں احمد بن سعید

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو یہاں اس کمرے میں بھیج دوں۔"

جواب میں امیر یعقوب المنصور نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر دھیمے سے لہجے میں کہنے لگا۔

"ادریس بن یوحان تم کیسی گفتگو کرتے ہو احمد بن سعید سے صرف میرا ہی رشتہ نہ میرے لشکر کا سالار اور میرا بیٹا ہی نہیں بلکہ اب وہ تمہارا بھی بیٹا ہے تم سے بھی رشتہ ہے اسے غریطہ سے منسوب کر چکے ہو لہٰذا اس سلسلے میں تمہیں مجھ سے پوچھنے یا اجازت لینے ضرورت نہیں ہے۔"

امیر یعقوب المنصور کا جواب سن کر ادریس مطمئن ہو گیا تھا۔ پھر تینوں دیوان خانے داخل ہوئے ادریس احمد بن سعید کے قریب آیا جھکا اور اس کے کان میں سرگوشی کی۔

"احمد میرے بیٹے ذرا ساتھ والے کمرے میں جاؤ غریطہ تم سے کچھ کہنا چاہتی ہے۔"

احمد بن سعید چپ چاپ اپنی جگہ سے اٹھا کمرے سے نکل گیا جب وہ ساتھ والے کمر میں داخل ہوا تو غریطہ نے اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے اپنے چہرے پر دلفریب مسکراہٹ بکھی ہوئے احمد بن سعید کا استقبال کیا تھا۔ غریطہ نے احمد بن سعید کو اپنے سامنے بیٹھنے کے لئے تھا جس پر احمد بن سعید چپ چاپ آگے بڑھا اور غریطہ کے سامنے جا کر بیٹھ گیا تھا۔ پھر کم میں احمد بن سعید کی ہلکی سی آواز سنائی دی تھی۔

غریطہ کیا تم مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہو تمہیں مجھ سے کوئی شکایت، کوئی گلہ، کوئی شکوہ اس لئے کہ تمہارے باپ نے مجھے یہاں تم سے ملنے کے لئے بھیجا ہے۔"

غریطہ مسکراتے ہوئے کہہ اٹھی۔

"مجھے آپ سے کوئی شکوہ ہے نہ گلہ۔ ہاں آپ سے میں بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں اپنے ماں باپ کی انتہا درجہ کی ممنون ہوں کہ انہوں نے مجھے آپ کے ساتھ منسوب ک ہے۔ اب اس دنیا میں آپ ہی تو ایک ایسی ہستی ہیں جس سے میں اپنے دل کی بات کہہ ہوں۔ غم اور خوشی کے جذبات کا اظہار بھی کر سکتی ہوں۔ آپ فکر مند نہ ہوں میں آپ کوئی شکایت نہیں کروں گی میں صرف آپ کو مبارک باد دینا چاہتی تھی کہ آپ نے گز جنگ میں انفرادی مقابلے کے دوران برق کلیسا کو بدترین شکست دی اور اسے اپنے سامنے کیا۔"

"برق کلیسا ان علاقوں میں ناقابل تسخیر خیال کی جاتی تھی۔ ہشام بھائی بتا رہے تھے الفو

مقابلے کے دوران نہ صرف یہ کہ آپ نے اسے زیر کیا بلکہ اسے خوب ذلیل بھی کیا۔ بالوں سے پکڑ کر اسے آپ نے فضا میں بلند کیا بس میں آپ کی اس کارگزاری پر آپ کو مبارک باد دینا چاہتی تھی۔"

"غریطہ میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ برق کلیسا کو اپنے سامنے نیچے دکھانا یوں جانو میرے فرائض میں سے ایک تھا میرے خداوند کو منظور ہوا تو برق کلیسا کو اپنے عزائم میں ناکامی نامرادی اور شکست کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ امیر یعقوب المنصور کو اس کے مخبر یہ اطلاع دے چکے ہیں کہ برق کلیسا اور اس کے چچا یعنی پرتگال کے حکمران سینکو نے یہ اعلان کر دیا ہے کہ انفرادی مقابلے میں آئندہ جو بھی مجھے زیر کرے گا۔ برق کلیسا کو اس سے بیاہ دیا جائے گا۔ میرے خداوند کو منظور ہوا تو برق کلیسا اور اس کے چچا سینکو کو ان کے اس ارادے میں بھی ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

غریطہ اس گفتگو کا جواب دینا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ دروازے پر غریطہ کا باپ ادریس نمودار ہوا اسے دیکھتے ہی احمد بن سعید اور غریطہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے پھر احمد بن سعید نے ادریس کو مخاطب کیا۔ "آپ اندر آ جائیے غریطہ مجھے برق کلیسا کو زیر کرنے پر مبارک باد دینا چاہتی تھی سو وہ یہ دے چکی۔"

ادریس مسکراتا ہوا کمرے میں داخل ہوا دونوں کو بیٹھنے کے لئے کہا خود بھی وہ احمد بن سعید کے پہلو میں بیٹھ گیا پھر احمد بن سعید نے ادریس کو مخاطب کیا۔

"میں اور قراقوش دونوں آپ کے ممنون اور شکر گزار ہیں کہ آپ نے اپنے گھر میں اتنی اہمیت دی اور قراقوش کو اپنی پیاری بھتیجی مورینہ سے بیاہ دیا۔ میں خود بھی آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے غریطہ سے مجھے منسوب کیا۔ ہم تینوں نے ابھی تک اس دنیا میں غموں سے بھری زندگی بسر کی ہے۔ آپ نے جو ہمیں عزت دی ہے اس نے ہمارے ماضی کے غموں پر ایک پردہ ڈال دیا ہے جس مقصد کے تحت میں غریطہ کے ساتھ شادی کر سکتا وہ کام میری زندگی سے بھی زیادہ اہم ہے کچھ لوگ یوں جانیں ہماری سوچوں کی ساری سچائی ہماری عمروں کی کل کمائی چھین چکے ہیں۔ بس ان ہی لوگوں سے ہمیں نپٹنا ہے وہ لوگ کون ہیں کہاں ہیں اس کی تفصیل تو میں فی الوقت نہیں کہہ سکتا۔ پر جس کام کی تکمیل کے بعد مجھے غریطہ کو اپنانا ہے اس کام میں خود میں اور میرا ساتھی شعبان زیادہ ملوث ہیں اور ہم دونوں نے ہی اس کام کی تکمیل سے پہلے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنی ہر خوشی کو ٹھکرانے کی قسم کھائی تھی ایسی ہی قسم قراقوش بھی اٹھانا چاہتا تھا لیکن اسے روک دیا کم از کم ہم تینوں میں سے ایک تو ایسا ہو جو آزاد زندگی بسر کر سکے۔"

"میرے محترم! ہمیں ایسے لوگوں کی تلاش ہے جو پھول چہروں کو نوحہ گر چاندنی، شبنم قطروں کو زیست کا سوگ بنانے کا فن جانتے ہیں۔ میرے خداوند کو منظور ہوا تو ایسے لوگوں ہم قدرت کا قانون بن کر وارد ہوں گے ہم ان پر ثابت کریں گے کہ مکافات عمل بھی کوئی ہوتی ہے میں ایک بار پھر آپ اور آپ کے بھائی کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے ہم جیسے بے لوگوں کو اس قدر عزت افزائی سے نوازا۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو سے غریطہ اداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ رو دینے والی تھی اتنے میں احمد بن سعید بول پڑا۔

"آپ نے قراقوش کو مورینہ سے بیاہ کر اور غریطہ کو مجھ سے منسوب کر کے گویا ہم پر احسان کر دیا ہے۔ خداوند نے چاہا تو ہم آپ اور آپ کے بھائی کے اس احسان کے قدردان کر رہیں گے۔"

غریطہ احمد بن سعید کی اس گفتگو میں واقعی رو دی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکلے تھے۔ احمد بن سعید کی اس گفتگو کو ادریس بن یوجان بڑے غور اور انہماک سے سنتا رہا جب وہ خاموش ہوا تب ادریس بول پڑا۔

"سن میرے بے مثل اور زندہ دل بیٹے! تم لوگ تو ہمارے لئے ظلم کے سیاہ اندھیروں میں انسانیت کے وجدان کا نیلم، فلاکت زدہ ذہنوں میں نغموں کا گوہر اور بے بس زندگی کی ساعتوں میں نجم روشن کی شعاعوں کی مانند ہو۔ ہم نے تم پر احسان نہیں کیا میرے بیٹے قراقوش نے مورینہ اور تم نے میری بیٹی غریطہ کو قبول کر کے گویا ہم پر احسان کیا ہے میری بیٹیوں تو عام مل جاتی ہیں۔ پر تم جیسے مجاہد بے مثل تیغ زن جنہوں نے اپنی ملت اور اپنی قوم سربلندی کا تہیہ کر رکھا ہو میرے فرزند ایسے جوان ملتے ہی نہیں نایاب ہیں۔ کیوں نہ تمہارے ساتھ اس تعلق اور رابطے کو اپنے لئے خوش بختی خیال کریں۔"

"اس اداس موضوع کو چھوڑو میں اس لئے تمہارے پاس آیا تھا کہ امیر یعقوب المنصور لشکر کے ساتھ یہاں سے قرطبہ کی طرف کوچ کر جائیں گے۔ قراقوش اپنی بیوی مورینہ ساتھ یہیں قیام کرے گا۔ امیر یعقوب المنصور کا بھی یہی فیصلہ ہے جب اس کی ضرورت ے لشکر میں بلا لیا جائے گا تمہارے متعلق امیر یعقوب المنصور یہ فیصلہ دے چکے ہیں کہ تم م میں ان کے ساتھ قرطبہ کی طرف جاؤ گے۔ میرے بیٹے میں چاہتا ہوں جب تک قراقوش اں قیام کرتا ہے تم بھی یہیں اس حویلی میں قیام کرو اگر تم ایسا کرو یہ میری خوش بختی کا باعث گا۔ اس سلسلے میں تم امیر یعقوب المنصور سے بات کرو میرا خیال ہے وہ تمہیں یہاں قیام رنے کی اجازت دے دیں گے۔"

ادریس بن یوجان کی اس گفتگو پر احمد بن سعید تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا پھر ایک بھرپور اہ اپنے سامنے بیٹھی غریطہ پر ڈالی اور ادریس کو مخاطب کیا تھا۔

"میں آپ کی اس پیشکش پر آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں لیکن میں خود یہاں قیام نہیں کرنا ہتا اب آپ یہ سوچیں گے کہ میں کیوں یہاں نہیں ٹھہرنا چاہتا تو میں کوئی چیز چھپاؤں گا نہیں صلیت آپ پر ظاہر کر دوں گا۔ اس لئے کہ اگر میں نے یہاں قیام کیا تو غریطہ کی محبت مجھے اس قصد سے دور کر دے گی جس کی تکمیل کے بعد میں اسے اپنانا چاہتا ہوں۔ لہٰذا میرا یہاں سے شکر کے ساتھ قرطبہ چلے جانا ہی بہتر ہے میں اپنے اس مقصد کو زندہ رکھنا چاہتا ہوں جو میں نے پنے سر لیا ہے اور جس کے لئے میں زندہ ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی احمد بن سعید اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ادریس اور غریطہ بھی کھڑے و گئے کمرے سے نکل کر برآمدے میں آئے۔ غریطہ دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی تھی حمد بن سعید اور ادریس اس جگہ آئے جہاں امیر یعقوب المنصور دوسرے لوگوں کے ساتھ یٹھے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہاں بیٹھ کر گفتگو کرتے رہے اس کے بعد امیر یعقوب المنصور اور حمد بن سعید اپنے ساتھیوں کو لے کر وہاں سے چلے گئے تھے۔ قراقوش نے وہیں قیام کر لیا تھا۔ و روز بعد امیر یعقوب المنصور اور احمد بن سعید اپنے لشکر کو لے کر اشبیلیہ سے قرطبہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

امیر یعقوب المنصور کے قرطبہ میں قیام سے پرتگال کے حکمران سینکو نے فائدہ اٹھایا۔ جونہی اس کے مخبروں نے اطلاع دی کہ امیر یعقوب المنصور اپنے لشکر کے ساتھ قرطبہ میں مقیم ہو گیا ہے۔ سینکو فوراً حرکت میں آیا اور ایک جرار لشکر لے کر نکلا۔ مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوا اور مسلمانوں کے شہر باجہ' یبورہ' شبونہ اور کئی دوسرے چھوٹے بڑے قصبوں اور بستیوں کو اس نے تہس نہس کر کے رکھ دیا اور مسلمانوں کا جی بھر کر قتل عام کیا۔

*

ادھر شعبان اپنے جاسوسوں اور طلایہ گردوں کے ساتھ الفانسو ہی نہیں بلکہ سینکو کی مملکت میں بھی اپنے قدم جما چکا تھا اس نے جب قرطبہ میں اپنے جاسوس بھیجے اور ان کے ذریعے امیر یعقوب المنصور کو یہ اطلاع ملی کہ پرتگال کا حکمران مسلمانوں کے شہروں اور قصبوں کی تباہی کا باعث بنا ہے تو امیر یعقوب المنصور کا خون کھول اٹھا۔

یہ اطلاع ملتے ہی امیر یعقوب المنصور نے ایک مجلس طلب جس میں کچھ رازدارانہ اور خفیہ فیصلے ہوئے۔ اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا۔ سب سے پہلے امیر یعقوب المنصور نے قرطبہ کے والی اور اپنے بھائی ابو یحییٰ کو شلب کے سابق قلعہ دار صریم بن طریق کے ساتھ ایک لشکر دے کر سینکو کی راہ روکنے کے لئے روانہ کیا اور ان کے صرف ایک دن بعد امیر یعقوب المنصور خود بھی احمد بن سعید کو لے کر دشمن کی سرکوبی کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

امیر یعقوب المنصور اور احمد بن سعید نے دریائے کبیر کے کنارے کنارے سفر کیا تھا اشبیلیہ تک آئے۔ اور وہاں سے قراقوش کو اپنے ساتھ لیا پھر کوہستانی سلسلے میں داخل ہوئے۔ کے بعد امیر یعقوب المنصور' احمد بن سعید اور قراقوش اپنی خفیہ اور انجانی منزلوں کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔

*

پرتگال کے حکمران سینکو نے باجہ' یبورہ اور مسلمانوں کے تیسرے بڑے شہر شبونہ میں

انتہا درجہ کی تباہی کا کھیل کھیلا تھا۔ اب اس کے ہراول دستے ان شہروں کے نواح میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیل رہے تھے۔

ابھی یہ کھیل جاری تھا کہ امیر یعقوب المنصور کا بھائی اور اندلس کا والی ابو یحییٰ شلب کے سابق قلعہ دار صریم بن طریق کے ساتھ ایک تربیت یافتہ لشکر کے ساتھ نمودار ہوا۔ انہوں نے دیکھا کہ الفانسو کے لشکری آسیبی بگولوں کی طرح مسلمانوں کے علاقوں میں دندناتے پھرتے تھے یہ صورت حال دونوں کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ نواحی علاقوں میں ہراول دستوں کو دیکھتے ہی ابو یحییٰ اور صریم بن طریق رگ گردوں میں شگاف کر دینے والے طوفانوں کی طرح حملہ آور ہوئے اور مسلمانوں کے ان علاقوں میں جہاں الفانسو کے سپاہیوں کے حملوں کی وجہ سے گوشہ گیروں کی جیسی خاموشی اور ویرانی تھی وہاں ابو یحییٰ اور صریم بن طریق نے دشمن پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان کے لشکریوں کو زرد پتوں کی طرح توڑنا شروع کر دیا تھا۔

لگاتار یلغار کے بعد ابو یحییٰ اور صریم بن طریق نے باجہ' یبورہ اور شبونہ کے نواح میں سینکو کے ان تمام ہراول دستوں کا خاتمہ کر دیا تھا جو مسلمانوں کے علاقوں میں تباہی اور بربادی کا کھیل کھیل رہے تھے۔

سینکو کو جب خبر ملی کہ اندلس کا والی ابو یحییٰ اپنے قلعہ دار صریم بن طریق کے ساتھ حملہ آور ہوا ہے اور اس کے ہراول دستوں کا خاتمہ کر دیا ہے تب وہ بڑی برق رفتاری کے ساتھ اس کی طرف بڑھا تاکہ ابو یحییٰ اور صریم بن طریق کو ان کی اس حرکت کی سزا دے لیکن اتنی دیر تک اس کے علاقوں میں ایک اور فوجی انقلاب برپا ہو چکا تھا۔

امیر یعقوب المنصور اور احمد بن سعید دریائے کبیر کے کنارے کنارے سفر کرتے ہوئے اشبیلیہ تک آئے جہاں سے انہوں نے قراقوش کو ساتھ لیا پھر اپنا رخ بدلا۔ جبل موریںہ کے اندر سے انہوں نے بڑی برق رفتاری کے ساتھ فاصلوں کی بساط کو سمیٹا اور دریائے تاجہ کے کنارے آن نمودار ہوئے یہاں سے انہوں نے سرحد کو عبور کیا اور پرتگال کی مملکت میں داخل ہوئے۔ امیر یعقوب المنصور نے اپنے لشکر کو برابر کے تین حصوں میں تقسیم۔ کیا ایک حصہ اپنے پاس رکھا' دوسرا احمد بن سعید کی سرکردگی میں دیا تیسرے کا کماندار حسب سابق قراقوش کو مقرر کیا گیا تھا۔ تینوں نے آپس میں صلاح مشورہ کیا پھر تین مختلف شہروں پر حملہ آور ہونے کا فیصلہ کیا۔

سب سے پہلے امیر یعقوب المنصور پرتگالیوں کے قریبی شہر قصرابی وانس پر وارد ہوا۔ شہر کے اندر جو حفاظتی لشکر تھا وہ امیر یعقوب المنصور کا مقابلہ نہ کر سکا اور امیر یعقوب المنصور نے قصرابی وانس کو فتح کرتے ہوئے دشمن سے مسلمانوں کے قتل عام کا خوب انتقام لیا۔

ادھر احمد بن سعید نے پرتگالیوں کے دوسرے بڑے شہر پلملہ کا رخ کیا۔ پلملہ میں ایک کافی بڑا حفاظتی لشکر تھا لیکن رات کی گہری تاریکی میں احمد طوفانی جھکڑوں کی طرح حملہ آور ہوا۔ سیڑھیوں کی مدد سے شہر کی فصیل پر چڑھنے میں کامیاب ہوا اور شہر کے اندر اپنی انتقامی کارروائی کرتے ہوئے بغیر کسی مزاحمت کے احمد بن سعید نے شہر پر قبضہ کر لیا تھا۔

تیسری طرف قراقوش نے پرتگالیوں کے تیسرے بڑے شہر المعدن کا رخ کیا۔ المعدن میں وہ طوفانوں کی طرح داخل ہوا اور وقت ضائع کئے بغیر شہر پر قبضہ کر لیا اور یہاں اس نے بھی وہی کھیل کھیلا جو امیر یعقوب المنصور نے قصرابی وانس اور احمد بن سعید نے پلملہ میں کھیلا تھا۔

سینکو کو جب خبر ہوئی کہ امیر یعقوب المنصور نے اپنے سالاروں کے ساتھ اس کے علاقوں میں گھس کر تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے تو اس کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔ اس سے پہلے وہ ابو یحییٰ اور صریم بن طریق کا رخ کئے ہوئے تھا۔ جب اسے یہ خبر ملی تب وہ پلٹا اور امیر یعقوب المنصور کا مقابلہ کرنے کے لئے اس نے اپنے علاقوں کا رخ کیا تھا لیکن ابو یحییٰ اور صریم بن طریق ڈس لینے والے سانپ کی طرح اس کے تعاقب میں لگ گئے تھے۔

سینکو اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی سے اپنے علاقوں کا رخ کئے ہوئے تھا۔ اسے معلوم تھا کہ اگر اس نے تاخیر سے کام لیا تو امیر یعقوب المنصور اس کے وسیع علاقوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دے گا۔

اپنی مملکت کے اندر سینکو ابھی تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ امیر یعقوب المنصور' احمد بن سعید اور قراقوش نے ایک سحاب شعلہ آسا کی طرح اس کی راہ روک دی۔ پھر سینکو پر بھرپور حملہ کر دیا تھا۔

سینکو نے بھی اس حملے کا ڈٹ کر مقابلہ کیا' پر عین اسی لمحہ پشت کی جانب سے بے خطر اڑان والے خواہشوں کے پرندوں کی طرح تعاقب کرنے والے ابو یحییٰ اور صریم بن طریق نے بھی مہیب راہوں کی تیرگی بدحال اور نڈھال کر دینے والے صحرائی جھکڑوں کی طرح سینکو پر حملہ کر دیا تھا۔

سینکو دو طرف سے گھر گیا تھا سامنے کی طرف یعقوب المنصور' احمد بن سعید اور قراقوش اس کے لشکر کو کاٹنے لگے تھے' پشت کی جانب سے ابو یحییٰ اور صریم بن طریق اس کی تعداد کو بڑی تیزی سے کم کرنے لگے تھے۔

اس دو طرفہ حملے سے سینکو کے لشکر میں شام کی اداسیاں' غم کی دیوداسیاں رقص کرنے لگی تھیں۔ دلوں کی پیاسی زمین پر ہوس کی خواہشیں اور نفس کی ملامتیں ناچ اٹھی تھیں۔ اس جنگ کے نتیجے میں سینکو کو بدترین شکست ہوئی اور وہ ایک پہلو سے نکلتا ہوا اپنے بچے کھچے لشکر کو لے کر اپنے مرکزی شہر کی طرف بھاگ گیا۔ اپنے پیچھے وہ اسلحہ کا وسیع ذخیرہ چھوڑ گیا تھا۔ امیر یعقوب المنصور نے ہر چیز پر قبضہ کر لیا چند روز تک اس نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں قیام کیا جب اسے خبریں ملیں کہ سینکو اپنے مرکزی شہر چلا گیا ہے تب امیر یعقوب المنصور نے بھی وہاں سے کوچ کیا۔

وہاں سے روانہ ہونے کے بعد امیر یعقوب المنصور نے اشبیلیہ کا رخ کیا۔ اشبیلیہ میں چند ہفتے تک اس نے قیام کیا۔ اس قیام کے دوران شعبان کے بھیجے ہوئے کچھ مخبر امیر یعقوب المنصور کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے اطلاع دی کہ ٹیمپلروں کے گروہ در گروہ صلیبی جنگوں میں حصہ لینے کے لئے بارسلونا کی بندرگاہ کا رخ کر رہے ہیں۔

یہ اطلاع ملتے ہی امیر یعقوب المنصور نے احمد بن سعید اور قراقوش کے ساتھ طویل مشورہ کیا جس کے نتیجے میں یہ طے پایا کہ احمد بن سعید اور قراقوش اپنے حصے کے لشکر کو لے کر تستت کی بندرگاہ کا رخ کریں وہاں رہتے ہوئے اپنی بحری طاقت اور قوت کو مستحکم کریں جب وہ دیکھیں کہ ٹیمپلر بارسلونا کی بندرگاہ سے روانہ ہو رہے ہیں تب وہ ان کی پیچھے لگ جائیں اور گہرے سمندر میں انہیں بدترین شکست دے کر ان کا خاتمہ کر دیں۔ یہ طے پانے کے ساتھ ہی شعبان کو پیغام پہنچایا گیا کہ وہ ٹیمپلر پر کڑی نگاہ رکھے ان کی نقل و حرکت سے آگاہ کرے اور جب وہ بارسلونا کی بندرگاہ سے روانہ ہونے لگیں تو تستت کی بندرگاہ میں وہ اس کی اطلاع احمد بن سعید کو کریں۔

یہ سارے انتظامات طے کرنے کے بعد امیر یعقوب المنصور تو اپنے لشکر کو لے کر مراکش کی طرف چلا گیا تھا۔ ابو یحییٰ اور صریم بن طریق نے قرطبہ کا رخ کیا جبکہ احمد بن سعید اور

قراقوش انتہائی مشرق میں لست کی بندر گاہ کا رخ کر رہے تھے۔

*

احمد بن سعید اور قراقوش کچھ عرصہ تک بندر گاہ میں ان کشتیوں کے اندر جو امیر یعقوب المنصور نے مشرق کی بندر گاہ میں مہیا کی تھیں اپنے لشکریوں کو بحری جنگوں کی مشقیں دیئے رہے۔ ساتھ ہی ساتھ انہوں نے شعبان اور اس کے مخبروں سے بھی رابطہ قائم رکھا۔ جب شعبان نے انہیں اطلاع دی کہ ٹیمپلرز اپنی تربیت مکمل کرنے کے بعد فلسطین کی طرف کوچ کرنے والے ہیں تب احمد بن سعید اور قراقوش نے چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں اپنے لشکریوں کے ساتھ ایک جزیرے کو اپنا مسکن بنایا۔ یہ جزیرہ ایک لحاظ سے غیر آباد تھا اور ان کے لئے بڑا مفید ثابت ہو سکتا تھا۔

اب اپنی بحری طاقت کو انہوں نے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ آدھی کشتیوں پر مشتمل بحری قوت کو احمد بن سعید نے اپنے پاس رکھا دوسرے حصے کو قراقوش کی سرکردگی میں دیا۔ قراقوش اپنے ساتھیوں اور چھوٹی کشتیوں کے ساتھ جزیرے ہی میں مقیم رہتا۔ احمد بن سعید نے یہ کام شروع کیا کہ وہ کھلے سمندر میں جاتا اور وہ ٹیمپلر جو اندلس سے فلسطین کی طرف ہجرت کرنے کے لئے جاتے ان سے ٹکراتا کچھ دیر تک ان سے جنگ کرتا پھر پسپا ہوتا۔ ٹیمپلر جنون اور جوش میں اس کا تعاقب کرتے۔ احمد بن سعید انہیں اس جزیرے کی طرف لاتا جسے انہوں نے اپنا مسکن بنا رکھا تھا۔ یہاں پشت کی جانب سے قراقوش ان پر حملہ آور ہوتا۔ اس طرح انہوں نے ٹیمپلر کے ساتھ کھلے سمندر میں ایک کھیل شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ ان قافلوں کا قتل عام شروع کر دیا تھا جو اندلس سے تربیت حاصل کر کے فلسطین کا رخ کر رہے تھے۔ اس طرح احمد بن سعید اور قراقوش نے ٹیمپلر کے ساتھ بحری جنگوں کا ایک طویل سلسلہ شروع کر دیا تھا اور وقت بڑی تیزی سے گزرنے لگا تھا۔ ٹیمپلروں کے کسی بھی قافلے کو وہ اسپین سے فلسطین کا رخ نہیں کرنے دے رہے تھے۔ کبھی وہ چھوٹے قافلے کو سمندر کے اندر ہی غرق کر دیتے تھے کوئی بڑا کارواں ہوتا تو اسے اپنے اس جزیرے کی طرف لاتے جسے انہوں نے اپنی آماجگاہ بنا لیا تھا اور وہاں اس کا قلع قمع کرتے۔ اس طرح وہ گہرے سمندر میں ٹیمپلروں کے ساتھ برسرپیکار رہے۔

*

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

امیر یعقوب المنصور اپنے لشکر کو لے کر مراکش جا چکا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ الفانسو اور سینکو کی خوب سرکوبی ہو چکی ہے اب وہ دوبارہ سر اٹھانے کی کوشش نہیں کریں گے۔ احمد بن سعید اور قراقوش گہرے سمندر میں ٹیمپلروں کے ساتھ برسرپیکار تھے۔ اس موقع سے سینکو اور الفانسو نے فائدہ اٹھایا۔

انہوں نے اپنی جنگی تیاریوں کو اپنے عروج پر پہنچا دیا۔ یورپ کے سارے ممالک سے انہوں نے رضاکاروں کی صورت میں مدد حاصل کی۔ دونوں نے تہیہ کر لیا کہ گزشتہ برسوں میں جو انہیں امیر یعقوب المنصور کے ہاتھوں شکست اٹھانا پڑی تھی اسے وہ اپنی فتح مندی اور کامرانی میں تبدیل کریں گے۔

یہ ارادہ کرنے کے بعد بیک وقت سینکو اور الفانسو نکلے اور مسلمانوں کے علاقوں میں انہوں نے دور دور تک تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا۔ چھوٹے بڑے شہروں پر حملہ آور ہوئے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور جہاں تک ان کا بس چلا انہوں نے لوٹ مار کا بازار گرم کر دیا تھا۔ کوئی بوڑھا کوئی بچہ کوئی عورت تباہی اور بربادی سے محفوظ نہ رہی تھی۔

الفانسو اور سینکو کی خوش قسمتی کہ جب انہوں نے مسلمانوں کے علاقوں کے خلاف تباہی کا کھیل کھیلنا شروع کیا تو اس سے چند ماہ پہلے امیر یعقوب المنصور مراکش میں سخت بیمار ہو گیا۔ طبیبوں نے علاج کی ہر تدبیر کی لیکن اس کا مرض بڑھتا گیا۔ قرطبہ کے والی اور امیر یعقوب المنصور کے بھائی ابو یحیٰی کو جب امیر یعقوب المنصور کی اس بیماری کا علم ہوا تو وہ بھی اندلس سے مراکش پہنچ گیا۔

ابو یحیٰی جو امیر یعقوب المنصور کا بھائی تھا اس نے امیر یعقوب المنصور کے مرض کی شدت دیکھ کر خیال کیا کہ بس اب امیر چند دنوں کا مہمان ہے لہٰذا اس کی موت کے بعد وہی مسلمانوں کا امیر المومنین ہو گا۔

ادھر امیر یعقوب المنصور نے بستر علالت سے ابو یحیٰی کو حکم دیا کہ وہ فوراً اندلس واپس جائے اور وہاں کے حالات پر نگاہ رکھے تاکہ اندلس میں کوئی خلل نہ پڑے۔ ابو یحیٰی اس خیال سے کہ خلیفہ انتقال کر جائے تو وہ خلافت کا دعویٰ کرے اندلس جانے میں حیلے بہانے سے پس و پیش کرتا رہا۔

یعقوب المنصور کو جب ہوش آتا تو وہ یہی پوچھتا کہ ابو یحیٰی کیا اندلس کو روانہ ہو گیا ہے کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں جب جواب نفی میں ملتا تو وہ تاکید کرتا کہ اس کے حکم کی بلا تاخیر تعمیل کی جائے۔

آخر ابو یحییٰ مجبور ہو گیا اور سمندر عبور کر کے اندلس پہنچ گیا لیکن اسے پورا یقین تھا کہ امیر یعقوب المنصور بیماری سے جانبر نہ ہو سکے گا چنانچہ اس نے اندلس پہنچ کر با اثر شیوخ اور اکابر پر غیر معمولی نوازشات کا مینہ برسا دیا اور ان کو باور کروایا کہ امیر یعقوب المنصور کا وقت آخر آگیا ہے اس کے انتقال کی خبر آج آئی یا کل' اس کے بعد امارت کا حقدار اس سے بڑھ کر کوئی اور نہیں ہے۔

ان لوگوں نے بڑی سوجھ بوجھ کے ساتھ کام کیا اور ہوں ہاں کر کے اس کی بات کو ٹال دیا۔ ابو یحییٰ نے صرف قرطبہ ہی نہیں دوسرے شہر کے اکابر کو بھی اپنی امارت پر جمع کرنے کی کوشش کی پر سب نے حیلے بہانے سے اپنا دامن بچا لیا۔

جب مرسیہ کے شہر کی نوبت پہنچی تو انہوں نے خلیفہ کو خطوط لکھ کر اس معاملے کی اطلاع دی۔ اس اثناء میں خلیفہ صحت یاب ہو گیا اور طبیبوں نے اسے آب و ہوا کی تبدیلی کا مشورہ دیا چنانچہ وہ آب و ہوا کی تبدیلی کے لئے فاس کی طرف روانہ ہوا۔

راستے میں اسے اپنے بھائی ابو یحییٰ کی کارستانیوں اور بغاوت کا علم ہوا تو وہ غضب ناک ہوا۔ ابو یحییٰ کو بھی خلیفہ کی صحت یابی کی خبر پہنچ چکی تھی اور اہل اندلس کے خطوط اور شکایات کا بھی اسے علم ہو گیا۔ اب اسے اپنی خیریت اس میں نظر آئی کہ خود خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت اور معافی کا خواہاں ہو۔

چنانچہ وہ سمندر کو عبور کر کے شہر فاس میں یعقوب المنصور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امیر یعقوب المنصور اس وقت بہت سے امراء سلطنت کے درمیان بیٹھا ہوا تھا۔ ابو یحییٰ کو دیکھتے ہوئے اس نے حاضرین کو مخاطب کر کے کہا۔

"دیکھو وہ بد بخت آیا۔"

پھر حکم دیا کہ اس نابکار کو فوراً گرفتار کر لیا جائے۔ چنانچہ اسے گرفتار کر کے محبوس کر دیا گیا۔ اس کے بعد یعقوب المنصور نے اندلس کے شیوخ اور اکابر کو بلا بھیجا۔ ان سب نے شہادت دی کہ ابو یحییٰ نے ان کو اپنی امارت کی دعوت دی۔ اس طرح جب ابو یحییٰ پر جرم ثابت ہو گیا تو اس نے ابو یحییٰ کو بلا کر کہا۔

"میں رسول اللہؐ کے اس ارشاد کے مطابق تمہارے قتل کا حکم دیتا ہوں کہ جب کسی

سرزمین میں دو خلفاء کی بیعت کی جائے تو جس نے خلافت کا ناجائز دعویٰ کیا ہو وہ واجب القتل ہے۔"

چنانچہ امیر یعقوب المنصور کے حکم کے مطابق اس کے چچا عبدالرحمٰن بن یوسف نے مجمع عام میں ابو یحییٰ کی گردن مار دی تھی۔ اس کے بعد یعقوب المنصور نے اپنے اس باغی بھائی کے کفن دفن کا حکم دیا اور اس دن کے بعد اپنے قرابت داروں سے ایسا سخت رویہ اختیار کیا کہ اس کی آئندہ زندگی میں کسی کو بھی سر ابھارنے کا موقع نہ ملا۔

اندلس کے امیر ابو یحییٰ کا سر قلم کرنے کے بعد اندلس کے امور امیر یعقوب المنصور نے وقتی طور پر احمد بن سعید کے حوالے کر دیئے تھے جو اس وقت کھلے سمندروں میں ٹیمپلر کے ساتھ برسرپیکار تھا۔

امیر یعقوب المنصور مراکش میں بیٹھا ہوا تھا۔ اندلس کا والی ابو یحییٰ قتل کیا جا چکا تھا۔ احمد بن سعید کھلے سمندر میں دشمن کے ساتھ طویل جنگوں میں مصروف تھا لہٰذا الفانسو اور سینکو کو کھل کر کھیلنے کا موقع ملا۔ انہوں نے مسلمانوں کے علاقوں میں دور دور تک یلغار کرتے ہوئے تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک روز امیر یعقوب المنصور مراکش کے اپنے قصر میں اراکین سلطنت کے ساتھ
ہوا تھا کہ اس کے سامنے ایک ایسے شخص کو لایا گیا جس کی داڑھی خوب گھنی اور سفید تھی
ڈھل چکی تھی قد خوب نکلتا اور رنگ تانبے کی طرح دہک رہا تھا۔ آنے والے نے ایک
نگاہ امیر منصور پر ڈالی۔ وہ مخاطب کرنے کے لئے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ یعقوب المنصو
اسے خود ہی مخاطب کر کے پوچھ لیا۔

"میرے حاجب اور بیٹے عبداللہ بن یعقوب نے بتایا ہے کہ تم اندلس میں شلب ش
قاضی ہو کیا تم کو مجھ سے کوئی کام ہے؟"

آنے والے نے اپنی سلگتی نگاہیں المنصور کے چہرے پر گاڑ دیں پھر اس نے ایک
ایک دکھ میں کہنا شروع کیا۔

"ہاں میں ہی شلب کا قاضی ہوں۔ اے المنصور میں تمہیں اس گڈریئے کی دا
سنانے آیا ہوں جو درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں تلے محو استراحت رہا اور بھیڑیئے اس کے ر
بھنبھوڑتے رہے۔"

"میں تمہیں اس باغبان کا قصہ سنانے آیا ہوں جس کے رقیب اس کے باغ میں
خاردار درختوں کی آبیاری کرتے رہے اور ثمردار درخت خشک ہوتے اور کٹتے رہے۔"

"میں تمہیں اس ناخدا کی کہانی سنانے آیا ہوں جس کی کشتی میں لوگ چھید کرتے ر
چپو تھامے اونگھتا رہا۔"

آنے والا وہ بوڑھا لمحہ بھر کے لئے رکا۔ پھر انتہائی غضب ناک لہجے میں اس نے کہنا
کیا۔

"سن یعقوب المنصور میں شلب کا قاضی عدید بن عروان ہوں۔ میں تمہیں شمالی
کے بادشاہ الفانسو اور پرتگال کے حکمران سینکو کی خونی داستان کہنے آیا ہوں انہوں نے
علاقوں میں حملہ آور ہو کر تیری قوم کا دامن تار تار کیا۔ انسانیت کا منہ نوچا اپنی بد

خود سری اور منتقم مزاجی میں باؤلے کتے کی طرح ہزاروں مسلمانوں کو کاٹا۔"

"سن المنصور وہ دونوں تباہی کی آگ اور فنا کی تحریریں بن کر ٹوٹے۔ مسلمانوں کو انہوں نے موت کی منڈی میں زندہ نیلام کیا۔ ان کے سر پر موت بن کر کھیلے اور انہیں بکھری داستانوں کے اوراق کی طرح منتشر کیا۔"

"ان دونوں نے مل کر ہمارے شہر وادی آراء، کلپرا، نووس، تومتر، شلب اور ایسے ہی کئی دیگر شہروں پر قبضہ کر لیا ہے۔ انہوں نے ذی عزت کو بے عزت کیا۔ ہر اس لڑکی کو انہوں نے بے آبرو کیا جو ان کے ہاتھ لگی۔ اے غافل انسان تو یہاں بے خبر بیٹھا ہے تجھے کوئی ہوش نہیں۔ کیا تو اپنی اس غفلت، اس کوتاہی کا جواب یہاں اپنی رعایا کو دے گا یا قیامت کے روز تو اپنے رب کو، اے گناہ گار انسان تو کیا منہ لے کر اپنے رب کا سامنا کرے گا۔"

قاضی عدید بن عروان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ یعقوب المنصور کا ایک سالار اٹھا اپنی تلوار کے دستے پر ہاتھ لیجاتے ہوئے اس نے انتہائی غصے اور غضب ناکی میں شلب کے قاضی کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"تو گستاخ اور تیری زبان دراز ہے کیا تو نہیں جانتا تو کس سے کن الفاظ میں مخاطب ہے۔ یاد رکھو تم........"

اس سالار کو رک جانا پڑا کیوں کہ اس دوران مراکش کے قاضی قضاء ابو جعفر اٹھ کھڑے ہوئے اور اس سالار کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی غصے اور قہر کی حالت میں کہنا شروع کیا۔

"تو احمق اور جاہل ہے تجھے خبر نہیں کہ شلب کا یہ قاضی ایک فریادی کی حیثیت سے آیا ہے اور ایک فریادی کو ہر بات کہنے کی اجازت ہے۔ اب تک جو اس نے کہا ہے حق اور سچ ہے۔"

قاضی ابو جعفر جب خاموش ہوا تو یعقوب المنصور نے اپنے اس سالار کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی انتہائی قہرمانیت اور غضب ناکی میں کہنا شروع کیا۔

"اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ ورنہ تمہاری ہی تلوار سے تمہاری گردن کاٹ دی جائے گی۔ شلب کا قاضی ہر بات کہنے کا حق رکھتا ہے۔"

"الفانسو اور سینکو نے اگر ہمارے علاقوں میں تباہی کی آگ اور بربادی کا دھواں پھیلایا ہے تو ایسے سخت الفاظ تو کچھ بھی نہیں۔ خدا کی قسم یہ قاضی اس امر کا حق بھی رکھتا ہے کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہمارے منہ پر طمانچہ مار کر ہمیں غفلت کی نیند سے بیدار کرے۔ یہ اس بات کا بھی حق ہے کہ یہ ہمارے لئے اس سے بھی سخت اور بد ترین الفاظ استعمال کرے۔ تم بیٹھ جاؤ اور ا اپنی بات مکمل کرنے دو۔"

وہ سالار شرمندہ اور خجل سا ہو کر بیٹھ گیا۔ شلب کے قاضی عدید نے پھر کہنا شروع کیا۔

"آہ! الفانسو اور سینکو سرخ شعلوں کے دشت اور کالی آندھی کی طرح مسلمان علا میں داخل ہوئے بڑے بڑے امراء اور معززین مسلمانوں کے گھروں میں چکی کے پاٹ باند انہوں نے انہیں دریائے تاجہ میں پھینک دیا۔ ماں بہنوں اور بیٹیوں کے سروں سے دو نوچ کر انہیں بے آبرو اور ذلیل کیا اور وہ اپنے رب کے ساتھ ساتھ اے المنصور تجھے بھی کے لئے پکارتی تھیں لیکن وحشی بھیڑیوں کے سامنے کوئی ان کی فریاد کو سننے والا نہ تھا۔"

"اس وقت اسپین میں کچھ ٹیمپلر بھی موجود تھے وہ لوگ فلسطین جا کر اسلام کے ر عظیم سلطان صلاح الدین کے خلاف لڑنا چاہتے تھے انہوں نے بھی الفانسو اور سینکو سے بڑ مسلمانوں پر مظالم ڈھائے ہیں۔"

"المنصور جنگ سے متاثر ہونے والے ہزاروں مسلمان بوڑھے عورتیں اور طلیوس کے مشرق میں جمع ہوئے تھے۔ الفانسو' ٹیمپلر اور سینکو کے کچھ لشکری چاہتے تھ ان لئے پٹے مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر انہیں لوٹیں اور ان کی لڑکیوں کو اٹھا کر لے جا لیکن بھلا ہو بنو عمر کے سردار اور شلب کے قلعہ دار صریم بن طریق کا کہ اس نے حملہ آو سے مسلمانوں کے اس کاروان کو بچائے رکھا۔"

قاضی عدید چند ثانیوں کے لئے رکا پھر اس نے فریاد کرنے والی شہنائی جیسی پر سوز میں کہنا شروع کیا۔

"آہ دشمن نے ہمارے رشتوں کی زنجیروں کو کاٹ دیا وہ آسیب اور کانٹے دار جھاڑ طرح مسلمانوں پر وارد ہوئے۔ کمال چالاکی اور دغا سے کام لے کر انہوں نے جہاں سوز تباہ کاری کا کھیل کھیلا۔ شیروں کی آماجگاہ میں گیدڑ' عقابوں کے نشیمن میں گدھ اور بھ کے بھٹ میں لومڑیاں گھس آئی ہیں کوئی تو ہو جو آخری تلوار اور نجات دہندہ بن کر اٹھ دشمن سے مسلمانوں کے آنسوؤں اور ان کے خون کا حساب لے اور بجھے ستاروں کو ان کی واپس دلائے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شلب کے قاضی کی گردن جھک گئی تھی۔ اس کے بعد روتی ہوئی اس کی آواز سنائی دی تھی۔

"کاش کوئی تقدیر کے ترکش کا تیر بن کر اٹھتا۔ مسلمانوں کے اونگھتے ضمیر کو جھنجھوڑتا' ان کی کوتاہیوں کا کفارہ ادا کرتا۔ ان کی خستگی اور بیچارگی دور کرتا اور دفاع کا آخری بند باندھ کر ان کی حفاظت کرتا اور اپنی قوم اور ملت کی عظمت کو بحال کرتا۔"

قاضی عدید رک گیا۔ پھر اس نے اپنا جھکا ہوا چہرہ آہستہ آہستہ اوپر اٹھایا اور یعقوب المنصور کی طرف دیکھتے ہوئے سراپا التجا بن کر کہنے لگا۔ "میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اب میرے لئے جو بھی سزا تجویز کی جائے میں اس کے لئے حاضر ہوں۔"

قاضی عدید جب خاموش ہو گیا تو قصر میں بیٹھا ہر شخص بڑی پریشانی اور فکر مندی سے کبھی قاضی عدید' کبھی امیر یعقوب المنصور کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر تک ایسی ہی خاموشی اور چپ رہی۔ اس دوران امیر یعقوب المنصور کے چہرے پر بھی تفکرات کے اثرات نمودار ہوتے رہے۔ پھر اس نے قاضی عدید کی طرف دیکھتے ہوئے بے چین شراروں کے خروش جیسی آواز میں کہنا شروع کیا۔

"اے میری قوم کے محسن! ہم الفانسو اور سینکو کی آتش زنی اور خون ریزی کو روکیں گے۔ جیسے ہم ماضی میں کرتے رہے ہیں اگر وہ بار بار ہمارے علاقوں پر حملہ آور ہوتے ہیں تو بار بار ہم انہیں مار کر اپنے علاقوں سے دھتکار دیں گے۔ جو تباہی کی آگ خاموشی کا اندھیرا' وحشت اور بربریت کی ستم رانیاں انہوں نے اندلس کے مسلمانوں کے لئے اکٹھی کی ہیں ان کا رخ ہم انہیں کے علاقوں کی طرف موڑ دیں گے۔

"اس الفانسو اور سینکو نے صرف مسلمانوں کا رحم اور محبت دیکھی ہے ان پاگل کتوں نے ہمارا غصہ اور انتقام نہیں دیکھا۔ واللہ ہم ان پر اپنے رب کا قہر اور وقت کی قضا بن کر نازل ہوں گے۔"

المنصور تھوڑی دیر رکا پھر اس نے اپنی پوری شد و مد سے کہنا شروع کیا۔

"ہم اپنے لشکر کے ساتھ اندلس کے مسلمانوں کے لئے تاریخ افق پر امید کی کرن بن کر نمودار ہوں گے۔ دشمن کی ساری کجی درست کر دیں گے۔ ہم اپنی سلطنت کی بکھری داستانوں کے اوراق جمع کریں گے اور الفانسو اور سینکو پر ان کا یوم حساب بن کر نازل ہوں گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرے بزرگ! آپ بے فکر رہیں۔ ہم اندلس کے مسلمانوں کو بے رحم حالات کے حوالے نہیں کریں گے، سینکو اور الفانسو سے ہم ان کے شر اور غضب اور اپنے بھائیوں کی آزادی اور ان کی خود مختاری کے تحفظ کے ہر سانس کی قیمت وصول کریں گے۔"

"ہم ان گمنام مجاہدوں کو بھی فراموش نہ کریں گے، جنہوں نے مصیبت کے وقت ادھر ادھر بکھرتے اور دھکے کھاتے ہوئے مسلمانوں کی مدد کی۔"

اس کے بعد امیر یعقوب المنصور خاموش ہو گیا۔ کچھ سوچا اس کے بعد وہ اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ پھر پہلے سے بھی زوردار انداز میں اس نے کہنا شروع کیا۔

"عبداللہ میرے بیٹے تم قاضی عدید کے قیام اور طعام کا عمدہ بندوبست کرو۔ ہم اپنے لشکر کے ساتھ کل یہاں سے کوچ کریں گے۔ قاضی عدید بھی ہمارے ساتھ روانہ ہوں گے۔" اس کے ساتھ ہی امیر یعقوب المنصور مڑا اور قصر الحجاز کے دوسرے حصے کی طرف چلا گیا تھا۔

*

امیر یعقوب المنصور نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا۔ اس کوچ سے پہلے اس نے تیز رفتار قاصد احمد بن سعید اور قراقوش کی طرف روانہ کئے تھے اور انہیں پیغام بھیجا تھا کہ وہ جس حالت میں بھی ہوں اپنی بحری مہموں کو ترک کر کے فوراً اشبیلیہ کا رخ کریں۔

خود امیر یعقوب المنصور نے اندلس میں داخل ہونے کے بعد اشبیلیہ شہر کے باہر پڑاؤ کر لیا تھا۔ پڑاؤ کا مقصد اپنے لشکریوں کو آرام کرنے کا موقع فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ احمد بن سعید اور قراقوش سے متعلق خبریں بھی حاصل کرنا تھا۔

ایک روز امیر یعقوب المنصور عشاء کے بعد اپنے خیمے میں آرام کے لئے جانے والا تھا۔ کہ خیمے سے باہر ہی ایک محافظ اس کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ "امیر محترم! اندلس میں طلایہ گر دستوں کے سربراہ شعبان آپ کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتے ہیں۔" یعقوب المنصور فوراً بول پڑا۔ "اسے اور دیگر سالاروں کو فوراً میرے خیمے میں بھیجو۔"

وہ مسلح جوان وہاں سے ہٹ گیا۔ امیر یعقوب المنصور اپنے خیمے میں داخل ہوا ایک نشست پر وہ بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس خیمے میں امیر یعقوب المنصور کے لشکروں کا سالار ابو یحیٰ ابو بکر، یعقوب المنصور کا بیٹا عبداللہ، اس کا چچا عبدالرحمن بن یوسف اور اس کے ساتھ شعبان خیمے میں داخل ہوئے تھے۔

اپنی جگہ سے اٹھ کر امیر یعقوب المنصور نے ان کا استقبال کیا اور نشستوں پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ سب بیٹھ گئے تب امیر یعقوب المنصور نے شعبان کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی گفتگو کا آغاز کیا۔

"شعبان میرے بیٹے کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

شعبان نے گلا صاف کیا پھر خیمے میں اس کی آواز گونج گئی تھی۔

"امیر محترم! میں چند انتہائی اہم خبریں آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ پہلی خبر یہ ہے کہ الفانسو ایک بہت بڑے لشکر کے ساتھ الارک کے ان میدانوں کا رخ کر رہا ہے جس کے اطراف میں ویرانے ہیں۔ شاید اس میدان ہی کو رزم گاہ بنانا چاہتا ہے، سب سے پہلے تو ہمیں اس کی راہ روکنی چاہئے۔"

"دوسری خبر جو میں آپ سے کہنا چاہتا ہوں وہ یہ کہ پرتگال کے بادشاہ سینکو نے بھی اپنا ایک بہت بڑا لشکر الفانسو کے حوالے کر دیا ہے۔ اس لشکر میں سینکو خود شامل نہیں ہے۔ الفانسو اور سینکو کے لشکر کے مل جانے سے اس لشکر کی تعداد لگ بھگ چار لاکھ کے قریب پہنچتی ہے اور یہی لشکر الفانسو کی کمانداری میں الارک کے میدانوں کا رخ کئے ہوئے ہے۔"

"سینکو نے اس بار ایک اور چال چلی ہے اس نے اپنے لشکر کا کچھ حصہ تو الفانسو کے حوالے کیا ہے ساتھ ہی اس نے الفانسو کے ساتھ طویل مشاورت بھی کی ہے۔ جس کے نتیجے میں یہ طے پایا ہے کہ بظاہر تو سینکو اپنا لشکر الفانسو کے حوالے کرے گا لیکن جتنا لشکر اس نے الفانسو کے حوالے کیا ہے اتنا ہی لشکر اس کے اپنے پاس بھی ہے۔ اب وہ ہمارے لئے نیا محاذ کھولے گا۔ یہ سارا کام اس نے الفانسو کے مشورے سے کیا ہے۔ دراصل وہ ہمارے لئے مسائل کھڑا کرنا چاہتا ہے جو لشکر سینکو نے اپنے پاس رکھا ہے اسے لے کر وہ دریائے آنہ کو عبور کرنا چاہتا ہے دریا کو عبور کرنے کے بعد جبل اشارات کے شمال میں جو مسلمانوں کے علاقے ہیں ان میں شکست و ریخت کا ارادہ رکھتا ہے ان کا خیال ہے کہ سینکو جب جبل اشارات کے شمالی علاقوں پر حملہ آور ہو گا تو آپ کی توجہ بٹ جائے گی نہ آپ سینکو کی طرف جا سکیں گے نہ آپ الفانسو کا دلجمعی کے ساتھ مقابلہ کر سکیں گے۔"

"اس بار الفانسو اور سینکو نے امیر محترم صرف دو محاذ پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ ایک تیسرا محاذ بھی کھول رہے ہیں۔ تیسرا محاذ کھولنے والے برق کلیسا اور ٹیمپلروں کا سردار کاریون ہیں۔ میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساری اطلاعات جمع کرنے کے بعد آپ کی طرف آ رہا ہوں۔ طلیطلہ شہر سے جو شاہراہ ق رباح سے ہوتی ہوئی وادی الکبیر کی طرف جاتی ہے اسی شاہراہ پر برق کلیسا اور کاریون کہا لگائیں گے اور جو وقت انہوں نے الفانسو اور سینکو کے ساتھ مقرر کر رکھا ہے اس مقررہ وقت پر وہ حرکت میں آئیں گے۔ اس شاہراہ پر سفر کرتے ہوئے وہ وادی الکبیر کی طرف بڑھیں اور ان وادیوں میں مسلمانوں کے خلاف شکست و ریخت کے کام کی ابتدا کریں گے۔"

"امیر محترم! اس بار الفانسو، سینکو، برق کلیسا اور کاریون اندلس کے اندر اپنی تمام طاقت اور قوت کو مسلمانوں کے خلاف مجتمع کرتے ہوئے حرکت میں آ رہے ہیں۔ ہمارے علاقو میں پیش قدمی کرنے سے پہلے دو روز یہ چاروں اپنے اپنے مشیروں کے ساتھ مشاورت کر رہے ہیں اور پھر آخری فیصلہ کرنے کے بعد یہ ہمارے خلاف حرکت میں آ رہے ہیں۔"

امیر یعقوب المنصور کی گردن تھوڑی دیر تک جھکی رہی وہ کچھ سوچ رہا تھا پھر خیمے میں ا یعقوب المنصور کی آواز گونج گئی تھی، اس کی آواز میں ایک تاثر ایک دکھ اور پچھتاوا تھا۔

"شعبان اس موقع پر جبکہ الفانسو، سینکو بیک وقت ہمارے لئے تین محاذ کھول رہے کاش احمد بن سعید اور قراقوش میرے پاس ہوتے میں ان سے مشورہ کرتا۔ مجھے امید ہے دشمن سے نبٹنے کے لئے وہ کوئی نہ کوئی راہ ضرور تلاش کر لیتے۔" امیر یعقوب المنصور کے الفاظ پر امیر لشکروں کے سالار ابویحییٰ اور ان کا بیٹا عبداللہ اور چچا عبدالرحمٰن یوسف تینوں ا اور ویران ہو گئے تھے۔ قبل اس کے کوئی اپنے رد عمل کا اظہار کرتا شعبان جس کے لبوں اس موقع پر ہلکا سا تبسم تھا امیر یعقوب المنصور کو مخاطب کر کے بول پڑا تھا۔

"امیر محترم! جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں وہ ختم نہیں ہوا۔ آپ احمد بن سعید اور قراقو سے متعلق زیادہ فکر مند نہ ہوں میں ان دونوں سے بھی مل کر آ رہا ہوں۔"

شعبان کے ان الفاظ پر امیر یعقوب المنصور ہی نہیں خیمے میں بیٹھے سب چونک سے تھے۔ پھر امیر یعقوب المنصور نے پر شوق انداز میں شعبان کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

"میرے بیٹے بتا اس سلسلے میں تو نے احمد بن سعید اور قراقوش کے ساتھ کیا مشاو ہے۔"

"امیر محترم! جو حالات میں نے آپ سے کہے ہیں یہی حالات میں نے ان سے بھی ڈا... وہ گو سمندر کے اندر ٹیمپلروں کے ساتھ مصروف کار رہے ہیں لیکن ٹیمپلر

ابھی کوئی بڑا قافلہ اندلس سے فلسطین کی طرف نہیں گیا۔ دراصل الفانسو اور سینکو چونکہ آپ کے خلاف ایک بڑی جنگ کی ابتداء کرنا چاہتے تھے اس کی اطلاع کاریون کو بھی کر دی تھی لہٰذا کاریون نے ٹیمپلروں کو یہیں روکے رکھا۔ چھوٹے چھوٹے اکا دکا قافلے فلسطین کا رخ کرتے رہے ہیں جنہیں مار کر یا تو احمد بن سعید اور قراقوش نے سمندر میں ڈبو دیا ہے یا واپس اندلس جانے پر مجبور کر دیا ہے۔ دراصل ٹیمپلر آپ کے ساتھ اس جنگ سے فارغ ہونے کے بعد فلسطین کا رخ کریں گے انہیں قوی امید ہے کہ وہ اس جنگ میں مسلمانوں کو پسپا کریں گے اندلس سے باہر نکالیں گے اور اس کے بعد سارے ٹیمپلر اور پوری قوت ارض فلسطین کا رخ کرے گی۔"

"میں اپنی گفتگو کے دوران یہ بھی بتانا بھول گیا ہوں کہ اس بار الفانسو اور سینکو کے تحت یورپ سے آئے ہوئے بے شمار صلیبی رضاکار بھی ہیں جو آپ کے خلاف حرکت میں آئیں گے۔"

"امیر محترم! میں نے جو حالات آپ سے کہے ہیں یہی احمد بن سعید اور قراقوش سے کہے تھے انہوں نے فی الفور مجھے آپ کی طرف روانہ کر دیا ہے وہ کس رد عمل کا اظہار کرتے ہیں اس کا مجھے پتا نہیں میرے خیال میں ان دونوں میں کوئی آپ کی خدمت میں حاضر ہو گا اور آنے والی جنگ کے موضوع پر تفصیل کے ساتھ گفتگو کرے گا۔ میرا اندازہ ہے کہ احمد بن سعید خود آپ سے ملنے آئے گا اور قراقوش کو وہ کہیں محفوظ جگہ لشکر کے ساتھ رکھے گا۔ یہ میں اپنا اندازہ بتا رہا ہوں انہوں نے مجھے اس سے متعلق کچھ نہیں کہا۔"

شعبان کے اس انکشاف پر امیر یعقوب المنصور کے لبوں پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی کچھ دیر تک وہ اپنے سالار اعلیٰ، اپنے چچا اور اپنے بیٹے عبداللہ کی طرف دیکھتا رہا بعد میں اس نے شعبان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"یہ سب سے اچھی خبر ہے جو تم نے بعد میں سنائی ہے۔ اب مجھے ایک طرح سے اطمینان ہے کہ مجھے اکیلے الفانسو اور سینکو سے نہیں نبٹنا۔ اگر دشمن کے اس لائحہ عمل سے احمد بن سعید اور قراقوش بھی آگاہ ہو چکے ہیں تو اب مجھے اطمینان ہے میں تینوں محاذوں پر بھی دشمن سے نبٹنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔"

امیر یعقوب المنصور کو یہاں تک کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کا وہی محافظ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اندر آیا۔ امیر کو اس نے تعظیم دی پھر بول اٹھا۔

"امیر محترم! ایک جوان جو اپنا نام ہشام بن ادریس بتاتا ہے آپ سے ملنے کا خواہش ہے۔"

ہشام کا نام سن کر امیر یعقوب المنصور مسکرا دیا پھر خیمے میں امیر کی آواز گونج گئی۔

"اس جوان کو اندر لاؤ میں اس سے ملنا یقیناً پسند کروں گا۔"

مسلح جوان باہر نکل گیا تھوڑی دیر بعد ہشام بن ادریس خیمے میں داخل ہوا۔ امیر ی المنصور نے اپنی جگہ سے اٹھ کر پرجوش انداز میں اس سے مصافحہ کیا۔ نشست پر بیٹھنے کے کہا پھر گفتگو کا آغاز امیر یعقوب المنصور کرنا ہی چاہتا تھا کہ ہشام بن ادریس پہلے ہی بول پڑا۔

"امیر محترم! ہماری خوش قسمتی ہے کہ آپ نے اپنے لشکر کے ساتھ ہماری بستی قریب پڑاؤ کیا ہے میں اپنے گھر والوں سے مشورہ کرنے کے بعد آپ کی خدمت میں ا حاضر ہوا ہوں کہ آپ کی بڑی مہربانی آپ کی بڑی نوازش ہو گی کہ اگر آپ کل رات ہمارے ساتھ کھائیں۔ یہ میرے باپ، میرے چچا کی دلی خواہش ہے میں نے یہ بھی سنا آپ اپنے لشکر کے ساتھ یہاں حالات کا جائزہ لینے کے لئے قیام کریں گے اور اس لشکر انتظار کریں گے جو اس وقت قرطبہ میں موجود ہے۔"

امیر یعقوب المنصور مسکراتا رہا اور ہشام بولتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوا تو امیر کی آوا دی۔

"ہشام میرے بیٹے میں تمہاری ضیافت کو ٹھکراؤں گا نہیں۔ اس میں شک نہیں چند روز تک یہاں قیام کروں گا اس لئے کہ جو لشکر قرطبہ سے آنا ہے اسے اپنے ساتھ جاؤں گا۔ راستے میں بھی میرے ساتھ وہ لشکر شاید آن ملے۔ جس کی کمانداری صریم بن کر رہا ہے یہ نوجوان شلب کا قلعہ دار ہے اور دشمن کے خلاف اس نے مسلمانوں کو کے لئے بھرپور کارروائیاں کی ہیں۔ اس وقت احمد بن سعید اور قراقوش دونوں میرے نہیں ہیں اگر وہ دونوں ساتھ ہوتے تو تمہارے ہاں ضیافت کا صحیح معنوں میں لطف آ جاتا۔ مطمئن رہو میں کل اپنے چچا اپنے بیٹے اور اپنے سالار ابویحییٰ کے ساتھ تمہاری حویلی آؤں گا۔"

امیر یعقوب المنصور رکا اس کے بعد اس نے شعبان کی طرف دیکھا۔

"شعبان میرے بیٹے تمہارا کیا خیال ہے تم لشکر میں رکو گے یا کوچ کرو گے اس پر شعبان اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔

"امیر محترم! میرے ذمے ابھی بہت کام ہیں۔ میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کر رہا ہوں اس لئے کہ مجھے آپ کے علاوہ احمد بن سعید اور قراقوش کو بھی دشمن کی نقل و حرکت سے آگاہ کرنا ہے۔" اس کے ساتھ ہی شعبان نے امیر یعقوب المنصور، ابویحییٰ اور عبدالرحمٰن بن یوسف سے مصافحہ کرنے کے بعد ہشام سے ہاتھ ملایا پھر وہ خیمے سے نکل گیا تھا۔

شعبان کے جانے کے بعد تھوڑی دیر تک امیر یعقوب المنصور ہشام سے اس کے اہل خانہ کی خیریت دریافت کرتا رہا پھر وہ بھی اجازت لے کر چلا گیا۔ اس کے بعد آنے والے لمحات سے متعلق کچھ دیر تک امیر یعقوب المنصور نے ابویحییٰ اور اپنے بیٹے عبداللہ اور چچا عبدالرحمٰن بن یوسف سے مشاورت کی پھر انہیں بھی جانے کی اجازت دے دی تاکہ وہ اپنے خیموں میں جا کر آرام کر سکیں۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اشبیلیہ شہر میں چند یوم قیام کے بعد امیر یعقوب المنصور نے اپنے لشکر کے ساتھ کوچ تھا راستے میں شلب کا قلعہ دار صریم بن طریق بھی امیر یعقوب المنصور کے ساتھ آن ملا تھا۔

دریائے آنہ کو عبور کرنے کے بعد امیر یعقوب المنصور نے بڑی تیزی کے ساتھ الارک کے میدانوں کا رخ کیا۔ اس لئے کہ امیر یعقوب المنصور کو اس کے مخبر اطلاع دے چکے تھے الفانسو بھی ایک بڑے لشکر کے ساتھ جس کی تعداد چار لاکھ کے لگ بھگ تھی الارک کے میدانوں کا رخ کئے ہوئے تھا۔

دراصل الارک ایک مضبوط مستحکم قلعے کا نام تھا جو میدان جنگ کے قریب ایک پہاڑ چوٹی پر بنا ہوا تھا اس کی نسبت سے اس لڑائی کا نام بھی جنگ الارک مشہور ہو گیا۔ آج کل اس کا نام سانتا ماریا ہے اور یہ اسپین کے ایک ضلع کلترا میں واقع ہے۔

علامہ عبدالواحد مراکشی نے اپنی مشہور زمانہ کتاب المعجب میں میدان جنگ کا نام فحص الجدید بھی لکھا ہے تاہم انہوں نے لڑائی کے جو واقعات بیان کئے ہیں وہ الارک کی لڑائی سے مشابہت رکھتے ہیں۔ فی الحقیقت فحص الجدید اور الارک کی لڑائی ایک ہی ہے اس لئے کہ مورخین کا خیال ہے کہ اسپین کے لوگ اس میدان کو الارک کہہ کر پکارتے تھے جبکہ عربوں نے اس میدان کا نام فحص الجدید رکھا ہوا تھا۔

امیر یعقوب المنصور جب الارک کے میدانوں میں پہنچا تو الفانسو اپنے چار لاکھ کے لشکر کے ساتھ پہلے ہی الارک کے میدانوں میں پڑاؤ کئے ہوئے تھا گویا وہ امیر یعقوب المنصور کا انتظار کر رہا تھا۔ دشمن کی زبردست جمعیت اور جنگی سازو سامان کو دیکھتے ہوئے وقتی طور پر امیر یعقوب المنصور کے لشکری مرعوب ہوئے تھے کیونکہ چار لاکھ دشمن کے سامنے اس وقت امیر یعقوب المنصور کے پاس صرف چالیس ہزار کا لشکر تھا۔

دوپہر کے وقت امیر یعقوب المنصور الارک کے میدانوں میں خیمہ زن ہوا تھا اور ظہر قریب الفانسو نے صفیں درست کر کے جنگ کی تیاری شروع کر دی تھی۔ ساتھ ہی اس

اپنے لشکر میں جنگ کے طبل بجوا دیئے تھے۔ شاید وہ مسلمانوں کو آرام کرنے کا موقع فراہم نہ کرنا چاہتا تھا۔

امیر یعقوب المنصور نے بھی اپنے لشکر کی صفیں درست کیں اسے بڑی بے چینی سے احمد بن سعید اور قراقوش کا انتظار تھا تاہم لشکر کا قلب اپنے ساتھ رکھا ہراول لشکر پر اپنے سالار اعلیٰ ابو یحیٰی ابو بکر کو رکھا اور صریم بن طریق کو اس کا نائب مقرر کیا۔ میمنہ کا سردار اپنے بیٹے اور حاجب عبداللہ کو بنایا۔ میسرہ کی کمان اس نے اپنے چچا عبدالرحمٰن بن یوسف کے ہاتھ میں دی تھی۔

امیر یعقوب المنصور نے جب دیکھا کہ دشمن کی تعداد اس کے لشکر سے دس گنا زیادہ ہے۔ وقتی طور پر تو اس کے لشکری دشمن کی تعداد اور اس کے جنگ کے سازو سامان سے متاثر بھی ہوئے۔ تب وہ قدرے زیادہ پتھریلی زمین پر اپنے رب کے حضور سر بسجود ہوا پھر وہ بڑی رقت اور بڑی عاجزی سے دعا مانگ رہا تھا۔

"رب عظیم میں تیرا عاجز اور گناہ گار بندہ تیرے حضور حاضر ہوں۔" پھر امیر یعقوب المنصور اٹھ کر بیٹھ گیا دونوں ہاتھ پھیلا کر بڑی دردمندی اور وجد میں کہہ رہا تھا۔

"مولا کریم میں یہ چالیس ہزار نفوس اندلس میں تیرے نام کو بلند کرنے کی خاطر لایا ہوں تو نے اگر انہیں سرفراز نہ کیا تو اندلس کے مسلمانوں کے تار تار دامن کو کون سیئے گا۔ بکھری داستانوں کے اوراق کون اکٹھے کرے گا سربرہنہ عصمتوں کی کون حفاظت کرے گا۔ آگ اور خون کے اس طوفان کے سامنے کون تیرا عظیم نام لے کر کنارا عطا کرے گا۔"

"اے میرے رب مجھے توفیق دے کہ میں دشمن کی یلغار اور اس کے سیلاب کے ریلے کو روک دوں۔ میں تیرے سامنے اپنی عاجزی اور اپنے آنسوؤں کی پونجی پیش کرتا ہوں اسی سرزمین میں تو نے کشتیاں جلانے والے رجل عظیم کو اپنی مدد سے فتح عطا کی تھی۔ اسی سرزمین میں تو نے یوسف بن تاشفین کو اپنی نصرت دے کر کامرانی سے ہمکنار کیا تھا۔ مجھے بھی ہمت دے کہ میں اپنی بھیڑوں کی گلہ بانی کروں۔ ڈوبتی کشتی کا ناخدا بن کر سہارا دوں اور تیرے نام کے سہارے اپنی قوم کی سطوت کے ایوان استوار کروں۔"

"رب عظیم اس اذیت ناک اور پرشور وقت میں دفاع کی آخری امید لے کر میں تیرے سامنے حاضر ہوں۔ مسلمانوں کی حفاظت اور معاونت کرتے ہوئے مجھے ہمت دے کہ شورہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پشت دشمن کو مار بھگاؤں۔ تو مالک کل ہے میری مدد فرما۔"

دعا ختم کرکے امیر یعقوب المنصور اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا دامن اس کے آنسوؤں سے ہوا تھا۔ اس کی حالت دیکھ کر اس کے لشکریوں پر ایک رقت ایک نیا جذبہ اور جوش طاری تھا۔ اس موقع پر امیر یعقوب المنصور اپنے ساتھیوں اور اپنے لشکریوں کو مخاطب کرکے ہی چاہتا تھا کہ اس کی نگاہیں دشمن کے اگلے حصے پر جم گئی تھیں۔

دشمن کے لشکر کے سامنے دو سوار آپس میں تکرار کر رہے تھے دونوں اپنے گھو سوار تھے اور ایک دوسرے کا دامن کھینچتے ہوئے اسے روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ دونوں انفرادی مقابلے میں نکلنے کے لئے پہل کرنا چاہتے تھے۔ تاہم ان میں سے ایک آ میں کامیاب ہوا میدان کے وسط میں آیا اور مسلمانوں کے لشکر کی طرف رخ کرتے ہو نے انفرادی جنگ کے لئے للکارا۔

امیر یعقوب المنصور کو اب بھی احمد بن سعید اور قراقوش کی آمد کا بڑی بے چین انتظار تھا وہ بار بار اپنے دائیں طرف دریائے آنہ کی طرف دیکھتا تھا کہ شاید ان دونوں میں کوئی آئے اس موقع پر صریم بن طریق نے امیر یعقوب المنصور سے اجازت لی اور ا مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں اترا۔

جس وقت صریم بن طریق مقابلہ کرنے کے لئے میدان میں کچھ آگے بڑھا تھا امیر یع المنصور کی نگاہیں اپنے دائیں طرف دریائے آنہ کی طرف جم گئی تھیں۔ اس لئے کہ د آنہ کی طرف سے ایک سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آ رہا تھا۔ اس کے گھوڑ دوڑنے کی وجہ سے دھول اٹھ رہی تھی۔ امیر یعقوب المنصور جو اس وقت اپنے لشک سامنے تھا اپنی نگاہیں اس پر جمائے اسے دیکھتا رہا۔ جب وہ ذرا قریب آیا تو امیر یعقوب ا کے چہرے پر گہری مسکراہٹ کھیل گئی تھی۔

اس لئے کہ آنے والا اپنے سفید چمکتے ہوئی گھوڑے پر سوار تھا اس کا لباس بھی س کھلی آستینوں والے لباس سے وہ پہچان گیا کہ وہ احمد بن سعید تھا۔ دھول اڑاتا ہوا ا سعید اپنے گھوڑے کو بڑی تیزی سے بھگاتا ہوا لشکر کے سامنے سے گزرتا ہوا امیر ی المنصور کے سامنے آن رکا تھا۔

جونہی وہ امیر یعقوب المنصور کے سامنے آیا امیر یعقوب المنصور نے اسے مخاطب کیا

"میرے بیٹے مجھے تیرا بڑی بے چینی سے انتظار تھا دیکھ دشمن اس وقت ہمارے سامنے جنگ شروع کرنے کی حالت میں ہے اور اس کی تعداد چار لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ تو دیکھتا ہے کہ میرے پاس کل چالیس ہزار کا لشکر ہے پھر بھی میں دشمن کے ساتھ ٹکرانے کا عزم کئے ہوئے ہوں۔ میرے بیٹے تیرا لشکر اس وقت کہاں ہے؟"

امیر یعقوب المنصور کی اس گفتگو سے احمد بن سعید کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ ایک نگاہ اس نے میدان کے وسطی حصے پر ڈالی جہاں صریم بن طریق انفرادی مقابلے میں مصروف تھا۔ پھر اس نے امیر یعقوب المنصور کو مخاطب کیا۔

"امیر محترم! المریہ کی بندرگاہ میں جو آپ کا بحری بیڑہ تھا اور اس کے اندر جو بحری جنگ کے تجربہ کار سپاہی تھے میں انہیں بھی اپنے ساتھ اس طرف ہی لے آیا ہوں اس لئے کہ اس وقت ہمیں سمندر کی طرف سے کوئی خطرہ نہیں۔"

"شروع شروع میں کچھ ٹیمپلوں نے یہاں سے فلسطین جانے کا رخ کیا تھا لیکن انہیں ہم نے یا تو سمندر میں ڈبو دیا یا ان میں سے کچھ بھاگ کر اسپین میں آ گئے پھر جب انہیں یہ خبر ہوئی کہ الفانسو اندلس میں مسلمانوں کے ساتھ ٹکرانا چاہتا ہے تو انہوں نے اسپین سے فلسطین کی طرف جانے کا سلسلہ بند کر دیا اور جوق در جوق وہ الفانسو کے لشکر میں شامل ہونا شروع ہو گئے۔ میرے خیال میں اس جنگ کے بعد وہ دوبارہ فلسطین کا رخ کریں گے اور میں سمندر میں ان کی راہ روکوں گا۔"

"المریہ میں جو آپ کا بحری بیڑہ تھا اس کے لشکریوں کو میں نے المریہ میں قیام کے دوران زمین پر جنگ لڑنے کی بہترین تربیت دے دی ہے۔ انہیں میں المریہ سے نکال کر دریائے کبیر کے کنارے کنارے اس طرف لایا تھا شاید شعبان نے آپ کو بتا دیا ہو گا کہ الفانسو اور سینکو دونوں مل کر ہمارے ساتھ فریب کر رہے ہیں ایک محاذ کے بجائے تین محاذ کھول رہے ہیں ایک محاذ یہ آپ کے سامنے الفانسو کا دوسرا سینکو کا تیسرا برق کلیسا اور کاریون کا ہے۔ المریہ میں جس قدر بحری بیڑے کے جوان تھے انہیں میں نے دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصے کو میں نے دریائے آنہ کے اس جگہ مقرر کیا ہے جہاں سے کاریون دریا کو عبور کرکے ہمارے علاقوں میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔ اس کے ساتھ برق کلیسا بھی ہے دوسرے حصے کے لشکر کو میں نے ماردہ شہر کے عین سامنے گھات میں بٹھا دیا ہے۔ اس جگہ سے سینکو اپنے لشکر کے ساتھ

دریا کو عبور کر کے ہمارے علاقوں میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا۔"

"جو دو گروہ میں نے گھات میں بٹھائے ہیں وہ بہترین تیرانداز ہیں جونہی دشمن ان جگہ سے دریا کو عبور کر کے ہماری سرزمینوں میں داخل ہونے کی کوشش کرے گا وہ ایسی تیراند کریں گے کہ دشمن کو دریا پار نہیں کرنے دیں گے۔ وہ ایک طرح سے دشمن کو روکے ر گے اور اپنی سرزمینوں میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ مجھے امید ہے کہ اتنی دیر تک میں د کے سروں پر پہنچوں گا اور انہیں ایسا سبق دوں گا جو ان کے لئے اور ان کی آنے والی نس کے لئے ایک درس عبرت بن کر رہے گا۔"

"امیر محترم! جہاں تک میرا اور قراقوش کا تعلق ہے تو چند میل پیچھے میرا لشکر گھات بیٹھ چکا ہے قراقوش لشکر کی کمانداری کر رہا ہے میں آپ سے معاملہ طے کرنے آیا ہوں انف جنگ کے بعد آپ دشمن سے جنگ کی ابتداء کر دیں گے۔ جنگ جب عین زور پر آئے میں اور قراقوش گھات سے نکلیں گے دشمن کے پہلو پر ایسی ضرب لگائیں گے کہ م خداوند قدوس کو منظور ہوا تو دشمن کے پاؤں تلے سے ہم زمین کو بساط کی طرح کھینچ کر دیں گے۔ پھر الارک کے ان میدانوں میں دشمن کے سامنے شکست' بدنامی اور ہزیمت سواہ کچھ نہ چھوڑیں گے۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو سے امیر یعقوب المنصور کی آنکھوں میں خوشی کے آن آئے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ ضبط کرتا رہا ساتھ ہی احمد بن سعید کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر ا لبوں پر گہری مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے بول پڑا۔

"میری ملت کے عظیم فرزند! قسم خداوند کی مجھے تم سے ایسی ہی گفتگو کی امید تھی۔ الارک کے ان میدانوں میں دشمن کو میں ایسا سبق دوں گا کہ وہ اپنی ساری چوکڑیاں جائے گا۔"

امیر یعقوب المنصور جب خاموش ہوا تو اپنے گھوڑے کی باگیں موڑتے ہوئے احم سعید نے اسے مخاطب کیا۔

"امیر محترم! میں اب جاتا ہوں۔ جو کام میں کرنا چاہتا تھا وہ میں کر چکا ہوں۔" یہاں کہتے کہتے احمد بن سعید رک گیا اس لئے کہ صریم بن طریق نے مقابلے میں اترنے والے کر کے اس کا خاتمہ کر دیا تھا اور اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا واپس آ رہا تھا۔

صورت حال دیکھتے ہوئے احمد بن سعید کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی اور یہ یعقوب المنصور کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"امیر محترم! میں اب جاتا ہوں' صریم کو میری طرف سے مبارک باد دیجئے گا۔ دشمن اب جنگ کی ابتدا کرنے میں دیر نہیں کرے گا۔ مجھے فی الفور اپنے لشکر میں پہنچنا چاہئے جو گھات میں بیٹھا بڑی بے چینی سے میرا منتظر ہے۔"

امیر یعقوب المنصور کو بیک وقت دو خوشیاں مل رہی تھیں ایک یہ کہ صریم بن طریق نے مقابلے میں اترنے والے کو زیر کر دیا تھا دوسرے یہ کہ جو گفتگو احمد بن سعید کے ساتھ ہوئی تھی وہ حوصلہ افزا تھی لہٰذا پر جوش انداز میں اس نے احمد بن سعید کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"میرے بیٹے جاؤ خدا تمہارا حامی اور ناصر ہے میں خیال کرتا ہوں کہ الارک کے میدانوں میں قدرت پوری طرح ہمارا ساتھ دے رہی ہے اور ہم اس الفانسو کو اس میدان میں مفتوح اور مغلوب کر کے نکالیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی احمد بن سعید نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اس کا گھوڑا دھول اڑاتا ہوا اپنے لشکر کے سامنے سے گزرتا ہوا دریائے آنہ کی طرف جا رہا تھا۔

اسی موقع پر دشمن کے لشکر سے ایک سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا نکلا وہ سیاہ رنگ کے ایک خوب توانا اور پلے ہوئے گھوڑے پر سوار تھا۔ خود بھی وہ سر سے پاؤں تک لوہے میں غرق تھا۔ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا دونوں لشکروں کے بیچ میں آیا۔ اپنے گھوڑے کو روکا اور پھر بلند آواز میں احمد بن سعید کا نام لیتے ہوئے اس نے مقابلے کی دعوت دی تھی۔

احمد بن سعید اس وقت تک اپنے سفید رنگ کے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اپنے لشکر کے آگے آگے آخری حصے تک پہنچ چکا تھا۔ جہاں مقابلے میں آنے والے کی آواز کو اس نے بھی سن لیا تھا یہ آواز سنتے ہی گویا اس کے حواس میں آگ بھر گئی۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنے گھوڑے کو روکا۔ یہ جھٹکا لگتا تھا کہ گھوڑا اپنی اگلی دونوں ٹانگیں اٹھاتے ہوئے فضا میں الف ہو گیا۔ بری طرح ہنہنانے اور نتھنے پھڑپھڑانے لگا تھا اور بڑی تیزی کے ساتھ اپنی تھوتنیاں بدلنے لگا تھا۔

اس موقع پر احمد بن سعید نے مسکراتے ہوئے اپنے گھوڑے کی گردن پر ایک شفقت بھری تھپکی دی پھر وہ گھوڑے کو مخاطب کر کے کہہ اٹھا۔

"سن میرے بے زبان ساتھی! لگتا ہے جنگ کے اس میدان میں قدرت کو تیرا اور میرا امتحان مقصود ہے۔ میرے خداوند نے چاہا تو دونوں ہی اس سے سرخرو ہو کر نکلیں گے۔"

جواب میں گھوڑا کلیلیں کرنے لگا تھا جبکہ مقابلے کی اس پکار پر احمد بن سعید کی حالت غضب ناک ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں خون اترنے لگا تھا۔ لیکن پھر کچھ سوچتے ہوئے اس کے لبوں پر مسکراہٹ سی بکھر گئی۔ اس کے ساتھ ہی احمد بن سعید نے آسمان کی طرف دیکھا اور انتہائی رقت آمیز عاجزی اور انکساری میں کہنے لگا۔

"اے خداوند مہرباں! اے میرے زندہ و بیدار مالک میں تیرا ہی نام لے کر میدان جنگ میں اترنے لگا ہوں اور دشمن سے مقابلے کی ابتدا کرنے لگا ہوں۔ میرے اللہ مجھ پر نگاہ کرم رکھنا۔"

اس کے ساتھ ہی احمد بن سعید نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے موڑا پھر ایڑ لگاتے ہوئے میدان کے وسطی حصے کی طرف سرپٹ دوڑا دیا تھا۔ سفید گھوڑا جب بڑی تیزی سے میدان جنگ کے وسطی حصے کی طرف بھاگا اور ہوا کے اندر احمد بن سعید کی سفید رنگ کی قبا اڑنے لگی اس موقع پر احمد بن سعید اپنے گھوڑے پر سوار ایسے لگ رہا تھا جیسے رات کی گہری تاریکیوں اور سیاہ رنگ کے بادلوں کے اندر برف کا ایک ان دیکھا سوار بڑی تیزی سے اپنے ہدف کی طرف لپکا ہو۔

میدان کے وسط میں احمد بن سعید نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے روکا اس کا گھوڑا اپنے چاروں پاؤں پر رقص کرنے لگا تھا شاید اس کی طرف سے وہ موت کا رقص تھا بار بار ہنہناتا تھا پھر پھڑاتا تھا اور لمحہ بہ لمحہ اپنے رقص میں تیزی پیدا کرتا چلا جا رہا تھا اس موقع پر احمد بن سعید نے مقابلے پر آنے والے کو مخاطب کیا۔

"میں تم سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو۔ تمہارا نام کیا ہے میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جب تمہارے لشکر میں ایک سوار میدان میں اترا اور ہمارے ایک سالار کے ہاتھوں مارا گیا تو پھر تمہیں مقابلے میں آنے کی کیا ضرورت تھی۔"

اس مقابل نے کھا جانے والے انداز میں احمد بن سعید کی طرف دیکھا پھر کھولتے ہوئے لہجے میں بول اٹھا۔

"میں اسے میدان میں اترنے کے لئے روک رہا تھا لیکن وہ زبردستی میدان میں اتر گیا۔ اصل میں میں نے انفرادی مقابلے کے لئے آنا تھا۔ تو پوچھ نہ پوچھ میں تجھے خود ہی بتا دیتا ہوں کہ میرا تعلق فرانس سے ہے اور میں برق کلیسا کو حاصل کرنا چاہتا ہوں اس میدان میں تیری گردن اتاروں گا تیری گردن کاٹنے کے صلے میں برق کلیسا کو میرے حوالے کر دیا جائے گا اور آنے والا وقت اسے میری بیوی کے روپ میں دیکھے گا یہی معاملہ میرے اور ان کے درمیان طے پایا ہے اس لئے کہ برق کلیسا نے اعلان کر رکھا ہے کہ جو بھی شخص مسلمانوں کے سالار احمد بن سعید کو مقابلے میں زیر کرے گا یا گردن کاٹے گا برق کلیسا اس سے شادی کرے گی میں خوش قسمت ہوں کہ اس میدان میں تیرا میرا آمنا سامنا ہو رہا ہے۔"

اس کے چپ ہونے پر احمد بن سعید بول پڑا۔

"تجھے بڑا شوق ہے برق کلیسا سے شادی کرنے کا اور اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنانے کا۔ میرے عزیز یہ شادی خانہ نہیں موت کا میدان ہے اور اس میدان میں بڑے بڑے سرکش بڑے بڑے سورما موت و مرگ کا شکار ہو کر جسم و جان کا سفر ہار بیٹھتے ہیں اور مسافت زندگی میں انہیں کوئی ہم نشین نہیں ملتا۔ کہیں تو بھی ٹوٹی ہوئی خواہشوں کے ماتم کی طرح اس میدان میں بے حس و حرکت نہ پڑا رہ جائے۔ سن میرے مقابلے میں آنے والے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میرے ساتھ ایک لمحے کا تعارف تجھے لمحوں کے تیز دھار کے سامنے لے آئے اور تیری نظر میں کامیابی کا کوئی ستارہ نہ رہ جائے اور تو قضا و فنا کا شکار ہو کر رہ جائے۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو کے جواب میں وہ کھولتے ہوئے لہجے میں بول پڑا۔

"سن میرے مقابلے پر آنے والے ان اجنبی میدانوں میں تیرے دل میں میں دکھ کی ہوا' غم و الم کے بگولے بھر دوں گا اور زندگی نچوڑتی موت کی خاموشی کی طرح تجھ پر وارد ہوں گا میں جب کسی پر حملہ آور ہوتا ہوں تو وہ سائے کی طرح لرزتا ہے اور تاریک و قدیم چہروں کی طرح غیر آباد اور بے آسودہ ہو کر رہ جاتا ہے۔"

احمد بن سعید نے ایک قہقہہ لگایا اس کے بعد اپنی بے نیام کی ہوئی تلوار اپنے سامنے لہرائی۔ ڈھال بھی آگے کر لی اور اسے مخاطب کیا۔

"پھر دیکھتا کیا ہے۔ میرے ساتھ ٹکرا اور پھر انجام دیکھ کون غیر آباد اور نا آسودہ ہوتا ہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کون قدیم چہروں کی طرح اداس و ویران ہوتا ہے اور کون کس کے سامنے سائے کی طرح ہے۔"

مقابلے میں آنے والے نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بس ایک ہیجان کے عالم میں آگے بڑھ کر حملہ آور ہو گیا تھا۔ اس نے یکے بعد دیگرے کئی حملے احمد بن سعید پر کئے تھے جنہیں احمد بن سعید نے اپنی ڈھال پر روک دکھایا تھا۔

جب اس کے حملے احمد بن سعید پر بیکار گئے تب احمد بن سعید نے چیلنج دیتی ہوئی نظروں سے اس کی طرف دیکھا پھر انتہائی کرودھ بھرے الفاظ میں اسے مخاطب کیا۔

"میں تو سمجھتا تھا تو اپنے مقدر کے نگہبان بن کر میرے سامنے آئے گا اور میرے لئے والم کے پہاڑ کھڑے کر دے گا لیکن میں نے دیکھا کہ تیرے حملوں میں نہ تو کوئی تجربہ کاری کوئی طاقت و قوت تیرے حملوں سے نہ میرے دل میں کوئی خوف نہ میری روح میں خدشہ پیدا ہوا۔ تیرے ان حملوں سے نہ میری آنکھ میں کوئی حیرت نہ ذہن میں کوئی پچھتاوا تو نے جو کچھ کرنا تھا کر دیا اب میری باری ہے قسم خداوند واحد لاشریک کی اس میدان کے میں تجھے پھٹے طبل کی طرح بجاؤں گا تیرے دل میں تیری روح میں بربادی بھر دوں گا۔ رگ ہست میں موت کی صدائیں تیرے لہو کی گردش میں زہر بھرے جام انڈیلتا چلا جاؤں گا۔"

احمد بن سعید حرکت میں آیا اور پوری قوت سے اپنے مقابل پر حملہ آور ہوا۔ ایسا لگا جیسے اس نے سینہ سنگ میں پیوست ہو جانے والے خونی جذبوں کی طرح اپنے مقابل جانے کا تہیہ کیا ہو۔

احمد بن سعید اس پر جان لیوا حملے کرنے لگا تھا۔ فرانسیسی پوری طرح لوہے میں غرق اس کے حملوں کو روک رہا تھا لیکن احمد بن سعید تیزی سے اس پر حاوی ہوتا چلا جا رہا تھا۔ موقع پر جب احمد بن سعید نے ایک جھٹکے کے ساتھ اسے پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا تو ساتھ ہی مخاطب کیا۔

"سن فرانسیسی! اس گمان میں مت رہنا کہ تم سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں غرق ہو اور میرا کوئی وار تم پر کارگر ثابت نہ ہو گا قسم مجھے اپنے مالک اپنے خدا اپنے آقا کی جب تلوار صحیح معنوں میں تجھے کسی اچھے مقام کا ہدف بنا کر برسے گی تو یہ لوہا آپ سے آپ

تلوار کو راستہ دیتا چلا جائے گا کہ تیرے جسم کو کہاں سے کٹنا ہے۔"

اس کے بعد احمد بن سعید نے اپنے گھوڑے کو دائیں بائیں موڑتے ہوئے اس پر تیز حملے کرنا شروع کر دیئے تھے اس کا گھوڑا بھی سدھایا ہوا تھا اور مالک کا پوری طرح ساتھ دے رہا تھا جوں جوں احمد بن سعید اس کی باگیں کھینچتا بڑی تیزی سے وہ اس کی خواہش کے مطابق دائیں بائیں آگے پیچھے حرکت کرتا تھا۔ ایک موقع پر احمد بن سعید کی تلوار اٹھ کر برسی اور مقابلے میں آنے والے کے شانے پر جو خول چڑھا تھا اسے کاٹنے کے بعد شانے پر زخم لگاتی چلی گئی تھی۔

احمد بن سعید کا وہ مدمقابل کسی قدر پریشان اور فکرمند سا ہو گیا تھا۔ اس موقع پر احمد بن سعید نے قہقہہ لگایا پھر اپنی تلوار فضا میں بلند کرتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"سن اجنبی! میں نے اپنی پوری قوت سے اپنی تلوار نہیں برسائی چھوٹا سا ایک زخم تیرے شانے پر لگایا ہے اور تیرے شانے پر جو خول چڑھے ہوئے ہیں انہیں کاٹتے ہوئے میں نے تیری موت کا استر بنایا ہے۔ سن تیرے حسین سپنوں کی تعبیر کو میں نے ایک چھوٹے سے زخم سے یقیناً احساس کی شکست میں تبدیل کر دیا ہو گا میں تجھے یک مشت نہیں ماروں گا تو نے اپنے جسم پر یہ جو لوہے کے خول چڑھائے ہوئے ہیں انہیں میں آہستہ آہستہ تیرے جسم سے علیحدہ کروں گا۔ تجھے ترسا ترسا کر ماروں گا سن برق کلیسا سے شادی کرنے کے شوقین عنقریب اس میدان کی مغموم آوازوں میں تو اپنی محبت کا نوحہ بھی سنے گا۔ چند ہی لمحوں بعد تو زندگی کو سزا جانے گا جینے سے بیزاری کا اظہار کرے گا تو جو رنگ لے کر آیا ہے انہیں میں بدی کے رنگ سمجھ کر بڑی تیزی سے اتاروں گا۔ سن میرے مقابل ہم لوگ اپنی قوم کا ماضی حال اور مستقبل بن کر میدان میں اترتے ہیں میں نے تیرے ایک شانے کے خول کو کاٹا ہے اور شانے پر ہلکا سا زخم بھی لگایا ہے اب تیرے دوسرے خول بھی کاٹوں گا اور تجھے عذاب ناک آندھیوں' خونبار اذیتوں کے بھنور میں ڈبوتا چلا جاؤں گا اپنی تلوار سنبھال پھر مجھ پر وار کرنے میں پہل کر اس کے بعد میرے ردعمل کا انتظار کر۔"

یہ گفتگو سن کر مقابلے میں آنے والا اور زیادہ افسردہ اور مغموم ہو گیا تھا اپنی ہمت کو مجتمع کرتے ہوئے اس نے ایک بڑا اور ہولناک وار احمد بن سعید پر کیا احمد بن سعید بیک وقت اپنی تلوار اور ڈھال کو حرکت میں لایا تھا اور اپنے اوپر برسنے والی تلوار اور ڈھال کو اس نے روک دیا تھا۔ اس کے بعد دونوں ایک دوسرے پر خطرناک وار کرنے لگے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھوڑی دیر کی کشمکش کے بعد احمد بن سعید نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی یہ ایڑ اس
اپنے گھوڑے کی اگلی ٹانگوں کے تھوڑا سا پیچھے لگائی تھی یہ ایڑ لگنی تھی کہ گھوڑا ہنہنایا ا
بڑی تیزی سے وہ گھوما پھر فضا میں اٹھا اس کے ساتھ ہی احمد بن سعید نے بلندی کی طرف
تلوار گرائی وہ تلوار مقابل کے دوسرے شانے پر گری تھی اور اس کے دوسرے شانے
بھی خول کاٹ دیئے تھے۔ اس طرح مقابلے میں آنے والے کے دونوں شانوں سے ا
سعید نے خول کاٹ دیئے تھے۔

مد مقابل خول اتر جانے کے باعث اور زیادہ پریشان اور فکرمند ہو گیا تھا اس موقع
کے چہرے پر دور دور تک تفکرات کا رقص تھا جبکہ احمد بن سعید کے چہرے پر ایک ہلکا
تبسم تھا جیسے وہ اپنے سامنے اپنے مقابل کو زیر کرنے کی ساری سیڑھیاں طے کر چکا ہو۔

اس موقع پر احمد بن سعید نے پھر اسے مخاطب کیا۔ ”سن برق کلیسا کے شیدائی
دوسرے شانے سے بھی میں نے خول کاٹ کر رکھ دیئے ہیں اب میں اپنا تیسرا حربہ ا
کرنے لگا ہوں وہ حربہ کیا ہے یہ تجھے نہیں بتاؤں گا فکرمند نہ ہونا تیسرے حربے کے دو
موت سے ہمکنار نہیں ہو گا میرے چوتھے حربے میں تو اپنی موت کو بغلگیر کرے گا اس
ساتھ ہی احمد بن سعید طوفانی انداز میں حملہ آور ہوا۔

ایک ساتھ اس نے اس پر اپنی تلوار اور ڈھال برسانا شروع کر دی تھی اس برسا
دوران اچانک احمد بن سعید نے اپنی ڈھال اس کے سر پر ماری اس کے سر پر رکھا ہوا آہن
اس نے اتار کر رکھ دیا تھا اب اس کے مقابل کی پریشانیوں کی کوئی انتہا کوئی حد نہ تھی۔ ا
سعید نے اسے پھر مخاطب کیا۔

”تیرے تین مرحلے مکمل ہوئے تیرے دونوں شانے بھی میں نے ننگے کر دیئے
تیرے سر سے میں نے آہنی خود بھی اتار دیا ہے اب میں چوتھے مرحلے کی ابتدا کرنے لگا
میرا چوتھا مرحلہ تجھے موت سے بغلگیر کرے گا اگر تو بچ سکتا ہے تو اپنی ساری جنگی مہارت
سارے تیغ زنی کے تجربے کو حرکت میں لا پھر دیکھ میں تیرا کیا انجام کرتا ہوں۔ اس کے سا
احمد بن سعید اس پر پھر حملہ آور ہو گیا تھا۔

دونوں اپنے گھوڑوں کو دائیں بائیں کرتے ہوئے کبھی ایڑ لگاتے کبھی پیچھے ہٹاتے
کبھی آگے بڑھاتے ہوئے ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے لگے تھے اچانک احمد بن سع

تلوار فضا میں برق کی طرح کوند کر اس کے شانے پر گری اور پیٹ سے نیچے تک کاٹتی چلی گئی
تھی فضا میں ایک چیخ بلند ہوئی مقابلے میں آنے والا اپنے گھوڑے سے زمین پر گرا اور دم توڑ
گیا تھا۔

احمد بن سعید تھوڑی دیر تک اس کی لاش کو دیکھتا رہا پھر اس کے گھوڑے پر ایک نگاہ
دوڑائی اس کے گھوڑے سے آہنی نیزہ اور کچھ فالتو ہتھیار بندھے ہوئے تھے۔ اس موقع پر احمد
بن سعید کے لبوں پر ایک طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھوڑی دیر تک ہتھیاروں سے سجے
اس کے گھوڑے کو دیکھتا رہا پھر دشمن کی طرف دیکھتے ہوئے بلند آواز میں چلا اٹھا۔

”دشمنو تم لوگوں کو خبر ہو کہ جو سورما میرے مقابلے پہ آیا تھا اسے میں نے موت کے
گھاٹ اتار دیا۔ میرا نام احمد بن سعید ہے سنو الفانسو تمہارے لشکر میں اگر کوئی اور برق کلیسا کا
چاہنے والا اسے حاصل کرنے والا ہو تو میرے مقابل میدان میں اترے اور جو حشر میں نے پہلے
کا کیا ہے ویسا ہی حشر اپنا بھی دیکھے۔“

احمد بن سعید کی اس صدا اس استفسار کے جواب میں دشمن کے لشکر میں خاموشی طاری
رہی کوئی بھی مقابلے پر نہ اترا اس پر احمد بن سعید نے مرنے والے کے گھوڑے کو پکڑا اور
اسے اپنے لشکر کی طرف لے جانے لگا تھا۔

دونوں گھوڑوں کو بھگاتا ہوا وہ امیر یعقوب المنصور کے قریب آیا پھر اسے مخاطب کر کے
کہنے لگا۔

”امیر محترم میں اپنی گھات کی طرف جاتا ہوں اس لئے کہ قراقوش اور میرے لشکری بڑی
بے چینی سے میرے منتظر ہوں گے۔“

امیر یعقوب المنصور تھوڑی دیر تک بڑی شفقت سے احمد بن سعید کی طرف دیکھتا رہا پھر
اپنے گھوڑے کو اس نے آگے بڑھایا احمد بن سعید کے شانے پر شفقت بھرا ہاتھ پھیرا پھر بڑی
محبت بڑی چاہت میں اسے مخاطب کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

”سن احمد بن سعید تیرے جیسے بیٹے ہی اپنی قوم اپنی ملت کے لئے ازل کے حاکم اور ابد
کے ناظم بن کر ابھرتے ہیں تیرے جیسے پر خلوص جوان ہی اپنی قوم کے لئے امتحان و آزمائش کی
گھڑی میں مہر و محبت کا کھلیان بن کر سامنے آتے ہیں۔ روز ازل سے روز جزا تک جرات
مندی اور شجاعت کی قندیلیں روشن کرتے ہوئے اپنی قوم اپنی ملت کو تازگی اور رعنائی عطا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرتے ہیں۔ میرے بیٹے میں افکار اور آگہی کے علم جیسی تیری شجاعت کو سلام کرتا ہوں تو خوب سایوں کے جادو اور انسانیت کے سر کے تاج کی طرح اپنے مقابل پر چھا گیا اور اسے اپنے پاؤں تلے روند ڈالا میں ایک بار پھر اپنی قوم اپنی ملت کے لئے تیرے بے پایاں خلوص کو سلام کرتا ہوں۔"

امیر یعقوب المنصور کے ان الفاظ سے احمد بن سعید ایسا متاثر ہوا کہ امیر یعقوب المنصور کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے اس نے ایک طویل بوسہ دیا۔ پھر بڑی عاجزی اور انکساری میں کہنے لگا۔

"امیر محترم! آپ کے یہ الفاظ مجھ جیسے ناکارہ انسان پر محبت کے موتی اور چاہتوں کے پھول بن کر برستے ہیں امیر محترم جب تک میرے جسم میں خون کی گردش باقی ہے میں آپ کے پہلو بہ پہلو اسے دشمنوں سے ٹکراتا رہوں گا جب تک مجھے میرے خداوند' میرے اللہ کی حمایت اور نصرت حاصل ہے میں انہیں اپنے سامنے زیر کرتا رہوں گا۔"

اس موقع پر امیر یعقوب المنصور مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ دشمن کے لشکر میں ہلچل ہوئی تھی۔ لہٰذا جلدی جلدی اس نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"احمد میرے بیٹے اب تو لشکر کے سامنے سے گزرتے ہوئے اپنی گھات کی طرف مت جا اس لئے کہ دشمن کے پورے لشکر کو خبر ہو چکی ہے کہ تم احمد بن سعید ہو لہٰذا عیاری سے کام لیتے ہوئے الفانسو تمہارے پیچھے اپنے آدمی لگا کر اپنے مرنے والے سورما کا انتقام لے سکتا ہے یہ جو گھوڑا تم اپنے ساتھ لائے ہو اسے لے کر لشکر کی پشت کی طرف چلے جاؤ گھوڑے کو پڑاؤ میں چھوڑ دینا اور خود اپنی گھات کی طرف چلے جانا۔"

اس پر احمد بن سعید حرکت میں آیا ایک الوداعی نگاہ اس نے امیر یعقوب المنصور پر ڈالی پھر وہ مرنے والے کے گھوڑے کو لے کر اپنے لشکر کی پشت کی جانب گیا۔ مرنے والے کے گھوڑے کو وہاں چھوڑا اس کے بعد وہ اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا اپنی گھات کی طرف چلا گیا تھا۔



الفانسو کے لشکر میں ڈھول بینڈ باجے' نقارے اور دوسرے ساز بج رہے تھے۔ مقصد اپنے سپاہیوں کو جوش دلانا تھا لشکر کے وسط میں بڑے بڑے راہب اور پادری تھے جو جنگ میں برکت کی خاطر بڑی بڑی صلیبیں اٹھائے ہوئے تھے۔ اس طرح ایک طوفانی صورت میں الفانسو مسلمانوں پر حملہ آور ہوا تھا۔

الفانسو کے لشکریوں کے حوصلے انتہا درجے کے بلند تھے اس لئے کہ ان کی تعداد چار لاکھ کے لگ بھگ تھی جبکہ ان کے مقابلے میں امیر یعقوب المنصور کے لشکر کی تعداد کل چالیس ہزار تھی۔ اپنی عددی زیادتی کے زعم میں وہ جوش و غضب کے عالم میں پکار پکار کر مسلمانوں کو سنانے کے لئے کہہ رہے تھے کہ وہ مسلمانوں کو پیس کر رکھ دیں گے اور اندلس میں ان کا کوئی نام و نشان نہ رہنے دیں گے۔

امیر یعقوب المنصور کا لشکر ابھی تک ساکن اور بے حرکت کھڑا تھا لشکر کے قلب کے سامنے امیر یعقوب المنصور تھا ہراول کے سامنے ابو یحییٰ ابوبکر اور صریم تھے۔ میمنہ پر امیر یعقوب المنصور کا بیٹا عبداللہ اور میسرہ پر ان کا چچا عبدالرحمٰن تھا۔

الفانسو اپنے لشکر کے وسط میں اس جگہ تھا جہاں مذہبی لوگ بڑی بڑی صلیبیں اٹھائے ہوئے تھے اور وہیں سے وہ جنگ کے احکامات جاری کر رہا تھا جب دشمن قریب آیا تو امیر یعقوب المنصور نے اپنی تلوار فضا میں بلند کی جس کے جواب میں اسلامی لشکر اطراف میں پھیلنا شروع ہو گیا تاہم انہوں نے اپنی گتھی ہوئی صفوں کی تنظیم خراب نہ ہونے دی تھی۔

آٹھ شعبان ہجری 591 کے روز یہ ہولناک جنگ شروع ہوئی۔ امیر المنصور نے پہلے اپنے ہراول لشکر کو دشمن پر حملہ آور ہونے کا اشارہ کیا۔ ابو یحییٰ ابوبکر کی سرکردگی میں ہراول لشکر الفانسو کے لشکر کی اگلی صفوں پر ٹوٹ پڑا اور ساعتوں کے اندر ہی ان کے نظم کو درہم برہم کر کے رکھ دیا لیکن اس سے کوئی فرق نہ پڑا کیونکہ پشت پر الفانسو کے لشکریوں کا ایک سمندر تھا جو امڈتا چلا آ رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

امیر یعقوب المنصور کے اشارے پر اسلامی لشکر کے میمنہ اور میسرہ اپنے اطراف پر پھیلتے ہوئے دشمن کے دائیں اور بائیں پہلو پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ ہراول لشکر کے پیچھے اب امیر یعقوب المنصور کا قلب رہ گیا تھا اچانک وہ خود بھی حرکت میں آیا اور اپنے قلب کو لے کر ہولناک جنگ کی ابتدا کرتے ہوئے اپنے میسرہ کی طرف بڑھنے لگا تھا۔

ہراول لشکر کی پشت خالی ہو جانے کے باعث سب سے زیادہ زور اسی پر پڑا تھا کیونکہ دشم کے سارے لشکر کا رخ اسی سمت تھا مسلمانوں کے ہراول کو خبر تھی کہ ان کی پیٹھ ننگی ہے لہٰذا بڑی جرات مندی اور جذب و وجدان میں دشمن کے سامنے جم گئے تھے اور ان کی پیش قدمی روک کر اس پر تیز و تند حملے شروع کر دیئے تھے۔

اس جدوجہد میں لشکر کا سالار اور امیر یعقوب المنصور کا وزیر ابو یحییٰ ابو بکر دشمن کے خلاف مردانہ وار جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گیا تھا اب ہراول کی قیادت صریم بن طریق نے سنبھال تھی۔

ابو یحییٰ ابو بکر کے شہید ہونے پر وقتی طور پر ہراول لشکر میں ایک بددلی سی پھیلی تھی لیک جلد ہی صریم بن طریق نے اس پر قابو پا لیا اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے ایک پرجوش تقریر کی اور اس کی اس تقریر نے اس کے لشکریوں میں ایک نیا جذبہ ایک نیا ولولہ پیدا دیا اور وہ پہلے سے بھی بڑھ کر دشمن پر ضرب لگانے لگے تھے۔

صریم بن طریق کی تقریر کا مقدمہ الجیش پر خاطر خواہ اثر ہوا مسلمان مجاہدین پر سکوا سمندر سے ایک طوفان کی شکل اختیار کر گئے ہر طرف ہر سو اللہ اکبر کی آوازیں سنائی دینے تھیں اور ہراول لشکر ایک نئے جذبے' ایک انوکھے جوش میں دشمن کی صفوں کے اندر بد اور افراتفری پیدا کرنے لگا تھا۔

عین اسی وقت امیر المنصور نے اپنے میسرہ کی مدد کرتے ہوئے قلب لشکر کو لے کر دشم کے میمنہ کی طرف بڑھا اور اس سمت سے اس زور کا حملہ کیا کہ دشمن کی قوت کو اس نے ب طرح ادھیڑنا شروع کر دیا تھا۔

جس وقت مقدمہ الجیش صریم کی سرکردگی میں تکبیریں بلند کرتا ہوا دشمن کے اندر گ لگا تھا مسلمانوں کے میمنہ اور میسرہ بھی ان کی تکبیروں کے جواب میں اللہ اکبر پکارتے ہو اپنے پورے ولولے اور انتقام میں الفانسو کے لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ چاروں طرف ا

کہرام ایک شور سا اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

مسلمان مجاہدین ہر طرف سے شاہینوں کی طرح اڈ اڈ کر حملہ آور ہو رہے تھے۔ وہ بدو' عربی صحرا نشین بربر اور ترک ہونا بھول گئے تھے۔ صرف ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ اپنی انفرادیت کو اجتماعیت میں بدل کر دشمن کے سامنے اکائی بن کر کھڑے ہو گئے تھے۔

چاروں طرف بلند ہونے والی اللہ اکبر کی صداؤں کے اندر دشمن کے سپاہیوں کی چیخ و پکار لحہ بہ لحہ بلند اور زیادہ ہوتی چلی جا رہی تھی۔ مسلمان سوار سنسناتے تیروں کی طرح اپنے گھوڑوں پر جنگ میں تیزی سے کاوے کاٹ کاٹ کر ہر طرف خوف اور وحشت اور لرزہ طاری کر دینے والی قوت کی طرح نزول کرتے جا رہے تھے۔

جنگ اپنے عروج پر تھی الفانسو کے لشکر کے بائیں کنارے سے ایک تبدیلی نمودار ہوئی جنگ میں حصہ لینے والے سب لوگوں نے دیکھا مشرق کی اس سمت سے گرد و غبار کے بادل اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ اور یہ بادل آسمان کی فصیلوں ستاروں کی گرد آفتاب کے سینے چاند کے مدار اور کہکشاں کے چہرے تک کو غبار آلود کر رہے تھے۔ گرد و غبار کے رقص کرتے یہ ہیولے آہستہ آہستہ نزدیک آتے جا رہے تھے امیر یعقوب المنصور جانتا تھا کہ رقص کے ان ہیولوں کے اندر احمد بن سعید اور قراقوش دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے آ رہے ہیں۔

دوسری طرف الفانسو بھی ناامید نہ تھا کیونکہ گرد و غبار کے بادل مشرق کی طرف سے اٹھ رہے تھے اور یہ اس سمت سے تھے جس سمت اس کے دو بڑے لشکر مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہونے کے درپے تھے۔ الفانسو اور اس کے لشکری یہ خیال کر رہے تھے کہ شاید ان دو لشکروں میں سے ایک ان کی مدد کے لئے آیا ہے۔

لیکن جلد ہی الفانسو اور اس کے لشکریوں کو مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ اس لئے کہ جب گرد و غبار کے یہ بادل چھٹے تو ان کے اندر اپنے لشکر کے آگے آگے احمد بن سعید اور قراقوش بجلیوں کے تازیانوں کی طرح نمودار ہوئے تھے۔ احمد بن سعید' قراقوش اور ان کے لشکری زور دار آوازوں میں تکبیریں بلند کرنے لگے تھے کہ تکبیروں کی ان آوازوں نے ایسا سماں باندھ دیا تھا گویا وقت کی گردشوں میں حوادث کی بھٹیاں بھڑک اٹھیں ہوں ان تکبیروں کے جواب میں یعقوب المنصور کے لشکر میں بھی تکبیریں بلند ہوئیں اور مسلمانوں کے لشکری پہلے سے زیادہ پرجوش اور غضب ناک ہو کر حملہ آور ہونے لگے تھے عین اسی وقت احمد بن سعید اور قراقوش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دشمن کے بائیں پہلو پر جفا اور شقاوت کے ستم اور تخریب کے پر الم عذابوں کی طرح نزول کر گئے تھے۔

احمد بن سعید اور قراقوش دونوں نے اپنے لشکر کے ساتھ الفانسو کے پہلو پر انسانوں کو بے بس اور منجمد کر دینے والی ویرانیوں کے ہولناک طلسم کی طرح حملہ آور ہوتے ہوئے اس کے لشکر کے اس حصے کو لہو لہو کر کے رکھ دیا تھا۔ ان کے حملوں میں ایک عجیب سی علو ہمتی اور جراتوں کی آرائش تھی۔ وہ خونی نظریات کے جبر اعلیٰ تخیلات کے اسلوب اور باطنی گہرائیوں کے پرتو کی طرح دشمن کے اندر دور تک گھستے چلے گئے تھے۔

سوار میدان جنگ میں بڑی تیزی کے ساتھ بے حس ہو کر گرنے لگے تھے۔ سردی کے باوجود گھوڑے پسینے میں بھیگ رہے تھے۔ فضائیں بوجھل سی، آسمان خاموش تھا۔ مسلمان ایک دوسرے کی پکار پر لبیک کہہ رہے تھے اور جوالا مکھی کا دہانہ بن کر وہ اپنی آخری حربوں پر اتر آئے تھے۔

اب الفانسو کے لشکر کو ایک طرح سے امیر یعقوب المنصور، احمد بن سعید اور قراقوش نے گھیرے میں لے لیا تھا۔ الفانسو نے مسلمانوں کے اس حصار کو توڑنے کی انتہائی کوشش کی لیکن اسے ناکامی ہوئی۔ مسلمان تانبے کی طرح سخت اور طوفان باد و باراں کی طرح خطرناک ہو گئے تھے۔

الفانسو کا لشکر مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں کٹتا رہا اور وہ بڑی بے بسی سے دیکھتا رہا۔ اس کے تعداد ابھی بھی مسلمانوں کے لشکر سے زیادہ تھی پھر آہستہ آہستہ اس تعداد میں فرق پڑنے لگا مسلمانوں نے بڑی تیزی کے ساتھ اس کی عددی برتری کو ختم کرنا شروع کر دیا تھا۔ الفانسو کے لشکری اپنی جانیں بچانے کی خاطر ادھر ادھر بھاگنے لگے تھے۔ ان کی شکست اب ان پر واضح اور صاف ہونے لگی تھی۔

جب سورج غروب ہو گیا اور اندھیرا پھیلنے لگا تو الفانسو میدان جنگ سے بھاگ کھڑا ہوا اور اپنی پشت پر پہاڑ پر الارک کے قلعہ میں جا کر محصور ہو گیا۔ الارک نام کا یہ قلعہ میدان کے پشتی حصے میں تھا اسی قلعے کی وجہ سے اس جنگ کا نام جنگ الارک پڑا اور یہ جنگ دنیا کی عظیم جنگوں میں شمار کی جاتی ہے۔ مسلمان اپنے خلوص اور اپنی بے پایاں جرات مندی کے باعث اس عظیم جنگ میں فتح مند اور سرخرو ہو کر نکلے تھے۔

اس جنگ میں الفانسو کے ایک لاکھ چالیس ہزار سپاہی مارے گئے اور تیس ہزار مسلمانوں کے ہاتھ قید ہوئے۔ زخمیوں کی تعداد اس کے علاوہ تھی۔ امیر یعقوب المنصور نے رات کی تاریکی میں بھاگنے والے الفانسو کے پڑاؤ پر جب قبضہ کیا تو وہاں سے لگ بھگ ڈیڑھ لاکھ خیمے چار لاکھ گدھے، ایک لاکھ خچر، اسی ہزار گھوڑے، ستر ہزار مختلف وضع کے زرہ بکتر اور ان کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں تلواریں اور دوسرا سامان حرب ہاتھ لگا تھا۔ خوراک کے سامان کے علاوہ زر و جواہرات کے اس قدر ڈھیر تھے کہ جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا تھا۔

رات ہی رات اس مال غنیمت کا ایک حصہ امیر المنصور نے اپنے لشکر میں تقسیم کر دیا۔ ہر سپاہی کو اس قدر مال غنیمت ملا کہ وہ آسودہ ہو گیا۔ مال غنیمت کی فراوانی کا سارے اندلس کے مسلمان علاقوں میں خاطر خواہ اثر پڑا اور تمام اشیا سستی ہو گئیں۔ ایک غلام ایک درہم میں، تلوار نصف درہم میں، گھوڑا پانچ درہم پر اور گدھا ایک درہم پر فروخت ہونے لگا۔ جو سامان مسلمانوں کے ہاتھ لگا اس سے پتا چلتا تھا کہ الفانسو نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے کس قدر بھیانک تیاریاں کی تھیں۔

امیر یعقوب المنصور نے میدان جنگ سے بھاگنے والے الفانسو کا تعاقب رات کے وقت نہ کیا بلکہ اس نے الفانسو کے پیچھے اپنے مخبر لگا دیئے تھے۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ان مخبروں نے واپس آ کر امیر یعقوب المنصور کو خبر دی کہ میدان جنگ کے پیچھے جو کوہستانی سلسلہ ہے اس پر ایک کافی بڑا اور وسیع، مضبوط اور مستحکم قلعہ ہے۔ اس قلعے کا نام الارک ہے اور الارک کے اسی قلعے میں اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ الفانسو نے پناہ لی ہے۔

ساتھ ہی ان مخبروں نے یہ بھی اطلاع دی کہ الفانسو نے اپنی اس شکست کو قبول نہیں کیا۔ الارک میں داخل ہونے کے بعد وہ پھر جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا ہے۔ ساتھ ہی وہ اپنے تیز رفتار قاصد مشرق کی طرف روانہ کرے گا اور مشرق میں جو اس کے دو لشکر ہیں ایک سینکو کی سرکردگی میں دوسرا کاریون اور برق کلیسا کی سرکردگی میں ہے ان دونوں کو بھی الارک کی طرف طلب کرے گا کہ ایک بار پھر صف آرا ہو کر مسلمانوں کے خلاف جنگ کی جا سکے۔

مخبروں نے جب یہ اطلاع دی تو یعقوب المنصور نے فی الفور اپنے سالاروں کا اجلاس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنے خیمے میں طلب کر لیا جب سارے چھوٹے بڑے سالار مشیر لشکر کا قاضی اور دیگر سرکردہ لوگ یعقوب المنصور کے خیمے میں داخل ہوئے تو سب کی نشستوں کے لئے بہترین اہتمام کیا گیا تھا۔ نشستوں پر جب سارے لوگ بیٹھ گئے تب مخبروں نے جو اطلاع دی تھی' اس سے امیر یعقوب المنصور نے سب کو آگاہ کیا۔

اس کے بعد خصوصی طور پر امیر یعقوب المنصور نے احمد بن سعید اور قراقوش کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میرے عزیزو خصوصیت کے ساتھ تم دونوں کو اس لئے مخاطب کر رہا ہوں کہ تم سب کی نسبت جنگ کا زیادہ تجربہ رکھتے ہو اب تم دونوں بتاؤ الفانسو کے خلاف ہمیں مزید کس طرح حرکت میں آنا چاہئے۔"

احمد بن سعید اور قراقوش کچھ دیر تک باہم مشورہ کرتے رہے۔ اس مشورے میں انہوں نے صریم بن طریق کو بھی شامل کر لیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ تینوں کھسر پھسر کرتے رہے۔ پھر شاید وہ کسی بات پر متفق ہو گئے تھے اس کے بعد احمد بن سعید نے امیر یعقوب المنصور کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"امیر محترم! الفانسو اب بظاہر ہمارے لئے بے خطر ہے کچھ ماہ تک اگر وہ اپنے آپ کو مزید مسلح کر لے تب بھی وہ ہمارے لئے خطرے کا باعث نہیں بن سکے گا اگر وہ سینکو کاریون اور برق کلیسا کو بھی ادھر بلا لیتا ہے تو پھر وہ ایک بار خم ٹھونک کر ہمارے سامنے آ سکتے ہیں لیکن ہمیں انہیں ایسا نہیں کرنے دینا چاہئے۔"

"ابھی اور اسی وقت اپنے مخبروں کو روانہ کر دینا چاہئے تاکہ وہ دریا کے کنارے کنارے دور تک پھیل جائیں اور الفانسو کی طرف سے جو قاصد سینکو' برق کلیسا اور کاریون کی طرف جائیں انہیں گرفتار کر لیں۔ آپ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ یہیں پڑاؤ کئے رہیں جس کے ساتھ آپ نے جنگ کی ابتدا کی تھی۔ میں اور قراقوش یہاں سے کوچ کرتے ہیں دریا کے کنارے کنارے ہم پہلے سینکو کا رخ کریں گے اس کے بعد برق کلیسا اور کاریون پر ضرب لگانے کی کوشش کریں گے۔"

"اپنی جس بحری قوت کو ہم نے دریا کے اس پار سینکو اور برق کلیسا کے خلاف گھات میں بٹھایا تھا مجھے امید ہے کہ وہ بحری مجاہدین سینکو برق کلیسا اور کاریون کو دریا عبور نہیں کرنے دیں

گے اور روکے رکھیں گے۔ اگر ہم بروقت پہنچ کر باری باری سینکو اور برق کلیسا پر ضرب ئیں تو امید ہے کہ ہم ان دونوں کے لشکروں کو بھی تہس نہس کر کے رکھ سکتے ہیں۔ سینکو' رق کلیسا اور کاریون سے نمٹ کر میں اور قراقوش پھر یہاں آئیں گے اس کے بعد الارک کے لعے میں محصور ہونے والے الفانسو سے بھی نمٹ لیں گے۔"

اس تجویز سے سبھی نے اتفاق کیا تھا کچھ دیر تک امیر یعقوب المنصور کے خیمے میں خاموشی ہی پھر اس کی آواز سب کو سنائی دی۔

"احمد بن سعید میرے بیٹے میں تمہاری اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں میں جانتا ہوں کہ ارک کا قلعہ انتہا درجہ کا مضبوط اور مستحکم ہے اس کی فصیلیں کافی بلند اور ناقابل تسخیر خیال کی اتی ہیں۔ اس لئے کہ شہر کا بیشتر حصہ ہی نہیں فصیل بھی بڑے بڑے اور سخت پتھروں سے تیار ی گئی ہے جو لائحہ عمل تم نے پیش کیا ہے اس کے مطابق تم اور قراقوش اپنے لشکر کو لے کر نکو اور کاریون کے علاوہ برق کلیسا سے نپٹنے کے لئے کوچ کر جاؤ۔"

"میں بھی تمہاری غیر موجودگی میں فارغ نہیں بیٹھوں گا مجھے امید ہے کہ تم دونوں اپنے گی تجربے کو کام میں لاتے ہوئے سینکو کے علاوہ کاریون اور برق کلیسا کو بھی نیچا دکھانے میں امیاب ہو جاؤ گے۔ اتنی دیر تک میں نواحی جنگلوں سے لکڑیاں کٹوا کر منجنیقیں تیار کرنے کی شش کروں گا اس لئے کہ منجنیقوں کے بغیر اس کوہستانی قلعے کو ہم فتح نہ کر سکیں گے جب ک اس پر سنگ باری نہ ہو گی اس وقت تک ہمارے لئے قلعے پر قبضہ کرنا مشکل ہو گا۔"

امیر یعقوب المنصور کے کہنے پر سب خیمے سے نکل گئے تھے تھوڑی دیر کے بعد احمد بن ید اور قراقوش اپنے لشکر کو لے کر وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

امیر یعقوب نے دریائے آنہ کے کنارے کنارے اپنے تیز رفتار مخبر پھیلا دیئے تھے تا
جس وقت بھی الفانسو کی طرف سے اس کے قاصد سینکو' برق کلیسا اور کاریون کی طرف رو
ہوں تو راستے میں ہی ان کا خاتمہ کر دیا جائے۔

دوسری جانب احمد بن سعید اور قراقوش نے امیر یعقوب المنصور سے جدا ہونے کے
تھوڑی دور تک مشرق کے رخ کی طرف سفر کیا پھر اچانک سفر جاری رکھتے ہوئے اپنے ا
گھوڑوں کی پیٹھ پر ہی انہوں نے کوئی صلاح مشورہ کیا۔ آخری فیصلہ کے بعد انہوں نے اپنا ر
بدلا اب وہ سیدھا مشرق کی طرف جانے کے بجائے شمال مشرق کے رخ پر سفر کر رہے تھے۔

اس طرح سفر کرتے ہوئے وہ کوہستان طلیطلہ میں داخل ہو گئے۔ کچھ دور آگے تک
کوہستانی سلسلے کے اندر ہی سفر کرتے رہے۔ پھر ایک جگہ انہوں نے اپنے لشکر کو روک دیا
ایک بہت بڑی چٹان پر بیٹھ کر تھوڑی دیر تک وہ پھر رازدارانہ صلاح مشورہ کرتے رہے۔ شا
وہ آخری فیصلہ کرنے کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے۔ لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک
حصہ لے کر قراقوش جبل طلیطلہ سے دریائے آنہ کے اس حصے کی طرف روانہ ہوا جہاں پر
کا بادشاہ سینکو دریائے آنہ کو عبور کرنے کے بعد مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہونے کی
کوشش کر رہا تھا جبکہ احمد بن سعید مشرق میں جانے کے بعد ایک مناسب جگہ اپنے لشکر
ساتھ گھات لگا گیا تھا۔

رات خاصی گہری ہو گئی تھی۔ سینکو کا لشکر جبل طلیطلہ سے کچھ دور پرسکون حالت
پڑاؤ کئے ہوئے تھا وہ جانتے تھے کہ دریا پار کر کے مسلمانوں کا کوئی لشکر ان پر حملہ آور ہو گا
دریا کے کنارے انہوں نے کچھ پہرے دار بٹھا دیئے تھے جو سطح آب پر نگاہ رکھے ہوئے
وہ ہر طرف سے مطمئن تھے اس لئے کہ انہیں خبر تھی کہ امیر یعقوب المنصور الفانسو سے
رہا ہے اور الفانسو کے پاس اتنا بڑا لشکر ہے کہ امیر یعقوب المنصور اس کے سامنے زیادہ دیر
ٹھہر نہ سکے گا۔

کوہستان طلیطلہ سے تھوڑی دور سینکو کا لشکر بڑی بے فکری میں اپنے خیموں میں آرام کر رہا تھا کہ قراقوش اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا اور سینکو کے لشکر کے ساتھ تباہی و بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ قراقوش کا حملہ ایسا زوردار تھا کہ سینکو کے لشکر میں کچھ اس طرح شور و پکار اٹھ کھڑا ہوا جیسے عہد گم گشتہ میں کھوکھلی آوازوں اور احساس کے آب گینوں میں برق شرارے طوفان کھڑا کر گئے ہوں۔

قراقوش تھوڑی دیر تک سینکو کے لشکر کے ایک پہلو پر حملہ آور ہو کر ان کی تعداد بڑی تیزی سے کم کرتا رہا جب اس نے دیکھا کہ دشمن اس کا مقابلہ کرنے کے لئے سنبھل چکا ہے تب وہ دریائے آنہ کے کنارے کنارے مشرق کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ سینکو نے اپنے لشکر کے ایک حصے کو شب خون مارنے والوں کا تعاقب کرنے کا حکم دیا لہٰذا اس کے لشکر کا ایک بہت بڑا حصہ اس کے پیچھے لگ گیا تھا۔

اس موقع پر قراقوش نے اپنے لشکر میں نئے کام کی ابتدا کی وہ کچھ اس طرح کہ اس کے لشکر کے پیچھے حصے میں اچانک کئی مشعلیں روشن ہو گئی تھیں جو شاید تعاقب کرنے والوں کے لئے نشان دہی تھی کہ شب خون مارنے والے کس سمت کو اور کس رفتار سے بھاگ رہے ہیں۔

سینکو کے لشکر کا ایک حصہ بڑی تیزی سے قراقوش کے تعاقب میں لگ گیا تھا انہوں نے ہر صورت اور ہر حالت میں شب خون مارنے والوں سے انتقام لینے کا عزم کیا ہوا تھا۔ لیکن قراقوش اپنے اور ان کے درمیان چھوٹا سا ایک فاصلہ رکھے ہوئے تھا۔ وہ فاصلہ بھی کسی خاص مقصد کے لئے تھا۔

قراقوش آگے آگے بھاگتا ہوا تھوڑی ہی دور گیا تھا کہ ایک اور خونخوار تبدیلی نمودار ہوئی۔ اچانک احمد بن سعید اپنے لشکر کے ساتھ اس وقت اپنی گھات سے نمودار ہوا جس وقت اس کے پاس سے مشعلیں گزر رہی تھیں۔ پھر اچانک وہ تعاقب کرنے والے سینکو کے لشکر پر ایسے حملہ آور ہوا جیسے سنگین رات میں ربط و ضبط کے بندھن توڑتا تشنگی اور خستگی کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا ہو۔ اس نے اپنے جان لیوا حملوں سے قلب سے بے کلی' ویرانی اور وحشت و کرب وابستہ کر دینے والے آفاق گیر عذابوں کا سماں باندھ دیا تھا۔ تعاقب کرنے والے بڑے تلخ المزاج ہو رہے تھے لیکن احمد بن سعید نے ان پر حملہ آور ہو کر ان کی خود شناسی کو خود

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فریبی کے نشے میں تبدیل کر دیا تھا۔ ان کی زیست کا سارا رسیلا پن اور اس کی ساری طلب کو ویرانی کے موسموں میں تبدیل کرتا چلا گیا تھا۔

تعاقب کرنے والے خوفزدہ ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ لمحوں کے اندر احمد بن سعید نے ان کا قتل عام کرتے ہوئے ان کی تعداد کو خطرناک حد تک کم کر دیا تھا اور جو بچے وہ اپنے لشکر کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔

احمد بن سعید ان کے تعاقب میں لگ گیا تھا اس کے پیچھے پیچھے قراقوش بھی اپنے لشکر کے ساتھ مڑتا ہوا احمد بن سعید کے پیچھے ہو لیا۔

تعاقب کرتا ہوا احمد بن سعید سینکو کے لشکر تک جا پہنچا اور رات کی تاریکی میں اس نے بھی ایسے ہی شب خون مارا جیسے قراقوش نے مارا تھا وہ سینکو کے لشکر میں کافی اندر تک گھسا اور ان کا خوب قتل عام کیا۔ پھر قراقوش ہی کی طرح اپنا کام کرتے ہوئے وہ جبل طلیطلہ کی طرف بھاگا۔

یہ بات سینکو کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ لہٰذا اس نے بڑی سختی کے ساتھ اپنے لشکر کے تقریباً آدھے حصے کو احمد بن سعید کے پیچھے لگا دیا تھا۔

یہ تعاقب تھوڑی ہی دور جاری رہا ہو گا کہ سینکو کے لشکر پر ایک اور مصیبت نمودار ہوئی۔ وہ اس طرح کہ جس طرح پہلے گھات سے نکل کر احمد بن سعید قراقوش کے تعاقب کرنے والوں پر حملہ آور ہوا تھا اس بار ایسے ہی قراقوش نمودار ہوا اور سینکو کا جو لشکر احمد بن سعید کے تعاقب میں لگ گیا تھا اس پر حملہ آور ہوا جو نہی وہ حملہ آور ہوا احمد بن سعید بھی اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مڑا اور سینکو کے لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔ یوں لمحوں کے اندر تعاقب کرنے والے سینکو کے لشکر کے اس حصے کو انہوں نے مٹی میں ملا کر رکھ دیا تھا۔

گزرتی رات کی گہری تاریکی میں احمد بن سعید اور قراقوش نے سینکو اور اس کے لشکر کے ساتھ نزول و فرار کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا تھا۔ کبھی قراقوش شب خون مار کر بھاگتا اور کبھی یہ کھیل احمد بن سعید خود کھیلتا اور تعاقب کرنے والوں کا قتل عام کرتا۔ اس کھیل میں سینکو کے لشکر کی تعداد کافی حد تک احمد بن سعید اور قراقوش نے کم کر دی تھی۔

سینکو نے جب دیکھا کہ حملہ آوروں نے اس کے لشکر کو بے پناہ نقصان پہنچایا ہے تو وہ فکر مند ہوا۔ ابھی تک اس کے مخبروں نے یہ اطلاع نہ دی تھی کہ حملہ آور کون ہیں۔ اس لئے

کہ جو مخبر الفانسو کی طرف سے اس کی طرف آئے تھے انہیں راستے ہی میں امیر یعقوب المنصور کے طلایہ گروں نے ختم کر دیا تھا۔ صبح اب طلوع ہونے کے قریب تھی۔ سینکو فکر مند ہوا اگر اس طرح شب خون مارنے والے اس کے لشکر پر نازل ہوتے رہے تو اس کے سارے لشکریوں کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ لہٰذا اس نے اپنا پڑاؤ اٹھایا بچتا بچاتا جبل طلیطلہ میں داخل ہوا اور حملہ آور ہونے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔

احمد بن سعید اور قراقوش نے سینکو کا تعاقب نہیں کیا اس لئے کہ ان کے سامنے ایک اور بڑا مقصد تھا۔ سینکو کس طرف بھاگ کر گیا ہے نہ ان کو پرواہ تھی نہ پریشانی اس لئے کہ وہ جانتے تھے جو جاسوس شعبان کے ماتحت کام کر رہے ہیں وہ ضرور بھاگنے والے سینکو پر نگاہ رکھیں گے اور انہیں یا امیر یعقوب المنصور کو خبر کر دیں گے کہ سینکو کدھر بھاگ کر گیا ہے اور آئندہ اس کے کیا ارادے ہیں۔

سینکو چونکہ دریائے آنہ کے کنارے بھاگتے ہوئے اپنے پڑاؤ کی کوئی چیز اپنے ساتھ نہ لے جا سکا تھا۔ لہٰذا احمد بن سعید اور قراقوش نے اس کے پڑاؤ پر قبضہ کر لیا۔ اس پڑاؤ سے احمد بن سعید اور قراقوش کے ہاتھ بہت کچھ لگا۔ ہر چیز احمد بن سعید اور قراقوش نے سمیٹ لی۔ پھر دو تیز رفتار قاصد انہوں نے دریا کے اس پار بھجوائے اور دریا کے دوسری طرف جو ان کی بحری قوت کے تیرانداز گھات میں بیٹھے ہوئے تھے ان کے نام انہوں نے کوئی پیغام بھجوایا۔ یہ پیغام سنتے ہی وہ تیرانداز دستے دریائے آنہ کے کنارے کنارے مشرق کی طرف کوچ کر گئے تھے۔

ان دو قاصدوں کے جانے کے بعد احمد بن سعید اور قراقوش نے اپنے کام کے دوسرے مرحلے کی ابتدا کی۔

انہوں نے مشرق کی طرف روانہ ہونے سے قبل تیز رفتار جاسوس مشرق کی طرف پھیلا دیئے مشرق کی طرف بڑھتے ہوئے احمد بن سعید اور قراقوش نے بڑی احتیاط سے کام لیا پہلا قدم انہوں نے یہ اٹھایا کہ دریائے آنہ کے بجائے جبل طلیطلہ کا انتخاب کیا اور کوہستانی سلسلے سے ہوتے ہوئے وہ مشرق کی طرف بڑھے تھے۔ دن کے وقت وہ کہیں محفوظ جگہ پڑاؤ کرتے اور رات کے وقت سفر کرتے رہے۔ اس طرح وہ بڑی تیزی سے مشرق کی طرف بڑھے تھے۔ دوسری احتیاطی تدبیر انہوں نے یہ اختیار کی کہ اپنے آگے آگے اور دائیں بائیں انہوں نے اپنے مخبر پھیلا دیئے تھے تاکہ برق کلیسا اور کاریون کو کم از کم یہ خبر نہ ہونے پائے کہ ان کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قرب میں سینکو کو بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے اور وہ جبل طلیطلہ سے ہوتا ہوا انجانی منزلوں
طرف بھاگ گیا ہے۔

احمد بن سعید اور قراقوش نے دریا کے اس پار جو قاصد بھجوائے تھے جو احمد بن سعید
طرف سے اپنے بحری مسلح جوانوں کے لے کوئی پیغام لے کر گئے تھے اس کا بھی رد عمل ظا
ہوا۔

جو مسلح جوان اور تیر انداز سینکو کو دریائے آنہ عبور نہیں کرنے دے رہے تھے وہ اپنی
چھوڑ کر مشرق کی طرف چلے گئے تھے جہاں تک کاریون اور برق کلیسا کا تعلق تھا تو انہوں
کئی بار دریا کو عبور کر کے مسلمانوں کے علاقوں میں یلغار اور ترک تاز کرنے کی کوشش ک
لیکن جو دستے احمد بن سعید نے گھات میں بٹھائے ہوئے تھے وہ ان پر ایسی تیر اندازی کرتے
وہ انہیں دریا عبور کرنے نہیں دے رہے تھے۔

پھر اچانک برق کلیسا اور کاریون کے لشکر میں احمد بن سعید کے مخبروں نے یہ خبر پھیلا
کہ دریا کی دوسری سمت سے وہ تیر انداز جو کاریون اور برق کلیسا کا راستہ روکے ہوئے ت
ہٹ گئے ہیں اس لئے کہ ان کے پاس رسد اور خوراک کے ذخائر ختم ہو گئے ہیں اور وہ اپ
آپ کو موت کے منہ میں نہیں ڈالنا چاہتے۔

برق کلیسا اور کاریون دونوں کے لئے یہ خبر حوصلہ افزا تھی اور اس خبر کی تصدیق کر
کے لئے انہوں نے چند چھوٹی چھوٹی کشتیاں دریا میں اتاریں تاکہ دیکھا جائے کہ دریا ع
کرتے ہوئے مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ نہیں۔

جو کشتیاں برق کلیسا اور کاریون نے دریا میں اتاری تھیں وہ دوسرے کنارے تک ہو
آئیں۔ انہوں نے دوسرے کنارے کا جائزہ لیا نہ وہاں کوئی گھات میں تھا نہ کوئی تیر انداز تھ
دوسرا کنارا بالکل خاموش اور خالی پڑا ہوا تھا۔ یہ خبر جب ان کشتیوں والوں نے آکر برق ک
اور کاریون کو دی تو ان کے حوصلے بڑے بلند ہوئے۔

پھر برق کلیسا اور کاریون دونوں اپنے چھوٹے سالاروں کے ساتھ دریائے آنہ
کنارے جمع ہوئے۔ جب سارے سالار ان کے سامنے آئے تب برق کلیسا نے انہیں مخاط
کر کے کہنا شروع کیا۔

"ہم دریائے آنہ کو عبور کر کے مسلمان علاقوں میں ترک تاز کرنے میں کامیاب اس

نہیں ہوئے کہ دوسرے کنارے پر مسلمان تیر انداز کچھ ایسی گھات میں بیٹھے ہوئے تھے کہ دریا پار کرتے ہوئے ہم ان کا سامنا نہیں کر سکتے تھے۔ اب اچانک وہ تیر انداز اپنی گھات چھوڑ گئے ہیں چھوڑنے کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ ان کے رسد اور خوراک کے ذخائر ختم ہو گئے ہیں۔

"چند کشتیوں پر ہمارے مخبروں نے بھی تصدیق کر دی ہے کہ دوسرے کنارے پر کوئی مزاحمتی قوت نہیں ہے لہٰذا گزشتہ رات ہی میں نے ایک پل تعمیر کرنے کا حکم دے دیا ہے یہ کشتیوں کا ہلکا پھلکا سا پل ہو گا جس کے ذریعے ہمارا لشکر دریائے آنہ کو عبور کرے گا اور دوسری کنارے پر مسلمانوں کے علاقے میں یلغار کرے گا۔"

"پل کی حفاظت کے لئے چند دستے متعین کر دیئے جائیں گے۔ مسلمان علاقوں میں دور تک لوٹ مار کرنے کے بعد واپسی اسی پل کے ذریعے ہو گی اور باحفاظت اپنے علاقوں میں داخل ہوا جائے گا۔"

"دوسرا کام ہم نے یہ کیا ہے کہ رات ہی دو تیز رفتار قاصد سینکو کی طرف روانہ کر دیئے ہیں انہیں ہم نے بدلتے ہوئے حالات سے آگاہ کر دیا ہے کہ دریا کے دوسرے کنارے سے ہمارے سامنے مزاحمتی قوت ختم ہو چکی ہے وہ بھی دیکھے اگر اس کے سامنے بھی کوئی مزاحمتی قوت نہیں ہے تو وہ بھی دریا کو عبور کر کے مسلمان علاقوں میں داخل ہونے کی کوشش کرے اگر ہم اور سینکو بیک وقت مسلمان علاقوں میں داخل ہوتے ہیں تو دوسرے کنارے پر جو بھی مزاحمتی قوتیں ہیں انہیں دو حصوں میں تقسیم ہو کر ہمارا سامنا کرنا پڑے گا اس طرح میرے خیال میں وہ ہمارے سامنے جم نہ سکیں گے۔ اس لئے کہ یعقوب المنصور اپنے سالاروں کے ساتھ اس وقت الفانسو کے خلاف برسرپیکار ہے۔ میرے خیال میں دوسرے کنارے پر جو تیر انداز گھات میں تھے وہ بھی الارک کے میدانوں کی طرف چلے گئے ہیں۔"

اس پر کاریون نے کسی قدر فکرمندی اور سنجیدگی میں کہنا شروع کیا۔

"برق کلیسا جو کچھ تم نے کہا ہے یہ درست ہے اس پر عمل بھی کیا جائے گا لیکن مجھے ایک بات نے فکرمند اور پریشان کر رکھا ہے تمہاری موجودگی ہی میں میں نے کچھ قاصد الارک کے میدانوں کی طرف روانہ کئے تھے تاکہ وہ مجھے یہ اطلاع دیں کہ الفانسو کے ساتھ جب یعقوب المنصور کا ٹکراؤ ہو تو اس کے نتیجے سے ہمیں آگاہ کریں میں نے انہیں یہ بھی تاکید کی تھی کہ واپسی پر وہ دریائے آنہ کے کنارے گھات میں بیٹھنے والے سینکو سے بھی ملیں اور اسے کہیں کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ ہمیں اپنے ردعمل سے بھی آگاہ کرے۔ تم جانتی ہو یہ مخبر کافی دن پہلے روانہ کئے تھے وہ مخبر ابھی تک نہیں لوٹے نہ انہوں نے ہمیں الفانسو سے ہونے والی جنگ کے نتیجے کی کوئی اطلاع دی ہے نہ وہ سینکو کے متعلق خبر دینے میں کامیاب ہوئے ہیں۔"

کاریون کے ان الفاظ پر برق کلیسا کے چہرے پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا تھا اس کے بعد اس کی آواز سنائی دی۔

"فکر مند ہونے کی کیا بات ہے ہو سکتا ہے جو مخبر ہم نے روانہ کئے ہوں وہ الفانسو کے لشکر میں ہی ٹھہر گئے ہوں یہ بھی ممکن ہے کہ الفانسو کا ٹکراؤ یعقوب المنصور کے ساتھ نہ ہوا ہو مخبروں نے وہیں قیام کر لیا ہو کہ جب ٹکراؤ ہو تو اس ٹکراؤ کے نتیجے میں جو بھی صورت حال ہو اسے دیکھتے ہوئے واپس لوٹیں اور واپسی پر سینکو سے ملاقات کریں۔ اس سلسلے میں ہمیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے میرا اندازہ ہے کہ ہمیں صرف ایک دن کا وقفہ ڈال کر جو پل ہم تعمیر کر رہے ہیں اس کے ذریعے دریائے آنہ کو عبور کر کے دوسرے کنارے پر اتر جانا چاہئے اور اپنے کام کی ابتدا کر دینی چاہئے۔"

برق کلیسا کے اس جواب سے کاریون بھی کسی قدر مطمئن اور پرسکون ہو گیا تھا دوسرے سالاروں نے بھی برق کلیسا کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا۔ پھر سب اٹھ کھڑے ہوئے اور یہ طے پایا کہ ایک دن کا وقفہ ڈال کر دریائے آنہ کو عبور کر کے اپنی کارروائی کی ابتدا کی جائے۔

*

آنے والی شب کو دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ کشتیوں سے بنائے گئے پل کو سیدھا کیا گیا اور اسے دریا کے اندر استوار کر دیا گیا۔ پھر اس پل کے ذریعے برق کلیسا اور کاریون کا لشکر دریا کو عبور کرنے لگا تھا۔

جس وقت ان دونوں کا لشکر تین حصوں میں تقسیم ہوا ایک حصہ دوسرے کنارے پر پہنچ دوسرا پل پر رہا اور تیسرا ابھی اپنے پڑاؤ کے قریب ہی تھا کہ دوسرے کنارے سے برق کلیسا اور کاریون کی امیدوں کے خلاف ایک عذاب اٹھ کھڑا ہوا۔

دراصل احمد بن سعید اور قراقوش نے اپنے قاصد بھیج کر دریا کے دونوں سمت دو جگہ ان کے بحری تیر انداز تھے انہیں ایک جگہ گھات میں بٹھا دیا تھا جونہی برق کلیسا اور کاریون کے لشکر نے دریا عبور کیا وہ پھیلتی شفق، سمٹتی تیرگی میں شعلہ بے درد اور صبا کے لطیف جھونکوں

کی طرح اپنی گھات سے نکلے، رات کی تاریکی میں انہوں نے کچھ اس طرح اللہ اکبر کی تکبیریں بلند کیں جیسے مرگ خیز سکوت کے اندر فضا کے جھکڑوں کی یورش اٹھ کھڑی ہوتی ہے یا چاروں سمت پھیلی چپ میں ان گنت بہتے نالوں کا شور اپنی موجودگی کا پتہ دے جاتا ہے۔ ان بحری تیر اندازوں نے نہ صرف تیر اندازی سے کام لیا بلکہ وہ اپنی تلواریں سونت کر برق کلیسا اور کاریون کے ان لشکریوں پر حملہ آور ہوئے تھے جو پل عبور کر کے دوسری سمت اترے تھے۔ ان کے ان حملوں نے دریا کے دوسری سمت اترنے والے دشمنوں کے دل پر شکست کے خاروں کی خراشیں اور غم آگیں نغموں کی ایک کیفیت طاری کر کے رکھ دی تھی۔

برق کلیسا اور کاریون کے لشکریوں کی تعداد کیونکہ زیادہ تھی لہٰذا وہ دوسرے کنارے پر اترنے کے بعد ناگ کی طرح خوف بھرے پھن پھیلائے مسلمان حملہ آوروں کے سامنے جم گئے تھے۔ ان کے حوصلے چونکہ برق کلیسا اور کاریون کی گفتگو سے بلند تھے۔ لہٰذا دوسرے کنارے پر بھی انہوں نے پل پل کو زیست کے غم لمحے لمحے کو دبی سسکیوں میں تبدیل کر دینے کا عزم کر لیا تھا لیکن جب گھات میں بیٹھے ہوئے احمد بن سعید اور قراقوش کے بحری تیر انداز پوری طرح حملہ آور ہوئے تب دریا کی دوسری سمت اترنے والے برق کلیسا اور کاریون کے لشکریوں کو یوں محسوس ہوا جیسے ان کے پاؤں تلے سے کسی نے بساط کی طرح زمین کھینچنی شروع کر دی ہو ان بحری تیر اندازوں کے سامنے ان کی حالت ایسی تھی جیسے کہ یادوں کے غبار میں ان قافلوں کا کوئی رہبر کوئی خضر نہ رہا ہو۔

برق کلیسا اور کاریون زندگی کا جو دلکش روپ لے کر آئے تھے احمد بن سعید اور قراقوش کے ان تیر اندازوں نے بھوکی ننگی حیات کے بازار میں تبدیل کر کے رکھ دیا تھا ان مجاہدوں نے حملہ آوروں کی خود فریبی کے خواب اور خواہشوں کے جمال کو مٹی میں ملانا شروع کر دیا تھا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے برق کلیسا اور کاریون نے جو ابھی اپنے پڑاؤ کے قریب ہی تھے اپنے ان لشکریوں کو جو پل کے اوپر تھے بڑی تیزی کے ساتھ پل عبور کر کے دوسرے کنارے پر اتر کر اپنے ساتھیوں کی مدد کرنے کا حکم دیا تھا یہ حکم ملنا تھا کہ وہ لشکری جو پل پر تھے بڑی تیزی سے آگے بڑھنے لگے تھے تاکہ دوسرے کنارے پر جو بحری تیر انداز حملہ آور ہوئے ہیں ان سے نبٹا جا سکے لیکن انہیں ایسا کرنا نصیب نہ ہوا اس لئے کہ ان کے لئے ایک اور آفت اٹھ کھڑی ہوئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دریا کے کنارے پر تکبیروں کا ایک شور سا اٹھا ہوا تھا عین اسی لمحہ احمد بن سعید ا
قراقوش اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوئے پھر برق کلیسا اور کاریون کے ان لشکریوں پر جو
کے آس پاس تھے انہوں نے احساسات میں اٹھنے والے کرب خیز طوفانوں کی طرح حملہ ک
تھا۔ برق کلیسا اور کاریون کے لشکریوں کی جاگتی سوتی متجسس کھوئی کھوئی آنکھوں نے دیکھا
بن سعید اور قراقوش اپنے لشکریوں کے ساتھ ان پر سارے رنگ اتار دینے والی طغیانیوں
طرح حملہ آور ہوئے تھے۔ چاروں طرف انہوں نے ان کے لشکر کے اندر موت کی اذیت
اور اجڑے اجڑے آنگنوں کی سی کیفیت بڑی تیزی سے پھیلانا شروع کر دی تھی۔

کاری ضرب لگانے کے بعد احمد بن سعید اچانک اپنے دستوں کے درمیان رکا ایک ج
کے ساتھ اس نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچیں اس کا گھوڑا اپنی دونوں ٹانگیں اٹھاتے ہو
ایک سخت احتجاج کرتے ہوئے ہنہنایا تھا۔ نتھنے پھلانے لگا تھا بڑی تیزی سے موت کی صدا
پر وہ اپنی قنوتیاں بدلنے لگا تھا عین اس موقع پر احمد بن سعید نے اپنی تلوار فضا میں بلند کی
اپنے لشکریوں کو مخاطب کرتے ہوئے ان کا حوصلہ بڑھانے کی خاطر وہ کہہ رہا تھا۔

"کرنوں کے سوداگر میرے ساتھیو! اپنے جذبوں کے پورے عمل کے ساتھ دشمن پر
آور ہو، لفظوں کے گرداب آڑھی ترچھی خونی لکیروں اور جسموں کو پگھلا دینے والی آن
طرح ان کے اندر گھستے چلے جاؤ ان کے اطراف میں موت کا سوگ تاپ کا روگ پھیلاتے
جاؤ ان کی آنکھیں صحرا ان کے ہاتھ کشکول، منہ پتھر ان کے ہونٹ منجمد ان کے دل الم کدوں
میں تبدیل کرتے چلے جاؤ۔"

سدرہ نشین رسولؐ کے مجاہدو! اپنے ان دشمنوں کے لئے زیر آب کوئی نغمہ، دھرتی پر
کا کوئی جال ان کی سماعت کے لئے کوئی زمزمہ نہ رہنے دو۔ شمشیر سونتے جلاد، تشنگی کے منہ
سلگتے خونی بگولوں اور بے امید کر دینے والے سراب کی طرح ان کے سامنے آؤ ان پر
ضربیں لگاؤ کہ ان کے قصر عافیت میں جنوں کی الم ناکی، ان کی عظمتوں کے بحر میں قضا کے
اور ان کے دل کے منڈل میں سنگسار کر دینے والی وحشتیں بھرتے چلے جاؤ۔"

احمد بن سعید کے ان الفاظ نے اس کے لشکریوں کے اندر ایک آگ سی بھڑکا دی
ان کے جذبوں ان کے احساسات میں ایک آتش بے کنار بھر دی تھی۔ احمد بن سعید کی
للکار، اس پکار کے جواب میں وہ دشمن کے طوفانی تھپیڑوں، بے جہت کر دینے والے عذابوں

چٹانوں سے سنگین ولولوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ اس موقع پر ایک انتہائی بے باک اور زندہ دل مجاہد کی بھی آواز سنائی دی۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز میں پکارا۔

"میرے ساتھیو آگے بڑھو وہ خداوند، وہ اللہ، جو شاخوں کی رگوں کے اندر بھی رزق عطا کرتا ہے ان میدانوں میں وہی تمہارا حامی اور ناصر ہے۔"

جواب میں زندہ دل مسلمان مجاہد، خون میں ڈوبی کتھا کہانیوں، دھڑکنوں کو آتش فشاں کرتی تلخیوں اور سر مقتل کھڑی کر دینے والی آرزوؤں کی طرح چھانے لگے تھے کاریون اور برق کلیسا کے لشکریوں کے لئے انہوں نے چاروں سمت وقت کی کوکھ میں دکھ کے لہو بھرنا شروع کر دیئے تھے۔ اڑتی گرد کے باعث میدان جنگ میں ہر سو دھواں دھواں ہونے لگا تھا۔ مسلمان لشکری جو تکبیریں بلند کرتے ہوئے اپنی تلواریں سونتے دشمن کے تعاقب میں لگے تھے ان کے سامنے برق کلیسا اور کاریون کے لشکریوں کی حالت زرد پتوں، سوکھی بنجر زمین جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

دریا کے اس پار احمد بن سعید اور قراقوش کے بحری تیر انداز حملہ آور ہو کر دشمن کے ان لشکریوں کے پاؤں تلے سے زمین کھینچ رہے تھے جو دریا عبور کر کے دوسرے کنارے پر گئے تھے۔ برق کلیسا اور کاریون کے لشکر کا دوسرا حصہ جو پل کے اوپر ہی تھا وہ عجیب کشمکش میں تھا۔ انہیں یہ خبر تو پہلے ہی ہو چکی تھی کہ ان کے جن لشکریوں نے دریا کو عبور کیا ہے انجانی قوت نے ان پر حملہ کر دیا ہے اور ان کو پیچھے دھکیلنا شروع کر دیا ہے۔

تھوڑی دیر بعد انہیں یہ بھی خبر ہو گئی کہ دریا کے دوسرے کنارے سے کسی نے شب خون مار دیا ہے اور حملہ آور تکبیریں بلند کرتے ہوئے ان کے اس لشکر میں گھسنا شروع ہو گئے ہیں جس نے ابھی دریا عبور نہیں کیا یہ ایک عجیب سی کیفیت تھی جس میں وہ مبتلا ہو گئے تھے۔ کچھ دیر تک وہ تذبذب کی حالت میں رہے پھر انہوں نے واپس آنا شروع کیا اس لئے کہ وہ دریا کے دوسرے کنارے پر جا کر موت کو دعوت نہیں دینا چاہتے تھے۔ واپس آ کر وہ کاریون اور برق کلیسا کے ساتھ شامل ہو جانا چاہتے تھے یہ فیصلہ ہونے کے بعد جو لشکری پل کے اوپر تھے وہ بڑی تیزی سے مڑے اور برق کلیسا اور کاریون سے آن ملے۔ دوسرے کنارے پر اترنے والوں کو بحری تیر اندازوں نے ہولناک صورت حال میں مبتلا کر دیا تھا انہیں پسپائی اور شکست کا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

منہ دیکھنا پڑا اور وہ پل کے راستے واپس بھاگے دوسرے کنارے پر مزاحمت کرنے وال
تیر اندازوں نے بڑی عقلمندی کا ثبوت دیا جب ان کے سامنے سے دشمن بھاگ نکلا اور
پل کے اوپر چڑھ گئے تب کشتیوں کے پل کے وہ رسے جو دوسرے کنارے کے ساتھ ب
ہوئے تھے انہوں نے کاٹ دیئے اس طرح پل بہتا ہوا دوسرے کنارے کی طرف ہو لیا
دوران پل کے اوپر سے دشمن کے کئی لشکری دریا میں گر گئے۔

احمد بن سعید اور قراقوش کے وہ بحری تیر انداز دوسرے کنارے پر ہی رہے۔ شاید ا
سعید کی طرف سے ان کو ایسے ہی احکامات ملے تھے۔ اتنی دیر تک احمد بن سعید اور ق
نے بھی دوسرے کنارے پر برق کلیسا اور کاریون کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ رات کے وقت جر
بھی انہوں نے رخ کیا دشمن کا قتل عام کر کے رکھ دیا یہ صورت حال کاریون اور برق کلی
لئے ناقابل برداشت تھی۔ لہٰذا شکست کا داغ اٹھاتے ہوئے وہ بھاگے اور اپنے دائیں
مسافت بہ مسافت طے کرتے ہوئے وہ جبل طلیطلہ میں داخل ہو گئے تھے احمد بن سعید نے
تعاقب نہیں کیا بلکہ ان کے پڑاؤ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا تھا۔



برق کلیسا اور کاریون دونوں احمد بن سعید کے ہاتھوں شکست اٹھانے کے بعد رات کی تاریکی میں کوہستان طلیطلہ کے اندر بڑی تیزی سے مغرب کی طرف سفر کرتے رہے۔ جس وقت صبح ہوئی تو سامنے کی طرف سے کچھ سوار اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے آئے۔ انہیں دیکھتے ہی برق کلیسا جو اپنے لشکر کے آگے تھی۔ لشکر کو اس نے رک جانے کا اشارہ دیا۔ لشکر رک گیا۔ سامنے کی طرف سے آنے والے سوار قریب آئے انہیں دیکھتے ہوئے برق کلیسا کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ آنے والے جن کے گلے میں سنہری صلیبیں لٹک رہی تھیں حرکت میں آئے۔ برق کلیسا اور کاریون کو تعظیم دی۔ پھر ان میں سے ایک بول پڑا۔

"سینکو آپ دونوں کی طرف سے فکرمند تھے انہوں نے ہمیں آپ کے احوال جاننے کے لئے روانہ کیا ہے۔"

کہنے والا یہیں تک کہنے پایا تھا کہ برق کلیسا نے بڑے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا تھا۔

"میرے چچا سینکو اس وقت کہاں ہیں۔ دشمن کے جس حصے کے ساتھ انہوں نے ٹکرانا تھا اس ٹکراؤ کے نتیجے میں کیا ہوا اور میرا چچا اس وقت کہاں ہے۔"

جواب میں آنے والے نے مسلمانوں کے ہاتھوں سینکو کی بدترین شکست اور پھر جبل طلیطلہ میں مغرب کی بھاگ جانے کے واقعات تفصیل کے ساتھ سنا ڈالے تھے۔

یہ واقعات سن کر برق کلیسا اور کاریون دونوں فکرمند ہو گئے تھے۔ جواب میں برق کلیسا نے بھی مختصر الفاظ میں جو ان پر بیتی تھی وہ سنا ڈالی تھی۔ آنے والے قاصد اس انکشاف پر مغموم اور پریشان ہو گئے تھے۔ پھر وہ قاصد جو پہلے بولا تھا۔ برق کلیسا کی طرف دیکھتے ہوئے مخاطب ہوا۔

"میں آپ پر یہ بھی انکشاف کروں کہ الارک کے میدانوں میں مسلمانوں کے حکمران امیر یعقوب المنصور کے مقابلے میں محترم الفانسو کو بدترین شکست ہوئی ہے اور الفانسو نے پیچھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہٹتے ہوئے میدان کے پشت میں کوہستانی سلسلے کے اوپر الارک نام کا جو قلعہ ہے اس کے اندر پناہ لے لی ہے جبکہ قلعے کی قریب ہی یعقوب المنصور اپنے لشکر کے ساتھ خیمہ زن ہے اس کے تیور بتاتے ہیں کہ وہ اس قلعے پر حملہ آور ہوگا جس میں الفانسو محصور ہو چکا ہے۔"

"جہاں تک آپ کے چچا سینکو کا تعلق ہے تو اس نے الارک کے قلعے کے ذرا فاصلے پر جبل طلیطلہ کے اندر محفوظ جگہ گھات پکڑلی ہے ہمیں انہوں نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے اور آپ کے نام یہ پیغام دیا ہے کہ آپ کا اگر دشمن سے ٹکراؤ ہوا ہے تب بھی' نہیں ہوا پھر بھی فوراً سینکو سے جا ملیں۔ سینکو اور الفانسو دونوں کی شکست کا سن کر چند لمحوں کے اندر کاریون اور برق کلیسا دونوں گہری سوچوں اور تفکرات میں ڈوب گئے تھے۔ پھر کوئی فیصلہ کرتے ہوئے انہوں نے اپنے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ بڑی تیزی کے ساتھ وہ جبل طلیطلہ کے اندر مغرب کی طرف بڑھنے لگے تھے۔

*

کوہستانی سلسلے میں الارک قلعہ سے لگ بھگ دس میل کے فاصلے پر سینکو نے اپنے شکست خوردہ لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ وہ ایک کوہستانی حصار تھا جس کے اندر پرتگال کا حکمران سینکو اپنے لشکر کے ساتھ گھات میں چلا گیا تھا۔

برق کلیسا اور ٹیمپلروں کا سربراہ کاریون جب اپنے لشکر کو لے کر اس جگہ پہنچے تو اپنے پڑاؤ سے نکل کر سینکو نے اپنے سالاروں کے ساتھ اپنی بھتیجی برق کلیسا اور کاریون اور ان کے لشکریوں کا بہترین استقبال کیا۔ اس استقبال کے دوران سینکو اور اس کی بھتیجی دونوں نے ایک دوسرے سے اپنے احوال کہے۔ پھر آنے والے لشکر کا بھی وہیں پڑاؤ قائم کر دیا گیا۔ سینکو اپنی بھتیجی برق کلیسا' کاریون اور اپنے دیگر سالاروں کو لے کر اپنے خیمے میں داخل ہوا۔ جب سب لوگ نشستوں پر بیٹھ گئے۔ تب انہیں مخاطب کرتے ہوئے سینکو بول پڑا۔

"عزیزانان من! یہ بات اب کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ مسلمانوں کے امیر یعقوب المنصور کے ہاتھوں ہمیں زبردست زک اٹھانی پڑی ہے۔ الفانسو پسپا ہو کر الارک کے قلعے میں محصور ہو چکا ہے۔ دریائے آنہ کے کنارے نادیدہ قوتیں ہم پر حملہ آور ہوئیں اور ہمیں اس کوہستانی سلسلے میں پڑاؤ کرنے پر مجبور کر دیا۔"

"میں نہیں جانتا کہ یعقوب المنصور کے جاسوس بڑی تیزی سے کس طرح کام کرتے ہیں

کہ الفانسو کا سامنا کرنے کے ساتھ ساتھ انہوں نے دریائے آنہ کے کنارے سے بھی ہمارے دونوں لشکروں کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ میں نے جو مخبر لگائے ہوئے تھے انہوں نے اطلاع دی ہے کہ الفانسو کا مقابلہ صرف یعقوب المنصور نے کیا ہے اس کے جو بہترین جرنیل احمد بن عبید اور قراقوش ہیں انہوں نے دریائے آنہ کے کنارے ہمارے ساتھ مزاحمت کی اور ہمیں پسپا ہونے پر مجبور کیا۔"

"اب تم لوگوں کو اس خیمے میں جمع کرنے کی جو غرض و غایت ہے میں اس کی طرف آتا ہوں۔ دریائے آنہ کے کنارے سے پسپا ہونے کے بعد میں نے یہاں آ کر گھات لگائی اور اپنے مخبروں کے ذریعے میں نے الفانسو سے رابطہ قائم کیا اور تمہاری آمد سے پہلے میں الفانسو کے ساتھ اپنا پورا لائحہ عمل طے کر چکا ہوں۔"

"صورت حال یہ ہے کہ الفانسو الارک کے قلعے میں محصور ہے باہر یعقوب المنصور نے پڑاؤ کر رکھا ہے۔ لازمی بات ہے کہ یعقوب المنصور قلعہ فتح کرنے کے لئے حملہ آور ہوگا۔ میرے اور الفانسو کے درمیان یہ طے پایا ہے کہ جونہی یعقوب المنصور قلعہ پر حملہ آور ہوتا ہے ہم اپنی گھات سے نکلیں گے اور پشت کی جانب سے یعقوب المنصور پر حملہ آور ہوں گے۔ مجھے امید ہے کہ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے اور یعقوب المنصور کو ہم نے پشت کی جانب مصروف کر لیا تب قلعے کے دروازے کھول کر الفانسو بھی اپنے لشکر کے ساتھ نکلے گا اور قلعے کی طرف سے وہ یعقوب المنصور پر دھاوا بول دے گا۔ اس طرح دو طرفہ حملہ کر کے اگر ہم یعقوب المنصور کو الارک کے گرد و نواح میں شکست دینے میں کامیاب ہو جائیں تو گزشتہ تمام شکستوں کی تلافی ہو جائے گی۔ اسپین کے اندر ہماری مملکتیں محفوظ ہو جائیں گی۔ میرے خیال میں آئندہ یعقوب المنصور کو ان علاقوں کا رخ کرنے کی جرات نہ ہوگی۔"

"میں نے اپنی طرف سے کچھ مخبر مقرر کر رکھے ہیں جو دشمن کے لشکر پر نگاہ رکھیں گے۔ دشمن کی نقل و حرکت سے مجھے اور الفانسو کو آگاہ کرتے رہیں گے۔ مخبر جب ہمیں یہ اطلاع دیں گے کہ یعقوب المنصور نے الارک کے قلعہ پر حملہ کر دیا ہے تو یہاں سے ہم کوچ کریں گے اور مناسب موقع دیکھتے ہوئے یعقوب المنصور کی پشت پر سے حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے۔ یہی وہ لائحہ عمل ہے جو میرے اور الفانسو کے درمیان طے پایا ہے۔ اس پر عمل کیا جائے گا تاکہ یعقوب المنصور کو آنے والے دنوں میں ہمارے خلاف یلغار اور حملہ کرنے کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جرات نہ ہو۔"

تم لوگوں کو آتے ہی اس لائحہ عمل سے آگاہ کرنا اس لئے ضروری تھا کہ یعقوب ا
کسی وقت بھی قلعہ پر حملہ آور ہو سکتا ہے اور مخبر ہمیں اس کی اطلاع دے سکتے ہیں ا
رات کے کسی وقت ہمیں یہاں سے کوچ کر کے اپنے کام کی ابتدا کرنا ہو گی۔ مازن
کاریون اور تم دونوں تھکے ہوئے ہو اور تمہارے لشکری بھی تھکے ہارے ہیں۔ میر
میں تم دونوں جاؤ اور اپنے لشکریوں کو آرام کرنے کا حکم دو اور دشمن پر ضرب لگانے
تم ہمہ وقت تیار رہنا۔ اس کے ساتھ ہی سب سینکو کے پاس دوڑ کر چلے گئے تھے۔

*

کوہستانی سلسلے کے نواح میں امیر یعقوب المنصور ایک روز اپنے خیمے میں بیٹھا
اس کے بیٹے عبداللہ کے ساتھ ایک مسلح جوان داخل ہوا۔ امیر یعقوب المنصور
نشست سے اٹھتے ہوئے اس کا بہترین استقبال کیا اور اپنے سامنے ایک خالی نشست پر
لئے کہا۔ آنے والا وہ مسلح جوان وہاں بیٹھ گیا۔ امیر یعقوب المنصور کا بیٹا اور حاجب عبدا
باپ کے پہلو میں ہو بیٹھا تھا۔ شاید آنے والے کی اطلاع امیر یعقوب المنصور کو
عبداللہ نے کر رکھی تھی۔ آنے والا جوان جب بیٹھ گیا تب امیر یعقوب المنصور
مخاطب کیا۔

"میرے عزیز بیٹے' عبداللہ نے مجھے بتایا ہے کہ تم شعبان کی طرف سے آئے
کوئی اچھی خبر لائے ہو۔" آنے والے اس جوان نے جو شعبان کا ایک مخبر تھا دشمن
آور ہونے کی ساری تفصیل امیر یعقوب المنصور سے کہہ دی تھی۔ اس نے یہ بھی بتا
سینکو نے کاریون اور برق کلیسا کے ساتھ جبل طلیطلہ کے اندر گھات لگا رکھی ہے اور
کے لشکر پر پشت کی طرف سے حملہ آور ہو گا۔

یہ ساری تفصیل جاننے کے بعد یعقوب المنصور کے لبوں پر خوشگوار مسکراہٹ
ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ توصیفی انداز میں آنے والے اس مخبر کی طرف دیکھتا
کے بعد اس نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"عزیز من! کیا تم بتا سکو گے کہ شعبان اس وقت کہاں ہے؟"

مخبر کے چہرے پر خوشگوار مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر دھیمی سی آواز اس خیمے میں
تھی۔

"امیر محترم! شعبان ان دنوں شمالی و مشرقی اندلس میں اپنے کام میں مصروف ہے۔ اس نے میرے جیسے مخبر اسپین اور پرتگال میں پھیلا رکھے ہیں۔ شعبان نے اسپین کے اندر ایک اعلیٰ مقام حاصل کر لیا ہے وہ راہبوں اور پادریوں کی اس جماعت میں داخل ہو چکا ہے جو مسلمانوں کے خلاف مقدس جنگ کے لئے لوگوں کو ابھارتے ہیں۔ جب اس کا جائزہ لیا جائے تو لگتا ہے وہ نصرانیت کا ایک بے مثال عالم اور جید مناظر ہے۔ بہرحال جو پیغام اس نے مجھے دے کر بھجوایا تھا وہ میں نے آپ کے گوش گزار کر دیا ہے۔"

امیر یعقوب المنصور ایک بار پھر توصیفی انداز میں اس مخبر کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ پھر اس مخبر کو مخاطب کیا۔

"تم یہاں قیام کرو گے یا واپس جانا پسند کرو گے۔"

آنے والا مخبر اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور بول پڑا۔

"امیر محترم! میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔ مجھے ان محفوظ علاقوں کی طرف چلے جانا ہے جہاں ہم مخبری کا کام سرانجام دیتے ہیں۔"

یعقوب المنصور نے آگے بڑھتے ہوئے پرجوش مصافحہ اس کے ساتھ کیا پھر عبداللہ نے اس کے ساتھ ہاتھ ملایا۔ بعد میں یعقوب المنصور نے ایک بار پھر اسے مخاطب کیا۔

"جو تفصیل تم نے بتائی ہے اس کے لئے میری طرف سے شعبان کا شکریہ ادا کرنا۔ کیا تم واپس جاتے ہوئے احمد بن سعید اور قراقوش سے بھی ملو گے۔ اگر ایسا ہے تو انہیں میری طرف سے کاریون اور سینکو اور برق کلیسا کو پسپا کرنے پر مبارک باد دینا۔ میں تمہارا اس لحاظ سے بھی شکرگزار ہوں کہ تم نے مجھے احمد بن سعید اور قراقوش کے متعلق بھی تفصیل بتا دی ہے کہ وہ اس وقت کہاں ہیں اور آئندہ ان کا لائحہ عمل کیا ہو گا۔"

امیر یعقوب المنصور جب خاموش ہوا تب مخبر نے بڑی عاجزی سے امیر یعقوب المنصور کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"امیر محترم میں احمد بن سعید اور قراقوش کی طرف نہیں جاؤں گا۔ وہ ایک لمبا کارا ہے اس طرح میری منزل کھوٹی ہو گی۔ میں سیدھا اپنی منزل کی طرف جانا چاہتا ہوں۔ ہاں اگر آپ ان کے نام کوئی اہم پیغام رکھتے ہیں تو میں ان کی طرف سے ہوتا چلا جاؤں گا۔ اس طرح مجھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک رات مزید ضائع کرنی پڑے گی۔"

یعقوب المنصور نے اس کا شانہ تھپتھپایا پھر بڑی شفقت بڑے پیار میں کہا۔

"نہیں میرے بیٹے! تم اپنی منزل کی طرف کوچ کر جاؤ۔ جو تفصیل تم نے بتادی ہے ا کے لئے میں آئندہ ہونے والی جنگ سے بالکل مطمئن ہوں۔ اب تم جا سکتے ہو۔" اس ساتھ ہی آنے والا وہ مخبر مڑا اور خیمے سے نکل گیا تھا۔

مخبر کے جانے کے بعد یعقوب نے اپنے بیٹے کو سارے سالاروں کو خیمے میں جمع کرنے لئے کہا۔ تھوڑی دیر بعد لشکر کے سالار خیمے میں جمع ہوئے۔ یعقوب المنصور نے آنے وا مخبر کی جو تفصیل تھی وہ سب سے کہہ دی اور جنگ کا لائحہ عمل بھی ان کے ساتھ مرتب ک تھا۔ اس کے بعد مجلس برخاست کر دی گئی تھی۔



یعقوب المنصور کو شعبان کے بھیجے ہوئے مخبر کے ذریعے دشمن کی گھات اور احمد بن سعید اور قراقوش کے متعلق ساری تفصیل مل گئی تب اس نے اپنا پڑاؤ اٹھایا اور اپنے لشکر کو الارک کے قلعے کے مزید قریب لے گیا۔ پہاڑ کے اوپر جا کر اپنے لشکر کے خیمے اس نے نصب کرنے کا حکم دیا۔ قلعے کے اطراف میں تیر انداز بٹھائے، منجنیقیں نصب کرائیں اور قلعے پر اس نے حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔

الفانسو نے بھی شہر کی فصیل کے اوپر بے شمار تیر انداز بٹھا رکھے تھے۔ یہ قلعہ اپنے استحکام کے لحاظ سے بے حد مضبوط اور مستحکم خیال کیا جاتا تھا۔ قلعے کی فصیل دوہری تھی اور کوہستانی پتھروں سے بنائی گئی تھی۔ جس بنا پر اس قلعے کو ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا تھا یعقوب المنصور نے جب اپنے لشکر کو قلعہ پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا تو فصیل کے اوپر سے الفانسو کے لشکر نے خوفناک تیر اندازی کی جس سے مسلمان لشکر کا کچھ نقصان بھی ہوا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے یعقوب المنصور اور اس کے سالاروں نے بڑی تیزی سے اس کا سدباب کرتے ہوئے فوراً اپنے سامنے پتھروں کی دیواریں کھڑی کر لی تھیں۔ اس طرح منجنیقوں پر کام والے اور دشمن پر تیر اندازی کرنے والے مسلمان پتھروں کی دیواروں کے پیچھے محفوظ ہو گئے تھے۔

شام سے پہلے پہلے یعقوب المنصور کے لشکر نے بڑے بڑے پتھر برسا کر قلعے کی بیرونی دیوار کو جگہ جگہ سے توڑ کر رکھ دیا تھا۔ اس میں اس قدر بڑے بڑے سوراخ بن گئے تھے جن میں سے کئی کئی آدمی اکٹھے جا سکتے تھے۔ الفانسو نے جو الارک کی بیرونی فصیل کو مسمار ہوتے دیکھا تو اس نے اپنے لشکر کو اندرونی فصیل کی طرف منتقل کر دیا تھا۔

امیر یعقوب المنصور نے بھی اپنے لشکر کو آگے بڑھایا اب اسے پتھروں کی دیواروں کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ اسلئے کہ پہلی فصیل کے ملبے کو ہی آڑ کے طور پر استعمال کیا جا رہا تھا۔ امیر یعقوب المنصور نے اس بار اس قدر تیز اور برق رفتاری سے اندر کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فصیل اور قلعے کے اندر سنگباری کرائی کہ الفانسو کے اوسان خطا ہو گئے۔

اس سنگباری سے قلعہ کے اندر اس کے ہزاروں سپاہی مارے گئے اور پھر سورج غروب ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد مسلمانوں نے دوسری فصیل بھی توڑ پھوڑ کر رکھ دی تھی۔ الفانسو کے لشکر کے ساتھ قلعے کے اندر ایک بار امیر یعقوب المنصور کے لشکریوں کا خوفناک تصادم ہوا۔ اس تصادم کے نتیجے میں الفانسو کے لشکر کو بدترین شکست ہوئی اور الفانسو اپنے محافظ دستوں کے ساتھ قلعے سے بھاگ کر طلیطلہ شہر کی طرف چلا گیا تھا۔

بقول علامہ عبدالواحد مراکشی جو اس جنگ کے چشم دید مورخ ہیں الفانسو کے ساتھ صرف تین سالار فوج رہ گئے تھے۔ علامہ عبدالواحد مراکشی نے اس جنگ کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ جنگ واقعی ایک بلا تھی جو الفانسو اور اس کے لشکریوں پر نازل ہوئی۔

*

رات کی آنکھیں گہری نیند سے بیدار ہو چکی تھیں۔ اندھیرں کی فصل آہستہ آہستہ کٹتی جا رہی تھی۔ دھند زدہ رات اپنے انجام کو پہنچ رہی تھی۔ زندان کی سی خاموشی دم توڑنے لگی تھی۔ پھر فضاؤں کے اندر صبح کے منتظر طیور ٹولیوں کی صورت میں پرواز کرنے لگے تھے۔ چمکتی بل کھاتی ندیاں' برف سے ڈھکی چوٹیاں بہتے چشمے عیاں ہونے لگے تھے۔ ایسے میں جبل طلیطلہ کے اندر سے سینکو کاریون اور برق کلیسا اپنے لشکر کو حرکت میں لائے اور الارک نام کے قلعے کی طرف بڑھے۔

الفانسو کے مخبران تینوں کو اطلاع دے چکے تھے کہ آنے والی صبح کو امیر یعقوب المنصور قلعے پر حملہ آور ہو گا۔ اسی بنا پر کوہستانی سلسلے میں انہوں نے پیشقدمی کی تھی تاکہ قلعے کے قریب پہنچ جائیں۔ جس وقت المنصور الارک کے قلعے پر حملہ آور ہو تو پشت کی جانب سے بھی حملہ آور ہو کر اپنے کام کو انجام دے دیں۔

سینکو برق کلیسا اور کاریون اپنے لشکر کے ساتھ جب ان کوہستانی دروں کے قریب آئے جو میدان میں نکلتے تھے تب ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی اس لئے کہ ان دروں کے اندر احمد بن سعید اور قراقوش قدرت کے قہرمان موسم کی طرح اپنے لشکر کے ساتھ ان کی راہ روکے کھڑے ہوئے تھے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے اپنے لشکریوں کے ساتھ احمد بن سعید اور قراقوش زوردار انداز میں تکبیریں بلند کرتے ہوئے عذابوں کے ہیولوں کی طرح ان پر حملہ آور ہو گئے تھے۔

کاریون' برق کلیسا اور سینکو نے چونکہ اپنے لشکر کی ترتیب پہلے ہی جنگ کے لئے تیار کر رکھی تھی وہ بھی جواب میں مرگ کے اجارہ دار نفرتوں کے سلگتے بگولوں کی طرح احمد بن سعید اور قراقوش پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ یوں کوہستانی دروں کے اندر ہولناک جنگ کی ابتدا ہو گئی تھی۔

اس جنگ کے نتیجے میں کوہستانی سلسلوں میں غم کی پیوندکاری ہونے لگی تھی۔ ہواؤں میں ذہنوں کو ریزہ ریزہ کر دینے والی صدائیں جوش مارنے لگی تھیں۔ ہر کوئی زخم خوردہ اور قتل گاہوں کا مقروض ہونے لگا تھا۔ خواہشوں کی تپش میں ہر کوئی پچھاڑ دینے والی موت کا شکار ہو رہا تھا۔

ان دروں کے اندر دوپہر کے بعد تک یہ جنگ جاری رہی۔ اس جنگ کے نتیجے میں پہلے سینکو' کاریون اور برق کلیسا کو تھوڑی دیر کے لئے پسپا ہونا پڑا اس کے بعد ایک بار پھر وہ پوری طاقت اور قوت سے دھاوا بولتے ہوئے احمد بن سعید اور قراقوش پر حملہ آور ہوئے لیکن ان دونوں نے ان کے اس حملے کو بھی روک دیا تھا پھر انہوں نے بھی جوابی حملہ کیا جسے وہ تینوں روک نہ سکے جس کے نتیجے میں انہیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ کچھ دور تک احمد بن سعید اور قراقوش نے اپنے لشکریوں کے ساتھ ان کا تعاقب کیا ان کی تعداد کو مزید کم کیا پھر وہ پلٹ کر اس جگہ آئے جہاں جنگ ہوئی تھی۔ دشمن کی ہر چیز پر انہوں نے قبضہ کیا اور اسے سمیٹتے ہوئے وہ الارک کے قلعے کی طرف روانہ ہوئے۔

ادھر امیر یعقوب المنصور الفانسو کو شکست دے چکا تھا۔ الفانسو شکست کا داغ اٹھا کر طلیطلہ کی طرف بھاگ گیا تھا۔ امیر یعقوب المنصور کے مخبر اطلاع دے چکے تھے کہ احمد بن سعید اور قراقوش نے سینکو برق کلیسا اور کاریون کو کوہستانی دروں کے نزدیک بدترین شکست دی ہے۔ لہٰذا جس وقت احمد بن سعید اور قراقوش اپنے لشکر کے ساتھ الارک پہنچے تو امیر یعقوب المنصور نے اپنے بیٹے عبداللہ' ہراول کے سالار صریم بن طریق اور دوسرے سالاروں کے ساتھ دونوں کا بہترین استقبال کیا۔ امیر یعقوب المنصور نے چند روز تک الارک کے قلعے میں قیام کیا قلعے کے انتظامات کو درست کیا اس کے بعد سارے لشکر کو لے کر امیر یعقوب المنصور اشبیلیہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

اپنے جاسوسوں کے ذریعے الفانسو سینکو' کاریون اور برق کلیسا قلعہ الارک سے دور شمال

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مشرق میں دریائے تاجہ کے قریب ایک محفوظ جگہ اکٹھے ہوئے۔ تینوں گروہوں کے با
بچا کھچا لشکر تھا اسے دریائے تاجہ کے کنارے پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا گیا تھا۔ جب خیمے
ہو گئے تو ایک دوسرے سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد الفانسو، سینکو، برق کلیسا اور کاری
کچھ دیگر سالار ایک بڑے خیمے میں جمع ہوئے۔ خیمے میں تھوڑی دیر تک خاموشی رہی ا
بعد الفانسو نے ان سب کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"عزیزان من! ہمارے لئے یہ بات انتہائی بدنامی انتہائی سبکی اور بے عزتی کی ہے کہ
بار بار مسلمانوں کے حکمران یعقوب المنصور کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ دریائے
طرف اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ آتے ہوئے میں نے راستے میں بہت کچھ سوچا پر
سمجھ میں اپنی اس شکست کی کوئی واضح اور صاف وجہ دکھائی نہیں دیتی۔ کیا تم لوگ بتا سکتے
کیوں ہمیں یعقوب المنصور کے مقابلے میں شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے حالانکہ اس بار
اس کے لئے لگاتار تین بڑے بڑے محاذ کھولے۔ اس کے باوجود تینوں محاذوں پر ہمیں نہ
پسپا ہونا پڑا بلکہ ذلت آمیز شکست کا سامنا بھی کرنا پڑا۔"

"تم جانتے ہو کہ ٹیمپلر جنگ کے بہترین تجربہ رکھتے ہیں۔ جنگ کے دوران اگلی
میں دشمن کے خلاف برسرپیکار ہوتے ہوئے یہ لوگ فخر محسوس کرتے ہیں۔ اس کے
دریائے آنہ کے کنارے انہیں بھی شکست کا سامنا کرنا پڑا حالانکہ میری بھتیجی برق کلیسا
کے ساتھ تھی۔ دو قوتیں مجتمع تھیں پھر بھی ہمیں زک اٹھانی پڑی۔ دریائے تاجہ کے د
محاذ پر میرے عزیز سینکو کو بھی پسپا ہونا پڑا خود مجھے میدان جنگ سے بھاگ کر الارک میں
پڑی اور اب الارک بھی چھوڑنا پڑا کیا تم سب مجھے بتاؤ گے کہ آخر ہماری ان ساری شکست
اصل وجہ کیا ہے۔"

الفانسو کے اس سوال پر خیمے میں کچھ دیر تک خاموشی طاری رہی اس کے بعد
کے سردار کاریون نے اپنی جگہ پر ایک بے قرار سا پہلو بدلا پھر الفانسو کی طرف دیکھتے ہو
کہہ اٹھا۔

"محترم الفانسو! اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں ایک نہیں کئی بار مسلمانوں کے
شکست کا سامنا کرنا پڑا اس کی کوئی واضح اور صاف وجہ بتائی بھی نہیں جا سکتی لیکن ہمیں
کے لئے کوئی مضبوط اور مستحکم لائحہ عمل مرتب کرنا چاہئے۔ اس سلسلے میں میں ایک

کرتا ہوں اگر وہ قبول ہو تو اس پر عمل کیا جا سکتا ہے۔"

"میری تجویز یہ ہے کہ آپ اپنے مرکزی شہر طلیطلہ اور سینکو اپنے مرکزی شہر چلا جائے
وہاں آپ اپنی جنگی تیاریوں کو عروج پر پہنچا دیں اور پوری دلجمعی سے جنگ کی تیاریاں کریں
ساتھ ہی ساتھ صلیب کی حفاظت کے نام پر مقدس جنگ کے نام پر یورپ کے سارے ممالک
سے بھی مدد طلب کی جائے اور ان سے استدعا کی جائے کہ اگر وہ اسپین کو مسلمانوں سے محفوظ
رکھنا چاہتے ہیں تو پھر ان کی مدد کریں تاکہ مسلمانوں کو اسپین سے نکال باہر کیا جائے۔ پادریوں
اور راہبوں کے گروہ یورپ کی طرف روانہ کئے جائیں اور وہاں سے رضاکاروں کی صورت
میں بہترین لشکر حاصل کئے جائیں اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو یاد رکھئے گا
مسلمانوں کا حکمران یعقوب المنصور ہمارے سامنے زیادہ دیر ٹھہر نہ سکے گا۔"

"دوسرا قدم جو میں اٹھانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ آپ دونوں تو اپنے مرکزی شہروں میں
جنگ کی تیاری میں مصروف رہیں جب تک آپ لوگ جنگ کی تیاریوں میں مصروف رہتے
ہیں دو مزید اقدام کئے جائیں۔"

"پہلا یہ کہ اسپین کے اندر جو ٹیمپلر ہیں ان کی زیادہ تعداد کو فلسطین کی طرف روانہ کر دیا
جائے تاکہ وہاں وہ صلیبی جنگوں میں حصہ لے کر ارض مقدس پر قبضہ کرنے میں یورپی ممالک
سے گئے ہوئے لشکر کی مدد اور ان کی معاونت کریں ایک بار یروشلم پر ہمارا قبضہ ہو گیا تو یاد
رکھیں وہاں جس قدر عساکر جمع ہیں ان کا رخ اسپین کی طرف موڑ دیا جائے گا اور اسپین سے پھر
مسلمانوں کو نکالنا ہمارے لئے زیادہ مشکل نہ رہے گا۔"

"یہ تو پہلا قدم ہے دوسرا قدم ہمیں یہ اٹھانا چاہئے کہ میں اور برق کلیسا دونوں حرکت میں
آئیں گے اور مسلمانوں کے خلاف چھاپہ مار جنگ کی ابتدا کریں گے۔ مختلف محاذوں سے کبھی
مشرق سے کبھی مغرب سے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہوں گے۔ ان کی سرحدی علاقوں
میں قتل و غارت گری کا کھیل کھیلیں گے لوٹ مار کریں گے اور اپنے لئے مال و دولت اور
دوسرے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ اس سلسلے میں اگر یعقوب المنصور آپ
لوگوں سے بازپرس کرے تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ ہم تو اپنے مرکزی شہر میں خاموش بیٹھے ہوئے
ہیں یہ کام کوئی سرحدی رہزنوں کا ہے اس طرح آپ یعقوب المنصور کو ٹالتے رہیں۔ ہم آپ
لوگوں کے لئے مال اموال بھی جمع کرتے رہیں گے اس طرح کچھ عرصہ نکالا جائے اور جنگ کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تیاریاں جب عروج پر پہنچ جائیں تو میدان جنگ میں ایک بار پھر یعقوب المنصور کو للکا
جائے۔"

کاریون کہتے کہتے خاموش ہو گیا سب لوگ اس کی طرف توجہ اور انہماک سے دیکھ ر
تھے۔ الفانسو بھی کچھ دیر تک بڑی توجہ سے اس کی طرف دیکھتا رہا پھر الفانسو بول پڑا۔

کاریون تمہارا اندازہ تمہاری تجویز درست ہے میں اور سینکو اپنے مرکزی شہروں
رہیں گے اس طرح یعقوب المنصور ہم پر شک نہیں کرے گا کہ ہم اس کے علاقوں میں یلغار
رہے ہیں ٹیمپلروں کی بڑی تعداد ارض فلسطین کی طرف روانہ کر دینی چاہئے تاکہ وہ مقد
جنگ میں حصہ لے کر یورپی ممالک کی فتح مندی کا باعث بن سکیں اس کا ایک فائدہ یہاں ا
میں بھی ہو گا یعقوب المنصورر کے جاسوس اسے بتادیں گے کہ ٹیمپلر فلسطین کی طرف چلے
ہیں لہٰذا وہ یہ گمان کرنے میں حق بجانب ہو گا کہ اس کے سرحدی علاقوں میں جو یلغار کی جا
ہے وہ ٹیمپلروں کی نہیں۔ اس طرح میرے خیال میں سرحدی حملوں کو وجہ بناتے ہو
یعقوب المنصور ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش نہیں کرے گا۔ ان باتوں کی آڑ میں کاریو
اور میری بھتیجی برق کلیسا مسلمان علاقوں سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہو جنہیں ہم اپنی
تیاریوں میں استعمال کر سکتے ہیں اب ہمیں اپنے اپنے مستقر کی طرف روانہ ہو جانا چاہئے۔"

سب نے الفانسو کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ دریائے تاجہ کے کنارے اس متحدہ لشکر
کچھ دیر تک پڑاؤ کیا۔ سب نے مل کر کھانا کھایا اور اس کے بعد سب اپنی اپنی منزل کی ط
کوچ کر گئے تھے۔



الارک کے قلعے میں اپنی بدترین شکست کے بعد سینکو کاریون اور برق کلیسا کی شکستوں سے بھی الفانسو نے کوئی سبق اور عبرت حاصل نہ کی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ امیر یعقوب المنصور کے ہاتھوں ایسی بدترین شکست اٹھانے کے بعد وہ اپنے مرکزی شہر میں حکمرانی کرتا۔ اس کے برعکس الفانسو نے انتقام کے جوش میں اپنے پاگل پن اور جنون کا مظاہرہ کرنا شروع کیا۔

اپنے مرکزی شہر طلیطلہ پہنچتے ہی اس نے انتہائی غصے اور غضب کے عالم میں سر اور ریش کو منڈوا دیا۔ پھر وہ طلیطلہ شہر کے سب سے بڑے کلیسا میں گیا اور شہر کے بشپ پادریوں اور راہبوں کے ساتھ کھڑے ہو کر اس نے صلیب اٹھا کر قسم کھائی کہ جب تک جنگ میں مارے جانے والے لاکھوں عیسائی مقتولین کا مسلمانوں سے بدلہ نہ لوں گا اس وقت تک پلنگ پر نہ سوؤں گا، گھوڑے کی سواری نہیں کروں گا اور ہر قسم کے عیش و آرام کو اپنے اوپر حرام جانوں گا۔ اس کے علاوہ الفانسو نے دوسرے یورپی ممالک سے یعقوب المنصور سے جنگ کرنے کے لئے امداد کی درخواست کی۔ اس کے علاوہ الفانسو کے پادریوں، راہبوں نے یورپ کے دوسرے ممالک میں جا کر لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف ابھارنا شروع کر دیا تھا۔

یورپی ممالک نے پادریوں کے اس مذہبی جہاد کا خاطر خواہ جواب دیا۔ اس لئے کہ یورپ کے لوگ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کو اسپین سے نکال باہر کریں لہٰذا یورپ سے عیسائی رضاکار اسپین میں داخل ہونے لگے۔ ایسی ہی ابتدا پرتگال کے حکمران سینکو نے بھی کی تھی۔ لہٰذا یورپ سے آنے والے صلیب کے محافظ الفانسو اور سینکو کے مرکزی شہروں میں بڑی تیزی سے جمع ہونا شروع ہو گئے تھے۔

*

ادریس بن یوجان ایک روز گھر میں داخل ہوا ہاتھ کے اشارے سے اس نے اپنی بیوی دوہرہ کو دیوان خانے میں آنے کے لئے کہا۔ دوہرہ فوراً اس کے پیچھے دیوان خانے میں داخل ہوئی ادریس تھوڑی دیر تک اپنی بیوی کے ساتھ رازداری سے گفتگو کرتا رہا۔ دوہرہ باہر نکل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئی اور آواز دے کر اس نے غریطہ کو بلایا۔ جواب میں غریطہ بھاگتی ہوئی دیوان خانے کے قریب آئی تو ہاتھ کے اشارے سے دوہرہ نے اسے اپنے پیچھے پیچھے آنے کو کہا۔ پھر دونوں ماں بیٹی آگے پیچھے دیوان خانے میں داخل ہوئی تھیں۔

غریطہ اپنے باپ ادریس بن یوجان کے سامنے بیٹھ گئی تھی پھر ادریس نے غریطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میری بیٹی میں تمہارے ساتھ ایک انتہائی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ سنو امیر یعقوب المنصور اپنے لشکر کے ساتھ میدان جنگ سے لوٹ آئے ہیں دشمن کو انہوں نے جگہ جگہ شکست دی ہے اور اشبیلیہ کے نواح میں انہوں نے پڑاؤ کر لیا ہے۔ میری بیٹی یہ خبریں مسجد سے سن کر آیا ہوں۔ ہشام احمد بن سعید اور قراقوش سے ملنے کے لئے لشکر گاہ کی طرف جا چکا ہے میں بھی چلا جاتا مگر ان کی طرف جانے سے پہلے میں ایک معاملے پر تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا تھا۔"

"یہ بات پہلے سے طے شدہ ہے کہ ہم تمہیں احمد بن سعید کے ساتھ منسوب کر چکے ہیں اس معاملے میں میں ایک مزید پیش رفت کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں تمہاری رضامندی کی ضرورت ہے۔"

"میری بیٹی میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد احمد بن سعید سے جا کر ملنا چاہتا ہوں اس سے پہلے میں نے تمہاری ماں سے بھی گفتگو کی ہے۔ اس نے بھی میری تجویز سے اتفاق کیا ہے میں چاہتا ہوں جب تک احمد بن سعید لشکر کے ساتھ اشبیلیہ کے نواح میں پڑاؤ کرتا ہے تمہارا اور احمد بن سعید کا نکاح پڑھا دیا جائے جہاں تک تمہاری اور احمد کی شادی کا تعلق ہے میری بچی وہ فریضہ اس وقت ادا کیا جائے گا جب احمد بن سعید اپنے اس فرض سے فارغ ہو جائے گا۔"

غریطہ تھوڑی دیر تک سوچتی رہی لمحہ بھر کے لئے اس کی گردن جھکی رہی اس نے اپنے باپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"آپ اس موضوع پر ان کے ساتھ کوئی گفتگو نہ کیجئے گا۔ میں ان کے ساتھ تفصیلی گفتگو کر چکی ہوں وہ کسی بھی صورت نکاح کے لئے راضی نہ ہوں گے۔ اے میرے باپ آپ مجھے احمد کے ساتھ منسوب کر چکے ہیں تو اب وہی میری زندگی کا آدرش اور

مقصد ہیں۔ میرے ان کے درمیان عہد ہے کہ جب وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے تب ہم رشتہ ازدواج میں منسلک ہوں گے۔ میری آپ سے التجا ہے کہ آپ ان سے ملنے ضرور جائیں پر اس موضوع پر گفتگو نہ کریں اگر آپ برا نہ مانیں تو میں بھی آپ کے ساتھ جانا چاہتی ہوں میں ان سے ملنا پسند کروں گی بشرطیکہ آپ کی رضامندی اس میں شامل ہو۔"

ادریس تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر جواب طلب نگاہوں میں اپنی بیوی دوہرہ کی طرف دیکھا۔ دوہرہ نے جواب میں گردن ہلا دی تھی جو اس بات کا اشارہ تھا کہ غریطہ ٹھیک کہتی ہے پھر ادریس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور غریطہ کی طرف دیکھتے ہوئے بول پڑا۔

"آؤ میری بیٹی میں اور تم دونوں لشکر گاہ کی طرف چلتے ہیں دونوں احمد بن سعید اور قراقوش سے ملتے ہیں۔ میرا اندازہ ہے تمہارا بھائی ہشام ان سے مل چکا ہو گا۔ آؤ بیٹی چلیں۔"

اس کے ساتھ ہی ادریس اور غریطہ دونوں باپ بیٹی دیوان خانے سے نکلے۔ چلتے چلتے ادریس نے پھر غریطہ کو مخاطب کیا۔

"سن میری بچی! سورج غروب ہو چکا ہے۔ لوگ مغرب کی نماز ادا کر چکے ہیں اور مجھے امید ہے کہ لشکر میں ابھی کھانا تیار ہوا ہو گا۔ قراقوش تو یہاں آئے گا ہی اس لئے کہ اسے اپنی بیوی کے پاس آنا ہے تم کوشش کرنا احمد کو اپنے ساتھ لے آنا اگر وہ رات یہاں بسر نہ کرنا چاہے تو کم از کم کھانا تو ہمارے ساتھ کھائے۔" جواب میں غریطہ نے گردن ہلا دی تھی۔ پھر وہ اپنے باپ کے ساتھ حویلی سے نکل گئی تھی۔

*

الفانسو، سینکو اور یورپ کی دیگر قوتوں کو شکست دینے کے بعد اپنے لشکر کے ساتھ امیر یعقوب المنصور نے اشبیلیہ کا رخ کیا اور اپنے ہی تعمیر کرائے ہوئے قلعے حصن الفرج میں قیام کیا۔ دراصل امیر یعقوب المنصور کو عمارتیں تعمیر کرانے کا بڑا شوق تھا۔ کچھ عرصہ پہلے اس نے اشبیلیہ کے قریب کوہستان الشرف کے سب سے بلند اور تنگ مقام پر دریائے آنہ کے کنارے ایک قلعہ تعمیر کرایا تھا اس کے اندر چند خوبصورت محل اور قبے تعمیر کرائے تھے۔ یہ قلعہ اور محل تیار ہو گئے تو اس نے اس قلعے کا نام حصن الفرج رکھا۔ کہا جاتا ہے کہ بہت سے شعراء نے اس قلعے اور اس کے محلات کی تعریف میں قصیدے لکھے۔ قصیدے لکھنے والے شعراء میں بہترین قصیدہ اسپین کے نامور شاعر علی بن حزمون کا قرار دیا۔ اس قصیدے نے بڑی شہرت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پائی۔ یہ قصیدہ اس نے ایک عجیب وغریب بحر یعنی خبب میں کہا تھا اور اس کے کئی ابیات بڑے نفیس تھے۔ امیر یعقوب المنصور کے مورخ علامہ عبدالواحد مراکشی نے بھی ابن حزمون کے اس قصیدے کی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ ابن حزمون ابیات میں اعلیٰ دستگاہ رکھتا تھا اور نہایت اچھا شاعر تھا۔ اس کو ہجو گوئی میں ید طولیٰ حاصل تھا لیکن اس میں وہ اکثر فحش بیانی سے کام لیتا تھا۔

یعقوب المنصور نے حصن الفرج نام کے اسی قلعے کے اندر اپنے لشکر کے ساتھ قیام کیا تھا۔ اسی قلعے میں ادریس اور غریطہ دونوں باپ بیٹی داخل ہوئے اور مختلف لشکریوں سے پوچھتے ہوئے وہ احمد بن سعید کے خیمے کے قریب آئے تو دنگ رہ گئے اس لئے کہ عین اس وقت احمد بن سعید خیمے سے نکلا۔ ادریس اور غریطہ کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر بے پناہ خوشیاں بکھر گئی تھیں۔

ادریس بن یوجان کے ساتھ احمد بن سعید بغلگیر ہونا ہی چاہتا تھا کہ عین اسی لمحہ خیمے کے اندر سے قراقوش اور ہشام نکلے۔ ایک خوش کن نگاہ ادریس نے قراقوش پر ڈالی پھر آگے بڑھ کر احمد بن سعید اور قراقوش سے باری باری مصافحہ کیا۔ پھر قراقوش کو مخاطب کرتے ہوئے ادریس بول پڑا۔

"میرے بیٹے میں تمہیں ایک خبر کہنا چاہتا ہوں۔ اور مجھے امید ہے کہ یہ خبر تمہیں میرا ہشام پہلے ہی بتا چکا ہوگا۔ میرے بیٹے تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے اس کی پیدائش پر میں تمہیں مبارک باد پیش کرتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی غریطہ نے بھی قراقوش کو مبارک باد دی تھی جواب میں قراقوش بھی مسکرا کر بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ اس موقع پر احمد بن سعید نے ادریس کو مخاطب کیا۔ "آپ غریطہ اور ہشام خیمے میں بیٹھیں مجھے اور قراقوش کو امیر یعقوب المنصور نے بلایا ہے امیر اس وقت ساتھ والے خیمے میں ہیں۔ سارے سرکردہ سالار اور مشیر وہاں جمع ہو چکے ہیں۔ شاید امیر کسی اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں ان سے فارغ ہونے کے بعد میں آپ کے پاس آ کر بیٹھتا ہوں۔"

جواب میں ادریس بن یوجان نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ پھر ادریس اور غریطہ دونوں باپ بیٹی ہشام کے ساتھ اس خیمے میں داخل ہوئے تھے۔ جبکہ احمد بن سعید اور قراقوش وہاں سے دائیں جانب مڑ گئے تھے۔

احمد بن سعید اور قراقوش جب دونوں امیر یعقوب المنصور کے خیمے میں داخل ہوئے تو اس وقت دیگر سالار اور مشیر اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ چکے تھے۔ امیر یعقوب المنصور اور دیگر حاضرین کو سلام کرتے ہوئے احمد بن سعید اور قراقوش بھی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔ اس کے ساتھ ہی امیر یعقوب المنصور کی آواز اس خیمے میں گونج گئی تھی۔

"عزیزان من! تمہیں بے وقت خیمے میں طلب کرنے کی ایک انتہائی اہم وجہ ہے۔ عزیزو! تھوڑی دیر قبل شعبان کی طرف سے مخبر آئے تھے جو اطلاعات انہوں نے دی ہیں میں تم لوگوں کو اس سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"شعبان نے یہ اطلاع بھیجی ہے کہ یورپ کے رضاکاروں کا ایک گروہ جس کی تعداد لگ بھگ دس سے پندرہ ہزار کے قریب ہے۔ یورپ سے روانہ ہوا اس گروہ کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے ساتھ الفانسو کی جنگ میں وہ الفانسو کا ساتھ دیں اور ہمیں اسپین سے نکال باہر کریں۔ لیکن آنے والوں کی بدقسمتی کہ ان سے پہلے ہی پہلے ہم نے الفانسو اور سینکو کو بدترین شکست دے کر بھاگنے پر مجبور کر دیا ہے۔ شعبان نے یہ اطلاع بھجوائی ہے کہ پندرہ ہزار کے گروہ کے پیچھے پیچھے مزید رضاکاروں کے گروہ یورپ سے اسپین کا رخ کر رہے ہیں۔"

"یہ تو پہلی خبر ہے' دوسری خبر یہ ہے کہ یہ گروہ جو رضاکاروں پر مشتمل ہے جو تربیت یافتہ تھا اس گروہ کو جب خبر ہوئی کہ الفانسو اور سینکو کو ہمارے ہاتھوں شکست ہوئی ہے اور وہ اپنے مرکزی شہروں کی طرف بھاگ گئے ہیں تو وہ انتقام پر اتر آئے۔ یہ ایک تربیت یافتہ لشکر ہے اس کی کمانداری ایک فرانسیسی جرنیل کر رہا ہے۔ فرانسیسی جرنیل نے الفانسو اور سینکو کی شکست کا انتقام یوں لیا ہے کہ مشرق کی طرف جاتے ہوئے انہوں نے ایک تنگ گھاٹی سے دریائے آنہ عبور کیا اور مسلمان علاقوں کے اندر گھستے ہوئے انہوں نے تباہی اور بربادی کا کھیل کھیلا ہے۔ ہمارے کئی قصبوں اور بستیوں کو لوٹا ہے دور تک لوٹ مار اور ترکتاز کرنے کے بعد یہ لشکر دریائے آنہ کو عبور کر کے واپس چلے گئے ہیں۔"

"تیسری خبر یہ ہے کہ فرانس سے آنے والا یہ لشکر شاید کچھ عرصہ دریائے آنہ کو عبور کر کے تباہی و بربادی کا کھیل کھیلے۔ اس کے بعد ان لوگوں کا ارادہ ہے کہ اب جبکہ اسپین میں الفانسو اور سینکو کو شکست ہو چکی ہے تو وہ اسپین سے نکل کر فلسطین میں داخل ہوں گے اور اپنے بھائی سلطان صلاح الدین کے خلاف برسرپیکار یورپی قوتوں کی مدد کے لئے رچرڈ یا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فرانس کے بادشاہ کے لشکر میں شامل ہو جائیں گے۔ ان کے پیچھے پیچھے جو یورپ سے رضاکاروں کے لشکر آ رہے ہیں ان کی طرف بھی ان لوگوں نے پیغام بھجوا دیا ہے کہ کچھ عرصہ اسپین میں مسلمان علاقوں میں قتل و غارت گری کا کھیل کھیلا جائے۔ اپنے لئے مال و دولت حاصل کیا جائے۔ اس کے بعد گروہ در گروہ فلسطین کا رخ کیا جائے تاکہ بیت المقدس سلطان صلاح الدین سے آزاد کرایا جاسکے۔"

"یہ تین خبریں ہیں جن کے لئے میں نے تم لوگوں کو اپنے خیمے میں طلب کیا ہے۔ اب رونما ہونے والے حالات سے نپٹنے کے لئے میں نے ایک طریقہ کار بھی مرتب کیا ہے۔ جو ابھی میں نے کسی پر ظاہر نہیں کیا میں اس کا تم پر اظہار کرتا ہوں پر تم مجھے اپنی رائے سے آگا کرنا۔"

"پہلا فیصلہ جو میں نے کیا ہے وہ یہ کہ احمد بن سعید اور قراقوش اپنے لشکر کو لے کر مشرق کی طرف روانہ ہو جائیں جس طرح یورپ سے آنے والے لشکر نے ہمارے علاقوں میں خونریزی تباہی و بربادی کا کھیل کھیلا ہے اسی طرح تم بھی دشمن کے علاقوں میں اس طرح کھیل کھیلو اور اگر آنے والے دنوں میں یورپی لشکر دوبارہ مسلمان علاقوں میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اسے عبرتناک سزا دو۔"

"دوسرا فیصلہ جو میں نے کیا ہے وہ یہ کہ یورپ سے آنے والے یہ رضاکار اگر پیچھے ہیں اور اسپین کی بندرگاہ بارسلونا کا رخ کرتے ہیں تاکہ وہ فلسطین کے طرف روانہ ہو جائیں احمد بن سعید اور قراقوش تم دونوں بھی اپنی بندرگاہوں کا رخ کرنا اپنے بحری دستوں کو ا ساتھ ملانا۔ اپنی بندرگاہ پر جو جہاز اور کشتیاں مہیا کی ہیں ان کی مدد سے فلسطین کی طرف جا والے ان یورپی رضاکاروں سے ایسے ہی نپٹنا جیسے ماضی میں تم کھلے سمندر میں فلسطین کی طر جانے والوں سے نبٹتے رہے ہو۔"

"یہ تو دو فیصلے ہیں تیسرا فیصلہ میں نے یہ بھی کیا ہے کہ یورپ سے آنے والے یہ رضا مشرق کی بجائے مغرب سے بھی دریائے آنہ کو عبور کر کے مسلمان علاقوں پر حملہ آور ہو ہیں۔ ان کی اس یلغار اور ترک تاز کو روکنے کے لئے میں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ لشکر کا حصہ صریم بن طریق کی سرکردگی میں دیا جائے گا اور اگر مغرب کی طرف سے بھی کوئی حملہ ہوتا ہے تو ان کی راہ صریم بن طریق روکے گا۔ اس طرح حملہ آوروں کا مکمل طور پر د

جائے گا۔ میرا خیال ہے کہ یورپی رضاکاروں کی مدد کے لئے سینکو یا الفانسو کوئی عملی قدم نہ اٹھائیں گے۔ اس لئے کہ ہم نے ان کی کمر پہلے ہی توڑ رکھی ہے اور وہ اپنے لئے کوئی خطرہ کھڑا کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔"

امیر یعقوب تھوڑی دیر تک خاموش رہا۔ خیمے میں اس کی آواز گونج گئی تھی۔

"عزیزو! یہی گفتگو تھی جس کے لئے میں نے تمہیں خیمے میں اکٹھا کیا ہے اگر اس سلسلے میں کوئی مزید مشورہ دینا چاہے تو دے۔ اس موقع پر احمد بن سعید بیٹھے بیٹھے ہی کچھ سوچتا رہا پھر امیر یعقوب المنصور کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے کہنا شروع کیا۔

"امیر محترم! میں آپ کی اس تجویز سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں لیکن اس میں تھوڑی سی تبدیلی چاہتا ہوں وہ یہ کہ جب تک میں یورپی رضاکاروں کو روکتا ہوں یا دشمن کے علاقے میں انہیں کی طرح ترک تاز یا یلغار کرتا ہوں اس وقت تک قراقوش میرے ساتھ نہ رہے میں آپ پر انکشاف کروں کہ قراقوش کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے میں چاہتا ہوں کہ جب تک میں اپنی بحری قوت کے ساتھ کھلے سمندر کا رخ نہیں کرتا ہوں اس وقت تک قراقوش اشبیلیہ میں اپنی بیوی کے پاس رہے۔ جب میں ان رضاکاروں سے نمٹ لوں گا اور کھلے سمندر کی طرف روانہ ہونا چاہوں گا تب میں اسے پیغام بھجوا دوں گا یہ مجھ سے آن ملے۔"

قراقوش نے بولتے ہوئے احمد بن سعید کی اس گفتگو کے خلاف کوئی اعتراض کھڑا کرنا چاہا تھا لیکن احمد بن سعید نے اس کا بازو پکڑتے ہوئے جھنجھوڑا اور اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا جس پر وہ خاموش بیٹھ گیا تھا۔ ساتھ ہی امیر یعقوب المنصور کی آواز گونجی تھی۔

"احمد بن سعید میں تمہارے اس فیصلے سے اتفاق کرتا ہوں۔ قراقوش اشبیلیہ میں اپنی بیوی کے پاس قیام کرے۔ تم اکیلے لشکر کو لے کر روانہ ہو جاؤ۔ میں جانتا ہوں تم اور تمہارے لشکری گزشتہ جنگ کے باعث تھکے ہارے ہیں اور یقیناً اس جنگ کے بعد کچھ دن آرام کرنا پسند کرو گے۔ میں تم لوگوں کو ایسا کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔"

امیر یعقوب المنصور یہیں تک کہنے پایا تھا کہ احمد بن سعید نے اس کی بات کاٹ دی۔

"امیر محترم! نہ میں آرام چاہتا ہوں نہ میرے لشکری۔ خداوند کو منظور ہوا تو میں کل ہی اپنی منزل کی طرف اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر جاؤں گا۔"

امیر یعقوب المنصور نے احمد بن سعید کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر وہ نشست برخاست

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کردی گئی تھی۔

*

امیر یعقوب المنصور کے خیمے سے نکلنے کے بعد کچھ دیر تک خاموشی رہی۔ چند قدم آگے جانے کے بعد قراقوش نے ایک دم احمد بن سعید کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"احمد بن سعید میرے بھائی آپ نے اپنی طرف سے امیر کو یہ تجویز کیوں پیش کر دی ک آپ اکیلے یورپ سے آنے والے رضاکاروں سے نبٹنے کے لئے روانہ ہو جائیں گے او میرے لئے آپ نے یہ احکامات کیوں جاری کرا دیئے کہ مجھے اشبیلیہ میں اپنے بچوں کے ساتھ رہنا چاہئے۔"

"اب تک میں آپ کا ساتھ دیتا رہا ہوں ضرورت کے اس وقت آپ کیوں مجھے اپ آپ سے جدا کر رہے ہیں اشبیلیہ میں آپ کے متعلق میں فکرمند رہوں گا کہ آپ اکیلے کی اور کس طرح دشمن سے نبٹتے رہیں گے۔ مجھے آپ کی خیریت کی خبر دینے والا بھی کوئی نہ گا۔"

چلتے چلتے کیونکہ احمد بن سعید اپنے خیمے کے پاس پہنچ گیا تھا۔ لہٰذا خیمے کے باہر وہ رک گیا اس کے بعد تھوڑی دیر تک بڑے غور سے رات کی تاریکی میں قراقوش کی طرف دیکھا پھر ا کی آواز گونج گئی۔

"قراقوش میں نے جو کچھ کیا ہے اسی میں تمہاری بہتری ہے۔ تم گزشتہ کئی ماہ سے اپنے سے باہر ہو۔ اب تمہیں اشبیلیہ میں اپنی بیوی اور بچے کے پاس رہنا چاہئے کیونکہ ان دونوں تمہاری ضرورت ہے۔ میں لشکر کو لے کر اکیلا روانہ ہوں گا اور مجھے امید ہے کہ یورپ آنے والے رضاکاروں کو میں بھیڑوں کے گلوں کی طرح ہانکتا چلا جاؤں گا......" قراقوش فوراً بولتے ہوئے احمد بن سعید کی بات کاٹ دی۔ "پھر یہ بھی تو یاد رکھو میرے عزیز بھائی کہ تمہارے متعلق فکرمند رہوں گا۔"

"قراقوش میرے متعلق تمہیں پریشان اور فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ پہلے دونوں اکیلے تھے تو صورت حال کچھ اور تھی۔ اب میرے بھائی تمہاری شادی ہو چکی ہے۔ اب اس شادی نے ہم دونوں کے حالات کو کسی قدر تبدیل کر دیا ہے میرے بھائی تم بیوی والے ہو میں اکیلا آدمی ہوں ہر جگہ دشمن سے ٹکراتا رہوں گا۔ یاد رکھنا ابھی میری کس

ضرورت نہیں ہے اگر میں تمہیں اپنے ساتھ لشکر میں رکھتا ہوں تو یہ ایک طرح سے تمہارے ساتھ زیادتی ہے۔ اس لئے کہ اشبیلیہ میں مورینہ اور تمہارے نوزائیدہ بچے کو تمہاری نگرانی کی ضرورت ہے۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو نے قراقوش کو مزید سنجیدہ کر دیا تھا۔ کچھ سوچتے ہوئے اس نے پھر کہنا شروع کیا۔

"احمد! احمد! میرے عزیز بھائی میں آپ کے ان الفاظ سے ہرگز ہرگز اتفاق نہیں کرتا۔ بلکہ آپ کے ان الفاظ نے مجھے اور زیادہ مغموم و ملول کر کے رکھ دیا ہے۔ میں اب بھی اصرار کروں گا کہ مجھے آپ کے ساتھ یورپی رضاکاروں کی سرکوبی کے لئے روانہ ہونا چاہئے۔ میری بیوی مورینہ کو اس سلسلے میں کوئی اعتراض نہ ہو گا۔ آپ کا یہاں سے اکیلے جانا مجھے اور سوگوار و فکرمند کر دے گا۔"

"احمد! میرے عزیز بھائی آپ ایک بات کو مدنظر نہیں رکھ رہے۔ وہ یہ کہ جس طرح میری بیوی میرے بچے کو یہاں میری موجودگی کی ضرورت ہے۔ اسی طرح میں خیال کرتا ہوں کہ میری بہن غریطہ کو بھی اشبیلیہ میں آپ کی موجودگی کی ضرورت ہے۔ کہ وہ آپ کی منسوبہ ہے۔ آپ کو پسند کرتی ہے اور شدت سے آپ کا انتظار کرتی ہے۔"

قراقوش کی اس گفتگو کے جواب میں احمد بن سعید کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ خیمے سے ادریس بن یوجان نکلا' اس کے پیچھے ہشام اور غریطہ بھی تھے۔ پھر احمد بن سعید اور قراقوش دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے ادریس بن یوجان بول پڑا۔

"میری قوم کے عظیم فرزندو! تم دونوں نے خیمے کے باہر کھڑے ہو کر جو گفتگو کی ہے وہ میں اور میرے دونوں بچوں نے سن لی ہے۔ تمہاری اس گفتگو کے خلاف میں احتجاج کرتا ہوں۔ احمد بن سعید تمہاری اس گفتگو سے میں اور میرا بیٹا ہشام ہی فکرمند نہیں ہوئے بلکہ تمہاری گفتگو نے میری بیٹی غریطہ کو بھی رلا کر رکھ دیا ہے۔ ذرا پیچھے مڑ کر اس کی حالت دیکھو وہ اب بھی سسک رہی ہے۔"

احمد بن سعید نے مڑ کر غریطہ کی طرف دیکھا۔ وہ بے چاری سر پر بندھے ہوئے رومال سے اپنی آنکھیں خشک کر رہی تھی۔ احمد بن سعید نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے اپنی نگاہوں کا مرکز بھی احمد بن سعید کے چہرے کو بنا لیا۔ احمد بن سعید نے دیکھا رات کی تاریکی میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کی آنکھوں کے اندر دور دور تک شکوے ہی شکوے، گلے ہی گلے موجزن تھے۔ اس پر احمد بن سعید کی گردن جھک گئی۔ وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ادریس بن یوجان نے اسے پھر مخاطب کیا۔

"میرے بیٹے! تم نے قراقوش سے یہ کیسے کہہ دیا کہ تمہاری کسی کو ضرورت نہیں۔ میری بیٹی غریطہ تم سے منسوب ہو چکی ہے اور وہ دن رات تمہاری واپسی کا انتہائی بے چینی سے انتظار کرتی ہے۔ بہرحال جو گفتگو تم دونوں کے درمیان ہوئی اسے بھول جاؤ اور خیمے کے اندر آؤ۔"

احمد بن سعید کی گردن ابھی تک جھکی ہوئی تھی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر غریطہ بے چاری پریشان ہو گئی تھی۔ سب خیمے کے اندر بیٹھ گئے تھے۔ خیمے کے اندر دو چھوٹی چھوٹی مشعلیں جل رہی تھیں۔ جب سب نشستوں پر بیٹھ گئے تب ادریس بن یوجان نے امیر المنصور کے ساتھ ہونے والی گفتگو کے متعلق سوال کیا۔ جواب میں احمد بن سعید نے تفصیل کے ساتھ سب کو آگاہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد ادریس بن یوجان بول پڑا۔

"ہشام ہم دونوں سے پہلے تمہاری طرف آ گیا۔ وہ تم دونوں سے ملنا چاہتا تھا۔ ساتھ ہی قراقوش کو اس کے بیٹے کی پیدائش پر اسے مبارک باد دینا چاہتا تھا۔ شاید ہشام نے تم دونوں کو یہ نہیں بتایا کہ چند ماہ پہلے اس کے ہاں بھی بیٹا پیدا ہوا ہے۔"

ادریس بن یوجان کے اس انکشاف پر احمد اور قراقوش دونوں نے ایک ساتھ ہشام کی طرف احتجاجی انداز میں دیکھا۔ پھر احمد بن سعید کہنے لگا۔ "ہشام! بری بات تم نے یہ خوشخبری کیوں چھپائی۔" اس موقع پر غریطہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ پھر خیمے کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے لب کھولتے کھولتے رہ گئی تھی۔

اس صورت حال پر غریطہ کی طرف دیکھتے ہوئے احمد بن سعید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ دنگ رہ گیا۔ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے دیکھتے ہوئے قراقوش اور دیگر لوگ بھی اپنی جگہوں پر کھڑے ہو گئے تھے۔ اس لئے کہ عین اس موقع پر شعبان خیمے میں داخل ہوا تھا اس کی آمد احمد بن سعید اور قراقوش کے لئے غیر متوقع تھی۔ شعبان انتہائی سنجیدہ اور انتہائی غمزدہ دکھائی دے رہا تھا۔ آگے بڑھتے ہوئے اس نے سب کے ساتھ مصافحہ کیا پھر وہ احمد بن سعید اور قراقوش دونوں کے درمیان بیٹھ گیا۔ کچھ دیر تک وہ دونوں کے ساتھ بڑی رازداری کے ساتھ گفتگو کرتا

رہا۔ اس گفتگو سے احمد بن سعید کی حالت عجیب سی ہو گئی تھی۔ اس کا چہرہ سرخ ریت کے غیر آباد سنسان صحرا اور عذاب جان کے نہاں کرب کی طرح دکھائی دینے لگا تھا۔ اس کی آنکھیں ایسی قہرمانیت برسا گئی تھیں جیسے زہریلی آندھیوں کے اندر انتقام کا اندھیرا اور بگولوں کے قافلے رقص کر جاتے ہیں۔ بڑی تیزی کے ساتھ وہ ہونٹ کاٹنے لگا تھا گویا اس سے اس کی زندگی کی زیست اور حیات کی مسافت چھیننے کی کوشش کی گئی ہو۔ مجموعی طور پر اس موقع پر احمد بن سعید کی حالت طوفانوں کے ہم سفر، قہرمانیوں کے محرم، عذابوں کے نقیب جیسی ہو کر رہ گئی تھی۔ دوسری طرف قراقوش کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی۔ کچھ دیر ایسا ہی سماں رہا پھر سب نے دیکھا احمد بن سعید کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔ ان میں نمی اتر آئی تھی۔ جلدی جلدی اس نے اپنی آنکھیں صاف کر لی تھیں۔ اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے غریطہ پس کر رہ گئی تھی۔ پھر وہ ماتم و سوگ کے انداز میں ٹکٹکی باندھے احمد بن سعید کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ احمد بن سعید کی گردن جھکی ہوئی تھی اور وہ گہری سوچوں میں کھو گیا تھا۔ اس موقع پر خیمے میں ادریس بن یوجان کی آواز گونج اٹھی۔

"میرے فرزندو! کیا تم دونوں آنے والے سے ہمارا تعارف نہ کراؤ گے۔" جواب میں قراقوش نے جلدی جلدی شعبان کا تعارف کرا دیا تھا۔ اس موقع پر ادریس نے قراقوش کو اپنے پاس بلایا قراقوش اٹھ کر ادریس کے پہلو میں بیٹھ گیا پھر ادریس نے اس کے ساتھ سرگوشی کی۔ "میرے بیٹے کیا بات ہے کیا تم ہمیں اس گفتگو سے آگاہ نہ کرو گے۔" قراقوش تھوڑی دیر تک ٹکٹکی باندھے ادریس کی طرف دیکھتا رہا۔ بعد میں اس نے ایک نگاہ باری باری ہشام اور غریطہ پر ڈالی پھر دھیمی سی آواز اس کی گونج گئی۔

"میرے محترم! جس راز کو احمد بن سعید نے راز رکھا ہے اور جس کی ادائیگی کی خاطر اس نے اپنی ساری خوشیوں کو دبا رکھا ہے۔ یہ گفتگو اسی راز کے متعلق ہے جسے ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ میری اس گفتگو کا برا نہ مانئے گا۔ اسی بنا پر آپ دیکھتے ہیں احمد بن سعید کی حالت یکسر بدل گئی ہے اس کے ساتھ ہی قراقوش اپنی جگہ سے اٹھا اور احمد بن سعید اور شعبان کے پہلو میں جا کر بیٹھ گیا تھا۔ اس موقع پر شعبان اٹھا اور احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"کیا مجھے جانے کی اجازت ہے؟"

شعبان کے الفاظ پر احمد بن سعید چونک کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ کچھ کہنا ہی چاہتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا کہ ادریس بھی اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا اور پھر خیمہ میں اس کی آواز گونج گئی۔
"میری ملت کے تینوں عظیم فرزندو! میرے ساتھ میرے گھر چلو۔ آج شام کا کھانا تم تینوں میرے ساتھ کھاؤ گے۔ اس کے بعد جو بھی تم فیصلہ کرو گے مجھے منظور اور قبول ہو گا۔"
ادریس کے ان الفاظ پر احمد اور قراقوش اور شعبان نے آپس میں مشورہ کیا پھر وہ تینوں ادریس کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ سب خیمہ سے نکلے پھر وہ ادریس بن یوجار کی حویلی کی طرف جا رہے تھے۔

سب حویلی میں داخل ہوئے غریطہ کی ماں اس کی خالہ، چچا، مورینہ اور عرفہ سب نے ان کا بہترین استقبال کیا۔ پہلے مورینہ انہیں ایک کمرے میں لے کر داخل ہوئی۔ اس کا بچہ ایک چھوٹے سے پلنگ پر لیٹا ہوا تھا۔ مورینہ نے قراقوش کی طرف دیکھتے ہوئے ایک بچے کی طرف مخصوص اشارہ کیا۔ جس پر قراقوش آگے بڑھا بچے کو وہ گود میں لے کر پیار کرنے لگا تھا۔ اس دوران احمد اور شعبان آگے بڑھے باری باری انہوں نے بچے کو لے کر پیار کیا پھر شعبان نے احمد کو مخاطب کیا۔
"اے امیر! میں شام کا کھانا کھا چکا ہوں میں چاہتا ہوں آپ اس حویلی میں کھانا کھائیں گے پھر لوٹ جائیں گے۔ میں صرف اپنے بھائی قراقوش کے بچے، اس کی بیوی کو دیکھنا چاہتا تھا۔ میں دیکھ چکا ہوں اب مجھے اجازت دیجئے میں اپنی منزل کی طرف جاتا ہوں آپ کو پتہ ہے اپنے ٹھکانے پر پہنچنے کے لئے مجھے ایک لمبی مسافت طے کرنی ہو گی۔"
شعبان کی اس بات پر احمد اور قراقوش نے باہم مشورہ کیا۔ پھر احمد نے شعبان کو جانے کی اجازت دے دی تھی۔ احمد اور قراقوش حویلی کے بیرونی دروازے تک شعبان کو چھوڑنے کے لئے آئے۔ پھر وہ گھوڑے پر سوار ہوا اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی پھر بستی کے باہر شمالی سمت سرپٹ دوڑا دیا تھا۔ جب تک وہ دکھائی دیتا رہا۔ دروازے پر کھڑے ہو کر احمد اور قراقوش دیکھتے رہے۔ اس کے جانے پر وہ کسی قدر افسردہ اور فکرمند سے ہو گئے تھے۔ دونوں کی گردنیں جھک گئی تھیں جب وہ مڑے تو انہوں نے دیکھا ان کے پیچھے ادریس اور اس کا بھائی دونوں کھڑے تھے اس موقع پر ادریس نے احمد کو مخاطب کیا۔
"احمد میرے بیٹے تم دیوان خانے میں جا کر بیٹھو ہم دونوں بھائی تھوڑی دیر تک آتے

ہیں۔ مورینہ اور قراقوش تم دونوں بچے کے پاس جاؤ۔"
ان الفاظ کے ساتھ ہی قراقوش اپنی بیوی اور بچے کے کمرے میں چلا گیا تھا اس کے پیچھے پیچھے ادریس اور اس کا بھائی دوسری طرف چلے گئے۔ جب کہ احمد دیوان خانے کی طرف بڑھا تھا۔
جب وہ دیوان خانے میں داخل ہوا دنگ رہ گیا۔ پہلے سے غریطہ وہاں بیٹھی ہوئی تھی۔ غریطہ بے چاری خود افسردہ تھی۔ ہاتھ کے اشارہ سے اس نے احمد کو بیٹھنے کے لئے کہا احمد چپ چاپ بیٹھ گیا۔
کچھ دیر تک غریطہ غور سے احمد کی طرف دیکھتی رہی۔ اس موقع پر غریطہ خود پانی کے متلاشی آوارہ بادل اور بوڑھے پیپل جیسی ویران اور افسردہ تھی۔ پر اس نے دیکھا اس کے سامنے بیٹھا احمد بن سعید بیچارہ سسکتے لمحوں جیسا ملول و ویران سر جھکائے بیٹھا تھا۔ غریطہ بے چاری تھوڑی دیر تک بڑے دکھی انداز میں اسے دیکھتی رہی پھر اس کی آواز دیوان خانہ میں یوں بلند ہوئی جیسے آندھی میں بجتے دروازوں کی آواز سناٹوں پر گہری چوٹ لگا جاتی ہے۔ اس نے احمد کو مخاطب کر کے کہا۔
"احمد! احمد! کیا بات ہے آپ اداس اور افسردہ کیوں ہیں۔" گو غریطہ کی حالت احمد سے بھی بدتر تھی پھر بھی اس نے یہ سوال کر ڈالا تھا۔
غریطہ کے اس سوال پر احمد نے اپنی جھکی ہوئی گردن سیدھی کی۔ غم زدہ سی نگاہ اس نے غریطہ پر ڈالی پھر اس کی آواز دیوان خانے میں بلند ہوئی تھی۔
"سن غریطہ! میرے فرض کی پکار پہلے کی نسبت زیادہ زور سے مجھے موت کی منزلوں کی طرف پکارنے لگی ہے۔ غریطہ! میں تمہیں کسی دھوکے کسی فریب میں نہیں رکھنا چاہتا۔ میرا شعبان کے ساتھ برابر رابطہ ہے وہ مجھے میرے فرض کے بندھن سے آگاہ کر کے چلا گیا ہے۔ اس نے جو اطلاعات اب فراہم کی ہیں ان سے ایسا لگتا ہے جیسے موت و مرگ کے لمحات مجھے کرب کی ڈائنوں کے رقص کی طرف بلا رہے ہیں۔ لگتا ہے قضا عنقریب مجھے تیروں کی انیوں کے عذاب میں ڈالنا چاہتی ہے۔"
"غریطہ! غریطہ! یہ مت خیال کرنا کہ میں ایسی گفتگو کر کے تم سے جان چھڑانا چاہتا ہوں۔ تقدیس کعبہ کی قسم میں تم سے ایسی محبت کرتا ہوں جس کی کوئی اتھاہ نہیں ہے۔ تم سے میری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

الفت روح اور دل کے رشتے کی سی ہے۔ میری تم سے محبت ایسی ہی ہے جیسی پھول اور شبنم جیسے دھوپ اور سایہ جیسے مہتاب اور چاندنی جیسے خواب و تعبیر جیسے بادل اور برکھا جیسے میگھ اور خوشحالی کا سنگ۔"

"سن غریطہ! میں تیرے دل کی بستی ویران نہیں کرنا چاہتا پر میں پہلے سے تم پر واضح کر دوں کہ عنقریب میرا فرض مجھے نحوست کے لمحوں' غاروں میں گم روشنی اور غلامی کی علامتوں کی طرف بلائے گا۔ مجھے اس ماحول سے ہر صورت میں سرخرو ہو کر نکلنا ہے خواہ اس ماحول سے میں زندہ نکلوں یا کوئی میری لاش نکالے مجھے ہر صورت میں یہ فرض ادا کرنا ہے۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو سے غریطہ بے چاری خشک چشموں اور جلے ہوئے کھلیان جیسی اداس اور ویران ہو کر رہ گئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ ٹکٹکی باندھے احمد کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر اس کی نگاہیں جھک گئیں۔ اس کی آنکھوں میں بڑی تیزی سے نمی آ گئی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے چند قطرے دیوان خانے کے فرش پر گر گئے تھے۔ احمد بن سعید برابر اسے دیکھے جا رہا تھا۔ غریطہ کی یہ حالت دیکھتے ہوئے معذرت طلب انداز میں وہ بول پڑا۔

"غریطہ میرا مقصد تمہاری دل شکنی نہ تھا میں نے تمہیں حالات کی اصلیت سے آگاہ کر دیا ہے ایسی گفتگو کرنے سے میرا مطلب یہ تھا کہ تمہیں برے حالات کا سامنا کرنے کے لئے تیار رہنا چاہئے گو اس وقت تم میری منسوبہ ہو اگر میرے فرض کی ادائیگی مجھے نگل لیتی ہے تو میں ابھی سے تمہیں اجازت دیتا ہوں کہ میرے بعد جس سے چاہو شادی کر لینا۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو سے غریطہ تڑپ کر سیدھی ہو گئی تھی۔ سر پر بندھے ہوئے رومال سے اس نے اپنی آنکھیں پونچھ لیں۔ بڑی دیر تک بڑی حسرت بڑے کرب کے انداز میں وہ احمد کی طرف دیکھتی رہی۔ پھر وہ بیچاری روتی بین کرتی آواز میں بول پڑی۔

"آپ کیسی اور کس قسم کی گفتگو کرتے ہیں۔ میں نے زندگی میں جس سے پہلی اور آخری محبت کی وہ آپ کی ذات ہے آپ کے بعد شاید غریطہ زندہ رہنا پسند نہ کرے گی اس موضوع پر اگر میں آپ سے ایک گزارش کروں تو آپ میری بات مانیں گے۔"

احمد بن سعید نے اس موقع پر بڑے غور سے غریطہ کی طرف دیکھا پھر دھیمی سی اس کی آواز سنائی دی۔ "کہو تم کیا کہنا چاہتی ہو۔"

"احمد! احمد! جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو میں تو اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتی

ہوئے آپ کو چاہتی آپ سے محبت کرتی ہوں۔ ایسی ہی محبت کا اظہار آج آپ نے بھی کھلے انداز میں میرے سامنے کیا ہے۔ جو فرض آپ کو پکارتا ہے جس فرض کے متعلق شعبان نے آپ سے رابطہ کر رکھا ہے اور وہ آپ کو خبریں دیتا ہے کیا ایسا ممکن ہے کہ اس فرض کی پکار کی طرف جانے سے پہلے میں اور آپ دونوں شادی کر لیں۔ پہلے میری بات غور سے سنئے گا پھر کوئی آخری جواب دیجئے گا۔"

"آپ نے کسی بھی خوشی کو گلے نہ لگانے کی قسم کھا رکھی ہے۔ احمد میں نہ تو آپ کو کسی دکھ کسی مصیبت میں دیکھنا چاہتی ہوں۔ ساتھ ہی یہ بات بھی میرے لئے انتہا درجہ کی ناقابل برداشت ہو گی کہ جس فرض کی طرف آپ نے جانا ہے اس میں آپ اپنی ساری زندگی ہار بیٹھیں اگر ایسا ہوا تو یاد رکھئے گا اس حادثے کے بعد کوئی غریطہ کو زندہ نہ دیکھ سکے گا۔"

"میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ آپ اور میں دونوں بے نام و نشان مر جائیں اور ہمارا شجرہ نسب آگے نہ بڑھے۔ کوئی ہمارا نام نہ لینے والا ہو۔ میری اور آپ کی شادی یوں جانیں خوشی کی بنا پر نہ ہو گی بلکہ اسے ایک علاج سمجھ کر ادا کیا جائے گا۔ تاکہ میری اور آپ کی نسل آگے بڑھے یہ بھی یاد رکھئے گا کہ جس فرض کی پکار کے لئے آپ نے جانا ہے اس میں غریطہ بھی اپنا فرض ضرور ادا کرے گی۔"

یہاں لمحہ بھر کے لئے غریطہ رکی کچھ سوچا اپنے خیالات کو مجتمع کیا۔ اس کے بعد دوبارہ وہ احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"احمد میں آپ کو نئے مسائل میں جکڑنا نہیں چاہتی۔ دراصل گھر میں ایک موضوع اٹھا تھا۔ اس موضوع کو میں آگے بڑھانا چاہتی ہوں۔ جس وقت میں اور ابی آپ سے ملنے کے لئے لشکر گاہ کی طرف جانے لگے تھے تو گھر پر گفتگو کے دوران ابی نے مجھ پر انکشاف کیا کہ وہ آپ سے میرے متعلق گفتگو کریں گے اور آپ سے یہ کہیں گے کہ جب تک آپ اپنے فرض کی ادائیگی نہیں کر لیتے اس وقت تک آپ کا نکاح میرے ساتھ پڑھا دیا جائے لیکن ایسا کرنے سے میں نے انہیں منع کر دیا تھا دراصل میں خود اس موضوع پر آپ سے بات کرنا چاہتی تھی اور آپ پر واضح کرنا چاہتی تھی کہ آخر میں ایسا کیوں چاہتی ہوں۔ میں ایک بار پھر آپ سے کہتی ہوں کہ میں کسی بھی صورت یہ پسند نہیں کروں گی کہ ہم دونوں اپنی کوئی نشانی اپنا کوئی شجرہ نسب چھوڑے بغیر اس دنیا سے کوچ کر جائیں۔ بس میری یہی خواہش ہے امید ہے آپ میری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس خواہش کو ٹھکرائیں گے نہیں۔ میں آپ پر یہ بھی واضح کردوں کہ ایسا کرنے سے آپ جو قسم اٹھا رکھی ہے اس پر بھی کوئی حرف گیری نہیں آئے گی۔ اس لئے کہ ہم جو ایک دوسرے سے بندھن باندھ رہے ہیں یہ خوشی اور مسرت پر مبنی نہیں۔ ہم تو اپنی نسل برقرار رکھنے لئے صرف ایک علاج' ایک طریقہ پر عمل کر رہے ہیں۔"

یہاں تک کہنے کے بعد غریطہ خاموش ہوگئی تھی۔ کچھ دیر تک دیوان خانے میں خاموشی رہی۔ غریطہ اور احمد ایک دوسرے کو برابر ٹکٹکی باندھے دیکھتے رہے پھر احمد نے غریطہ مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"غریطہ جو کچھ تم نے کہا ہے اپنی جگہ بالکل درست اور قابل توجہ ہے۔ تمہارا یہ کہ ہم دونوں کو اپنی نسل برقرار رکھنے کے لئے شادی کا اہتمام کرلینا چاہئے ایسا خوشی نہیں عالم سمجھ کر کرنا چاہئے۔ میں تمہاری اس تجویز سے کلی طور پر اتفاق کرتا ہوں۔ ساتھ ہی مجھے خیال بھی گزرتا ہے کہ تمہارے ذہن میں یہ بات بھی آتی ہوگی کہ تمہاری چچازاد بہنوں کے آباد ہو چکے ہیں اور خداوند قدوس نے انہیں بیٹوں سے نواز دیا ہے۔ ایسے ماحول میں تمہارے دل میں بھی ایسے مواقع پر خواہشات کے انبار اٹھتے ہوں گے اس لئے کہ ہر عورت ایسا سوچنے پر مجبور ہے اس زندگی میں مرد ہو یا عورت ہو کوئی بھی بے ثمر مرنا نہیں چاہتا۔"

"غریطہ میں تمہاری اس پیشکش کو ٹھکراتا نہیں کیا تم مجھے اس موضوع پر سوچنے کے کچھ وقت دے سکتی ہو کیونکہ آج صبح میں اپنے لشکر کے ساتھ مشرق کی طرف کوچ کروں مجھے سب سے پہلے یورپ سے آئے ہوئے ان رضاکاروں سے نبٹنا ہے جنہوں نے مسلم علاقوں کے اندر تباہی و بربادی کا کھیل کھیلنا شروع کر دیا ہے۔ جیسا کھیل انہوں نے کھیلا ایسا ہی کھیل میں الفانسو کے علاقوں میں کھیلوں گا اور آنے والے ان رضاکاروں پر ثابت کر گا کہ جو ضرب وہ ہم پر لگائیں گے اس سے کئی گنا زیادہ ضرب ہم ان پر لگانے کی جرات حوصلہ رکھتے ہیں۔"

"غریطہ میں تم پر یہ واضح کر چکا ہوں کہ تم میری زندگی کی منزل۔ میری زیست کا ہدف شاید اب تمہارے بنا جینا بھی میرے لئے ایک کرب ایک عذاب بن جائے جو پیشکش تم نے ہے یقیناً اس میں صرف تمہاری ہی نہیں میری بھی بہتری اور اچھائی پنہاں ہے۔ مجھے کچھ دن دو کل تو میں اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر جاؤں گا۔ رضاکاروں سے نبٹنے کے بعد میں

بندرگاہ کی طرف چلا جاؤں گا اس طرف سے آنے والے رضاکار فلسطین کا رخ کریں گے ان کے پیچھے اور بہت سے رضاکار گروہ در گروہ یورپ سے فلسطین میں داخل ہو رہے ہیں۔ مجھے ابھی ان کا قلع قمع کرنا ہے اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد میں تمہارے پاس آؤں گا اس وقت تک میں اس پیشکش پر کوئی نہ کوئی فیصلہ کر چکا ہوں گا مجھے امید ہے تم میری اس گفتگو سے ناامید نہ ہوگی۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو سے غریطہ کے چہرے ہی نہیں آنکھوں میں دور تک اطمینان کی لہریں بکھر گئی تھیں۔ کچھ دیر تک وہ خاموش رہی پھر اس کی آواز دیوان خانے میں گونج گئی۔

"احمد میں آپ کی اس تجویز سے اتفاق کرتی ہوں۔ مجھے امید ہے ہم دونوں مل کر کوئی بہتر فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ آپ جس وقت شعبان کو چھوڑنے حویلی کے صدر دروازے کی طرف گئے تھے تو میں نے اپنے بابا سے آپ کے ساتھ علیحدگی میں گفتگو کرنے کی التجا کی تھی۔ اس بنا پر میں دیوان خانے میں بیٹھ گئی تھی۔ بابا نے آپ کو یہاں بھیج دیا۔ قراقوش کو انہوں نے مورینہ کے کمرے کی طرف بھیج دیا تھا جس موضوع پر میں گفتگو کرنا چاہتی تھی وہ تو تمام ہوئی اب میں آپ سے گزارش کروں گی کہ آپ کھانا کھانے کے بعد آج کی رات ہمارے یہاں قیام کریں۔"

غریطہ کی اس پیشکش پر احمد بن سعید کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ بڑی چاہت' بڑے پیار اور بڑی محبت میں غریطہ کی طرف دیکھتا رہا پھر بول پڑا۔

"غریطہ میں تمہارے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ قسم خدائے واحد کی میں نے اگر کل اپنے لشکر کے ساتھ یہاں سے کوچ کرنا نہ ہوتا تو ایک شب تو کیا جب تک تم چاہتیں میں تمہاری حویلی میں قیام کرتا اس لئے کہ میرا اور تمہارا رشتہ اب موت کے علاوہ کوئی منقطع نہیں کر سکتا۔ میں کھانا کھانے کے بعد تھوڑی دیر تک تم لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر بات کروں گا اس کے بعد واپس لشکر گاہ کی طرف چلا جاؤں گا تاہم قراقوش یہیں رہے گا۔"

"غریطہ میں تم پر یہ بھی انکشاف کروں کہ جس لشکر کو لے کر میں مشرق کی طرف روانہ ہوں گا اس لشکر میں قراقوش شامل نہ ہوگا قراقوش میرے اس فیصلے سے خوش نہیں ہے تاہم اسے میں نے یہاں رکنے کے لئے کہہ دیا ہے۔ رضاکاروں سے میں اکیلا ہی نبٹ لوں گا۔ جب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تک میں ان کا سامنا کرتا ہوں قراقوش یہاں اپنی بیوی اور بچے کے پاس رہے گا اس لئے کہ اس کی بیوی اور بچے کا حق بنتا ہے کہ وہ ان دونوں کے پاس رہے لہٰذا قراقوش کو میں یہیں چھوڑے جا رہا ہوں کل فجر کی نماز کے بعد میں یہاں سے کوچ کر جاؤں گا۔"

احمد بن سعید کے کوچ کا سن کر غریطہ اداس اور افسردہ ہو گئی تھی۔ اس کا اندازہ خود احمد نے بھی لگا لیا تھا۔ پھر احمد نے اپنے لباس کے اندر سے چمڑے کی ایک تھیلی نکالی اپنی جگہ سے اٹھا۔ وہ تھیلی اس نے غریطہ کی گود میں رکھ دی۔ پھر جب احمد نے پیچھے ہٹ کر اپنی نشست پر بیٹھنا چاہا تو غریطہ نے بڑی بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنا گداز اور ملائم ہاتھ آگے بڑھایا اور احمد کا ہاتھ اس نے تھام لیا اور چاہت بھری آواز میں اسے مخاطب کیا۔

"آپ اجنبیوں کی طرح دور ہو کر کیوں بیٹھتے ہیں۔ یہاں میرے پہلو میں آ کر بیٹھیں اور یہ بتائیں یہ تھیلی کاہے کی ہے۔"

احمد ہچکچاتے ہوئے غریطہ کے پہلو میں بیٹھ گیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ غریطہ کے استفسار پر سوچتا رہا۔ اس کے بعد غور سے غریطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "یہ تھیلی جو میں نے تمہاری گود میں رکھی ہے اس میں کچھ نقدی اور دیگر قیمتی اشیاء ہیں۔ یہ مال غنیمت سے میرا حصہ ہے میں کل یہاں سے چونکہ کوچ کر جاؤں گا اس لئے یہ میں تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ اس لئے کہ اب وقت اور قدرت ہم دونوں کو ایک رشتے میں پرو چکی ہے۔ تو میرے بعد میری اشیاء کی تم ہی حقدار ہو۔ اور ہاں اگر تم سے ملاقات نہ ہوتی تو یہ چیزیں میں قراقوش کو دے جاتا وہ تمہارے حوالے کر دیتا۔"

غریطہ تھوڑی دیر تک سوچوں میں ڈوبی رہی ایک نگاہ اس نے اپنی گود میں رکھی چرمی تھیلی پر ڈالی اس کے بعد اس نے احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"احمد اگر اس تھیلی کی میں امین ہوں تو جو کچھ اس تھیلی کے اندر ہے اس کی فہرست بھی مجھے چاہئے تا کہ جب آپ یہ تھیلی مجھ سے لینے آئیں تو مجھے اطمینان ہو کہ جو چیزیں آپ نے میرے حوالے کی ہیں۔ ان میں خیانت نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ فی الوقت آپ کے اہل خانہ ان چیزوں کے مجھ سے زیادہ حقدار ہیں۔"

غریطہ کی اس گفتگو سے احمد بن سعید کے چہرے کا رنگ خاک ہو گیا تھا اس کی آنکھوں میں شام کی پرچھائیوں کے اداس رنگوں کے گیت اور غموں کے ہیرے رقص کرنے لگے تھے۔

لہ مجموعی طور پر احمد بن سعید کی حالت اجنبیت کی دھند میں ویران لمحوں، اور طوفان رتوں ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کی بدلتی ہوئی حالت پر غریطہ نے تقریباً چونکتے ہوئے اس کی طرف ھا اس موقع پر احمد بن سعید اسے قحط خوردہ، زار اور بیمار اور مغموم سا لگا۔ وہ اسے اس بے مسافر کی طرح محسوس ہوا جو ریت کے تپتے ٹیلے پر یادوں کے بھنور سے الجھ کر رہ گیا ہو۔ د بن سعید کی یہ حالت دیکھتے ہوئے غریطہ بے چاری کا دل سلگ اٹھا تھا۔ وہ خود بھی سلگتی پہر اور دشت غربت میں جلتی شمعوں کی مانند ہو کر رہ گئی تھی۔ دونوں کچھ دیر تک پتھر سے پ اور روزن زندان کی طرح خاموش رہے اس کے بعد غریطہ نے احمد بن سعید کو مخاطب یا۔

"مجھے کسی نے آج تک آپ کے اہل خانہ کے متعلق تفصیل تو نہیں بتائی نہ کسی نے رے سامنے ان کے حالات بیان کئے ہیں پر لگتا ہے میری اس گفتگو سے آپ کی دل شکنی ہوئی ہے اس لئے میں معذرت خواہ ہوں کیا آپ مجھے اپنے گھر کے حالات تفصیل سے نہ بتائیں گے ر آپ اپنے اہل خانہ کے ذکر پر اس قدر تیزی سے اداس اور ویران اور مغموم کیوں ہو گئے ں۔"

احمد بن سعید نے چہرے پر مسکراہٹ بکھیری پھر غریطہ کی طرف دیکھا۔

"غریطہ ایسی کوئی بات نہیں جہاں تک میرے اہل خانہ کے حالات کا تعلق ہے تو میری یست ہو نکلتے روتے اجاڑ جنگل کی مانند ہے میں اب تک ظلمات کے ریگزاروں پر سفر کرتا رہا ں میں کون ہوں کس دیار سے ہوں فی الحال مجھ سے ایسا کوئی سوال نہ کرنا جب تک میرا وہ رض پورا نہیں ہو جاتا جس کے لئے میں نے اپنی خوشیوں کو اپنے جسم و جان سے دور کر رکھا ہے تب تک میں تمہیں اپنے حالات تفصیل سے نہیں بتا سکتا۔"

ہاں تک کہتے کہتے احمد بن سعید کو رک جانا پڑا کیونکہ اسی لمحہ ہشام کی بیوی دروازے پر نمودار وئی تھی۔ اس نے کھانے کی اطلاع دی تھی۔ لہٰذا احمد بن سعید اور غریطہ دونوں چپ چاپ ٹھے اور دیوان خانے سے نکل کر کھانا کھانے کے لئے عرفہ کے ساتھ ہو لئے تھے۔

کھانا کھانے کے بعد احمد بن سعید واپس اپنے لشکر کی طرف لوٹ گیا تھا اگلے روز وہ اپنے شکر کے ساتھ کوچ کر گیا تھا۔

اشبیلیہ سے روانہ ہونے کے بعد احمد بن سعید اپنے لشکر کے ساتھ دریائے کبیر کے کنارے کنارے مشرق کی طرف بڑھا تھا۔ کچھ دور تک اس نے دریا کے کنارے کنارے ہی سفر کیا اس کے بعد اچانک اس نے اپنا رخ موڑا اور اپنے راہنماؤں اور راہبروں کے ساتھ اس نے بائیں ہاتھ کا رخ کیا بڑی تیزی سے سفر کرتے ہوئے وہ جبل مورینہ میں داخل ہو گیا تھا۔

اس کوچ کے دوران جو راہبر اور راہنما اس کے ساتھ تھے وہ علاقہ سارا ان کا دیکھا بھالا تھا لہٰذا وہ بڑے محفوظ راستوں سے احمد بن سعید اور اس کے لشکر کو دشمن کے علاقوں کی طرف لے جا رہے تھے۔

جبل مورینہ کے محفوظ راستوں سے سفر کرتا ہوا احمد بن سعید کوہستان اشارات میں داخل ہوا یہ کیونکہ ان کا اپنا علاقہ تھا لہٰذا یہاں کسی قسم کا کوئی خطرہ نہ تھا۔

جبل اشارات میں احمد بن سعید نے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں تک سفر کیا جہاں سے دریائے آنہ کے معاون نکل کر شمال کا رخ کرتے ہیں۔ یہاں سے اس نے بھی شمال کا رخ دریائے آنہ کے اس طرف جہاں دریائے آنہ دریائے تاجہ کی طرف ایک بڑا خم کھاتا ہے۔ اس نے دریائے آنہ کو عبور کیا دشمن کے علاقے میں داخل ہونے کے بعد وہ دشمن کی بستیوں اور ان کے قصبوں ان کے چھوٹے بڑے شہروں پر بل کھاتے اندھے جبر، زہریلے لمحوں، نفرت کے اندھے طوفانوں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

جس وقت احمد بن سعید دشمن کے علاقے پر حملہ آور ہوا تب وہ علاقہ بارش اور برف باری کی وجہ سے ویرانیوں اور خاموشیوں کا مسکن بنا ہوا تھا۔ کیچڑ سے لت پت راستوں اور برف سے ڈھکی وادیوں میں احمد بن سعید نے اپنے تیز حملوں کے باعث دشمن کے علاقے میں ایک خونی طوفان کھڑا کر دیا تھا۔

احمد بن سعید اپنے لشکر کے ساتھ جس سمت سے بھی گزرا۔ اپنے پیچھے اذیت خانوں، گھائل چیخیں بین کرتی مجبوریاں اور اندھے ہولناک سپنے چھوڑتا چلا گیا تھا چند ہی دنوں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یورپ سے آنے والے حملہ آوروں نے مسلمانوں کے علاقوں میں جو سفاکی اور خود غرضی کا مظاہرہ کیا تھا اور ظلم و ستم کے جو کوہ گراں کھڑے کئے تھے احمد بن سعید نے اس کا دشمن کے علاقے میں خوب حساب بے باک کیا۔ انتقام کی دھند اور پاداش کی کہر کی طرح وہ دور تک پھیلتا چلا گیا تھا یہاں تک کہ اس نے جبل طلیطلہ کے برابر تک سارے علاقے کو اپنے طوفانی حملوں سے روند ڈالا تھا جس طرف جس سمت بھی اس نے رخ کیا اپنے پیچھے وہ گردش ایام کی ہر تحریر کو فنا کرتا چلا گیا تھا۔

جبل طلیطلہ کے مشرقی حصے کو احمد بن سعید نے اپنے تیز اور طوفانی حملوں سے دور دور تک روند ڈالا تھا۔ راستے میں جو بستیاں، شہر اور چھوٹے قصبے آئے ہر ایک کو اس نے لوٹا اور پوری طرح ان سے انتقام لیا۔ یہاں تک کہ اپنی کارروائی کو مکمل کرنے کے بعد اس نے بائیں جانب جبل طلیطلہ کا رخ کیا اور ایک محفوظ جگہ اس نے سارے سامان کو جمع کر دیا جو دشمن کی بستیوں سے حاصل ہوا تھا۔

ابھی احمد بن سعید اس کام سے فارغ ہوا ہی تھا کہ اس کے طلایہ گروں اور مخبروں نے اطلاع دی کہ یورپ سے آنے والے ان رضاکاروں کا لشکر جس نے چند ہفتے پہلے مسلمانوں کے علاقوں میں یلغار کرتے ہوئے دور تک تباہی پھیلائی تھی وہ اس کی راہ روکنے اور اس پر حملہ آور ہونے کے لئے جبل طلیطلہ کے اندر بڑی تیزی سے پیشقدمی کر رہا ہے۔

اپنے مخبروں سے یہ اطلاع ملتے ہی احمد بن سعید نے بڑی تیزی کے ساتھ اس شاہراہ کا رخ کیا جس شاہراہ پر یورپی رضاکاروں نے مسلمانوں کے علاقوں کا رخ کرنا تھا۔ ایک مناسب جگہ شاہراہ کے کنارے اپنے لشکر کے ساتھ احمد بن سعید نے گھات لگا لی تھی تاہم اس کے مخبر اور طلایہ گرد دشمن پر نظر رکھنے کے لئے پھیلے ہوئے تھے۔

برف باری اور بارش رک چکی تھی تاہم سرما کی سرد ہوائیں بلند کوہستانوں اور پتھریلی چٹانوں سے ٹکراتی ہوئی درندوں کی طرح دھاڑ رہی تھیں۔ احمد بن سعید بڑی بے چینی سے دشمن کی آمد کا منتظر تھا۔ اس کے پیچھے اس کا پورا لشکر گھات لگائے ہوئے تھا۔ اور اچانک دشمن پر حملہ آور ہونے کے لئے پوری طرح تیار اور مستعد تھا۔

احمد بن سعید اپنے چند چھوٹے چھوٹے سالاروں کے ساتھ ایک بلند خوب چوڑی اور پھیلی ہوئی چٹان کے پیچھے گھات لگائے ہوئے تھا اور گھات میں رہتے ہوئے وہ اسی شاہراہ کو پوری طرح

دیکھ سکتا تھا جو شمال سے آتی ہوئی جنوب کی طرف جاتی تھی اچانک احمد بن سعید پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ آنکھیں شعلے برسا گئیں۔ اس لئے کہ شمال کی طرف سے دشمن کا لشکر دندناتا ہوا نمودار ہوا تھا۔

یورپی رضاکاروں کا وہ لشکر اپنے نشہ قوت میں سرشار اس طرح جنوب کی طرف بڑھ رہا تھا جیسے جہنمی شہر کے محافظوں نے ایک ہلچل ایک انقلاب برپا کرنا ہو۔ جب وہ لشکر احمد بن سعید کے سامنے سے گزرنا شروع ہوا تو اس لمحے احمد بن سعید کے چہرے پر موت کی مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ چہرے کا رنگ غصے اور غضبناکی میں تانبا ہو گیا تھا۔ اس پر اس لمحے ایک خود فراموشی طاری تھی تاہم اس کی حالت بتاتی تھی کہ دشمن کو دیکھ کر اس کا حلق کڑوا اور زبان کا ذائقہ زہر ہو گیا تھا۔

یورپی لشکر کا جب آدھا حصہ احمد بن سعید کے پاس سے گزرنے کے قریب پہنچا تب احمد بن سعید نے اپنے کام کی ابتدا کی اپنے سالاروں کو اس نے مخصوص اشارہ کیا جو بھاگتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے تھے اس کے ساتھ ہی احمد بن سعید اٹھ کھڑا ہوا پھر دیکھتے ہی دیکھتے احمد بن سعید اپنے لشکر کے ساتھ اپنی گھات سے نکلا اور وہ یورپ کے اس لشکر پر مایوسی کی گھٹاؤں سے اچانک نمودار ہونے والے آگ و خون کے گردباد کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ اس کے درویش خصلت مجاہد انا البرق پکارتے ہوئے موت کے متلاشیوں اور سیلاب کے ریلے کی طرح اس یورپی لشکر پر حملہ آور ہو گئے تھے۔ جس سمت میں بھی احمد بن سعید اور اس کے لشکریوں نے رخ کیا اپنے پیچھے دور تک وہ مایوسی کے اندھیرے تباہی کی آگ پھیلاتے چلے گئے تھے۔

دشمن کے لشکر کے وسطی حصے کو احمد بن سعید نے تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔ وسطی حصے کو خون آلود کرنے کے بعد احمد بن سعید نے اپنے لشکر کو پھیلا دیا۔ اس کے سالار دشمن کے لشکر کے پشتی حصے کی طرف اور خود وہ لشکر کے ساتھ یورپی رضاکاروں کے اگلے حصے پر حملہ آور ہوا تھا۔ ان حملوں سے آنے والے وہ رضاکار ایسا محسوس کر رہے تھے جیسے کسی بدترین قوت نے انہیں آتش فشاں کے دہانے اور قضا کے ساحلوں پر لا کر کھڑا کر دیا ہو۔

یورپی رضاکاروں نے اپنی طرف سے پوری کوشش کی کہ کسی طرح حملہ آوروں کو ایک جگہ روک کر اپنے لشکر کو استوار کریں اور دشمن کی راہ روکیں اگر ایسا نہ کر سکیں تو کم از کم کچھ لشکر کو لے کر اپنی جانیں بچا کر ہی بھاگ نکلیں۔

کچھ دیر کی مزید کشمکش کے بعد انہوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا۔ لڑتے مرتے گرتے پڑتے وہ یکجا ہوئے پھر جس شاہراہ سے آئے تھے اسی شاہراہ پر وہ شمال کی طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ احمد بن سعید نے اپنے لشکر کے ساتھ ان کا اس طرح تعاقب کیا جس طرح کوئی چوپان جس طرح کوئی پاسبان اپنے آپ کو مسلح کرنے کے بعد اپنے ریوڑ پر حملہ آور ہونے والے آوارہ کتوں کا تعاقب کرتا ہے۔

یورپی رضاکاروں کا تعاقب کرتے ہوئے احمد بن سعید نے ان کی تعداد کو مزید کم کیا جب اس نے اندازہ لگایا کہ وہ مزید آگے بڑھا تو اس کے لئے خطرات اٹھ سکتے ہیں۔ لہٰذا وہ پلٹا دشمن کے علاقے میں یلغار کرنے کے بعد جو مال اس کے ہاتھ آیا تھا اسے اس نے سمیٹا پھر اپنے لشکر کے ساتھ اس نے اسی جگہ سے دریائے آنہ کو پار کیا جہاں سے عبور کر کے وہ دشمن کے علاقوں میں گھسا تھا۔ پھر اس نے اپنے علاقوں کے اندر خیموں کا ایک شہر آباد کرتے ہوئے پڑاؤ کر لیا تھا۔

*

اب صورت یہ پیدا ہو گئی تھی کہ یورپ سے آنے والے رضاکار پھر مجتمع ہوئے اس لئے کہ یورپ سے قافلہ در قافلہ رضاکار اسپین میں داخل ہو رہے تھے۔ انہیں جب خبر ہوئی کہ رضاکاروں کا جو پہلا گروہ اسپین میں داخل ہوا تھا اسے مسلمانوں کے سالار نے بدترین شکست دی ہے تو وہ انتقام پر اتر آئے اور انہوں نے ایک بار پھر دریائے آنہ کو عبور کر کے مسلمانوں کے علاقے میں قسمت آزمانا چاہی لیکن احمد بن سعید نے انہیں پھر بدترین شکست دی اور انہیں دریا پار کرنے کی ہمت اور جرات نہ ہوئی۔

اس طرح احمد بن سعید چند ماہ تک یورپ سے آنے والے رضاکاروں سے الجھتا رہا اور انہیں بدترین شکست دیتا رہا اور کسی بھی جگہ اس نے انہیں اپنے علاقوں میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی۔

دوسری جانب یہی کھیل برق کلیسا اور کاریون نے بھی کھیلنا چاہا تھا ایک دو بار انہوں نے مسلمانوں کے علاقوں پر حملہ آور ہونا چاہا لیکن ان کی اس کارروائی کی اطلاع امیر یعقوب المنصور کے طلایہ گروں نے پہلے سے کر دی تھی لہٰذا ان کا دفاع کرنے کے لئے امیر یعقوب المنصور نے صریم بن طریق اور اپنے بیٹے عبداللہ کو مقرر کیا تھا ان کے حوالے دو علیحدہ لشکر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کئے تھے اور ان لشکروں کے ساتھ ان دونوں نے برق کلیسا اور کاریون کو مار بھگایا تھا۔

برق کلیسا اور کاریون نے چند بار مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو کر لوٹ مار کا باز گرم کرنا چاہا لیکن انہیں یہ خبریں پہنچیں کہ یورپ سے آنے والے رضاکار جو تعداد میں ا سے کہیں زیادہ ہیں انہوں نے بھی مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو کر بربادی پھیلانا چاہ ایک نہیں کئی بار انہیں بدترین شکستوں کا سامنا کرنا پڑا اور ان کی تعداد کو بھی خاصا کم کر دیا لہٰذا انہوں نے بھی مسلمانوں کے علاقوں میں کارروائیاں بند کر دی تھیں کہ کہیں ایسا نہ ہو جیسا کھیل مسلمان بھی کھیلنا شروع کر دیں جس طرح وہ مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو کی کوشش کرتے ہیں اگر اس طرح مسلمانوں نے ان کے علاقوں میں داخل ہونا شروع کر د وہ تباہی اور بربادی پھیلے گی جسے وہ روک نہ سکیں گے۔

ان حالات کے پیش نظر برق کلیسا اور کاریون اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف چلے گئے سینکو اور الفانسو پہلے ہی اپنے مرکزی شہروں میں تھے۔ یہ ساری اطلاعات امیر یعقوب المنصو بھی مل رہی تھیں لہٰذا وہ اپنی جگہ مطمئن اور پرسکون تھا تاہم اسے یہ اندیشہ ضرور تھا کہ گز جنگ کی شکستوں کا بدلہ لینے کے لئے ایک بار سینکو اور الفانسو ضرور اٹھیں گے۔

دوسری جانب احمد بن سعید ابھی تک اپنے لشکر کے ساتھ دریائے آنہ کے ساتھ پڑاؤ کئے ہوئے تھا اور یورپ سے آنے والے رضاکاروں پر اپنے مخبروں کے ذریعے نگاہ ر ہوئے تھا۔ قراقوش بھی چند ہفتے اشبیلیہ میں اپنی بیوی کے ساتھ گزارنے کے بعد احمد بن کے بلائے بغیر ہی اس کے پاس پہنچ گیا تھا۔ اس طرح دونوں اپنے لشکر کے ساتھ آئندہ کے عمل کا انتظار کرنے لگے تھے۔

*

ایک روز احمد بن سعید اور قراقوش دونوں جب دریائے آنہ کے کنارے ایک خیمے بیٹھے باہم گفتگو کر رہے تھے اس وقت عشاء کی نماز پڑھی جا چکی تھی۔ احمد بن سعید اور قرا کھانا کھا کر فارغ ہو چکے تھے۔ کہ دونوں چونک سے پڑے اس لئے کہ ان کے خیمے میں ش داخل ہوا تھا۔ شعبان کو دیکھتے ہی دونوں مسکرا دیئے۔ آگے بڑھ کر وہ باری باری شعبان بغلگیر ہوئے دونوں نے شعبان کو اپنے درمیان بٹھایا پھر احمد بن سعید نے شعبان کو مخاطب

"شعبان میرے بھائی رات کے اس وقت تم یہاں، لگتا ہے تمہارا یہاں آنا کسی عل

نہیں ہے۔"

شعبان نے اس استفسار پر تھوڑی دیر کے لئے باری باری احمد بن سعید اور قراقوش کی ف دیکھا پھر ان دونوں کو مخاطب کر کے وہ بول اٹھا۔

"میرے دونوں بھائیو! میں تمہارے لئے ایک انتہائی اہم خبر لے کر آیا ہوں اگر تم اس پر کرو تو یاد رکھنا دشمن کو ہم ایسا نقصان پہنچا سکتے ہیں جس کی وہ آنے والے دنوں میں تلافی کر سکیں گے۔"

"معاملہ کچھ یوں ہے کہ یورپ سے ان گنت رضاکار عسکری تربیت لینے کے بعد اسپین داخل ہوئے تھے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ یہ رضاکار داخل ہو چکے ہیں بلکہ ان کی آمد کا سلسلہ تک جاری ہے۔ یورپ کے مختلف ملکوں سے تربیت یافتہ رضاکار گروہ در گروہ اسپین میں ہو رہے ہیں۔ اسپین میں داخل ہونے والے ان رضاکاروں کے لئے مایوسی کی پہلی بات ی کہ ان کی آمد سے پہلے ہی پہلے ہمارے ہاتھوں الفانسو اور سینکو کو شکست ہو چکی تھی اور باقاعدہ طور پر ہمارے ساتھ ٹکراؤ نہ ہو سکا۔"

"ان کے لئے مایوسی کی دوسری بات یہ تھی کہ انہوں نے دریائے آنہ کو پار کر کے انوں کے علاقوں میں تباہی و بربادی پھیلانا چاہی وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے علاقوں میں کر کے خوب لوٹ مار کریں اور مال و دولت جمع کر کے اس مال و دولت کے ذریعے وہ فلسطین کا رخ کریں اور مقدس جنگوں میں حصہ لیں لیکن آپ نے ان کی ان کوششوں ی ناکام بنا دیا ہے۔ اس لئے کہ ایک بار مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو کر جس قدر انے مسلمانوں کا نقصان کیا ہے اس سے کئی گنا نقصان مسلمانوں نے ان کے علاقوں میں ہو کر کیا۔ لہٰذا یہ بات ان کے لئے عبرت ثابت ہوئی۔"

شعبان کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ بیچ میں احمد بن سعید بول پڑا تھا۔

"شعبان میرے بھائی تمہارا کہنا درست ہے دراصل جس وقت میں اپنے لشکر کے حصے کے اشبیلیہ میں تھا تو تمہاری غیر موجودگی میں یورپی رضاکاروں نے یلغار ضرور کی تھی لیکن سے میں یہاں ہوں میں نے انہیں مسلمانوں کے علاقوں میں کسی بھی وقت داخل نہیں دیا پہلی یلغار میں جو انہوں نے مسلمانوں کا نقصان کیا تھا اس کا میں نے ان سے خوب لیا میں ان کے علاقے میں دور تک داخل ہوا۔ جبل طلیطلہ کے مغربی حصے کو میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوب روندا اور جس قدر مال و دولت انہوں نے ہمارے علاقے سے لیا ہو گا اس سے کئی گنا زیادہ میں نے ان کے علاقوں سے لوٹا یہ سارا مال و دولت لے کر میں یہاں آیا پھر میں نے اپنے لشکریوں کے ساتھ ان علاقوں میں گھوم پھر کر دیکھا جہاں یورپی حملہ آوروں نے تباہی پھیلائی تھی اور جس قدر ہمارے لوگوں کا نقصان ہوا تھا میں نے ان لوگوں کو ان کے نقصان کا دوگنا ادا کر دیا۔ اس طرح ہمارے لوگ اب خوش اور مطمئن ہیں وہ اس بات سے بھی مطمئن ہیں کہ میں نے اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پڑاؤ کیا ہوا ہے دشمن اب ان کی طرف رخ نہ کر سکے گا۔ اب تم اپنی بات مکمل کرو تاکہ میں جانوں تم کون سی اچھی خبر لے کر آئے ہو۔"

احمد بن سعید جب خاموش ہوا تو شعبان پھر بول پڑا۔

"احمد! میرے بھائی یورپ سے آنے والے رضاکار میں پہلے ہی بتا چکا ہوں وہ مایوسیوں کا شکار ہو چکے ہیں۔ اب انہیں یہ بھی امید نہیں کہ عنقریب الفانسو یا سینکو مسلمانوں کے ساتھ ٹکرائیں گے اگر الفانسو اور سینکو نے انہیں یہ یقین دہانی کرائی ہوتی کہ وہ مسلمانوں سے عنقریب انتقام لیں گے تو میرے خیال میں وہ یہیں قیام کر لیتے اب انہوں نے جو فیصلہ کیا ہے اس سے میں آپ کو آگاہ کرتا ہوں۔"

"جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ یورپ سے آنے والے رضاکاروں کی آمد کا سلسلہ جاری ہے۔ ان میں سے کچھ رضاکار سینکو اور الفانسو کا رخ کر رہے ہیں اور سینکو اور الفانسو ان رضاکاروں کا بہترین استقبال کرتے ہوئے انہیں اپنے لشکریوں میں شامل کر رہے ہیں۔ اس طرح وہ صرف اپنے لشکروں کی تعداد بڑھا رہے ہیں بلکہ جنگی تیاریوں میں بھی مصروف ہیں۔"

"کچھ رضاکار جو الفانسو اور سینکو کے لشکر میں شامل نہیں ہونا چاہتے وہ ارض فلسطین کا رخ کرتے ہوئے فلسطین کی مقدس جنگوں میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ ان رضاکاروں کی راہنمائی ایک فرانسیسی جرنیل کر رہا ہے۔ اس فرانسیسی جرنیل کا نام سارگون ہے اور یہ فرانس کے جنوبی حصے کا رہنے والا ہے۔ اس کا ایک نائب بھی ہے جس کا نام لوئیس ہے میں دونوں سے ملاقات بھی کر چکا ہوں۔ ان دونوں کے متعلق معلومات بھی حاصل کر چکا ہوں جیسا کہ میں نے سنا ہے سارگون اور لوئیس دونوں جنگ کا وسیع تجربہ بھی رکھتے ہیں۔ دشمن پر حملہ آور ہونے اور اپنے دفاع میں بھی یہ بڑے بے مثال خیال کئے جاتے ہیں اور فلسطین کی جنگ مقدس میں حصہ لینے کے لئے بڑے بے چین اور بے تاب ہیں۔"

"سارگون اور لوئیس نے جو یورپ سے آنے والے سارے مسیحی رضاکاروں کی کمانداری کر رہے ہیں الفانسو کی مملکت کے اندر پادریوں اور راہبوں کے اس گروہ سے رابطہ قائم کیا جن کے اندر میں شامل ہو چکا ہوں اور اس گروہ کے سرکردہ لوگوں سے انہوں نے استدعا کی کہ وہ چونکہ اسپین سے مایوس ہو چکے ہیں الفانسو اور سینکو عنقریب مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے لہٰذا وہ فلسطین کی جنگ مقدس میں شامل ہونا چاہتے ہیں لہٰذا فلسطین تک سفر کرنے کے لئے انہیں سمندر کے اندر راہبر اور ناخدا مہیا کئے جائیں۔"

"اس سلسلے میں میں نے تگ و دو کی اور میری یہ بھاگ دوڑ میرے کام آئی پادریوں اور راہبوں کے سرکردہ نے یہ کام میرے ذمے لگایا میں تو یہی چاہتا تھا کہ ان رضاکاروں کو فلسطین جانا نصیب نہ ہو۔ لہٰذا اس کام کے لئے میں نے اپنے دو مخبروں کا انتخاب کیا۔"

"یہ مخبر بہترین قسم کے ملاح ہیں ہم تینوں کی اسپین آمد سے پہلے ہی یہ مخبروں کے گروہ میں شامل تھے اور بحری خبریں قرطبہ کے والی یعنی امیر یعقوب المنصور کے بھائی کو پہنچایا کرتے تھے یہ دونوں انتہائی مخلص اور ملت کا غم اور درد رکھنے والے ہیں۔"

"میں ان دونوں سے رابطہ قائم کر چکا ہوں میں بتا چکا ہوں کہ وہ دونوں بہترین قسم کے ملاح اور ناخدا ہیں اور سارے سمندری راستوں سے آگاہ اور واقف ہیں میں نے پادریوں کے گروہ کے سرکردہ سے کہہ دیا ہے کہ چند یوم تک میں انہیں دو ناخدا مہیا کروں گا یہ ناخدا وہی ہیں جن مخبروں کا میں نے ذکر کیا ہے ان میں ایک اپنا نام میخائل بتائے گا اور دوسرا سکنور اور دونوں ہی اپنے آپ کو یہودی ظاہر کریں گے۔ پادریوں کے گروہ کا جو سرکردہ ہے اسے بھی میں نے کہہ دیا ہے کہ میں دو یہودی ناخدا مہیا کروں گا اور اس کی اطلاع فرانسیسی جرنیل سارگون اور اس کے نائب کو بھی کر دی گئی ہے۔"

"ان دونوں ناخداؤں کو میں اپنے ساتھ لیتا جاؤں گا ان کا میرے ساتھ رابطہ ہے اور اس وقت وہ اپنی بندرگاہ لقنت میں قیام کئے ہوئے ہیں۔ جاتی دفعہ میں ان کو ساتھ لے کر جاؤں گا یہ دونوں ناخدا یورپی رضاکاروں کو لے کر سمندر میں روانہ ہوں گے اس کے بعد ان یورپی رضاکاروں سے آپ نے کیسے نبٹنا ہے اس کا سارا لائحہ عمل آپ نے خود طے کرنا ہے جو کچھ آپ کہیں گے اس کی تفصیل میں دونوں ناخداؤں کو سمجھا دوں گا اور وہ آپ کی بتائی ہوئی تجویز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر عمل کریں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شعبان خاموش ہو گیا تھا۔ اس موقع پر ایک گہری نگاہ احمد نے باری باری شعبان اور اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے قراقوش پر ڈالی پھر اس کی گردن تھی اور وہ گہری سوچوں میں کھو گیا تھا۔

تھوڑی دیر تک احمد بن سعید کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھ اس کے بعد وہ شعبان کی طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"شعبان میرے بھائی! دشمن سے نبٹنے کے لئے تم مجھے ایک بہترین موقع فراہم ہو۔ سنو جس جگہ ہم نے پڑاؤ کیا ہے یہاں اب کوئی خطرہ نہیں۔ نہ کوئی یورپی رضاکار آنہ کو عبور کر کے مسلمانوں کی علاقوں میں یلغار کرے گا لہٰذا میں اور قراقوش دونوں پڑاؤ ختم کر کے مشرق کی طرف کوچ کریں گے۔"

"میں لشکر میں نہیں ہوں گا بلکہ قراقوش اکیلا ہی لشکر کو لے کر یہاں سے روانہ تمہارے ساتھ لقنت کی بندرگاہ تک جاؤں گا اور ان دونوں مسلمان ناخداؤں کے ساتھ گا جو یورپ سے آنے والے رضاکاروں کو لے کر جائیں گے۔"

"میں ان دونوں سے ملاقات کروں گا اور ان کو اپنا سارا لائحہ عمل سمجھا دوں گا او کے محافظ کے طور پر کام کروں گا۔"

"شعبان میرے بھائی ناخداؤں کے ساتھ روانہ ہونے کے بعد تمہارا کام ختم ہو جا اپنے روزمرہ کے کام میں کھو جانا پھر میں جانوں اور فرانسیسی جرنیل۔"

اس کے بعد احمد بن سعید تھوڑی دیر کے لئے رکا مزید اس نے کچھ سوچا پھر وہ قرا طرف دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"قراقوش میرے بھائی! یوں جانو تھوڑی دیر کے بعد شعبان کے ساتھ میں کوچ کر تم لشکر کو لے کر المریہ کی بندرگاہ کا رخ کرنا وہاں جس قدر ہمارے بحری لشکری ہیں انہیں کہ اپنی کشتیوں کو لے کر وہ جس قدر تیزی سے سفر کر سکتے ہیں اپنی شمالی بندرگاہ لقنت کریں تم بھی لشکر کو لے کر سمندر کے کنارے کنارے اپنی بندرگاہ لقنت کا رخ کرنا۔

"میں شعبان کے ساتھ لقنت پہنچ کر تمہارا انتظار کروں گا تمہارے وہاں پہنچنے کے اپنی منزل کی طرف کوچ کروں گا۔ المریہ اور لقنت کے اندر جو ہماری بحری قوت ہے

تم ساتھ لینا اور سمندر کے سفر پر روانہ ہو جانا۔ ملاحوں کو راہبر بناتے ہوئے تم جزیرہ منورقہ کے رخ پر سفر کرنا اور منورقہ کے آس پاس جو چند گمنام جزیرے ہیں ان میں سے وہ جزیرہ جو منورقہ کے بالکل شمال میں اور قدرے الگ تھلگ ہے جس میں گزشتہ دنوں ہم نے چند معرکے بھی سر کئے تھے اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پڑاؤ کر لینا وہ جزیرہ کیونکہ غیر آباد ہے تم اسے اپنا مسکن بنا لینا اور اپنے لشکر کے ساتھ وہاں مستعد رہنا۔"

"اس جزیرے کے پاس پہنچ کر تم نے سب سے پہلا یہ کام کرنا ہے کہ اپنی بحری قوت کو جزیرے کے مشرقی طرف رکھنا مغرب کی طرف کوئی کشتی بھٹکنے نہ پائے میں یورپی رضاکاروں کے لشکر کو لے کر اسی جزیرہ کے غربی ساحل پر آؤں گا تم مخبروں کے ذریعے ساری نقل و حرکت پر نگاہ رکھنا۔"

"ساحل پر اترنے کے ساتھ ہی میں اپنے دونوں ناخداؤں کو لے کر فرانسیسی لشکر سے نکل بھاگوں گا اور جزیرے کے مشرقی حصے میں تم سے آن ملوں گا اس کے بعد ہم موقع محل کو دیکھتے ہوئے دشمن پر ضرب لگانے کا لائحہ عمل طے کریں گے۔"

"میں نہیں جانتا کہ شعبان کے ذہن میں اس وقت کیا ہے لیکن میرا دل کہتا ہے کہ فرانسیسی اسپین کی دو بندرگاہوں میں سے ایک کو استعمال کریں گے جہاں سے وہ بحری جہازوں میں بیٹھ کر روانہ ہوں گے ایک بار سلونا دوسری طرکونا۔"

احمد بن سعید جب خاموش ہوا تو شعبان بول پڑا۔

"امیر احمد ان دو بندرگاہوں میں سے یورپی رضاکاروں کے لشکر صرف طرکونا کی بندرگاہ کو استعمال کریں گے۔ وہ اسی بندرگاہ سے روانہ ہوں گے۔"

شعبان کے خاموش ہونے پر احمد بن سعید نے پھر کہنا شروع کیا۔

"شعبان میرے بھائی تم نے کھانا کھایا ہے یا میں تمہارے کھانے کا اہتمام کروں۔" جواب میں شعبان مسکراتے ہوئے بول پڑا۔

"یا امیر میں کھانا کھا کر آیا ہوں میں یہاں زیادہ دیر قیام نہیں کروں گا۔ میں یہاں سے رخصت ہونا چاہوں گا۔" اس پر احمد بن سعید کھڑا ہو گیا۔

"شعبان تم اکیلے نہیں اب میں بھی تمہارے ساتھ کوچ کروں گا۔" اس موقع پر ارمندی کا اظہار کرتے ہوئے قراقوش بول پڑا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"امیر محترم کیا ایسا ممکن نہیں کہ جس کام کے لئے آپ روانہ ہو رہے ہیں اس کام لئے میں شعبان کے ساتھ جاؤں اور آپ خود لشکر کی کمانداری کریں۔" جواب میں احم سعید کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔

"میں جانتا ہوں کہ یہ بات تم کن خطرات کے تحت کہہ رہے ہو قراقوش میرے بھائی خطرات کا مجھے سامنا ہو سکتا ہے وہ خطرات تمہارے سر پر بھی منڈلا سکتے ہیں۔ میرے بھائی قدر میری زندگی عزیز ہے ایسے ہی تمہاری زندگی بھی عزیز ہے لہٰذا تم اپنے آپ کو مجھ پر ز کرنے کی کوشش مت کرو جو لائحہ عمل میں نے طے کیا ہے وہ آخری ہے۔ میں ابھی او وقت شعبان کے ساتھ اپنی بندرگاہ لقنت کا رخ کروں گا تم بھی طے شدہ معاملے کے م اپنے رد عمل کا اظہار کرنا اور فوراً یہاں سے کوچ کر جانا۔"

قراقوش بے چارہ اس سے آگے کچھ نہ کہہ سکا اس لئے کہ احمد بن سعید بڑی تیزی اپنی تیاری کرنے لگا تھا۔ جلدی جلدی اس نے اپنا لباس تبدیل کیا اپنا ضروری سامان سمیٹ کے بعد احمد بن سعید اور شعبان دونوں باری باری قراقوش سے ملے پھر دونوں وہاں سے کی گہری تاریکی میں اپنی مشرقی بندرگاہ لقنت کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ ان کے جانے تھوڑی ہی دیر بعد قراقوش نے بھی وہاں سے اپنا پڑاؤ ختم کیا وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ ا رخ کر رہا تھا۔



احمد بن سعید اور شعبان ایک روز آدھی رات کے لگ بھگ لقنت کی بندرگاہ میں داخل ئے۔ سمندر کے کنارے وہ ایک چھوٹی سی عمارت کے سامنے رک گئے۔ یہ عمارت لقنت جو مسلمانوں کی بحری قوت تھی اس کے سربراہ اور کماندار کی رہائش گاہ تھی آگے بڑھتے ئے شعبان نے دستک دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد دروازے کے اندر سے کسی کی اونگھتی ہوئی آواز سنائی دی تھی۔ "کون ؟"

شعبان اپنا منہ دروازے کے قریب لے گیا اور بڑے رازدارانہ انداز میں کہنے لگا۔ "میں بان ہوں میرے ساتھ امیر احمد بن سعید ہیں۔"

دروازہ فوراً کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا ایک نوجوان تھا باری باری وہ بڑے خوش کن ز میں شعبان اور احمد سے بغلگیر ہوا۔ احمد جب اس سے علیحدہ ہوا تو اس کے شانے پر ہاتھ تے ہوئے وہ بڑی شفقت میں اس سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔ "حسام بن ضرار تم کیسے ہو؟"

لقنت میں مسلمانوں کی بحری قوت کا سربراہ جس کا نام حسام بن ضرار تھا بڑی عاجزی' بڑی ساری میں احمد کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھا۔

"امیر محترم! میں ٹھیک ہوں شعبان کے ساتھ آپ کو دیکھتے ہوئے میں فکرمند ہو گیا ہوں خیر کرے آپ کا اس سمت شعبان کے ساتھ اکیلے آنا کسی علت کے بغیر نہیں' کیا دشمن کوئی ا جنگ کی ابتدا کرنے والا ہے یا ٹیمپلروں کے دستے ارض فلسطین کی طرف روانہ ہونے لے ہیں۔"

پھر احمد کے جواب کا انتظار کئے بغیر تاسف بھرے انداز میں حسام بن ضرار پھر بول پڑا۔

"امیر محترم! میں بھی کتنا نادان ہوں دروازے پر کھڑے ہی کھڑے آپ سے سوال کرنے پ اندر آ کر آرام سے بیٹھیں پھر میں آپ سے گفتگو کرتا ہوں۔"

احمد بن سعید اور شعبان عمارت میں داخل ہوئے پہلے کی طرح حسام نے دروازہ بند کر دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر تینوں ایک کمرے میں داخل ہوئے نشستوں پر بیٹھ گئے اس کے بعد احمد بن سعید نے حسام کو مخاطب کیا۔

"حسام میں یہ تو جانتا ہوں اس عمارت کے اندر تمہارے ساتھ تمہارے چھوٹے بڑے بحری سالار رہتے ہیں اور کسی کے اہل خانہ یہاں کسی کے ساتھ نہیں۔ تمہارے بیوی بچے بھی قرطبہ میں ہیں پر میری ایک بات یاد رکھنا۔ لقنت میں جو ہماری بحری قوت ہے ان میں سے کسی کو یہ خبر نہیں ہونی چاہئے کہ میں اس وقت یہاں موجود ہوں۔" اس کے بعد احمد بن سعید نے وہ سارے حالات حسام سے کہہ دیئے تھے جن کے تحت اس نے لقنت کا رخ کیا تھا پھر اپنے اگلے سفر کی طرف روانہ ہونا تھا۔

احمد بن سعید کی ساری گفتگو سن کر حسام بن ضرار فکر مند ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ احمد بن سعید کی طرف دیکھتا رہا پھر وہ ہمدردی فکر مندی میں ڈوبی آواز میں بول پڑا۔

"امیر محترم جس سفر پر آپ روانہ ہو رہے ہیں وہ خطرات سے پر ہے اگر دشمن کو پتا چل گیا کہ آپ ہمارے لشکروں کے امیر احمد بن سعید ہیں تو وہ آپ کے ساتھ کیا سلوک کریں گے اس خیال سے ہی میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔"

یہاں تک کہتے کہتے حسام کو رک جانا پڑا اس لئے کہ احمد بن سعید بول پڑا۔

"حسام کوئی بھی مہم خطرات سے دوچار ہوئے بغیر سر نہیں کی جاسکتی میرے عزیز جو لائحہ عمل ہم نے طے کیا ہے مجھے امید ہے کہ میں دشمن کو اس لائحہ عمل کے مطابق جال میں پھنسانے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ جہاں تک میری خیریت کا تعلق ہے تم فکر مند نہ ہو اس لئے کہ یورپ سے آنے والے رضاکاروں میں سے کوئی بھی مجھے نہیں پہچانتا۔ اب تم دونوں ایسا کرو جو ناخدا کی حیثیت سے میرے ساتھ روانہ ہونے ہیں ان دونوں کو یہاں میرے پاس لاؤ میں ان کے ساتھ اس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں انہیں پورے لائحہ عمل سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔"

حسام اپنی جگہ سے اٹھا پھر وہ کمرے سے نکل گیا تھا اس کے جانے کے بعد احمد بن سعید اور شعبان اسی کمرے میں بیٹھ کر باہم گفتگو کرنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر بعد حسام کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے پیچھے دو جوان بھی تھے۔ احمد بن سعید اور شعبان کو دیکھتے ہوئے دونوں نے بہترین انداز میں آگے بڑھتے ہوئے دونوں سے مصافحہ

کیا۔ پھر وہ دونوں احمد بن سعید کے اشارہ کرنے پر اس کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ پھر احمد بن سعید نے ان دونوں کو مخاطب کیا۔

"جس مہم کے لئے شعبان نے ناخدا کی حیثیت سے تم دونوں کا انتخاب کیا ہے اس مہم پر میں بھی تمہارے ساتھ روانہ ہوں گا۔ میری حیثیت تم دونوں کے محافظ کی سی ہو گی تم دونوں اپنے آپ کو یہودی ناخدا خیال کرو گے اور میں بھی یہودی ہی کی حیثیت سے تم دونوں کا محافظ ہوں گا۔" اس کے بعد احمد بن سعید نے دونوں کو تفصیل کے ساتھ اپنے لائحہ عمل سے آگاہ کر دیا تھا۔ کچھ دیر تک وہ بڑی رازداری کے ساتھ ان کے ساتھ گفتگو کرتا رہا انہیں مہم کے خطرات اور پیش بندیوں سے آگاہ کرتا رہا اور وہ دونوں برابر سر ہلاتے رہے۔

ان دونوں کو سمجھانے کے بعد احمد بن سعید کچھ دیر خاموش رہا۔ شاید وہ گہری سوچوں میں کھو گیا تھا اس کے بعد اس نے دوبارہ ان دونوں ملاحوں اور ناخداؤں کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"سنو میرے دونوں عزیزو! شعبان مجھے بتا چکا ہے کہ تم یہودیوں کے دین اور ان کی رسومات سے پوری طرح آگاہ ہو میں یہاں تمہارے پاس ایک ہفتہ قیام کروں گا اس دوران تم مجھے یہودی مذہب اور ان کی ضروری رسومات سے آگاہ کرنا۔ یہودیوں جیسے لباس جو تم نے اپنے لئے حاصل کئے ہیں ایسے ہی لباس میرے لئے بھی حاصل کرو دوسری بات جو سب سے اہم ہے وہ یہ کہ کسی کو بھی میری موجودگی کا علم نہیں ہونا چاہئے۔ میں صرف چند روز یہاں قیام کروں گا اس کے بعد میں اور تم دونوں اور شعبان یہاں سے اس منزل کی طرف روانہ ہو جائیں گے جس کی نشاندہی ہمیں شعبان کرے گا۔"

"ایک اور میری بات یاد رکھنا اس مہم کے دوران تمہارے محافظ کی حیثیت سے اگر یورپ سے آنے والے لشکریوں میں سے کوئی یا ان کا سالار میرے ساتھ کسی موقع پر کسی وجہ سے کسی تکرار کی بنا پر ذلت آمیز رویہ روا رکھتا ہے تو یاد رکھنا تم دونوں کسی رد عمل کا اظہار نہیں کرو گے نہ اسے اپنے لئے بے عزتی سمجھو گے اور نہ ہی یہ احساس ہونے دو گے کہ میں حقیقی معنوں میں تم دونوں کا محافظ نہیں امیر ہوں۔ میری یہ بات یاد رکھنا۔ اس پر سختی سے عمل کرنا۔"

دونوں ناخداؤں نے جب مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا تب احمد بن سعید پھر بول

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پڑا۔

"عزیزان من! جیسا کہ شعبان مجھے بتا چکا ہے کہ تمہارے نام میخائل اور نکفور ہوں گے تم اپنے اصل ناموں کو بھول جاؤ گے اس مہم کے دوران تم میرا بھی اصلی نام بھول جاؤ گے۔ ایک یہودی محافظ کی حیثیت سے میرا نام بوربان ہو گا۔ اس نام سے تم مجھے مخاطب کرو گے یاد رکھنا یہ نہ ہو کہ مہم کے دوران جس طرح امیر کی حیثیت سے تم میرا احترام کرتے ہو ایسا احترام تم مہم کے دوران ہرگز نہیں کرو گے تم میرے ساتھ ایسے ہی پیش آؤ گے جس طرح ایک مالک اپنے غلام کے ساتھ پیش آتا ہے۔ ہم نے ہر صورت میں اس مہم کو سر کرنا ہے۔ اگر اسپین سے فلسطین کا رخ کرنے والے قافلوں کو ہم سمندر میں غرق کرنے میں کامیاب ہو گئے تو یاد رکھنا فلسطین کے اندر یورپ کی طرف سے کسی حد تک دباؤ کم ہو جائے گا اور سلطان صلاح الدین کو ان سرزمینوں کے اندر دشمن کو اپنے سامنے بھیڑ بکریوں کے گلوں کی طرح ہانکنا آسان اور سہل ہو کر رہ جائے گا۔"

اب یہ بات تو تمہارے اور میرے درمیان طے ہے کہ اس مہم کے دوران ہم تینوں ایک دوسرے کو اپنے نئے ناموں سے مخاطب کریں گے۔ تم میری کوئی عزت نہیں کرو گے بلکہ حقیقی معنوں میں تم مجھے اپنا محافظ خیال کرو گے ہاں جیسا کہ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ میرے لئے کچھ ایسے لباس تیار کروا لینا جو اس مہم کے شایان شان ہوں۔ ساتھ ہی میرے لئے سیدھے پھل کی ایک اچھی تلوار کا انتظام بھی کر دینا جو عموماً اہل یورپ استعمال کرتے ہیں۔ میں اپنی خم دار تلوار یہیں قراقوش کے پاس چھوڑ جاؤں گا جب تک وہ بھی اپنے لشکر کے ساتھ یہاں پہنچ جائے گا۔ اس کے بعد ہم اپنی منزل کی طرف کوچ کر جائیں گے۔ واپسی میں اس سے میں اپنی تلوار لے لوں گا۔"

قبل اس کے ان دونوں ناخداؤں میں سے کوئی احمد بن سعید کی بات کا جواب دیتا۔ لقنت میں بحری قوت کے سردار حسام بن ضرار کے چہرے پر خوش گوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر وہ فوراً بول پڑا۔

"امیر محترم! جہاں تک یورپ والوں کی سیدھی تلوار کا تعلق ہے تو اس کے متعلق بے فکر رہیں میرے پاس کئی سیدھی تلواریں ہیں جو گزشتہ بحری جنگوں میں ہم نے ٹیمپلروں سے چھینی تھیں۔ ان میں سے ایک سیدھی تلوار ہے جس کا دستہ انتہائی قیمتی ہے وہی تلوار میں آپ کو پیش کروں گا اس تلوار کے ساتھ آپ محافظ کے فرائض انجام دیجئے گا۔"

حسام بن ضرار کی گفتگو سے احمد بن سعید مطمئن ہو گیا تھا۔ شعبان کے چہرے پر بھی اسی طرح کی طمانیت تھی۔ پھر احمد بن سعید نے ان دونوں ناخداؤں کی طرف دیکھا۔

"اب تم دونوں جاؤ جا کر آرام کرو جب تک میرا یہاں قیام ہے میں تم دونوں سے ملاقات کرتا رہوں گا اور آنے والی مہم کے متعلق تمہیں مزید ہدایات دیتا رہوں گا۔ جونہی قراقوش یہاں آتا ہے ہم یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔" اس کے ساتھ ہی دونوں ناخدا اٹھے اور وہاں سے چلے گئے تھے۔

ان دونوں کے جانے کے بعد اسی عمارت کے اندر احمد بن سعید، شعبان اور حسام ایک ہی کمرے میں آرام کرنے لگے تھے۔

چند روز بعد قراقوش بھی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ اس کی آمد کے بعد احمد بن سعید، شعبان، قراقوش، حسام بن ضرار اور دونوں ناخداؤں نے آنے والی مہم کے متعلق ایک طویل گفتگو کی۔ پھر اگلے روز قراقوش اپنی قوت کو لے کر جزیرہ منورقہ کی طرف کوچ کر گیا تھا۔ جبکہ چھوٹی سی کشتی میں احمد بن سعید، شعبان اور دونوں ناخداؤں نے اپنے سفر کا آغاز کیا۔ لقنت کی بندرگاہ سے وہ کھلے سمندر کی طرف گئے۔ جزیرہ منورقہ کی سیدھ میں جانے کے بعد انہوں نے اپنا رخ تبدیل کیا۔ بائیں ہاتھ مڑے۔ اس کے بعد اسپین کی شمال مشرقی بندرگاہ طرکونہ کا رخ کر رہے تھے۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ایک روز جبکہ مغرب کی پناہ گاہوں کی طرف سورج غروب ہونے کے لئے بے قرا
احمد بن سعید' شعبان اپنے دونوں ناخداؤں کے ساتھ اسپین کی بندرگاہ طرکونہ کے ساحل پر انداز ہوئے۔ ساحل کے ساتھ ساتھ دور تک چھوٹی بڑی کشتیاں اور جہاز کھڑے تھے۔ ج
تک نگاہ کام کرتی تھی کشتیاں ہی کشتیاں اور جہاز کھڑے تھے۔ بندرگاہ میں خوب گہما گہمی رونق تھی۔ جب ان کی کشتی ساحل سے لگی۔ تب شعبان نے بڑی رازداری کے ساتھ احمد سعید کو مخاطب کیا۔

"امیر محترم! آپ تینوں یہاں انتظار کریں۔ میں جاتا ہوں یورپی لشکر کے سالار سارگ
اور اسکے نائب لوئیس سے ملتا ہوں۔ انہیں آپ تینوں کی آمد سے آگاہ کرتا ہوں۔ دیکھتے ہیں کس ردعمل کا اظہار کرتے ہیں۔ میں ان پر یہ واضح کروں گا کہ میں آپ تینوں کو منو
جزیرے کی طرف سے لے کر آیا ہوں میں ان پر پہلے ہی واضح کرچکا ہوں کہ ان سے زیادہ قا
اعتماد ناخدا مل ہی نہیں سکتے۔"

شعبان یہیں تک کہنے پایا تھا کہ اسے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بات کاٹتے ہو۔ احمد بن سعید بول پڑا تھا۔

"شعبان میں تمہاری اس گفتگو پر احتجاج کرتا ہوں۔ مہم پر روانہ ہونے سے پہلے ہمار۔
درمیان طے پایا تھا کہ ہم میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کو اپنے اصلی نام سے نہیں پکار۔
گا۔ یاد رکھو میرا نام بوربان ہے۔ اسی نام سے مجھے مخاطب کرو گے ان دونوں کے نام میخائ
اور تکفور ہیں یہی نام استعمال ہوں گے اب تم جاؤ انہیں ہماری آمد سے آگاہ کرو میں تمہار
واپسی کا بڑی بے چینی سے انتظار کروں گا۔" جواب میں شعبان کے چہرے پر خوشگوا
مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ پھرتی سے ایک سمت چل دیا تھا۔

*

احمد بن سعید اپنے دونوں ناخداؤں کے ساتھ تھوڑی دیر تک کشتی میں بیٹھ کر گفتگو ک
رہا ایسا وہ وقت گزارنے کے لئے کرتے رہے پھر احمد بن سعید ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اپنی سیدھے اور چوڑے پھل کی تلوار اس نے بے نیام کر لی اور دونوں ناخداؤں کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میخائیل اور تکفور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہو۔ تینوں کشتی سے باہر نکلتے ہیں وہ سامنے دیکھو شعبان جو دو اشخاص کے ساتھ ہمارا رخ کر رہا ہے میرا دل کہتا ہے کہ وہ یورپی رضاکاروں کے سالار سارگون اور لوئیس ہیں۔ ہمیں کشتی سے باہر نکل کر ان کا استقبال کرنا چاہئے۔"

میخائیل اور تکفور منہ سے کچھ نہ بولے اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ تینوں کشتی سے باہر نکلے میخائیل اور تکفور کشتی کے قریب پہلو سے پہلو ملا کر کھڑے ہو گئے احمد بن سعید ان کے پیچھے گیا اپنی چوڑے پھل کی تلوار سیدھی کی اور ان کے محافظ کی حیثیت سے کھڑا ہو گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد شعبان کے ساتھ وہ دو اشخاص ان کے قریب آئے ان کی طرف آتے ہوئے شعبان ہاتھ کے اشارے سے ان کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ شاید ان کے متعلق انہیں تفصیل بتا رہا تھا۔ قریب آ کر شعبان اور اس کے ساتھ آنے والے رک گئے۔ ان میں سے ایک بول پڑا۔

"میرا نام سارگون ہے' میرے ساتھ میرا نائب ہے اس کا نام لوئیس ہے۔ ہمارے محترم راہب نے تمہیں ہمارے متعلق بتا دیا ہو گا۔ تمہارے متعلق بھی انہوں نے تفصیل سے بتا دیا ہے۔" اس کے ساتھ ہی سارگون نے شعبان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔

"میرے محترم! آپ جا سکتے ہیں۔ ہم آپ کو زیادہ زحمت نہیں دینا چاہتے آپ نے ہمارے لئے وہ کام کیا ہے جو کوئی عزیز بھی نہ کرتا۔ اب آپ جا کر آرام کریں اس لئے کہ آپ ایک لمبی مہم سے لوٹ رہے ہیں۔" اس پر شعبان نے ایک مخصوص اشارہ احمد بن سعید کو کیا اور پھر وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد سارگون نے ایک ایک بھرپور نگاہ دونوں ناخداؤں اور احمد بن سعید پر ڈالی پھر اس کی آواز گونجی۔

"جیسا کہ میں تم تینوں سے اپنا تعارف کرا چکا ہوں۔ اب تم تینوں بھی مجھے اپنے متعلق بتاؤ۔" اس پر میخائیل فوراً بول پڑا۔

"میرا نام میخائیل ہے' میرے ساتھی کا نام تکفور ہے' جو جوان مسلح حالت میں ہمارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پیچھے کھڑا ہے یہ ہمارا ذاتی محافظ ہے اسے ہم نے معاوضے پر رکھا ہوا ہے۔ اس کا نام بوربان ہے۔ ہم تینوں یہودی ہیں اور جزیرہ منورقہ کے رہنے والے ہیں۔"

اس پر سارگون اور لوئیس نے تھوڑی دیر تک باہم مشورہ کیا۔ اس کے بعد وہ دونوں بڑے غور انہماک اور شک بھرے انداز میں احمد بن سعید کی طرف دیکھتے رہے۔ پھر سارگون نے میخائیل اور تکفور کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"جیسا کہ تم بتا چکے ہو کہ تمہارے پیچھے جو مسلح جوان کھڑا ہے اس کا نام بوربان ہے اور یہ تمہارا ذاتی محافظ ہے کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ شخص قابل اعتبار ہے۔"

جواب میں ایک احتجاجی نگاہ میخائیل نے سارگون اور لوئیس پر ڈالی پھر وہ بول پڑا۔

"عزیزو! تم ہمارے لئے بڑے محترم اور ذی عزت ہو۔ ہم گزشتہ کئی برس سے کھلے سمندر میں راہبر اور ناخدا کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ یہ ہمارا پرانا ملازم اور محافظ ہے اور اس پر بد سے بدترین حالات میں بھی اعتماد اور بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔ اس نے آج تک کبھی بھی ہمارے اعتماد کو دھوکہ نہیں دیا۔ ہمیشہ ہمارے راز کو اپنا ہی راز سمجھ کر ہمارا ساتھ دیا۔"

میخائیل کی گفتگو سے سارگون اور لوئیس کسی قدر مطمئن لگتے تھے۔ پھر سارگون دوبارہ بول پڑا۔

"کیا اس سے پہلے بھی تم کبھی اسپین سے ارض فلسطین جانے والے یورپی قافلوں کی ناخدائی کر چکے ہو۔"

اس پر میخائیل کی بجائے احمد بن سعید بول پڑا۔

"نہیں ایسا کبھی نہیں ہوا ہم نے کبھی بھی یورپی قافلوں کی راہنمائی نہیں کی ہاں البتہ........"

احمد بن سعید یہیں تک کہنے پایا تھا کہ سارگون نے بڑی برہمی اور غضبناکی میں اسے مخاطب کیا۔

"مت بھولو تم ایک معمولی محافظ ہو اور ہماری نگاہ میں تمہاری کوئی عزت اور وقار نہیں ہے میں نے تمہیں مخاطب نہیں کیا پھر تم نے مجھے مخاطب کرنے کی کیسے جرات اور جسارت کی میں ان دونوں ناخداؤں سے مخاطب ہوں اور تم ان کے معمولی محافظ ہو خبردار آئندہ کسی معاملے میں دخل اندازی یا میری بات کاٹ کر بولنے کی کوشش نہ کرنا۔"

جواب میں احمد بن سعید نے بڑی عاجزی اور انکساری میں اپنے سر کو خم کرتے ہوئے اپنی اطاعت کا اظہار کر دیا تھا۔ اس کی اس ادا پر سارگون اور لوئیس دونوں مطمئن ہو گئے تھے۔ دوبارہ وہ کچھ کہنا چاہتے تھے کہ میخائیل بول پڑا۔

"ہمارے محافظ نے جو دخل اندازی کی ہے اس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ دراصل یہ ہم دونوں سے بڑا مانوس ہے اور ہم اسے اپنے ہی حلقے کا ایک فرد خیال کرتے ہیں۔ جو سوال آپ نے پوچھا ہے اس کا جواب میں کچھ یوں دے سکتا ہوں کہ اس سے پہلے کبھی ہم نے ارض مقدس کی طرف جانے والے یورپی قافلوں کی راہنمائی تو نہیں کی تاہم ان سرزمینوں ے فلسطین کے مقدس مقامات کی طرف جانے والے لوگوں کی راہنمائی ہم کئی بار کر چکے ہیں ر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ سے ایک سوال پوچھوں۔"

سارگون نے اثبات میں سر ہلایا تب میخائیل بول پڑا۔

"میرے محترم آپ ہم سے راہبری جزیرہ منورقہ تک چاہتے ہیں یا ارض فلسطین تک؟"

سارگون نے مسکراتے ہوئے میخائیل پر ایک نگاہ ڈالی پھر بول پڑا۔

"ہم یہ چاہیں گے کہ ارض فلسطین تک ہمارے ناخدا بن کر چلو اس لئے کہ ہم ان سمندری راستوں سے واقف اور آگاہ نہیں۔ یہ سمندر میں ہم سب کا پہلا سفر ہو گا ہاں ایک کام جو تم دونوں نے کرنا ہے وہ یہ کہ ہمارے پاس جہازوں اور کشتیوں کی تعداد کم ہے اور یورپ سے آنے والے رضاکاروں کی تعداد زیادہ ہے ابھی بھی رضاکار گروہ در گروہ یورپ سے اسپین میں داخل ہو رہے ہیں۔ ہمارا پہلا قافلہ بڑے بڑے جہازوں اور کشتیوں میں روانہ ہو گا میں اور میرا نائب لوئیس دونوں اس گروہ میں شامل ہوں گے تم تینوں بھی ہمارے ساتھ روانہ ہو گے یہ سفر جزیرہ منورقہ تک جاری رہے گا اس کاروان کو جزیرہ منورقہ تک رکھا جائے گا اس کے بعد تم دونوں ناخدا واپس آؤ گے تمہارے ساتھ کشتیاں اور جہاز جو ہمیں لے کر یہاں سے روانہ ہوں گی وہ بھی واپس آئیں گی اس کے بعد تم دونوں دوسرے گروہ کو لے کر جزیرہ منورقہ کا رخ کرو گے۔"

"جب یورپ سے آنے والے رضاکاروں کا دوسرا گروہ جزیرہ منورقہ پر اترے گا تب ان جہازوں اور کشتیوں کو استعمال کرتے ہوئے پہلے گروہ کے ساتھ میں ارض فلسطین کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرف روانہ ہو جاؤں گا ہمیں ارض فلسطین میں چھوڑنے کے بعد تم پھر جزیرہ منورقہ آؤ گے لوئیس وہیں رہے گا اس کے بعد دوسرا گروہ لوئیس اور تم دونوں کی راہنمائی میں ارض فلسطین کا رخ کرے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد سارگون رک گیا تھا۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنے نائب لوئیس کان میں سرگوشی کرتا رہا پھر لوئیس وہاں سے ہٹ گیا تھا۔ کچھ دیر تک خاموشی رہی اس کے لوئیس لوٹا اس کے ساتھ ایک اور جوان بھی تھا جب وہ دونوں سارگون کے پہلو میں آن کھڑے ہوئے تب سارگون نے تکفور اور میخائیل کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"عظیم ناخداؤ! جب تم پہلے حصے کو لے کر میرے اور لوئیس کے ہمراہ جزیرہ منورقہ چھوڑ کر جہازوں، کشتیوں اور ملاحوں کے ساتھ واپس طرکونہ کی بندرگاہ آؤ گے تو دوسرا یہاں سے روانہ ہوگا اس گروہ کی کمانداری یہ نوجوان کرے گا جو لوئیس کے ساتھ ابھی ابھی ہے اس کا نام سانچو ہے۔ جب تم خالی کشتیوں اور جہازوں کو لے کر منورقہ سے واپس طر آؤ گے تو یہی شخص تمہارا استقبال کرے گا۔ پھر اس کی راہنمائی میں دوسرا گروہ اسپین منورقہ کا رخ کرے گا اب اس سارے لائحہ عمل کے خلاف تمہیں کوئی اعتراض ہو تو کہو۔"

سارگون کی اس ساری گفتگو کے جواب میں تھوڑی دیر تک میخائیل اور تکفور نے پھسر کرتے ہوئے باہم مشورہ کیا اس کے بعد میخائیل نے سارگون کی طرف دیکھتے ہو۔ شروع کیا۔

"محترم سارگون اس سلسلے میں ہمیں نہ کوئی اعتراض ہے نہ ہم نے کچھ کہنا ہے ج عمل آپ نے طے کیا ہے وہ ہمارے لئے آخری ہے اب ہمیں صرف یہ بتا دیا جائے کہ کب یہاں سے روانہ ہونا ہے۔"

جواب میں سارگون نے تھوڑی دیر تک لوئیس اور سانچو سے مشورہ کیا اس کے بعد نے میخائیل کی طرف دیکھا۔

"میخائیل آنے والی شب کے پچھلے حصے میں ہم یہاں سے جزیرہ منورقہ کی طرف کریں گے اس سلسلے میں تمہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو کہو۔ ہاں محترم راہب نے تم ساتھ معاملہ طے کیا ہے جو بھی معاوضہ طے کیا ہے وہ ہم تمہیں فلسطین پہنچ کر ادا کر د اور تمہاری واپسی کا بہترین انتظام کریں گے اب تم یہ بتاؤ کہ تم کہاں قیام کرنا پسند کرو گے"

میخائیل جواب میں فوراً بول پڑا۔

"سارگون آپ لوگوں کو ہمارے قیام طعام اور آرام کے لئے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے جس کشتی میں ہم آئے ہیں اس کشتی میں ہم آرام کریں گے اب جبکہ آپ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آنے والی شب کے پچھلے حصے میں آپ یہاں سے کوچ کریں گے تو ہم کشتی ہی میں قیام کرنے کو ترجیح دیں گے۔ ہمارے پاس اپنی خوراک کا بہترین انتظام ہے اس سلسلے میں فکرمندی کی ضرورت نہیں ہے۔"

میخائیل کے اس جواب پر تینوں مطمئن ہو گئے تھے۔ وہ وہاں سے چلے گئے جبکہ احمد بن سعید، میخائیل اور تکفور بھی اپنی کشتی میں جا کر بیٹھ گئے تھے۔

اگلی رات کے پچھلے حصے میں جب سارگون اور لوئیس کا لشکر کوچ کرنے کے لئے اپنی تیاریوں میں مصروف تھا۔ احمد بن سعید، میخائیل اور تکفور بھی اپنی کشتی میں بالکل تیار بیٹھے تھے کہ کنارے پر کھڑی کشتی کے پاس رات کی گہری تاریکی میں شعبان نمودار ہوا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ دبے پاؤں کشتی کی طرف بڑھ رہا تھا اسے دیکھتے ہوئے احمد بن سعید، میخائیل اور تکفور تینوں کشتی میں اٹھ کھڑے ہوئے اس موقع پر احمد بن سعید نے کشتی سے باہر نکلنا چاہا لیکن اس وقت تک شعبان کشتی کے پاس آچکا تھا ہاتھ کے اشارے سے اس نے احمد بن سعید کو روک دیا جس پر احمد بن سعید دوبارہ اپنی نشست پر بیٹھ گیا۔ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے شعبان کشتی میں داخل ہوا اور احمد بن سعید کے پہلو میں جا بیٹھا تھا۔ میخائیل اور تکفور بھی آگے بڑھے اور ان کے قریب ہو بیٹھے تھے۔ اس لئے کہ وہ جان گئے تھے کہ شعبان کا اس وقت کشتی میں ان کے پاس آنا کسی علت کے بغیر نہیں ہے۔

احمد بن سعید کے پہلو میں بیٹھنے کے بعد شعبان نے ایک بار پھر اپنے چاروں طرف نگاہ دوڑائی۔ اسپین سے ارض فلسطین کی طرف روانہ ہونے والے یورپی رضاکاروں کی کشتیاں ذرا فاصلے پر تھیں۔ لہٰذا وہ ان کی گفتگو نہ سن سکتے تھے۔ مطمئن ہونے کے بعد شعبان نے کہنا شروع کیا۔

"امیر محترم! میں آپ کے لئے ایک اہم خبر لے کر آیا ہوں لہٰذا بات کچھ یوں ہے کہ سارگون، لوئیس اور سانچو تینوں نے مل کر یہ طے کیا ہے کہ جب آپ تینوں انہیں ارض فلسطین میں پہنچائیں گے تو جو معاوضہ طے ہوا ہے وہ معاوضہ ادا کرنے کے بجائے تم تینوں کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

قتل کرا دے گا میں جانتا ہوں کہ ان لوگوں کو فلسطین پہنچنا نصیب نہ ہو گا اور نہ ہی وہ آپ کے خلاف کوئی کارروائی کر سکیں گے لیکن میں اس وقت صرف اس نیت سے آیا ہوں کہ وہ آپ کے خلاف بغض رکھتے ہیں۔"

"اگر میں آپ تینوں کو ناخدا کی حیثیت سے نہ لے کر آیا ہوتا اور میری جگہ کوئی اور آپ کا انتخاب کرتا تو یاد رکھنا وہ آپ تینوں کو یہیں قتل کروا دیتے لہٰذا میں آپ سے یہ کہنے آیا ہوں کہ یہاں سے جزیرہ منورقہ تک سفر کے دوران آپ تینوں محتاط رہیں آپ ان کے ساتھ زیادہ گفتگو نہ کریں لہٰذا زیادہ کوشش یہ کریں کہ ان کی ہاں میں ہاں ملاتے جائیں کسی موقع پر ان کے ساتھ بحث نہ کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ غیض و غضب یا تعصب میں آ کر وہ آپ تینوں کے خلاف کوئی جوابی کارروائی کر بیٹھیں ورنہ ہماری مہم ناکام ہونے کا خطرہ ہے۔ بس میں آپ تینوں سے یہی کہنے آیا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی شعبان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ عجیب سے انداز میں اس نے احمد بن سعید کی طرف دیکھا جواب میں احمد بن سعید نے کچھ کہے بغیر ہی گردن ہلا دی تھی۔ شعبان نے ان تینوں کے ساتھ مصافحہ کیا پھر وہ رات کی گہری تاریکی میں جس سمت سے آیا تھا اسی سمت چلا گیا تھا۔

کوئی زیادہ دیر نہ گزری تھی کہ ان تینوں کی کشتی کے پاس سارگون اور لوئیس نمودار ہوئے۔ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے میخائیل' نکفور اور احمد بن سعید تینوں باہر آ گئے۔ جب وہ دونوں کے پاس گئے تو سارگون نے انہیں مخاطب کیا۔

"ہم لوگ کوچ کے لئے تیار ہیں تم تینوں ہمارے ساتھ اس جہاز میں چلو جس میں میں اور لوئیس سوار ہوں گے۔ اپنی کشتی میں بیٹھو تمہاری کشتی کو جہاز کی طرف لے جاتے ہیں پھر اس کشتی کو جہاز کے ساتھ باندھ دیا جائے گا۔"

احمد بن سعید' میخائیل اور نکفور تینوں اپنی کشتی میں بیٹھ گئے۔ سارگون اور لوئیس بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر سارگون کی راہنمائی میں کشتی کو وہ دائیں جانب لے جا رہے تھے۔ ایک بڑے جہاز کے پاس جا کر میخائیل اور نکفور دونوں نے سارگون کے کہنے پر کشتی روک دیا۔ پھر سارگون کا اشارہ پا کر جہاز کے اندر سے کچھ جوان اترے اس کشتی کو انہوں نے جہاز کے ساتھ باندھ دیا جبکہ سارگون' لوئیس' احمد بن سعید' میخائیل اور نکفور جہاز میں منتقل ہو گئے تھے۔

سارگون اور لوئیس ان تینوں کو لے کر جہاز کے اگلے حصے میں گئے پھر ایک حصے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سارگون نے میخائیل اور نکفور کو مخاطب کیا۔

"میں اور لوئیس جہاز کی اس حصے میں بیٹھیں گے۔ قیام کریں گے اور آرام کریں گے تم دونوں بھی ہمارے ساتھ رہو گے۔ تم دونوں باری باری اپنے فرائض انجام دو گے ایک نیند کرے گا دوسرا جاگتا رہے گا پھر دوسرا نیند کرے گا اور پہلا جاگتا رہے گا۔ اس طرح ہمارا سفر بھی جاری رہے گا اور تم ہماری بہترین انداز میں راہنمائی کر سکو گے اب یہاں بیٹھو یہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ میخائیل اور نکفور سارگون کے کہنے پر بیٹھ گئے۔ جہاز کے اس حصے میں کافی مشعلیں روشن تھیں جن کی وجہ سے جہاز کا وہ حصہ پوری طرح روشن تھا۔ میخائیل اور نکفور بیٹھ گئے احمد بن سعید ابھی تک اپنی جگہ پر کھڑا تھا اس موقع پر سارگون نے کوچ کا حکم دیا۔ یہ حکم ملتے ہی ساری کشتیاں اور جہاز حرکت میں آئے اور سمندر کی طرف سفر جاری ہو گیا تھا۔

احمد بن سعید کچھ دیر کھڑا ہو کر کوچ کے اس منظر کو دیکھتا رہا اس وقت تک سارگون اور لوئیس بھی میخائیل اور نکفور کے پاس بیٹھ گئے تھے۔ احمد بن سعید نے بھی جب میخائیل اور نکفور کے پیچھے بیٹھنا چاہا تو سارگون اس کی طرف دیکھتے ہوئے برس پڑا۔

"تم ایک ملازم اور خادم ہو تمہیں کیسے جرات ہوئی کہ ہمارے برابر آ کر بیٹھو تم فوراً جہاز کے پچھلے حصے میں چلے جاؤ میرے خدام اور ملازم وہیں ہیں جب تک سفر جاری رہتا ہے تم ان خدمت گاروں کے اندر رہو گے اس لئے کہ جب تک یہ دونوں جہاز کے اندر ہیں انہیں تمہاری حفاظت کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنے دونوں ناخداؤں کی خود حفاظت کریں گے۔"

احمد بن سعید نے کسی غصے اور رد عمل کا اظہار نہ کیا۔ بیٹھتے بیٹھتے وہ رک گیا تھا پھر جب وہ مڑنے لگا تو اچانک سارگون اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اس لئے کہ مڑتے ہوئے جب مشعل کی روشنی میں سارگون کی نگاہ احمد بن سعید کی تلوار کے دستے پر پڑی تو وہ لپک کر آگے بڑھا احمد بن سعید کی تلوار کے دستے پر ہاتھ رکھتے ہوئے تلوار کھینچ لی اور جواب طلب انداز میں اس نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"یہ تلوار تم نے کہاں سے حاصل کی؟"

سارگون کے اس استفسار پر احمد بن سعید اس کی طرف بڑھا وہ ابھی تک مطمئن تھا چہرے پر گھبراہٹ کے کوئی آثار نہ تھے وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ میخائیل اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سارگون کے پاس آیا اور مسکراتے ہوئے کہنے لگا۔

"سارگون میرے محترم! بیٹھو اس تلوار کی داستان میں تم سے کہتا ہوں یہ ایک عجیب غریب کہانی ہے۔ میرے خیال میں تم سن کر پسندیدگی کا اظہار کرو گے۔"

"سنو چند برس پیچھے میں اور میرا یہ ساتھی دونوں زائرین کی ایک جماعت کو لے کر اپ سے ارض فلسطین کا رخ کئے ہوئے تھے۔ وہ وہاں مقدس مقامات کی زیارت کرنا چاہتے ہمارا یہ محافظ بھی ہمارے ساتھ تھا جن زائرین کو ہم لے کر جا رہے تھے ان میں کچھ ٹیمپلر تھے آپ جانتے ہیں کہ ٹیمپلر انتہا درجہ کے جنگجو اور تیغ زن ہوتے ہیں ہماری بدقسمتی کہ ج ہم کھلے سمندر کے اندر تھے تو کچھ بحری قزاق ہم پر حملہ آور ہوئے۔ ہم نے بھی جوابی کارر کی۔ اس کارروائی کے دوران میرے اس محافظ نے ایسی شجاعت، ایسی دلیری کا مظاہرہ کیا کہ ا نے قزاقوں پر حملہ آور ہوتے ہوئے ان کے کئی ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ا کئی کشتیاں الٹا دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اس شخص کی شجاعت اور بہادری کی وجہ سے ہم نصرانی زائرین کو بحفاظت فلسطین تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے اس کی دلیری اور شجاعت دیکھتے ہوئے ہمارے ساتھ جو ٹیمپلر سفر کر رہے تھے ان کا جو سرکردہ تھا اس نے انعام کے طو میرے اس محافظ کو اپنی تلوار عنایت کی تب سے یہ تلوار اس کے پاس ہے۔"

سارگون تھوڑی دیر تک الٹ پلٹ کر اس تلوار کو دیکھتا رہا۔ پھر احمد بن سعید کی ط دیکھا اور پوچھا۔

"کیا ایسا ہی معاملہ ہے؟"

احمد بن سعید منہ سے کچھ نہ بولا تاہم اس نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ سار تھوڑی دیر تک اسے جنونی انداز میں دیکھتا رہا پھر فیصلہ کن انداز میں بول پڑا۔

"اب تم جہاز کے پچھلے حصے میں چلے جاؤ تمہیں تلوار کی کوئی ضرورت نہیں ہے خش اترنے کے بعد میں تمہارا تیغ زنی کا مقابلہ اپنے ایک ادنیٰ غلام سے کراؤں گا وہ غلام بھی بہ قسم کا تیغ زن ہے اگر تیغ زنی کے مقابلے میں تم اس سے جیت گئے تو یہ تلوار تمہیں واپس کر جائے گی اور اگر تم ہار گئے تو تمہیں اس تلوار سے محروم ہونا پڑے گا اب تم جاؤ اور جہا پچھلے حصے میں خدام کے ساتھ آرام کرو۔"

احمد بن سعید منہ سے کچھ نہ بولا نہ اس نے کوئی احتجاج کیا چپ چاپ مڑا اور جہا

پچھلے حصے کی طرف چلا گیا تھا۔

*

سمندر کے اندر سفر جاری رہا سارگون اور لوئیس میں سے دونوں باری باری سوتے اور جاگتے۔ اسی طرح میخائیل اور نکفور بھی باری باری جاگتے اور سوتے اور کاروان کی راہنمائی کا فرض انجام دے لیتے تھے۔ اسی طرح سمندر کے اندر سفر جاری رہا یہاں تک کہ وہ جزیرہ منورقہ کے پہلو میں جو گمنام اور غیر آباد جزیرہ تھا اس کے قریب پہنچ گئے۔

جب جزیرہ دور سے دکھائی دیا تب میخائیل اور نکفور دونوں جاگ رہے تھے۔ سارگون اور لوئیس بھی بیدار تھے اس موقع پر میخائیل نے سارگون اور لوئیس کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"محترم سارگون وہ سامنے جو جزیرہ نظر آ رہا ہے وہ منورقہ کے بڑے جزیرے کے پہلو میں یک گمنام اور غیر آباد جزیرہ ہے۔ میں اس جزیرے کی طرف آپ کی راہنمائی کر رہا ہوں۔ میں آپ کو اس لئے منورقہ کی طرف نہیں لے کر جا رہا کہ اگر ہم منورقہ پہنچے تو وہ جزیرہ آباد ہے آپ لوگوں کے کوچ کی خبر ہو سکتی ہے اس سمندر کے اندر مسلمانوں کی کشتیاں بھی رواں دواں رہتی ہیں۔ اگر انہیں خبر ہوئی تو وہ اسپین کے ساحل پر کسی کو مطلع کر کے آپ پر حملہ آور ہونے کی ترغیب بھی دے سکتے ہیں۔ میں اس خطرے سے بچنا چاہتا ہوں لہٰذا منورقہ کے بڑے جزیرے کے بجائے میں اس گمنام جزیرے کی طرف لے جا رہا ہوں۔ وہاں آپ کا لشکر محفوظ انداز میں آرام کر سکتا ہے۔ اور وہاں رہتے ہوئے دوسرے حصے کا انتظار بھی کر سکتا ہے۔"

میخائیل کی اس گفتگو کا جواب سارگون دینا ہی چاہتا تھا کہ میخائیل پھر بول پڑا۔

"محترم سارگون اگر آپ اجازت دیں تو میں اور میرا ساتھی دونوں اپنی کشتی میں بیٹھیں اور اپنے محافظ کو بھی ساتھ لے لیں آپ ہمارے ساتھ پانچ چھ مسلح جوان بھی کر دیں پہلے ہم اس جزیرے میں جا کر اترتے ہیں جزیرے کا جائزہ لیتے ہیں کہ وہاں کوئی ہے تو نہیں جب میں اور میرے ساتھ جانے والے آپ کے مسلح جوان مطمئن ہو جائیں گے تو پھر کنارے پر کھڑے ہو کر ہم سفید علم بلند کریں گے جس کا مطلب ہو گا کہ وہ جزیرہ آپ کے قیام کے لئے بالکل محفوظ ہے اس مقصد کے لئے ہمیں ایک علم بھی مہیا کیا جائے۔"

میخائیل کی اس گفتگو کے جواب میں سارگون اور لوئیس نے مشورہ کیا پھر ان دونوں کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر سارگون نے میخائیل کو مخاطب کیا۔

"ہم تمہاری تجویز سے اتفاق کرتے ہیں یہ بتاؤ کہ تم اپنے ساتھ مسلح جوان کیوں لے کر جانا چاہتے ہو؟"

میخائیل تھوڑی دیر تک سارگون کی طرف دیکھتا رہا جب اس نے اندازہ لگایا کہ اس کے چہرے پر شک وشبہ کے کوئی آثار نہیں تب وہ بول پڑا۔

"سارگون میں مسلح جوانوں کو اس لئے لے جانا چاہتا ہوں کہیں آپ یہ نہ سمجھیں کہ میں اپنے ساتھی اور مسلح محافظ کے ساتھ بھاگ جاؤں گا یا آپ کو دھوکہ دینے کی کوشش کروں اگر آپ کے چھ سات مسلح جوان ساتھ ہوں گے تو کم از کم آپ کے لئے یہ امر تو اطمینان بخش ہو گا کہ نہ ہم آپ کو دھوکہ دیں گے اور نہ ہی بھاگنے پائیں گے۔"

اس موقع پر سارگون نے ایک قہقہہ لگایا پھر کہنے لگا۔

"نہیں میخائیل میں تم پر تمہارے ساتھی اور تمہارے محافظ پر اعتماد کرتا ہوں تم تینوں کشتی میں جاؤ کسی محافظ کے ساتھ جانے کی ضرورت نہیں ہے جزیرے پر اترو جزیرے کا جائزہ لو میں اپنی کشتیوں اور جہازوں کو جزیرے کے ذرا فاصلے پر روک دوں گا جب تم سفید علم بلند کرو گے تو پھر جزیرے پر اترا جائے گا۔ جو تجویز تم نے پیش کی ہے میں اس سے مطمئن ہوں بلکہ اس کے لئے میں تمہارا شکرگزار ہوں کہ تم ہماری حفاظت کا انتظام کر رہے ہو۔"

سارگون اور لوئیس دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ میخائیل اور ٹکفور بھی اٹھ کر کھڑے ہو گئے تھے۔ سارگون نے اپنے ایک محافظ کو سفید علم لانے کے لئے کہا جواب میں وہ شخص سفید رنگ کی ایک چادر لے آیا جس کو بانس کا ایک ڈنڈا باندھ دیا گیا تھا وہ سفید علم سارگون نے خود میخائیل کو تھما دیا پھر احمد بن سعید کو بلایا گیا جب وہ کشتی میں سوار ہونے لگے تب میخائیل نے بڑی عاجزی اور انکساری سے سارگون کو مخاطب کیا۔

"محترم سارگون کیا ایسا ممکن نہیں کہ جو تلوار آپ نے میرے محافظ بوربان سے لی ہے وہ واپس کر دیں تاکہ یہ ہمارے ساتھ جزیرے میں اترے جب آپ اپنے کاروان کے ساتھ وہاں اتریں گے تو آپ پھر تلوار اس سے واپس لے سکتے ہیں اس کے بعد آپ کی تجویز کے مطابق آپ کے اس خادم کے ساتھ اس کا مقابلہ کرایا جائے گا جس کا آپ نے ذکر کیا ہے اور ان میں سے جو جیتے گا تلوار اسے ہی ملے گی۔"

سارگون نے میخائیل کی اس تجویز کو مان لیا۔ وہ تلوار اس نے احمد بن سعید کے حوالے کر دی۔ احمد بن سعید، میخائیل اور ٹکفور تینوں کشتی میں بیٹھے۔ کشتی کو جہاز سے کھول دیا گیا پھر تینوں کشتی کو لے کر سامنے دکھائی دینے والے گمنام اور غیر آباد جزیرے کی طرف جانے لگے تھے۔

احمد بن سعید، میخائیل اور ٹکفور تینوں کشتی کو ساحل پر لے آئے۔ کشتی کو انہوں نے ساحل کے ساتھ باندھ دیا۔ تینوں کشتی سے اترے تھوڑا سا اندر گئے درختوں کے ایک ایسے جھنڈ میں داخل ہوئے جہاں سے سمندر کے اندر سے وہ کسی کو دکھائی نہ دیتے تھے پھر احمد بن سعید نے میخائیل اور ٹکفور کو مخاطب کیا۔

"میرے عزیز ساتھیو! یہ جانو ہم اپنی مہم کو کامیابی کے قریب تر لے آئے ہیں ہم نے ارض فلسطین کی طرف جانے والے یورپی رضاکاروں پر ثابت کرنا ہے کہ ہم بھی کوئی سمندری قوت ہیں اور ان کی راہ روک سکتے ہیں۔ آؤ اس گمنام اور چھوٹے سے جزیرے کے دوسرے ساحل کی طرف جائیں۔ وہاں پہلے قراقوش سے رابطہ قائم کریں اس کے بعد سفید علم بلند کر کے سارگون اور لوئیس کو آگے بڑھنے کا اشارہ دیتے ہیں۔"

میخائیل اور ٹکفور دونوں نے احمد بن سعید کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر وہ جزیرے کے مشرقی حصے کی جانب بڑھنے لگے۔ ابھی وہ تھوڑی دور ہی گئے تھے کہ سامنے سے قراقوش اور اس کے چند ساتھی آتے ہوئے دکھائی دیئے قراقوش بھاگ کر آگے بڑھا پھر باری باری وہ سب سے بغلگیر ہوا وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ احمد بن سعید نے اسے مخاطب کر لیا۔

"قراقوش میرے بھائی لگتا ہے سمندر کے اندر قدرت ہمارا بہترین ساتھ دے رہی ہے یورپ سے آنے والے رضاکاروں نے اپنے آپ کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے ان کا سب سے بڑا سالار سارگون ہے۔ اس کا ایک نائب ہے اس کا نام لوئیس ہے اپنے پیچھے انہوں نے ایک اور نائب چھوڑا ہے جس کا نام سانچو ہے دو حصوں میں انہوں نے اپنے آپ کو تقسیم کیا ہے ایک حصہ یہاں پہنچنے والا ہے دوسرا حصہ بعد میں آئے گا یہی جہاز اور کشتیاں واپس جائیں گے اور انہیں لے کر آئیں گے۔" اس طرح احمد بن سعید نے طرکونہ کی بندرگاہ اور راستے میں جو حالات پیش آئے تھے اور جس طرح سارگون نے اس کی توہین کی تھی وہ سارے حالات تفصیل کے ساتھ کہہ دیئے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ سارے حالات سنکر قراقوش کا چہرہ غصے اور غضبناکی میں سرخ ہو گیا تھا اور وہ اپنے ہونٹ کاٹنے لگا تھا اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے احمد بن سعید مسکرا دیا پھر اس نے قراقوش کو دوبارہ مخاطب کیا۔

"قراقوش اپنے چہرے پر رونق لاؤ غصہ اور غضب ترک کرو۔ انہوں نے احمد بن سعید کی توہین نہیں کی تھی بلکہ ایسا انہوں نے میخائیل اور سکفور کے غلام کے ساتھ کیا تھا جو کچھ انہوں نے کیا بہرحال اس کا انہیں کفارہ ادا کرنا ہو گا۔"

یہاں تک کہتے کہتے احمد بن سعید کو رک جانا پڑا اس لئے کہ مشرق کی طرف سے مسلمانوں کے بحری بیڑے کا سالار حسام بن ضرار چند جوانوں کے ساتھ بھاگتا ہوا آ رہا تھا قریب آ کر اس نے سب سے مصافحہ کیا اس کے آنے پر احمد بن سعید نے اسے پیش آنے والے حالات بتائے اس کے بعد وہ گفتگو آگے بڑھاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اب جبکہ دشمن اس جزیرے کے کنارے پر لنگر انداز ہونے والا ہے میں تمہیں اگلے لائحہ عمل سے آگاہ کرتا ہوں۔"

"حسام بن ضرار تمہارے ذمے یہ کام ہے کہ تم اپنے بحری بیڑے کو لے کر جزیرہ کے دائیں طرف سے چکر لگاتے ہوئے مغرب میں چلے جاؤ گے۔ میں اور قراقوش اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کریں گے اس ساحل کی طرف آئیں گے جس ساحل پر دشمن نے لنگر انداز ہونا ہے دشمن کے دائیں جانب سے میں بائیں جانب سے قراقوش حملہ آور ہو جائے گا۔"

"ظاہر ہے جب دشمن پر ہم حملہ آور ہوں گے تو دشمن بوکھلائے گا جب ان کو یقین ہو جائے کہ ہمارے ہاتھوں ان کی شکست یقینی ہے تو وہ کشتیوں اور جہازوں میں بیٹھ کر فرار ہونے کی کوشش کریں گے جب وہ ایسا کریں تو تم اپنی جنگی کشتیوں کو قریب لے آنا جو بھی بھاگنے کی کوشش کرے اس کا قلع قمع کرتے جانا اس طرح اگر ہم اپنے لائحہ عمل کی تکمیل کرنے میں کامیاب ہوئے تو دشمن کے کسی بھی شخص کو بھاگنے کا موقع نہیں ملے گا۔"

احمد بن سعید رکا کچھ سوچا اس کے بعد دوبارہ بول پڑا۔ "قراقوش خصوصیت کے ساتھ تم حسام بن ضرار عمومی طور پر تم اپنے اپنے لشکریوں کو سمجھا دینا کہ دشمن کے خلاف سارگون اور اس کے نائب کو ہر صورت ہر حال میں زندہ گرفتار کیا جائے۔ میں ان دونوں کے ساتھ کچھ حساب بے باق کرنا چاہتا ہوں۔ میں اپنے حصے کے لشکریوں کو بھی سمجھا دوں گا کہ وہ سارگون اور لوئیس کو زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کریں میرے خیال میں اب ہمیں اپنے لائحہ عمل کی ابتدا کرنی چاہئے۔"

میخائیل اور سکفور تم دونوں ساحل کی طرف جاؤ۔ سفید جھنڈا لہراؤ تاکہ دشمن کنارے کی طرف آئے۔ پھر جو علم تم نے اٹھا رکھا ہو گا اسے کنارے پر ہی گاڑ کر تم بھاگتے ہوئے اپنے لشکر میں شامل ہو جانا ہم سب لشکر کی طرف جاتے ہیں اور دشمن پر حملہ آور ہونے کی تیاری کرتے ہیں سب نے احمد بن سعید کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ احمد بن سعید، قراقوش اور حسام بن ضرار اپنے ساتھ آنے والے جوانوں کو لے کر لشکر کی طرف چلے گئے تھے۔ میخائیل اور سکفور کنارے پر آئے کچھ دیر تک وہ کنارے پر کھڑے ہو کر سفید جھنڈا لہراتے رہے جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے جھنڈا لہرانے پر سارگون اور لوئیس نے آگے بڑھنا شروع کر دیا ہے تب انہوں نے وہ علم کنارے پر ہی گاڑا پہلے وہ درختوں کے ایک جھنڈ کے پاس آئے پھر وہاں سے پوری رفتار سے بھاگتے ہوئے وہ مشرق کی طرف چلے گئے تھے۔

میخائیل اور سکفور بھاگتے ہوئے بحفاظت اپنے لشکر میں جا شامل ہوئے تھے ادھر سارگون اور لوئیس اپنے لشکر کو آگے بڑھاتے رہے یہاں تک کہ وہ کنارے سے آ لگے۔ بلند آواز میں چلاتے ہوئے سارگون نے اپنے جوانوں کو کنارے پر اترنے کے لئے کہا۔ دیکھتے ہی دیکھتے بڑے بڑے جہاز اور کشتیاں ساحل پر لنگر انداز کر دی گئی تھیں۔ اور انہیں رسوں کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا پھر لشکری اترنے لگے ساتھ ہی سارگون نے چلا چلا کر جہازوں اور کشتیوں پر لدا ہوا سامان جس میں خوراک اور ہتھیار شامل تھے اتار کر ساحل پر ڈھیر کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

یہ حکم ملتے ہی سارے یورپی رضاکار حرکت میں آئے جہازوں اور کشتیوں سے سامان اتار کر ساحل پر ڈھیر کرنے لگے تھے۔ سارگون اور لوئیس ابھی تک اپنے جہاز پر کھڑے ہوئے تھے اور کام کرنے والے اپنے سپاہیوں کے کام کی نگرانی کرنے لگے تھے۔

دیکھتے ہی دیکھتے کشتیوں اور جہازوں پر لدا ہوا سارا سامان اتار کر سمندر کے کنارے ڈھیر کر دیا گیا جگہ جگہ سامان سے ایسا سماں بندھ گیا تھا جیسے اچانک ساحل سمندر پر مصنوعی چھوٹے چھوٹے کوہستانی سلسلے کھڑے کر دیئے گئے ہوں۔

جب سارا سامان اتار کر کنارے پر رکھ دیا گیا تب سارگون اور لوئیس دونوں اپنے جہاز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے اترے سفید علم ابھی تک ریت میں گڑا ہوا تھا اور اس کے اردگرد سامان کے ڈھیر لگ گئے تھے کچھ دیر تک وہ سامان کا جائزہ لیتے رہے پھر ایک جگہ آ کر وہ رکے سارگون تھوڑی دیر تک ادھرادھر دیکھتا رہا پھر اس نے لوئیس کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"لوئیس یہ دونوں ناخدا اور ان کا محافظ کہاں چلے گئے؟"

جواب میں لوئیس تھوڑی دیر تک ادھرادھر دیکھتا رہا پھر پریشانی بھری ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا۔

"ان تینوں کو اس طرح غائب نہیں ہونا چاہئے تھا یہاں کنارے پر انہیں کھڑا رہنا چاہئے تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ جزیرے کے بیرونی حصے کی طرف چلے گئے ہوں سارگون اگر تم کہو تو کچھ جوانوں کو ان کو تلاش کرنے کے لئے بھیجوں۔"

سارگون نے کچھ سوچا پھر کہا انھیں رہنے دو اگر وہ جزیرے کے بیرونی حصے کی طرف گئے ہیں تو خود ہی لوٹ آئیں گے آؤ اب اپنے جوانوں کے کھانے اور آرام کا انتظام کریں۔"

سارگون نے اپنے نائب کے ساتھ یہ گفتگو ختم ہی کی تھی کہ وہ چونک پڑا اس لئے کہ ان کے دائیں جانب سے سرخ بجلیوں کے گھاروں کے اندر سے نمودار ہونے والے جہاں سوز اور تباہ کاری پھیلانے والے کروٹیں لیتے طوفانوں کی طرح احمد بن سعید اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا تھا۔ پھر وہ سارگون اور لوئیس کے رضاکاروں پر افق کے دریچوں کو لال گوں کر دینے والے بیابانوں کے وحشیوں' خاموش صحراؤں میں لذت یکتائی پر فخر کرنے والے زہریلے جنگجوؤں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔

احمد بن سعید کے اس اچانک حملے سے یورپی رضاکاروں کے اندر ایک ہلچل ایک شور اٹھ کھڑا ہوا تھا وہ اس حملے کی توقع ہی نہیں رکھتے تھے۔ حملہ آور ہوتے ہی ایک طرف سے احمد بن سعید نے ان کا قتل عام شروع کر دیا تھا۔ سارگون اور لوئیس ابھی تک یہ نہ پہچان پائے تھے کہ حملہ آور ہونے والوں کی راہنمائی میخائیل اور تکفور کا محافظ کر رہا ہے۔

سارگون اور لوئیس بلند آواز میں چلاتے ہوئے اپنے رضاکاروں کو مسلح ہو کر حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہدایات جاری کرنے لگے تھے۔ پر عین اسی وقت ایک اور تبدیلی رونما ہوئی کہ دوسری جانب سے قراقوش اپنے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا تھا۔ پھر وہ دوسری جانب سے یورپی رضاکاروں پر ٹوٹ پڑا تھا۔

مسلمان مجاہدوں کے حملوں سے ایسا لگتا تھا جیسے وہ آگ سے کھیلنے خون میں نہانے اور ملت کی زندگی کو حرارت فراہم کرنے کے لئے پیدا ہوئے ہوں۔ وہ کچھ اس طرح بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہے تھے جیسے انہوں نے دشمن کا نوشتہ تقدیر پڑھ لیا ہو اور اپنے لئے موت اور حیات کا راز پا لیا ہو۔ حملہ آور ہوتے وقت ان کے دلوں میں تلاطم تھا ان کے ارادوں میں کوئی پسپائی نہ تھی۔

جس طرح وہ بڑھ چڑھ کر حملہ آور ہو رہے تھے اسے دیکھنے والا یہی اندازہ لگا سکتا تھا جیسے سینوں میں تیر کھانے والے ان مجاہدوں کی قدرت راہنمائی کر رہی ہو یا کارکنان قضا و قدر ستاروں کی صورت میں اس موقع پر ان کے رقیب بن گئے ہوں وہ جس سمت بھی رخ کرتے اپنے دشمن کی صفوں کو لپیٹتے چلے جاتے تھے۔ جیسے خاموش فضائیں ہر سوان کے اشاروں پر ناچ اٹھی ہوں۔

ظلم کا سینہ چیرتے ہوئے مسلمان مجاہد بڑی تیزی سے دشمن پر عذاب طاری کرنے لگے تھے اب وہ چاروں طرف سے بحر زخار کے سیلاب' آگ و خون کے طوفان کی طرح اپنا گھیرا تنگ کرنے لگے تھے۔ وقت کی آنکھ نے دیکھا صحرائے عرب کے صحرانشین بدو' دشت کا سینہ چیر دینے والے بربر ایک ہو کر اپنی ملت اور اپنی قوم کی عظمت اور سطوت کی تاریخ رقم کرنے لگے تھے۔ سارگون اور لوئیس نے بہت کوشش کی کہ ایک بار حملہ آوروں کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں اس کے بعد اپنی حالت درست کرتے ہوئے اپنے دفاع کو یقینی بنا لیں لیکن وہ ایسا نہ کر پائے وہ اس لئے کہ چاروں طرف سے مسلمان مجاہد کچھ اس طرح حملہ آور ہو رہے تھے جیسے یورپی رضاکاروں پر کوئی بلا نازل ہو رہی ہو۔ یوں جزیرہ منورقہ کے پہلو میں اس گمنام جزیرے کے اندر مسلمان مجاہدین یورپ سے آنے والے رضاکاروں پر قضا بن کر اترتے رہے۔ موت کی منڈی میں ان کے لئے فنا کی تقدیریں رقم کرتے رہے۔

یورپی رضاکاروں کے لئے وہ منحوس گھڑی بھی آ گئی کہ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے حملہ آور مسلمان مجاہدوں نے سارگون اور اس کے نائب لوئیس کو زندہ گرفتار کر لیا۔ ایسا احمد بن سعید کے محافظوں نے اس کے اشارے پر کیا تھا۔ یورپی رضاکاروں نے جب دیکھا کہ ان کے دونوں سالاروں کو گرفتار کر لیا گیا ہے تب ان کے رہے سہے ولولے ان کا جوش ان کا سارا جذبہ خاک و خاکستر ہو کر رہ گیا تھا اور وہ اپنی جانیں بچانے کے لئے کشتیوں کو کھول کر ان پر سوار ہونا شروع

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہو گئے تھے تاکہ کھلے سمندر کی طرف بھاگ کر اپنی جانیں بچا سکیں۔

لیکن جو رضاکار کشتیوں میں سوار ہو کر اپنی جانیں بچا سکے ان کے لئے سمندر میں ایک اور طوفان ایک اور انقلاب اٹھ کھڑا ہوا کھلے سمندر کی طرف سے حسام بن ضرار اپنے بحری مجاہدوں کے ساتھ نمودار ہوا آن کی آن میں رضاکاروں کی کشتیوں کو انہوں نے گھیر لیا اور ایسی تیر اندازی کی کہ ان سب کا خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا یوں یورپ سے آنے والے ان سارے جنوبی رضاکاروں کا خاتمہ کر دیا گیا تھا۔

دشمن کا صفایا کرنے کے بعد احمد بن سعید نے اپنے لشکر کو ایک جگہ جمع ہونے کا حکم دیا بحری مجاہد جو کھلے سمندر کے اندر سے کشتیوں میں نمودار ہو کر بھاگنے والے یورپی رضاکاروں پر حملہ آور ہوئے تھے وہ بھی اپنی کشتیاں ساحل پر لے آئے تھے اور لشکر کے باقی حصے میں شامل ہو گئے تھے۔

سب سے پہلے یورپی رضاکاروں نے سمندر کے کنارے جو خوراک ہتھیاروں اور دیگر ضروری سامان کے ڈھیر لگائے تھے ان پر قبضہ کیا گیا اس کے بعد احمد بن سعید سمندر کے کنارے ایک قدرے بلند اور چوڑے پتھر پر بیٹھ گیا اور یورپی رضاکاروں کے سالار سارگون اور اس کے نائب لوئیس کو پیش کرنے کا حکم دیا۔

اس موقع پر احمد بن سعید کے دائیں طرف قراقوش بیٹھا ہوا تھا بائیں جانب بحری سالار حسام بن ضرار تھا۔ چھوٹے بڑے سالار بھی دائیں بائیں کھڑے تھے۔ کچھ مسلح جوان سارگون اور لوئیس کو پکڑ کر لائے اور احمد بن سعید کے سامنے لا کھڑا کیا۔

سارگون اور لوئیس تھوڑی دیر تک بڑے غور' بڑے تعجب اور شک و شبہ کی نگاہ سے احمد بن سعید کی طرف دیکھتے رہے پھر سارگون نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"کیا تم وہی گھٹیا اور کم تر غلام نہیں جو ان ناخداؤں کے غلام اور محافظ کے فرائض انجام دیتے تھے۔ جن کا نام میخائیل اور نکفور تھے جنہوں نے اس جزیرے تک ہماری راہنمائی کی لگتا ہے انہوں نے ہمیں دھوکا دیا ہے۔"

سارگون جب خاموش ہوا تو لوئیس نے بڑے غصے اور بڑی قہرمانی سے احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"تم ایک دھوکہ باز فریبی اور چال باز انسان نکلے ہو۔"

لوئیس کو اس سے مزید کچھ کہنے کی مہلت نہ ملی اس لئے کہ سارگون کی گفتگو سے پہلے ہی قراقوش کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے اس پر ابلتا ہوا پانی انڈیل دیا گیا ہو یا پھوس میں اچانک آگ بھڑک اٹھی ہو سارگون کی گفتگو سے پہلے ہی اس کے ذہن اور دل میں ایک ستیزہ کاری اٹھ کھڑی ہوئی تھی اس کی آنکھوں میں وقت کی آندھیوں کا بدترین غبار تھا اور چہرے پر بے چین شراروں کے آثار جب ایسی ہی گفتگو لوئیس نے بھی کی تب اچانک بھڑک اٹھنے والی آگ کی طرح قراقوش اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ طوفانی انداز میں وہ آگے بڑھا اور لگاتار کئی طمانچے اس نے باری باری سارگون اور لوئیس کے منہ پر دے مارے تھے۔ پھر ہولناک انداز میں انہیں مخاطب کرتے ہوئے وہ بھڑک اٹھا۔

"ابلیس زادو! عزازیل کے گماشتو! جس شخص کے خلاف تم نے بدترین الفاظ استعمال کئے ہیں وہ ہم لوگوں کی زندگیوں کے افق پر امید کی آخری کرن ہیں وہ ہمارے لئے اجالے کا ستارہ اور اثاث البیت ہیں۔ یہ میخائیل اور نکفور نام کے ناخداؤں کے غلام اور محافظ نہیں بلکہ ہمارے امیر احمد بن سعید ہیں قسم خداوند واحدہ لاشریک کی اگر میرے امیر حکم دیں تو میں قراقوش یہیں کھڑے کھڑے تم دونوں کو لوہے کی لگام ڈال کر رکھ دوں۔ اپنے منہ پر طمانچے پڑنے کی وجہ سے سارگون اور لوئیس دونوں بھڑک اٹھے تھے پھر سارگون نے باری باری قراقوش اور احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو مجھ سے تیغ زنی کا مقابلہ کر سکے میں نہیں جانتا تم لوگ کون ہو بحری قزاق ہو یا کسی ملک سے تمہارا تعلق ہے تم میں کوئی جوان کوئی دلیر اور شجاع ہو تو میرے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرے۔ اگر وہ تیغ زنی میں مجھ سے جیت جائے تو اس کو اجازت ہو گی کہ وہ ہم دونوں کی گردنیں کاٹ دیں اور اگر میں اس سے تیغ زنی میں جیت گیا تو تمہیں ہم دونوں کو آزاد کرنا ہو گا ہم جہاں چاہیں چلے جائیں اس کے لئے تم رکاوٹ نہیں بنو گے۔"

اس موقع پر قراقوش کا ہاتھ بے ساختہ اپنی تلوار کے دستے کی طرف چلا گیا تھا پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے نیام کی سارگون اور لوئیس کو مخاطب کر کے کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ہاتھ کے اشارے سے احمد بن سعید نے اسے روکا۔

احمد بن سعید کے اس اشارے پر قراقوش بولتے بولتے رک گیا۔ ہاتھ ہی کے اشارے سے جب احمد بن سعید نے اسے دوسری بار سمجھایا تو اس نے اپنی تلوار نیام میں ڈال لی اور پیچھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہٹ کر اس جگہ آ بیٹھا تھا جہاں سے وہ اٹھ کر سارگون اور لوئیس کی طرف بڑھا تھا۔

احمد بن سعید کے ان اشاروں پر سارگون کو اپنے لئے امید کی کوئی کرن دکھائی دی اس ن اس موقع پر بڑے غور سے احمد بن سعید کی طرف دیکھا اس نے جائزہ لیا احمد بن سعید کے چہرے پر اس لمحے سپاہیانہ وقار تھا۔ وہ اس وقت کھردرے کپڑے کی عبا پہنے ہوئے تھا جس کے اندر سارگون اور لوئیس دونوں کو وہ تباہی کی آگ کی طرح محسوس ہوا۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر احمد بن سعید نے سارگون اور لوئیس کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"سارگون جو چیلنج تم نے دیا ہے میں احمد بن سعید اسے قبول کرتا ہوں۔" سارگون اور لوئیس کو محسوس ہوا کہ احمد بن سعید کی آواز ایسی زوردار تھی جیسے بے روک آندھی بے تحاشا قوتوں کے اندر گندھک اور کوئلوں کا دھماکا ہوا ہو۔

کچھ دیر تک مزید خاموشی رہی پھر احمد بن سعید نے اپنے پہلو میں بیٹھے ہوئے قراقوش کے کان میں سرگوشی کی جسے سن کر قراقوش اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور ایک طرف چلا گیا تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اور احمد بن سعید کے قریب آیا اس کے ہاتھ میں وہی تلوار تھی جو تلوار لے کر احمد بن سعید نے میخائیل اور نکفور کے محافظ کے فرائض انجام دیئے تھے۔ وہی سیدھے پھل کی قیمتی دستے والی تلوار جو لقنت کی بندرگاہ میں حسام بن ضرار نے اسے مہیا کی تھی۔ احمد بن سعید نے وہ تلوار قراقوش سے لے لی تھوڑی دیر تک وہ الٹ پلٹ کر تلوار کا جائزہ لیتا رہا پھر تلوار اس نے اپنے بائیں جانب رکھ دی کچھ دیر تک وہ سوچتا رہا پھر اس کی نگاہیں اپنے سامنے کھڑے سارگون اور لوئیس پر جم گئی تھیں اس کے بعد اس کی آواز آتش فشاں کی طرح بھڑکتی ہوئی سنائی دی تھی۔

"سارگون یہی تلوار تم نے اپنے جہاز کے اندر مجھ سے چھین لی تھی اس وقت میں کوئی احتجاج نہ کر سکتا تھا میری حالت وہاں یقیناً ایک بے بس انسان ایک محافظ ایک غلام کی سی تھی لیکن یہاں اس جزیرے میں میں ایک آزاد انسان ہوں جس طرح میں جہاز میں تمہارے سامنے بے بس تھا اس وقت تم میرے سامنے بے بس ہو۔ لیکن میں تمہاری بے بسی سے اور اپنی آزادی سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھاؤں گا۔ تمہارے ساتھ ویسا بدترین سلوک نہیں کروں گا تم نے میرے ساتھ طرکونہ کی بندرگاہ میں کیا تمہارے ساتھ ایسا رویہ روا نہیں رکھوں گا جو نے اپنے جہاز کے اندر میرے ساتھ کیا تم ایسے متعصب انسان تھے کہ میں نے تمہارے سا ئیل اور نکفور کے غلام نہیں بلکہ محافظ کی حیثیت سے سفر کیا لیکن تم نے تعصب کی بنا پر ھے اپنے ساتھ بیٹھنے سے روک دیا اور مجھے اپنے خادموں کی آرام گاہوں کی طرف بھیج دیا انتے ہو میں نے پھر بھی کوئی اعتراض نہیں کیا تم نے جو چیلنج دیا ہے میں اسے بخوشی قبول کرتا وں میں تم دونوں سے بیک وقت تیغ زنی کا مقابلہ کروں گا اگر تم دونوں مجھ سے جیت گئے تو یہ لوار جو میرے سامنے پڑی ہے جو کسی نائیٹ کی ہے اور جو مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا یہ لوار بھی تمہیں انعام دوں گا کچھ نقدی بھی تمہیں دوں گا اور تمہیں جہاں چاہو جانے کی جازت دے دوں گا اور اگر تم دونوں مجھ سے ہار گئے تو میں تم دونوں کی گردنیں کاٹ دوں گا اس لئے کہ تم نے اسپین کے اندر مسلمانوں کا خون بہایا اس کا انتقام بہرحال تم دونوں سے لیا جائے گا۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو سے سارگون کے چہرے اور آنکھوں میں دور دور تک خوشیاں ہی خوشیاں رقص کرنے لگی تھیں۔ تھوڑی دیر تک وہ اپنی اس خوشی پر قابو پاتا رہا پھر طنزیہ سے لہجے میں اس نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"میں نہیں جانتا تمہارا اصل نام کیا ہے لیکن تم نے میخائیل اور نکفور کے محافظ کی حیثیت سے اپنا نام بوربان بتایا تھا لہٰذا میں تمہیں اسی نام سے مخاطب کروں گا۔"

"سن بوربان تیغ زنی بچوں کا کھیل نہیں ہے تم بیک وقت ہم دونوں کو مقابلے کی دعوت دیتے ہوئے حماقت اور بیوقوفی کا مظاہرہ کر رہے ہو میں اس وقت سے ڈرتا ہوں جب تم ہم دونوں کے سامنے خون میں لت پت یہاں اپنے ساتھیوں کے درمیان کھڑے ہو گے میں اس وقت سے ڈرتا ہوں جب تم ہم سے ہار دو گے اور اپنی زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے دوسری بات جس کا مجھے خدشہ ہے وہ یہ کہ اگر ہم دونوں اکٹھے تم اکیلے سے مقابلہ کریں تو یہ ہم دونوں کی توہین اور ہتک ہے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میں اکیلا ہی چند لمحوں کے اندر تمہیں پچھاڑ کر رکھ دوں گا۔ اگر تم میں ہمت ہے تو اپنی جگہ سے اٹھو میرے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرو پھر دیکھتے ہیں حالات اور وقت کس کے حق میں فیصلہ کرتے ہیں۔"

احمد بن سعید اس طرح اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا جیسے اچانک آتش فشاں پھٹ پڑا ہو پھر اس نے سارگون کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"سارگون یہ تم نہیں تمہارے اندر شیطانیت کے زنگ، خواہشوں کی آمریت، ضمیر کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کالک بول رہی ہے۔ میں تمہارے سامنے بچہ نہیں میں تاریک افق پر امید کی کرنیں بھی ابھا
چکا ہوں رزم گاہوں میں زندگی موت کے مناظر بھی دیکھ چکا ہوں۔ میرے مقابلے میں آ
سے پہلے اپنے ذہن میں یہ بات یاد رکھنا باؤلے کتے زیادہ دیر تک من مانی نہیں کرسکتے۔ عقابوں
کے نشیمن میں گدھ، آندھیوں کے سفر میں چربی کے چراغ، شیروں کی کچھار میں لومڑیاں
مجاہدوں کی جولاں گاہوں میں تم جیسے جنگجو زیادہ دیر تک قیام نہیں کرسکتے۔"

"سارگون جس طرح وقت کی آندھیوں کے غبار میں حسین سپنوں کی تعبیریں بکھر کر
جاتی ہیں ایسی ہی حالت اس جزیرے میں تمہاری بھی ہوگی میں جانتا ہوں تم اس وقت اپنے
آپ کو اپنی شجاعت اور اپنی بہادری کے گھمنڈ میں ارضی دیوتا خیال کررہے ہو پر جب میں تم
طوفانوں کے سایوں اور برق کے شراروں کا سایہ کروں گا تمہاری ساری کجی درست ہوجائے
تمہارے گریبان چاک ہوں گے۔ تمہارے سر پر موت کھیلے گی اور تم دونوں اپنے آپ
مصاف زندگی میں تاریک شب سے بدتر خیال کرنے لگو گے اس کے ساتھ ہی ایک جھٹکے
ساتھ ہی احمد بن سعید نے اپنی خم دار چوڑے پھل کی تلوار جب بے نیام کی تو اس کی چمک نے
دیکھنے والوں کو خیرہ کرکے رکھ دیا تھا۔ سارگون اس تلوار کو بڑے غور سے دیکھنے لگا تھا جبکہ
لوئیس پریشان ہورہا تھا۔

"سارگون میری اس تلوار کی چمک میں دیکھو تم دونوں کو یقیناً اپنی موت نظر آئے گی۔
سارگون میری تلوار ایک آئینہ ہے اس کے اندر تم اپنی شکست اپنی ریخت اپنی بزدلی اپنی
حماقت کے عکس نمایاں ہوتے دیکھو گے اپنی تلواریں اپنی ڈھالیں سنبھالو تاکہ مقابلے کی ابتدا
کریں اس کے ساتھ ہی اپنے بائیں ہاتھ میں اپنی تلوار سنبھالتے ہوئے احمد بن سعید نے تلوار
کے ساتھ اپنی ڈھال کو بھی لہرانا شروع کردیا تھا۔

سارگون نے اس موقع پر عجیب سے انداز میں احمد بن سعید کی طرف دیکھا پھر اس نے
اپنی پشت پر بندھی ہوئی ڈھال کھولی اور ڈھال کو ایک طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ "یہ ہماری توہین
ہے کہ تم اکیلے کے ساتھ میں اور لوئیس تلوار اور ڈھال کے ساتھ تمہارا مقابلہ کریں۔" اس
موقع پر لوئیس نے بھی ڈھال کھولتے ہوئے سارگون کی طرح ڈھال کو ایک طرف پھینک دیا
تھا۔ سارگون کی آواز پھر سنائی دی۔

"سن بوربان! میں پہلے ہی تمہیں کہہ چکا ہوں کہ اس مقابلے میں میں تمہارے لئے اکیلا

ہی کافی ہوں لیکن اب جبکہ تم میرے ساتھ لوئیس سے بھی بیک وقت مقابلہ کرنا چاہتے ہو تو
مجھے کوئی اعتراض نہیں ہاں اس کا اثر اتنا ضرور ہوگا کہ مقابلہ پہلے کی نسبت مزید مختصر اور
عارضی ہو کر رہ جائے گا۔ مقابلہ کے پہلے ہی لمحے تمہیں احساس ہوجائے گا کہ تم نے ہماری
جرات مندی، ہماری تیغ زنی اور ہماری شجاعت کا یقیناً غلط اندازہ لگایا ہے۔"

احمد بن سعید کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس کی آواز
پھر سنائی دی۔

"تم میرے اندازوں کو چھوڑو، میرے اندازے غلط ہوں یا صحیح، آؤ مقابلے کی ابتدا کریں
میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اگر میں اس مقابلے میں ہارنے بھی لگا تب بھی باہر کھڑے میرے
ساتھیوں میں سے کوئی بھی نہ دخل اندازی کرے گا نہ مزاحمت۔"

اس کے ساتھ ہی سارگون اور لوئیس نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا پھر دونوں سانڈ کی
طرح آگے بڑھے اور بیک وقت احمد بن سعید پر انہوں نے خطرناک وار کئے احمد بن سعید نے
بڑی مہارت اور جرات مندی سے سارگون کی تلوار کو اپنی تلوار پر لوئیس کی تلوار کو اپنی
ڈھال پر روکا تھا پھر پلک جھپکتے میں احمد بن سعید کا پاؤں سارگون کے پیٹ میں پڑا تھا سارگون
پیچھے ہٹا تھا اس کا پیچھے ہٹنا تھا کہ احمد بن سعید نے اپنی تلوار کا دستہ اس قوت سے لوئیس کے منہ
پر مارا کہ لوئیس کے دو دانت ٹوٹ کر گر گئے تھے۔ لوئیس شدت کرب کا اظہار کرتے ہوئے
پیچھے ہٹ گیا تھا۔

اپنی اس کامیاب کارروائی کے بعد احمد بن سعید کی حالت مزید موت کے لاوے، آگ کے
طوفان کی طرح ہوگئی تھی۔ لوئیس کو زخمی اور درد کی شدت میں دیکھتے ہوئے سارگون بھی
پیچھے ہٹا اور لوئیس کے سامنے آگیا تھا تاکہ اس پر حملہ آور ہو کر احمد بن سعید اسے مزید نقصان
نہ پہنچائے۔ لیکن احمد بن سعید پر تو اس وقت غضب و غصہ سوار ہوچکا تھا۔ بجلی کے کوندوں کی
طرح وہ آگے بڑھا پھر اپنی تلوار سامنے لہراتے ہوئی سارگون کو مخاطب کیا۔

"سن مورکھ! بے تمیز انسان اب وقت آگیا ہے کہ میں تیرے تن بدن کی ہوس کو تیرے
ہی بدن کی آگ میں تبدیل کروں تیرے نفس نفس کے بیابان میں نفرت کی کڑی دھوپ اور زہر
بھرے ڈستے حروف بھروں۔" پھر احمد بن سعید عجیب سے انداز میں کرنوں کے بنجاروں،
بپھرے ہوئے تند دھاروں کی طرح آگے بڑھا اور سارگون پر حملہ آور ہوگیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوئیس ابھی تک اس قابل نہ ہوا تھا کہ اپنی تلوار سونت کر احمد بن سعید کے سامنے آتا سارگون ابھی تک اس کی سامنے رہتے ہوئے دفاع کر رہا تھا اچانک احمد بن سعید نے سارگون پر ایک ساتھ اپنی تلوار اور ڈھال برسادی۔

سارگون نے احمد بن سعید کی تلوار کو اپنی تلوار پر اور اس کی ڈھال کو اپنی ڈھال پر روکا ابھی یہ کارروائی مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ احمد بن سعید نے دوسری کارروائی کر دی۔ احمد بن سعید نے فوراً اپنی تلوار سارگون کی تلوار سے علیحدہ کی پھر اسے بلند کیا سارگون نے دیکھا کہ احمد بن سعید دوبارہ اس کے دائیں کندھے کو نشانہ بناتے ہوئے اپنی تلوار گرانا چاہتا تھا۔ سارگون نے اپنی تلوار سامنے کرتے ہوئے اپنے دائیں کندھے کو محفوظ کیا لیکن احمد بن سعید نے فوراً پینترا بدل لیا۔

اچانک پرجوش اور بلند آواز میں احمد بن سعید نے اپنا نعرہ بلند کیا استعینو باللہ (اللہ سے مدد مانگو) اس کے ساتھ ہی احمد بن سعید ہوا میں اچھلا۔ اپنا رخ اس نے فوراً بدلا دائیں کندھے کے بجائے اس نے اپنی تلوار کو پلک جھپکنے کے سے انداز میں سارگون کے بائیں کندھے پر گرایا تھا۔ سارگون فوراً اس موقع پر اپنا دفاع کرنا چاہتا تھا پر ناکام رہا جس کے جواب میں احمد بن سعید کی تلوار نہ صرف اس کے بائیں شانے کو کاٹتی چلی گئی بلکہ اس نے سارگون کے بائیں بازو کو بھی کاٹ کر رکھ دیا تھا۔ جس میں اس نے ڈھال پکڑی تھی۔

فضاؤں کے اندر ایک کرب ناک چیخ بلند ہوئی اور سارگون لاش کی صورت میں زمین پر گر گیا تھا۔ اس کا شانہ اس کے پیٹ کے نیچے تک کٹ چکا تھا۔ سارگون کے گرنے پر لوئیس نے انتہائی بے بسی سے اس کی طرف دیکھا پھر اس کی نگاہیں احمد بن سعید کی طرف جم گئی تھیں۔

لوئیس بڑی للچائی ہوئی نظروں سے اپنے قریب ہی پڑی ہوئی اس ڈھال کی طرف دیکھ رہا تھا جو اس نے سارگون کی طرف دیکھتے ہوئے قریب ہی پھینک دی تھی۔ احمد بن سعید بھی اس کی حالت کو دیکھ رہا تھا اس لمحے احمد بن سعید کے چہرے پر ہلکی سی فراخدلانہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر احمد بن سعید نے اسے مخاطب کیا۔

”لوئیس میں تمہیں وقت دیتا ہوں تمہارے قریب جو تمہاری ڈھال پڑی ہے وہ اٹھا لو جب تک تم ڈھال اٹھا نہیں لیتے میں تم پر حملہ آور نہیں ہوں گا۔“

لوئیس سہمے سہمے انداز میں آگے بڑھا قریب ہی پڑی ہوئی اس نے اپنی ڈھال اٹھالی پھر مڑ کر وہ دوبارہ احمد بن سعید کی طرف دیکھ کر اٹھا اس پر ابھی تک فکرمندی رعب اور پریشانی طاری تھی۔ اس لئے کہ احمد بن سعید اس کے سامنے ایک انتہائی خونخوار حملہ آور کی طرح کھڑا تھا اس کے ہاتھ میں وہ تلوار تھی جس سے ابھی تک سارگون کا خون ٹپک رہا تھا بائیں ہاتھ میں اس کی ڈھال تھی جسے اس نے اپنے سامنے کر رکھا تھا۔ پھر لوئیس کے دیکھتے ہی دیکھتے احمد بن سعید آگے بڑھا تھا لوئیس اپنا دفاع کرنے کے لئے مستعد ہو گیا تھا۔

احمد بن سعید نے اپنے رب کی عظمت کے قصیدے کے طور پر بلند آواز میں اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا پھر وہ لپکتی جھپکتی کوندتی برق، چار سو پیچ کھاتی آندھیوں اور افق پر یلغار کرتی خونی شفق کی طرح لوئیس پر ٹوٹ پڑا تھا۔

کچھ دیر تک احمد بن سعید لوئیس کو ادھر ادھر دھکیلتا رہا پھر ایک زوردار جھٹکا اس نے تلوار کا دیا لوئیس انتہائی بے بسی سے زمین پر گر گیا تھا۔ احمد بن سعید نے ایک طنزیہ نگاہ اس پر ڈالی اس لمحہ اس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر اس نے لوئیس کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

”لوئیس چند لمحے پہلے تم دونوں کے اندر کا خبیث انسان شعلوں کے رقص اور کرب کے آخری لمحوں کی گفتگو کرتا تھا۔ ظالمو! ہم تو اپنے لہو کا صدقہ دے کر ملت کے حقوق کی آگہی کو سرفرازی عطا کرنے والے ہیں۔ ہم لوگ تو آدمیت کی اوج پر بھی کھڑے ہو کر انسانیت کی لامتناہی بلندیوں سے پستیوں کی طرف نہیں جاتے۔ لوئیس میری تلوار تمہارے سالار سارگون کے لہو کا ذائقہ چکھ چکی ہے اب تمہاری باری ہے یاد رکھنا تمہاری تدبیر کا کوئی بھی فولاد تمہارے کام نہ آئے گا اس لئے کہ اس جزیرے میں مجھے تیری موت کی بو آتی ہے۔“

احمد بن سعید کی اس گفتگو سے لوئیس لرز گیا تھا وہ جان چکا تھا کہ وہ کسی بھی صورت تیغ زنی میں احمد بن سعید کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اپنی جگہ پر لیٹا رہا یہاں تک کہ اپنی تلوار سامنے لاتے ہوئے احمد بن سعید نے اسے مخاطب کیا۔

”اب تم کافی دیر ستا چکے ہو اٹھو پھر مقابلے کی ابتدا کرتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ تمہارا سالار سارگون ابھی تک مرا نہیں گو اس کا شانہ کٹ چکا ہے اور اس میں جان باقی ہے۔ اسے مدد کے لئے بلانا چاہو تو بلا سکتے ہو۔ اٹھو اگر تم اس طرح لیٹے رہے تو میں آگے بڑھ کر تمہاری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گردن کاٹ دوں گا۔"

ناچار لوئیس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اپنی تلوار اور اپنی ڈھال پر اس نے گرفت مضبوط پھر عین اس لمحہ احمد بن سعید مثل ضرغام تند خواس پر حملہ آور ہوا۔ دوسرے ہی وار میں ا بن سعید نے اس کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔ لاش کی صورت میں لوئیس جزیرے کنکریلی زمین پر گر گیا تھا۔

احمد بن سعید نے پہلے اپنی تلوار صاف کی لوئیس کا جائزہ لیا وہ ختم ہو چکا تھا اس سے ہ کر وہ سارگون کی طرف آیا وہ ابھی سانس لے رہا تھا۔ احمد بن سعید اس کے پاس بیٹھ گیا اسے مخاطب کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

"سارگون میں دیکھتا ہوں تیری زیست کا بنجر پن دھیرے دھیرے پھیل رہا ہے اور تیر مرگ کے سرخ سائے تیزی سے تجھ پر چھاتے چلائے جا رہے ہیں۔ کیا تم مانتے ہو کہ مق شروع ہونے سے پہلے جو تم نے میرا اندازہ لگایا تھا وہ سراسر غلط تھا۔ ظالم ہم تو تاریخ کا قر چکانے کے لئے ملت کی برہنہ شمشیریں' قوم کی امیدوں کا مظہر اور دلوں کی دھڑکن بن کرا دشمنوں کے سامنے آتے ہیں۔ سن گمراہی کے گماشتے ہم مسلمان مجاہد اپنی قوم کی آنکھوا تارا' امیدوں کا سہارا بن کر خون ہوتی صفوں اور کڑکتی قطاروں کے اندر بھی خداوند مہربان تکبیریں اور اپنی فتح اور خوشحالی کے ترانے گانے کی ہمت اور جرات رکھتے ہیں کیا تو جانتا ہے مقابلہ شروع ہونے سے پہلے جو تم نے لاف زنی اور گزاف گوئی کی تھی اس کی حیثیت ا سراب ایک بے کار تمنا اور ایک ادھوری خواہش سے زیادہ نہیں اس لئے کہ تو دیکھتا ہے ت حالت صلیب کی پھیلی باہنوں کے لہو سے بھی بدتر ہو رہی ہے۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو کا سارگون نے کوئی جواب نہ دیا۔ لگتا تھا اس پر نزع کا و طاری ہو چکا تھا۔ چند لمحے وہ بڑی مشکل سے سانس لیتا رہا پھر اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔ وہ ختم ہو چکا تھا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر احمد بن سعید حسام بن ضرار کی طرف دیکھتے ہوئے ب پڑا۔

"حسام میرے بھائی ذرا میخائیل اور تکفور کو بلا کر لاؤ۔"

حسام اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ تھوڑی دیر بعد وہ لوٹا اس کے ساتھ میخائیل اور تک

ہاتھ کے اشارے سے احمد بن سعید نے انہیں اپنے قریب بیٹھنے کے لئے کہا۔ میخائیل اور تکفور دونوں احمد بن سعید کے سامنے بیٹھ گئے پھر میخائیل کی طرف دیکھتے ہوئے احمد بن سعید نے کہنا شروع کیا۔

"میخائیل میرے عزیز اسپین کی بندرگاہ طرکونہ سے روانہ ہونے سے پہلے رات کے وقت تمہارے اور تکفور کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے میں نے تمہارے ذمے ایک کام لگایا تھا کیا تم اس کا جواب حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے ہو۔"

جواب میں میخائیل کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول پڑا۔

"امیر محترم! آپ کے کہنے پر راستے میں میں نے سارگون اور لوئیس دونوں سے اس سلسلے میں بات کی تھی اور میں اپنا مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ یہ جہاز اور کشتیاں جن پر سوار ہو کر سارگون اور لوئیس یورپی رضاکاروں کے ساتھ اس طرف آئے ہیں یہ الفانسو نے مہیا کی تھیں۔ ان کشتیوں اور جہازوں کو حرکت میں لانے والے جو ملاح تھے ان کا انتظام خود سارگون اور لوئیس نے کیا تھا یہ اسپین کی مختلف بندرگاہوں سے تعلق رکھنے والے مچھیرے تھے۔ ان میں سے کوئی بھی سارگون یا لوئیس کا جاننے والا نہ تھا۔ جہاں تک سانچو کا تعلق ہے تو کوئی بھی ملاح کوئی بھی کشتی بان سانچو کا جاننے والا نہیں۔ آپ یہ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ جو کشتیاں اور جہاز ہیں کس کے ساتھ انہیں واپس روانہ کریں اس کے لئے میری گزارش یہ ہے کہ....."

میخائیل یہیں تک کہنے پایا تھا کہ احمد بن سعید بول پڑا۔

"میخائیل میرے بھائی جو کچھ میں تم سے جاننا چاہتا تھا میں جان چکا ہوں جو کچھ تم کہنا چاہتے ہو وہ بھی میں سمجھ گیا ہوں اب جو میں کہنا چاہتا ہوں وہ بھی سنو اس کے خلاف اگر تمہیں کوئی اعتراض ہو تو بول پڑنا۔"

"جہاز اور کشتیوں میں جو ملاح تھے ان میں سے اکثر بچ گئے ہیں ان میں سے چند ایک حسام بن ضرار کے ساتھیوں کے تیروں کا نشانہ بنے ہیں لیکن ان کی اکثریت ابھی ٹھیک ہے ان سارے ملاحوں کو اس جزیرے میں روکا جائے گا۔"

"حسام بن ضرار میرے بھائی تم ایک کام کرو جس قدر ملاحوں کو یہاں روکا جائے گا ان کے

گلوں سے صلیبیں اتار کر تم لوگ خود پہن لو اپنے بحری دستوں کے ساتھ ان جہازوں اور کشتیوں کو لے کر اسپین کی بندرگاہ طرکونہ کا رخ کرو میخائیل‘ نکفور تم دونوں کے ساتھ ہو گے اس لئے کہ جو یورپی رضاکاروں کا دوسرا حصہ ہے جسے اب ان کشتیوں اور جہازوں پر بیٹھ کر آنا ہے ان کی کمانداری سانچو کرے گا۔ سانچو بہرحال میخائیل اور نکفور دونوں کو جانتا ہے وہ سارا معاملہ میخائیل اور نکفور پر چھوڑ دے گا۔ تم اپنے آپ کو نمایاں نہ کرنا آگے میخائیل اور نکفور کو رکھنا وہی سانچو سے بات کریں گے اور یورپی لشکر کے دوسرے حصے کو لے کر آئیں گے۔“

یہاں تک کہتے کہتے احمد بن سعید خاموش ہو گیا تھا پھر اس نے حسام بن ضرار‘ قراقوش میخائیل نکفور سب کو اپنے قریب آنے کو کہا دیر تک وہ ان کے ساتھ سرگوشی میں گفتگو کرتا رہا جسے سن کر وہ سارے خوش ہو گئے تھے اس کے بعد احمد بن سعید اپنی جگہ سے اٹھا اور قراقوش کو مخاطب کرتے ہوئے کہنے لگا۔

”قراقوش اب تم سب کے کھانے کا اہتمام کرو۔ حسام بن ضرار اور اس کے بحری ساتھی میخائیل اور نکفور آج نہیں کل یہاں سے روانہ ہوں گے۔ آج ان سب کو ستانے اور آرام کرنے کا موقع دو۔“

احمد بن سعید کا یہ حکم پا کر سب اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ لاشوں کو ٹھکانے لگا دیا گیا تھا۔ اس کے بعد وہ جزیرے کے مشرقی حصے میں اس طرف گئے تھے جہاں قراقوش نے پہلے اپنے لشکر پڑاؤ کیا ہوا تھا۔

یورپی رضاکاروں کے خلاف احمد بن سعید قراقوش اور حسام بن ضرار کی یہ ایک شاندار فتح تھی۔ رات کا اکثر حصہ مجاہدین خوشیاں مناتے رہے دوسرے روز صبح ہی صبح حسام بن ضرار میخائیل اور نکفور اسپین ک طرف سے آنے والے جہازوں اور کشتیوں کو لے کر اسپین کی بندرگاہ طرکونہ کی طرف کوچ کر گئے تھے۔



حسام بن ضرار‘ میخائیل اور نکفور جان بوجھ کر جہازوں اور کشتیوں کو لے کر اس وقت طرکونہ کی بندرگاہ پر پہنچے جب سورج غروب ہو چکا تھا اور فضاؤں کے اندر گہری تاریکی چھا گئی تھی۔ سانچو کو چونکہ بڑی بے چینی سے ان کا انتظار تھا۔ جونہی جہاز اور کشتیاں ساحل پر لگیں سانچو نے فوراً میخائیل اور نکفور سے رابطہ قائم کیا۔

سانچو نے ایک طرح سے بڑے عمدہ انداز میں میخائیل اور نکفور کا استقبال کیا تھا۔ جب وہ دونوں اپنی کشتی سے اترے تو سانچو ان سے بغلگیر ہوا۔ کچھ دیر تک وہ عجیب سے انداز میں ان کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر سانچو نے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”عزیزو! کیا سارگون اور لوئیس اپنے حصے کے لشکر کو لے کر اپنی منزل پر پہنچ چکے ہیں؟“

جواب میں میخائیل نے اپنے چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ بکھیری پھر سانچو کو مخاطب کیا۔

”عزیز سانچو انہیں ہم منورقہ کے بڑے جزیرے کی طرف نہیں لے گئے۔ منورقہ کے بائیں طرف گمنام سا جزیرہ ہے۔ وہاں ہم نے سارگون اور لوئیس کو اتارا ہے۔ یہ معاملہ ہم نے راستے میں طے کیا تھا۔ اس لئے کہ ہم منورقہ کے بڑے جزیرے میں لشکر کو اتارتے تو وہاں مسلمانوں کے جاسوس گھومتے پھرتے ہیں۔ خبر ہو جاتی کہ اسپین سے یورپی رضاکار فلسطین کا رخ کر رہے ہیں۔ لہٰذا کھلے سمندر کے اندر مسلمان حملہ آور تعاقب کر سکتے تھے۔ لہٰذا ہم نے انہیں منورقہ کے شمال میں ایک گمنام جزیرے پر اتارا ہے تم لوگوں کے وہاں پہنچنے تک سارگون اور لوئیس وہیں تمہارا انتظار کریں گے۔

میخائیل جب خاموش ہوا تو سانچو نے بڑی عقیدت مندی سے ان دونوں کی طرف دیکھتے ہوئے ان سے کہنا شروع کیا۔

”تم دونوں عظیم ناخدا ہو۔ یہودی ہونے کے باوجود تم نے ہمارے ساتھ بہترین تعاون کیا ہے۔ تم ہمارے لئے ایک مقدس فریضہ ادا کر رہے ہو۔ جب اس فریضے کی ادائیگی ہو جائے گی تو مجھے امید ہے سارگون اور لوئیس دونوں تمہیں بہترین انداز میں نوازیں گے۔ اب یہ بتاؤ کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تم میرے ساتھیوں کو لے کر کب تک یہاں سے روانہ ہو جانا چاہتے ہو۔"

میخائیل اور تکفور دونوں نے شاید یہ سارا معاملہ حسام بن ضرار کے ساتھ پہلے ہی طے کر رکھا تھا۔ جونہی سانچو نے پوچھا میخائیل فوراً بول پڑا۔

عظیم سانچو اگر آپ ہماری بات مانیں تو جس طرح سارگون، لوئیس اور ان کے ساتھیوں کو لے کر ہم رات کے پچھلے پہر روانہ ہوئے تھے آپ کے ساتھیوں کو لے کر ہم چاہیں گے کہ آج ہی رات کے پچھلے حصے میں یہاں سے کوچ کر جائیں۔"

میخائیل کا جواب سن کر سانچو چونکا پھر پوچھ لیا۔

"کیا تم لوگ آرام نہیں کرو گے؟"

میخائیل فوراً سنبھل گیا اور کہنے لگا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے ہم اپنے جہازوں اور کشتیوں پر مکمل آرام کر چکے ہیں۔ ساتھ ہی سارگون اور لوئیس نے ہم دونوں کو حکم دیا تھا کہ وقت ضائع کئے بغیر سانچو والے حصے کو لے کر گمنام جزیرے میں پہنچنا ہے۔ لہٰذا میں تو یہی مشورہ دوں گا کہ آج رات کے پچھلے حصے میں یہاں سے کوچ کر جانا چاہئے۔ آگے آپ کی مرضی میں تو مشورہ ہی دے سکتا ہوں۔"

میخائیل کی اس گفتگو کے جواب میں سانچو تھوڑی دیر تک خاموش رہا، سوچتا رہا۔ پھر دوبارہ وہ بول پڑا۔

پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارے ساتھ کھانے کا اہتمام کیا ہو گا۔"

میخائیل فوراً بول پڑا۔ اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ راستے میں ہم کھانا کھا چکے ہیں کسی کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے خیال میں اب آپ اپنے ان ساتھیوں کو کوچ کا حکم دیں جنہوں نے ہمارے ساتھ روانہ ہونا ہے تاکہ وہ اپنی تیاریاں مکمل کر لیں اور رات کے پچھلے پہر میں یہاں سے کوچ کیا جائے۔"

سانچو نے آگے بڑھتے ہوئے میخائیل کا شانہ خوشی سے تھپتھپایا پھر کہنے لگا۔

میں اب جاتا ہوں جن لوگوں نے میرے ساتھ روانہ ہونا ہے انھیں میں تیاری کا حکم دیتا ہوں۔ تمہاری تجویز کے مطابق آج رات کے پچھلے حصے میں یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی سانچو وہاں سے ہٹا اور چلا گیا تھا۔ میخائیل اور تکفور دونوں مطمئن ہو گئے تھے پھر وہ اس جہاز کی طرف چلے گئے جس میں حسام بن ضرار تھا اور جو گفتگو ان کی سانچو کے ساتھ

ہوئی تھی اس کی ساری تفصیل انھوں نے حسام بن ضرار سے کہہ دی تھی۔

بڑے جہاز کے اندر میخائیل اور تکفور دونوں ابھی حسام بن ضرار کے ساتھ محو گفتگو تھے کہ جہاز کے ساتھ ایک چھوٹی سی کشتی آ کر لگی۔ اس کشتی میں ایک ملاح تھا اور دوسرا شعبان تھا۔ شعبان کو دیکھتے ہوئے حسام بن ضرار میخائیل اور تکفور تینوں کے چہروں پر مسکراہٹ کھیل گئی۔ کشتی سے نکل کر شعبان جہاز میں آیا۔ تینوں نے آگے بڑھ کر شعبان سے مصافحہ کیا اور اسے پکڑ کر جہاز کے ایک طرف لے گئے۔ چاروں نشستوں پر بیٹھ گئے۔ پھر شعبان نے حسام بن ضرار کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

"حسام میرے بھائی! پہلی مہم کا کیا بنا۔ امیر اس وقت کہاں ہیں۔ قراقوش کا کیا حال ہے۔ مجھے ساری تفصیل بتاؤ۔" پھر دھیمے لہجے میں کہا۔ "میرے پاس وقت نہیں ہے میں نے واپس جانا ہے۔"

جواب میں بڑے رازدارانہ انداز میں حسام بن ضرار نے پوری تفصیل اسے بتادی تھی۔ کس طرح سارگون اور لوئیس اپنے لشکر کے ساتھ گمنام جزیرے پر لنگر انداز ہوئے اور کس طرح پشت کی جانب سے اس نے اور سامنے کی طرف سے احمد بن سعید اور قراقوش نے حملہ آور ہو کر یورپی رضاکاروں کا مکمل طور پر صفایا کر دیا تھا۔

یہ ساری تفصیل سن کر شعبان خوش ہو گیا تھا پھر دوبارہ وہ بول پڑا۔

اب مجھے یہ بتاؤ کہ سانچو کی سرکردگی میں یورپی رضاکاروں کا یہ جو دوسرا حصہ جانا ہے وہ کب تک یہاں سے روانہ ہو گا؟"

"دوسرا حصہ آدھی رات کے پچھلے حصے میں روانہ ہو گا۔ ہم تاخیر نہیں کرنا چاہتے اس لئے کہ سارگون اور لوئیس کو لے کر جو ملاح گمنام جزیرے کیطرف گئے تھے ان میں سے کچھ تو مارے گئے ہیں لیکن زیادہ بچ گئے ہیں انہیں اس جزیرے میں رکھا ہے اب اس وقت ان جہازوں اور کشتیوں میں جس قدر لوگ ہیں وہ میرے بحری مجاہد ہیں۔ میں یہ نہیں چاہتا کہ کوئی شک و شبہ پیدا ہو۔ رات کی تاریکی میں ہم یہاں سے روانہ ہو جائیں تو ہمارے لئے آسانیاں ہی آسانیاں ہیں۔"

شعبان نے حسام بن ضرار کی اس تجویز سے اتفاق کیا تھا پھر اپنی جگہ پر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ حسام بن ضرار، میخائیل اور تکفور کو اس نے بیٹھے رہنے کا اشارہ کیا جہاز کے اندر جلتی ہوئی

ایک مشعل اس نے اٹھائی اور مشعل کو اس نے تین چار بار فضا میں لہرا دیا تھا۔

اس کے بعد شعبان نے وہ مشعل وہیں رکھ دی جہاں سے اس نے اٹھائی تھی۔ دوبارہ وہ ان کے پاس آکر بیٹھ گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد چھوٹی سی ایک اور کشتی جہاز کے ساتھ آن لگی تھی اس میں سے ایک شخص اتر کر جہاز میں داخل ہوا۔ ہاتھ کے اشارے سے شعبان نے اسے اپنی طرف بلایا پھر حسام بن ضرار کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔ "یہ شخص میرے مخبروں میں سے ایک بہترین مخبر ہے عمدہ قسم کا ملاح بھی ہے یہ تمہارے اس بحری بیڑے میں تمہارے ساتھ جائے گا۔ جو کچھ وہاں دشمن کے ساتھ بیتے گی واپس آکر مجھے اس کی اطلاع دے گا۔ اس کے بعد میں ان دونوں کارروائیوں کی اطلاع امیر یعقوب المنصور تک پہنچاؤں گا۔"

اس کے ساتھ ہی شعبان اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ان چاروں سے اس نے باری باری مصافحہ کیا پھر کہنے لگا۔

"میں اب جاتا ہوں میرا یہاں زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہیں ہے۔ میری خداوند قدوس سے دعا ہے کہ آج رات کے پچھلے حصے میں یہاں سے کوچ کرنے کے بعد تم اپنی منزل پر خیریت سے پہنچو۔ اس کے بعد امیر احمد بن سعید اور قراقوش کے ساتھ مل کر تم لوگ اپنی اس دوسری مہم کو بھی سر کرنے میں کامیاب ہو جاؤ۔" پھر شعبان جہاز سے اتر کر اس چھوٹی کشتی میں سوار ہوا جس میں وہ آیا تھا۔ وہ کشتی اسے لے کر ساحل کی طرف چلی گئی تھی۔ اسی رات کے پچھلے حصے میں یورپی رضاکاروں کا دوسرا حصہ بھی طرکونہ کی بندرگاہ سے منورقہ کے شمالی جزیرے کی طرف کوچ کر گیا تھا۔

کھلے اور وسیع سمندر میں سفر تیزی اور سرعت سے کٹتا رہا۔ یہاں تک کہ وہ جزیرہ منورقہ کے پاس جو گمنام اور غیر آباد جزیرہ تھا اس سے چند میل کے فاصلے پر پہنچ گئے تو پشت کی جانب سے انہیں کھلے سمندر میں کچھ جنگی کشتیاں ادھر ادھر بھٹکتی اور تعاقب کرتی دکھائی دیں۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے حسام بن ضرار، میخائیل اور تکفور کے چہروں پر طمانیت تھی۔ شاید یہ سارا کام احمد بن سعید کی ہدایت کے مطابق انجام پا رہا تھا۔ اس لئے کہ انہیں روانہ کرنے سے پہلے جو رازدارانہ گفتگو احمد بن سعید نے کی تھی یہ اس کا حصہ لگتا تھا۔ جب کھلے سمندر کے اندر پیچھے کشتیاں بھٹکتی اور تعاقب کرتیں دکھائی دیں تب میخائیل کی طرف سے حسام نے مخصوص اشارہ کیا یہ اشارہ پاتے ہی میخائل نے یورپی رضاکاروں کے سالار سانچو کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"سانچو لگتا ہے سمندر کے اندر کچھ قوتیں ہمارے درپے ہیں۔ ہمارے ساتھ شرارت کرنا یا حملہ آور ہونا چاہتی ہیں۔ کشتیوں پر تعاقب کرنے والے دو قسم کے لوگ ہو سکتے ہیں۔ اول یہ بحری قزاق ہوتے ہیں جو کھلے سمندر کے اندر ہر وقت اپنے شکار کی تلاش میں رہتے ہیں۔ چھوٹے بڑے گروہ پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ انہیں لوٹ کر گہرے سمندر میں غرق کر دیتے ہیں۔"

"دوئم یہ کسی مسلمان امیر البحر کے لشکر کا ہراول بھی ہو سکتے ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ سمندر میں ہماری تلاش میں ادھر ادھر سرگرداں ہوں اور ہمیں پانے کے بعد یہ اپنے لشکر کے دوسرے حصے کو اطلاع کریں اور پھر ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں۔"

"ان دونوں سے نبٹنے کے لئے میرے پاس ایک تجویز ہے۔ ہمیں فی الفور کنارے پر پہنچ کر جہازوں اور کشتیوں کو لنگر انداز کرنا چاہئے۔ سانچو میرے محترم! آپ اپنے یورپی رضاکاروں کے ساتھ اپنے جہاز اور کشتیوں میں بیٹھ کر گھات لگا لیں۔ میں اور میرے باقی ملاح ساتھی کنارے کے بائیں جانب جہاں اونچی نیچی چٹانیں اور پتھر ہیں وہاں گھات لگا لیں گے۔"

"اب ہمارے کام کی ابتدا ہو گی۔ اگر تعاقب کرنے والے آپ کے رضاکاروں کو اپنا ہدف بناتے ہیں تو سامنے کی طرف سے آپ تیر اندازی کریں گے پشت کی طرف سے ہم کر دیں گے اس طرح انہیں دوہرا نقصان اٹھانا پڑے گا اور اگر وہ ہمارا رخ کرتے ہیں تو سامنے کی طرف سے ہم انہیں چھلنی کریں گے۔ پشت کی جانب سے آپ تیر اندازی کریں دونوں صورتوں میں ہم انہیں بھاگ جانے پر مجبور کر دیں گے۔ یہ میرا مشورہ ہے، آپ کے پاس کوئی اس سے اچھی تجویز ہے تو ہم اس پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں۔"

تھوڑی دیر تک سانچو گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے میخائیل کی طرف توصیفی انداز میں دیکھا اور کہنا شروع کیا۔

"میخائیل مجھے تمہاری تجویز سے کوئی اختلاف نہیں۔ ہاں میں صرف یہ کہنا پسند کروں گا کہ ہمیں اپنے جہازوں اور کشتیوں کی رفتار تیز کرتے ہوئے فوراً کنارے پر پہنچ کر گھات لے لینی چاہئے تاکہ تعاقب میں گھومنے پھرنے والے مسلمان یا بحری قزاق ہمیں نقصان نہ پہنچائیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سانچو کی اس گفتگو سے میخائیل مطمئن ہو گیا تھا۔ لہٰذا میخائیل ہی کے کہنے پر سانچو نے اپنے رضاکاروں کو کشتیوں اور جہازوں کو تیزی سے کنارے کی طرف لے جانے کا حکم دے دیا تھا۔

یہ حکم ملتے ہی جہازوں اور کشتیوں کی رفتار تیز ہو گئی۔ آناً فاناً کشتیوں اور جہازوں کو کنارے پر لے جایا گیا۔ کھونٹے ٹھونک کر انہیں باندھ دیا گیا۔ جہازوں اور کشتیوں کے پیچھے سانچو نے اپنے یورپی رضاکاروں کے ساتھ گھات لے لی تھی۔ جبکہ حسام اپنے بحری مجاہدوں کے ساتھ کنارے پر جہازوں اور کشتیوں کے بائیں جانب ذرا ہٹ کر چٹانوں اور پتھروں کے پیچھے گھات لگا گیا تھا۔

سانچو کے جہازوں اور کشتیوں کا جن کشتیوں نے تعاقب کیا تھا وہ دراصل مسلمانوں ہی کی کشتیاں تھیں۔ یہ سب کچھ احمد بن سعید کے لائحہ عمل کے مطابق ہو رہا تھا تاکہ دشمن فوراً گھات میں بیٹھ جائے اور حسام بن ضرار اپنے ساتھیوں کو لے کر علیحدہ ہو جائے۔ ابھی یہ کارروائی مکمل ہی ہوئی تھی کہ بائیں جانب سے قراقوش نمودار ہوا پھر وہ لپکتے شعلوں کی ہولناک تباہی اور شہروں کو ماتموں میں تبدیل کر دینے والے عذابی جھکڑوں کی طرح یورپی رضاکاروں پر حملہ آور ہو گیا تھا۔

یورپی رضاکار کیونکہ پہلے ہی گھات میں تھے۔ لہٰذا فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حملہ آوروں کا مقابلہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ پر ان کی بدقسمتی کہ تھوڑی دیر بعد دائیں جانب سے احمد بن سعید اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ نمودار ہوا۔ وہ نزدیک آیا تو حسام بن ضرار بھی اپنے بحری مجاہدوں کے ساتھ اس کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ پھر یہ دونوں قوتیں یورپی رضاکاروں پر حملہ آور ہو گئی تھیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے ایک طرف قراقوش اور دوسری طرف سے احمد بن سعید اور حسام بن ضرار رضاکاروں پر چھانا شروع ہو گئے تھے۔ انہوں نے ان کا خاتمہ کرنے میں زیادہ دیر نہ لگائی۔ ایک ایک یورپی رضاکار کو انہوں نے چن چن کر ختم کر دیا۔ سانچو بھی مارا گیا۔

جب یہ معرکہ ختم ہوا تو وقت کی آنکھوں نے دیکھا کہ اس جزیرے پر کڑیوں دار زرہوں، بیش قیمت لباسوں، قلغی دار آہنی خودوں، صیقل شدہ تلواروں، چمکتی انیوں کے نیزوں اور مستطیل ڈھالوں کے ڈھیر لگ گئے تھے۔

سارے سامان کا جائزہ لینے کے بعد احمد بن سعید نے سامان کو ایک جگہ محفوظ کرنے کا حکم دیا۔ جب یہ سارا سامان سنبھالا جا چکا تب احمد بن سعید، قراقوش، حسام بن ضرار ایک جگہ جمع ہوئے پھر احمد بن سعید نے قراقوش اور حسام بن ضرار کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میرے ہردلعزیز رفیقو! جس مہم کے لئے ہم نے کھلے سمندروں کے اندر اس قدر تکلیفیں اور شدتیں برداشت کیں اس مہم کو ہم پایہ تکمیل تک پہنچا چکے ہیں۔ عزیزو یہ ایک مقدس فریضہ تھا جسے ہم نے انجام دیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ آنے والے دنوں میں چند برس تک اسپین سے مزید کوئی رضاکار فلسطین کا رخ کرنے کی کوشش نہیں کرے گا۔ عنقریب الفانسو اور سینکو تک یہ خبریں پہنچ جائیں گی کہ یورپ سے آنے والے وہ رضاکار جو اسپین سے فلسطین کی طرف روانہ ہوئے تھے کھلے سمندروں کے اندر امیر یعقوب المنصور کے لشکریوں نے ان کا خاتمہ کر دیا ہے۔ میرے خیال میں جب یہ خبریں پہنچیں گی تو الفانسو اور سینکو دونوں کی مملکتوں میں ایک طرح سے صف ماتم بچھ جائے گی اور آئندہ سمندری سفر کرتے ہوئے کوئی بھی فلسطین میں داخل ہو کر سلطان صلاح الدین کے خلاف تلوار اٹھانے کی جرات نہیں کرے گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد احمد بن سعید رکا، کچھ سوچا اس کے بعد اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ پھر کہہ رہا تھا۔

"یورپ سے آنے والے ان رضاکاروں کا جو سامان ہمارے ہاتھ لگا ہے اس کی تعداد ہمارے اندازوں سے کہیں زیادہ ہے۔ خوراک کے وسیع ذخائر کے علاوہ ان میں خیمے بھی ہیں اور ہتھیاروں کی خاصی بڑی تعداد کے علاوہ ان مجاہدوں کے استعمال میں آنے والی قیمتی اشیاء بھی ہیں۔ قراقوش اور حسام میرے بھائیو جس طرح مال غنیمت تقسیم کرنے کا ہمارا طریقہ کار ہے اس کے مطابق اس سامان کی تقسیم مکمل کرو۔ جو حصہ امیر یعقوب المنصور کے حوالے کرنا ہے وہ جاتی دفعہ ہم ہاتھ لگنے والے بحری جہازوں اور کشتیوں پر لاد کر اسپین کی طرف لے جائیں گے۔"

"دوسرا کام یہ کرو کہ یہاں خیمے نصب کروا دو۔ چند یوم تک یہیں قیام کیا جائے گا اگر یورپی مجاہدوں کے مارے جانے کے بعد الفانسو یا سینکو کی طرف سے کسی رد عمل کا اظہار کیا جاتا ہے تو اس رد عمل سے بھی نبٹا جا سکے گا۔ اب تم ایسا کرو خیمے نصب کرواؤ۔ لشکریوں کے کھانے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا اہتمام کر[illegible] وہ لوگ آرام کر سکیں اور جو لوگ اس حالیہ جنگ میں زخمی ہوئے ہیں ان کی بہترین تیمارداری کرنی چاہئے۔"

احمد بن سعید کا یہ حکم ملتے ہی لشکریوں میں مال غنیمت تقسیم کر دیا گیا تھا۔ خیمے نصب کر دیئے گئے تھے ہر لشکری مالا مال ہو گیا تھا۔ پھر احمد بن سعید قراقوش اور حسام بن ضرار نے اس غیر آباد اور [illegible] جزیرے میں اپنے لشکریوں کے ساتھ قیام کر لیا تھا۔



مشرقی اسپین کا حکمران الفانسو ایک روز اپنے محل کے ایک بڑے کمرے میں بیٹھا ہوا تھا اس کے دائیں بائیں اس کے لشکریوں کے دو بڑے سالار تھے۔ بائیں جانب اس کا اپنا اسپینی سالار تھا جس کا نام ماگرو تھا جبکہ بائیں جانب فرانسیسی سالار تھا جس کا نام ہوراوے تھا۔ دراصل یورپ سے آنے والے بے شمار جنگجو رضاکار الفانسو کے لشکر میں شامل ہو گئے تھے۔ اسپینی لشکریوں کا سالار اس نے اپنے پرانے اور قدیم سالار ماگرو ہی کو رکھا جبکہ یورپ سے آنے والے رضاکاروں کا اس نے ایک علیحدہ لشکر بنایا اس کا سپہ سالار اعلیٰ اس نے ہوراوے کو بنایا تھا۔

ماگرو اور ہوراوے کے علاوہ اس وقت محل کے اس کمرے میں الفانسو کی ماں' اس کی بیٹیاں اور بیویاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ دوسری قطار میں شہر کے معززین کے علاوہ پادریوں اور راہبوں کی ایک لمبی قطار محل کے اس کمرے میں اپنی اپنی نشستیں سنبھالے ہوئے تھی۔ اس موقع پر ایک شخص کو جو اپنے لباس سے راہب لگتا تھا الفانسو کے سامنے پیش کیا گیا۔

جب وہ شخص الفانسو کے سامنے آیا تو الفانسو نے ہی نہیں بلکہ محل میں بیٹھے ہوئے سارے لوگوں نے اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ ہاتھ کے اشارے سے الفانسو نے آنے والے اس شخص کو اپنے نزدیک ہی ایک خالی نشست پر بیٹھنے کے لئے کہا۔ پھر اسکی طرف دیکھتے ہوئے الفانسو بول پڑا۔

"میرے چوبدار نے مجھے بتایا ہے کہ آپ کا نام ہیوبرٹ والٹر ہے اور آپ ایک بشپ کی حیثیت سے فلسطین میں ہمارے محترم یورپ کے عظیم حکمران رچرڈ کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ نے کس سلسلے میں ہماری سلطنت کا رخ کیا لیکن آپ کا یہاں آنا ہمارے لئے خوش قسمتی کا باعث ہے۔ اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا آپ ہمیں بتائیں گے کہ اس وقت فلسطین کے حالات کیا ہیں۔ جس مقصد کے تحت آپ نے ہماری سلطنت میں قدم رکھ کر ہمیں عزت بخشی ہے اس کی وجہ ہم بعد میں دریافت کریں گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

والٹرنام کے اس بشپ پر اس وقت عجیب سی افسردگی طاری ہو گئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ کچھ سوچتا رہا پھر اس نے الفانسو کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"محترم الفانسو! فلسطین کی جنگ مقدس اختتام کو پہنچی۔ جولائی 1187ء صلاح الدین کی جنگ حطین میں فتح عظیم سے پہلے اردن کے مغرب میں فلسطین کی ایک انچ زمین بھی مسلمانوں کے زیر اقتدار نہ تھی۔ لیکن اب صلاح الدین اور یورپی حکمرانوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پا چکا ہے اس معاہدے کو الرملہ کا نام دیا گیا ہے اس کے مطابق فلسطین کا سارا علاقہ صلاح الدین کے قبضے میں چلا گیا ہے۔ اس معاہدے اور صلح پر صلاح الدین اور مسلمان جتنا بھی فخر کریں کم ہے۔"

"حیرت اور بد قسمتی کی بات یہ ہے کہ پادریوں کی پکار پر یورپ نے لبیک کہہ کر ساری عیسائی دنیا کو ہتھیار اٹھانے پر مجبور کر دیا۔ انگلستان' فرانس' صقلیہ' آسٹریا کے بادشاہ بڑے بڑے لشکروں کو لے کر فلسطین میں داخل ہوئے۔ ہر ایک کے پاس ایک ناقابل شکست لشکر تھا اس کے علاوہ بڑے بڑے ڈیوک' نوابوں' نائیٹس اور ٹیمپلر نے جرار لشکر کے ساتھ فلسطین کا رخ کیا۔ ان کے مقابلے میں حیرت کی بات ہے مسلمانوں کا سلطان صلاح الدین اکیلا تھا۔"

"اے بادشاہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ نصرانی دنیا کے لئے بڑی کڑوی باتیں ہیں۔ لیکن حقیقت سے روگردانی نہیں کرنی چاہئے۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ صلاح الدین کے ساتھ جنگ کے دوران عیسائی دنیا کی ساری طاقتیں جمع ہو گئی تھیں لیکن ہماری بد قسمتی کہ صلاح الدین کے پائے استقلال کو جنبش نہ دی جا سکی۔ ان ساری یورپی قوتوں کے مقابلے میں صلاح الدین کے پاس ایک مختصر سا لشکر تھا جسے وہ کبھی دائیں کبھی بائیں کبھی آگے کبھی پیچھے لے جاتا اور اس کے وہ لشکری اس کے ساتھ ایسے مخلص اور جانثار تھے کہ مہینوں کی لگاتار جنگوں کے باوجود کبھی وہ حرف شکایت لب پر نہ لائے۔"

"ممکن ہے سلطان کے سپاہی اتنی طویل اور پر خطر ملازمت سے تنگ آ کر چیں بہ جبیں ہوئے ہوں لیکن جب اور جس وقت ان کے سلطان نے ان کو طلب کیا وہ انکار نہ کر سکے اور اس کی جنبش ابرو پر اپنی جانیں قربان کر دینے کے لئے تیار ہو گئے۔"

"ممکن ہے دریائے دجلہ کی دور دراز کی وادیوں کے جاگیردار اس کے متواتر مطالبوں سے خشمگیں ہوئے ہوں لیکن پوری وفاداری کے ساتھ اپنی سپاہ حاضر کرتے رہے اور ارسوف کے آخری معرکہ کے موقع پر موصل کی فوج نے جرات اور بہادری کے جو جوہر دکھائے ان کی مثال میں نے اپنی ان آنکھوں سے کہیں نہیں دیکھی۔"

"ان سخت معرکوں کے دوران صلاح الدین مصر اور الجزیرہ کی فوج پر تکیہ کر سکتا تھا کرد ترکمان عرب اور مصری سب مسلمان تھے اور اس کے اشاروں پر چلتے تھے۔ ان کے نسلی اختلافات قومی تعصبات قبائلی تنگ نظری کے باوجود اس نے ان سب کو ایک رشتے میں منسلک کر کے رکھا۔ حالانکہ اس سلسلے میں اسے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور دو تین مرتبہ اس کے پایہ استقلال متزلزل بھی ہوئے تھے۔"

"اس کے اپنے خاندان کے ایک نوجوان شہزادے نے الجزیرہ میں عارضی طور پر انحراف بھی کیا لیکن اس کی یہ تقصیر فوراً معاف کر دی گئی۔ یہ ایک تنہا واقعہ ہے جس سے اس کی رعایا پر اس کا غیر متزلزل اثر ثابت ہو جاتا ہے۔"

"مجھے یہ کہتے ہوئے دکھ محسوس ہوتا ہے کہ پنج سالہ جنگ کی اذیتیں اور آزمائشیں ختم ہونے کے بعد وہ کردستان کے پہاڑوں سے لے کر لیبیا کے ریگستانوں تک بلاشرکت غیر مسلمان حکمران بن گیا ہے اور نہ صرف یہ بلکہ جارجیا اور آرمینیا کے رومن کیتھولک حکمران قونیہ کا سلطان اور قسطنطنیہ کا شہنشاہ بھی اپنے آپ کو اس کا مطیع اور فرمانبردار دوست اور حلیف کہتے ہوئے فخر محسوس کرتے ہیں۔"

"فلسطین میں قیام کے دوران جو میں نے دیکھا اسے سامنے رکھتے ہوئے میں یہ بھی کہہ سکتا ہوں کہ مسلمانوں کا سلطان صلاح الدین اپنے حلیفوں کا مرہون منت نہ تھا۔ جو اس کی امداد کو نہ آتے تھے۔ محض مبارک باد پیش کرتے تھے۔ صلاح الدین نے تنہا اس کشمکش کا بار برداشت کیا۔ آخری دور کے علاوہ جب کہ اس کا بھائی پیش پیش رہا کوئی جنرل یا مشیر نہ تھا جس نے صلاح الدین کی راہبری کی ہو۔"

"اس میں شک نہیں مجلس شوریٰ فوجی فیصلوں میں اس کی راہنمائی کیا کرتی تھی اور کبھی کبھی کملہ اور صور کے فیصلوں کی طرح اس کے فیصلوں کو رد بھی کر دیتی تھی لیکن اس مجلس میں کوئی ایسا رکن نہ تھا جس کی رائے دوسروں سے زیادہ اثر انداز ہوتی ہو۔"

"بھائی' بیٹے' بھتیجے' قدیم رفیق' جاگیردار اور صاحب رائے قاضی اس کے مشیر اور متبحر علماء کا عام فیصلہ میں برابر کا حصہ ہوتا تھا۔ سب کے سب اپنی قابلیت اپنے معیار کے مطابق

سلطان کی بے لوث طریقہ پر مدد کرتے لیکن ان میں سے کوئی شخص یہ کبھی نہ بھولتا کہ آقا کون ہے فلسطین کے اس پر آشوب، پر فتن اور تشویش ناک دور میں ایک دماغ اور ایک عزم سب پر فوقیت رکھتا تھا اور وہ دماغ اور عزم صلاح الدین کا تھا۔"

"یورپ کی ساری قوتیں ہماری امیدوں ہماری خواہشوں کے برخلاف سلطان صلاح الدین سے شکست قبول کرنے کے بعد یورپ کی طرف چلی گئی ہیں۔ ٹیمپلروں اور رضاکاروں کے بڑے بڑے گروہ اب اسپین کا رخ کر رہے ہیں تاکہ وہ اسپین میں وہ کام سرانجام دیں جو فلسطین میں ادا نہیں کر سکے۔ بہرحال فلسطین میں مقدس کشمکش ختم ہو چکی ہے۔"

"مسلمانوں اور نصرانیوں کے مقامات مقدسہ دوبارہ مسلمانوں کے پاس چلے گئے ہیں، مقام حاصل کرنے کے بعد صلاح الدین ایک وسیع سلطنت اور بڑے منصوبوں کا خواب دیکھ سکتا تھا۔ مسلمانوں کی فتوحات کی یادگاریں اور سلجوقیوں کی کامیابی کی مثالیں اسے دوسرے علاقے فتح کرنے پر آمادہ کر سکتی تھیں لیکن وہ ایسے وسوسوں سے اپنے سکون کو شاید برباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ یورپی حکمرانوں کو مار بھگانے کے بعد اس نے اپنے لشکریوں کے لئے آرام اور سکون کا راستہ چنا۔"

"میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ یورپی حکمرانوں کے جانے کے بعد مسلمانوں کے سلطان نے اپنے سپاہیوں کو رخصت پر بھیج دیا۔ میں نے اپنی آنکھوں سے الجزیرہ کے سپاہیوں کا ایک لمبا جلوس جاتے دیکھا۔ یہ ان سپاہیوں کا جلوس تھا جو ایک لمبا عرصہ سلطان صلاح الدین کے ساتھ یورپی حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے کے بعد وطن کی طرف روانہ ہوا تھا۔"

"جب یورپی حکمران شکست کھا کر واپس لوٹ گئے تو مسلمانوں کے سلطان نے عیسائی زائرین کے ان قافلوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کی جو اپنی روح کی پیاس بجھانے کے لئے مقدس مقامات کی زیارت کرنے کے لئے ساحل پر اترے تھے۔ اگرچہ یروشلم میں ایسے قسم کے مسلمان موجود تھے جو ملکہ کے میدان میں کام کرنے والے اپنے عزیزوں کے خون ناحق کا بدلہ لینے کے لئے بے چین ہو رہے تھے لیکن یہ صلاح الدین کی فراخدلی ہے کہ اس نے شاہراہ پر بہترین قسم کے انصاف پسند فوجی دستے مقرر کئے جو عیسائی زائرین کو باحفاظت یروشلم کی طرف لے جانے کا فریضہ ادا کرتے ہیں۔"

"میرے عزیزو جو کچھ میں نے کہا ہے شاید تم میں سے اکثر لوگ یہ خیال کریں کہ ا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

الفاظ ادا کر کے میں نے مسلمانوں کے سلطان کی تعریف کی ہے ہرگز نہیں قسم یسوع مسیح کی یہ اس حقیقت کا دسواں حصہ ہے جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ فلسطین کے مقدس مقامات کا نصرانیوں کے ہاتھ سے نکل کر مسلمانوں کے پاس چلے جانا میرے لئے انتہا درجہ کا دکھ، غم اور افسوس کا مقام ہے اور میں ان مقامات کے مسلمانوں کے ہاتھوں چلے جانے کے بعد کئی دن تک مسلسل روتا رہا ہوں پر میرے آنسو ان مقامات کو واپس تو نہ دلا سکتے تھے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد بشپ ہیوبرٹ والٹر خاموش ہو گیا تھا۔ شاید وہ گہری سوچوں میں کھو گیا تھا۔ اس موقع پر الفانسو نے اسے مخاطب کیا۔

"محترم بشپ! میں یہ نہیں کہتا کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے اس میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا گیا ہے یقیناً جس طرح ہم صلاح الدین کو اپنا بدترین دشمن خیال کرتے ہیں اس سے بڑھ کر کہیں آپ اسے عیسائی دنیا کا دشمن خیال کرتے ہوں گے۔ پر جو کچھ آپ نے کہا ہے یہ ہمارے لئے تکلیف اور ذلت کا باعث ہے۔ کیا میں جان سکتا ہوں کہ آپ نے کن وجوہات کی بنا پر یہ الفاظ صلاح الدین کے لئے استعمال کئے ہیں کیا آپ نے اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کے سلطان کو دیکھا ہے۔"

الفانسو کے اس سوال پر بشپ والٹر چونک سا پڑا تھا۔ پھر اس کمرے میں اس کی آواز سنائی دی۔

"جو کچھ میں نے دیکھا جو کچھ مجھ پر بیتی اس کا احوال میں کچھ اس طرح بیان کر سکتا ہوں کہ ستمبر کے مہینے میں میں یروشلم پہنچا۔ میں ایک قافلے کی سربراہی کرتے ہوئے مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے گیا تھا۔ مسلمانوں کے سلطان صلاح الدین کو جب میرے اور میرے قافلے کی آمد کی اطلاع ہوئی تو اس نے مجھے شرف ملاقات بخشا اور مجھے ایک آراستہ اور انتہائی آرام دہ محل میں قیام کرنے کی پیشکش کی لیکن میں نے یہ کہہ کر اس پیشکش کو قبول نہ کیا کہ ہم لوگ محض زیارت کرنے کے لئے یروشلم گئے تھے۔"

"اس پر صلاح الدین نے اپنے خدام کو حکم دیا کہ میری اور میرے ساتھیوں کی اچھی طرح تواضع کی جائے اس کے علاوہ صلاح الدین نے مجھے بیش بہا تحائف بھی بھیجے۔ جب میری اس سے ملاقات ہوئی تو میری خوش قسمتی مجھے میری فرمائش پر صلیب المصلوبیتی وہ صلیب بھی دکھائی گئی جس پر حضرت عیسیٰؑ کو مصلوب کیا گیا تھا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کچھ دیر تک میں صلاح الدین کے پاس بیٹھا رہا اس دوران میں نے سلطان کے ساتھ رچرڈ کے کردار اور اخلاق کے بارے میں بھی گفتگو کی۔ میں نے چونکہ ایک عرصہ رچرڈ کے ساتھ گزارا تھا۔ رچرڈ سے مجھے ایک انسیت اور محبت تھی لہٰذا میں نے سلطان کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ میرے آقا رچرڈ کا فوجی نکتہ نظر سے دنیا میں کوئی ثانی نہیں اور جرات اور سخاوت میں اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔"

"میں نے سلطان سے یہ بھی کہا کہ رچرڈ مجموعہ صفات ہے اور اگر سلطان کی صفات حمیدہ رچرڈ کو اور رچرڈ کی سلطان کو ودیعت کر دی جائیں تو ساری دنیا کو آپ جیسے حکمران میسر نہیں آ سکتے۔"

"رچرڈ کی تعریف سے سلطان نے خفگی کا اظہار نہیں کیا۔ میں نے اس کے مزاج اور اس کی طبیعت سے اندازہ لگایا کہ وہ بڑا فراخدل سلطان ہے۔ میری ساری باتیں اس نے بڑے تحمل سے سنیں۔ اس طویل ملاقات کے وقت سلطان نے مجھ سے مطالبہ کیا کہ میں اس سے کوئی تحفہ طلب کروں۔"

"سلطان کی اس پیشکش پر غور کرتا رہا اور ایک دن کی مہلت مانگی۔ دوسرے دن میں نے سلطان سے درخواست کی کہ مجھے اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ قبر مسیحی پر عبادت کرنے کی اجازت دی جائے۔ میں نے سلطان سے یہ بھی کہا کہ یہ ایک ایسی درخواست ہے جس سے خدا بھی خوش ہوگا۔"

"حیرت کی بات ہے میری اس درخواست کو سلطان نے قبول کر لیا۔ اس نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو یروشلم بیت لحم اور نظارت پر جانے کی اجازت دے دی۔ حالانکہ میری اس درخواست سے صرف چار ماہ بیشتر یونان کے شہنشاہ کے ایک سفیر نے اس قسم کی درخواست مسلمانوں کے سلطان کی خدمت میں پیش کی تھی لیکن وہ مسترد کر دی گئی تھی۔ حیرت کی بات ہے کہ سلطان نے مجھے رچرڈ کا ساتھی ہونے کے باوجود بڑی فراخدلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مقامات مقدسہ کی زیارت کرنے کی اجازت دی بلکہ میری حفاظت کے بھی عمدہ انتظامات کئے اور ساتھ ہی ان زیارات کے اخراجات بھی سلطان نے برداشت کئے۔"

قصر کے اس کمرے میں بشپ والٹر کی اس گفتگو سے سناٹا چھایا ہوا تھا۔ الفانسو اور اس کے سالاروں ہی کی نہیں بلکہ دوسرے لوگوں کی بھی گردنیں جھکی ہوئی تھیں۔ کچھ دیر تک ایسا ہی رہا اس کے بعد الفانسو نے بشپ والٹر کو پھر مخاطب کیا۔

"میرے محترم آپ کا یہاں ہمارے پاس آنا ہمارے واسطے خوش بختی کی علامت ہے کہ پ نے فلسطین میں مقدس جنگوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ کیا آپ کسی ایسی جنگ کا نقشہ رے سامنے پیش کر سکتے ہیں جسے مکمل طور پر آپ نے دیکھا ہو اور سب سے زیادہ اس سے اثر ہوئے ہوں۔"

اس پر بشپ والٹر نے کچھ سوچا اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

"میں سب سے زیادہ مسلمانوں کے ساتھ ارسوف کی جنگ سے متاثر ہوا پورے یورپ قوت ایک طرف تھی اور سلطان صلاح الدین کا مختصر سا لشکر ایک طرف۔"

"یہ غالباً ستمبر کی ایک صبح کا وقت تھا جب مسلمانوں سے یورپی قوتوں کا ٹکراؤ ہوا سب سے لے ترکوں نے حملہ کیا۔"

"اس جنگ سے پہلے ترک وقتاً فوقتاً ہمارے لشکر پر شب خون مارتے رہے تھے لہٰذا رے لشکر کو بھی یہ علم تھا کہ دشمن کہیں نہ کہیں ان کا راستہ روک کر فیصلہ کن جنگ ضرور ے گا۔"

"پھر یورپ کی ساری قوتوں نے دیکھا میں بھی ان قوتوں کے اندر تھا لہٰذا میں نے بھی ھا کہ ترک اپنی فوج کو ترتیب دے کر ہمارے سامنے آئے ان کے حملوں کی وجہ سے ے جوان پہلے ہی چاق و چوبند تھے۔ رچرڈ کو جنگ کا بڑا وسیع تجربہ تھا ترکوں کا مقابلہ کرنے لئے اس نے ایک نئی طرز سے اپنے لشکر کو ترتیب دیا۔ رچرڈ کا اندازہ تھا کہ ہمارے لشکری کے بہترین لشکری شمار کئے جا سکتے ہیں اور وہ صدق دل سے خدا پر توکل کرتے ہیں لیکن اس نے میرے سارے خیالات کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔"

"اس روز جس دن جنگ ہوئی سب سے آگے ٹیمپلر تھے۔ ان کے پیچھے انگلستان کا لشکر فرانسیسی۔ چوتھی صف میں نارمن اس کے بعد ہاسپٹلر اور آخری صف میں چیدہ چیدہ نائٹ ۔ ہمارے لشکر اور صلاح الدین کے لشکر سمندر کے کنارے صف بستہ تھے۔ سمندر کے ارے جو پہاڑیاں تھیں ان کی نگہبانی کاؤنٹ ہنری اور شیمپئن کر رہا تھا۔ سب سے آخر میں ان از کھڑے تھے۔ سامان رسد کی گاڑیاں ہماری فوج اور سمندر کے درمیانی علاقے میں ں تاکہ وہ ترکوں کے حملوں سے محفوظ رہ سکیں۔"

"تو میں کہہ رہا تھا کہ صبح ہوتے ہی لگ بھگ بیس ہزار ترکوں نے تیروں اور نیزوں سے ہماری فوج پر حملہ کر دیا۔ اتنا شور ہو رہا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔"

"ترکوں کے بعد افریقہ کے حبشیوں نے اپنا رنگ دکھایا اور ترکوں کی طرح جان لیوا حملے کئے۔ یورپ والے ان حملہ آوروں کو کالے بھوت کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔"

"اس کے بعد اذیت اور عذاب جان بن کر عرب کے صحراؤں کے بدوؤں کی فوج آموجود ہوئی۔ جو سر پر کفن باندھ کر یورپی لشکروں پر ٹوٹ پڑی تھی۔ یہ لوگ بڑے جنگجو اور سبک رفتار ہوتے ہیں۔ یہ سب ہم پر متواتر حملے کرتے رہے۔"

"بیس ہزار ترک فوج اپنے امتیازی نشان اور علم اٹھائے آگے بڑھ رہی تھی۔ پھر افریقہ کے جان نثار حبشی اور ان کے پہلو بہ پہلو صحرائے عرب کے بدو جان پر کھیلنے کے لئے بڑی برق رفتاری سے اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور یورپی قوتوں پر ٹوٹ پڑے تھے۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ان کے گھوڑوں کے سموں سے اتنی دھول اٹھتی تھی کہ فضا مکدر کر دیتی تھی۔ میں نے ان کے لشکر میں جو نئی بات دیکھی وہ یہ کہ امیروں کے پہلو بہ پہلو عام لشکری بھی اتنی عزت اور وقار کے ساتھ دیکھے جاتے تھے چاروں طرف سے شہنائیاں جرس اور دوسرے آلات صوت و آہنگ بجا کر لشکریوں کا حوصلہ بڑھایا جاتا تھا۔"

"ہمارے یورپی سورماؤں کو امید تھی کہ وہ جلد دشمن کو پسپا کر دیں گے۔ ہمارے لشکریوں کو اپنے چوڑے چکلے تیر اندازوں کی دلاوری اور ان کے تیور پر بڑا فخر تھا لیکن میں نے اس دن دیکھا وہ سارا نخرہ سارا گھمنڈ مٹی میں مل گیا۔ اس لئے کہ ذرا دیر بعد دشمن پہاڑی ندیوں کے خونی دھاروں کی طرح یورپی قوتوں پر ٹوٹا۔ یہ پہلا حملہ تھا اس کے بعد دوسرا حملہ ہوا اور دو… حملہ پہلے حملے سے دوگنا سخت تھا۔ ترک غصے میں اتنے بپھرے ہوئے تھے کہ ہمارے تیر اندازوں میں مقابلے کا یارا نہ رہا اور موت کے خوف سے اپنے تیر کمان پھینک کر بھاگ کھڑے ہوئے اور اپنی فوج میں گھس گئے کہ مبادا وہ اپنے رفیقوں سے جدا نہ ہو جائیں۔ لیکن ایسا لگتا تھا جیسے ترکوں نے زندگی سے بھاگنے اور موت کا تعاقب کرنے کا فن سیکھ لیا ہو اور بڑی جرأت اور جسارت سے کام لیتے ہوئے ہمارے لشکر کے قلب تک بھاگنے والوں کا پیچھا کرتے رہے۔"

"ترکوں کے بعد افریقہ کے حبشیوں اور صحرائے عرب کے بدوؤں نے اس زور و شور سے حملہ کیا کہ ہاسپٹلرز کی صفیں منتشر ہوتے ہوئے دکھائی دیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے

دیکھا اور اپنے کانوں سے سنا ترکوں اور افریقہ کے حبشیوں' صحرائے عرب کے بدوؤں کی تلواریں یورپی ڈھالوں پر جب پڑتیں تو ایسی آوازیں سنائی دیتیں جیسے برق گرنے کے بعد رعد گونج اٹھی ہوں۔ آہستہ آہستہ ہاسپٹلرز ہی نہیں ٹیمپلر کی صفیں بھی درہم برہم ہوئیں۔ نارمن اور انگلستان کے جنگجو پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوئے۔ یہاں تک کہ یورپ کے بڑے بڑے سورما ترکوں' عربوں اور افریقہ کے عربوں کا مقابلہ کرنے سے جی چرانے لگے تھے۔ یہ میں نے اپنی آنکھوں سے اس روز مسلمانوں کے سلطان کی چھوٹی سی فوج کے سامنے یورپ کے لاکھوں پر مشتمل لشکر کو بدترین شکست کا سامنا کرتے ہوئے دیکھا۔ یہ جانو میرے عزیزو یہ شکست ہمارے لئے عذاب جان اور قسمت کا بدترین نوحہ ثابت ہوئی۔"

"اس جنگ کے بعد میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ یورپ کی قوتیں کسی بھی صورت سلطان کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ میں نے اپنے دل میں یہ بھی ٹھان لیا تھا کہ اگر پورے یورپ کی قوتیں اب مسلمانوں سے اپنے مقامات مقدسہ نہیں چھین سکتیں تو پھر ایسا مبارک دن انہیں کبھی نصیب نہیں ہو گا اور پھر حالات اور وقت نے ثابت کیا کہ میرے اندازے درست تھے۔ یورپ کی ساری قوتیں مایوس ہوئیں اور اسی مایوسی میں فتح کا سہرا اپنے ہاتھوں سے مسلمانوں کے سلطان صلاح الدین کے سر پر باندھنے کے بعد ساری قوتیں یورپ کی طرف واپس چلی گئیں۔"

بشپ والٹر کی اس گفتگو نے سارے لوگوں کو اداس' پریشان و غمگین کر کے رکھ دیا تھا۔ کچھ دیر تک الفانسو کے اس کمرے میں خاموشی طاری رہی اس کے بعد ہیوبرٹ والٹر نے الفانسو کی طرف دیکھتے ہوئے پھر کہنا شروع کیا۔

"اسپین کے عظیم حکمران یہ نصرانی قوم کی عظیم بدقسمتی ہے کہ جس مقصد کے لئے پورا یورپ فلسطین کی طرف گیا اس میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ہزاروں نصرانی رضاکار جو برس ہا برس جنگی تربیت حاصل کرتے رہے بڑے بڑے ٹیمپلر نایاب قسم کے ہاسپٹلر جو اپنے آپ کو بے مثل تیغ زن اور بے مثال سورما خیال کرتے تھے ان سب کی تدبیریں ان سب کے جنگی تجربے مسلمانوں کے سلطان کے سامنے ناکام رہے۔ یہ ناکامی دیکھتے ہوئے میں نے ایک عزم لے کر اسپین کا رخ کیا ہے میں کس مقصد کے لئے آپ کی طرف آیا ہوں وہ بھی بیان کرتا ہوں۔"

"فلسطین میں عیسائی دنیا کی شکست اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے بعد اپنے کانوں سے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے ایک انتہائی بری خبر سنی اور وہ یہ کہ یورپی رضاکاروں کے بڑے بڑے اور عظیم دستے اسپین سے نکل کر فلسطین کا رخ کر رہے تھے تاکہ وہاں یورپی قوتوں کی مدد کر سکیں جو صلاح الدین کے خلاف برسرپیکار تھیں پھر فلسطین میں یہ خبریں پہنچیں کہ یورپی قوتوں کے دو بڑے بڑے گروہ جنہوں نے فلسطین کا رخ کیا تھا ان پر کھلے سمندروں میں مسلمانوں کی بحری قوتیں حملہ آور ہوئیں اور ان کا کام تمام کر کے رکھ دیا۔ یہ دوسرا صدمہ تھا جو فلسطین کی شکست کے بعد سننے کو ملا۔ فلسطین میں جو یورپی لشکری مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار تھے ان کے کانوں میں یہ خبریں پہنچیں کہ ہزاروں یورپی سورماؤں کو کھلے سمندر کے اندر مراکش کے حکمران یعقوب المنصور کے ایک سالار احمد بن سعید نے غرق کر دیا ہے۔ یقین جانیں اس خبر سے فلسطین میں جو ہمارے سورما تھے ان کے اندر چند دن کے لئے صف ماتم بچھ کر رہ گئی تھی۔"

"فلسطین میں لڑنے والے سورماؤں کے کچھ گروہوں نے یہ خبر سن کر قسم کھائی تھی کہ اب جبکہ وہ مسلمانوں کے سلطان کے ہاتھوں شکست اٹھا چکے ہیں تو وہ اسپین کا رخ کریں گے اور ان قوتوں سے انتقام لیں گے جنہوں نے یورپی رضاکاروں کو کھلے سمندر کے اندر غرق کیا۔ اب چونکہ فلسطین سے سیدھا اسپین کی بندرگاہوں کی طرف آنے والا راستہ خطرناک صورت حال اختیار کر گیا تھا۔ یورپی حکمرانوں کے مخبروں اور جاسوسوں نے اطلاع کر دی تھی کہ منورقہ کے آس پاس کے گمنام اور غیر آباد جزیروں میں مسلمانوں کی ایک ایسی بحری قوت ہے جسے سر نہیں کیا جا سکتا۔ اگر فلسطین سے نکل کر کسی نے بھی اس راستے سے اسپین کا رخ کرنے کی کوشش کی تو مسلمانوں کی وہ قوت انہیں غرق آب کر کے رکھ دے گی۔"

"اس خبر کے ملنے کے بعد احتیاط برتی گئی۔ اب فلسطین میں صلاح الدین کے سامنے ناکامی کا منہ دیکھنے والے وہ ہاسپٹلر' ٹیمپلر اور صلیبی رضاکار جو اسپین میں مسلمانوں کے خلاف انتقام لینا چاہتے ہیں انہوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا ہے۔ یونان' اٹلی' اور فرانس سے ہوتے ہوئے وہ اسپین میں داخل ہوں گے آپ اور پرتگال کے حکمران سینکو کے پہلو بہ پہلو وہ مسلمانوں سے جنگ کریں گے۔ فلسطین کے اندر گروہی شکل میں ایک قسم کھائی گئی تھی کہ فلسطین میں شکست کا انتقام اسپین میں لیا جائے گا اور مسلمانوں کو ذلیل اور رسوا کر کے اسپین سے نکالا جائے گا۔ مجھے امید ہے کہ چند یوم تک فرانس کے راستے بے شمار رضاکار آپ اور سینکو کے پاس پہنچ ہونا شروع ہو جائیں گے میری آپ سے استدعا ہے کہ فلسطین کی جنگ میں جو ہمیں شکست کا

داغ اٹھانا پڑا ہے اسے ہم اسپین میں دھو سکتے ہیں۔"

بشپ والٹر کی اس گفتگو پر الفانسو تھوڑی دیر تک اسے توصیفی انداز میں دیکھتا رہا۔ ساتھ ہی ساتھ کچھ سوچتا بھی رہا اس کے بعد اس نے والٹر کو کہنا شروع کیا۔

"محترم بشپ آپ نے جو گفتگو کی ہے اس کے ردعمل کا اظہار تو میں بعد میں کروں گا پہلے میں آپ سے ایک بات کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ جو خبریں ہمارے پاس اسپین میں پہنچی ہیں اگر وہ سچی ہیں تو میں سمجھوں گا فلسطین کی جنگ مقدس میں رچرڈ نے انتہائی بے غیرتی کا ثبوت دیا تھا۔ آپ مجھے یہ بتایئے کہ کیا انگلستان کے بادشاہ رچرڈ نے اپنی بہن جون کا رشتہ صلاح الدین کے بھائی العادل کو دینے کی پیش کش کی تھی۔"

والٹر کی گردن تھوڑی دیر کے لئے شرمساری میں جھک گئی تھی۔ گردن جھکائے ہی جھکائے اس نے کچھ سوچا پھر الفانسو کی طرف دیکھا پھر ساتھ ہی اس نے کہنا شروع کیا۔

"محترم الفانسو جو کچھ آپ لوگوں نے سنا ہے وہ درست ہے۔ رچرڈ شاہ انگلستان' فرانس کے حکمران اور دیگر یورپی حکمرانوں نے جب یہ اندازہ لگا لیا کہ اگر وہ قیامت تک بھی مسلمانوں کے سلطان صلاح الدین کے خلاف جنگ کرتے رہیں تو فلسطین کی ایک انچ زمین بھی اس سے نہیں چھین سکتے۔ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ جب تک ان کے سامنے صلاح الدین ہے وہ ارض مقدس میں کوئی کامیابی حاصل نہیں کر سکتے۔ اس جنگ کو کوئی باعزت انجام دینے کے لئے رچرڈ نے یورپی حکمرانوں کے ساتھ صلاح مشورہ کرنے کے بعد مسلمانوں کے سلطان کے سامنے تین شرائط پیش کی تھیں کہ اگر انہیں تسلیم کر لیا جائے تو فلسطین کے اندر امن ہو جائے گا لیکن مسلمانوں کے سلطان نے ان تینوں شرائط کو ٹھکرا دیا تھا۔"

الفانسو نے بڑی دلچسپی سے والٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"آپ تو بذات خود فلسطین کی جنگ مقدس میں شامل تھے۔ کیا آپ ان تین شرائط کی وضاحت نہ کریں گے جو یورپی حکمرانوں نے مسلمانوں کے سلطان صلاح الدین کے سامنے پیش کیں۔"

والٹر نے دوبارہ کچھ سوچا پھر کہنا شروع کیا۔

"جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ سارے یورپی حکمران مایوس ہو گئے کہ وہ صلاح الدین کے مقابلے میں کامیاب نہیں ہو سکتے تو رچرڈ نے ان سے مشورہ کرنے کے بعد تین شرائط پیش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیں۔ پہلی شرط یہ تھی کہ رچرڈ اپنی بہن جون کو سلطان صلاح الدین کے بھائی العادل سے بیاہ دے گا۔ العادل اور جون کی شادی کے بعد 'ملکہ' جانا اور عقلان بطور جہیز شہزادی جون کو دے دیئے جائیں گے وہ اپنے شوہر العادل کے ساتھ یروشلم میں ہی قیام کرے گی۔ باقی ماندہ فلسطین صلاح الدین اپنے بھائی کو دے دے۔ یوں یہ میاں بیوی ملک پر حکومت کریں۔ دوسری شرط یہ تھی کہ صلیب مقدس جس پر حضرت عیسیٰؑ کو مصلوب کیا گیا تھا اور جو فلسطین کی جنگوں کے دوران صلاح الدین نے نصرانیوں سے چھین لی تھی۔ وہ نصرانیوں کو واپس کر دی جائے۔"

"تیسری شرط یہ تھی کہ تمام عیسائی قیدی رہا کر دیئے جائیں۔ اگر یہ شرائط مان لی جائیں تو سارے یورپی حکمران واپس چلے جائیں گے اور ایک باعزت معاہدہ طے پا جائے گا۔"

"لیکن مسلمانوں کے سلطان نے تین تو کیا کسی ایک شرط کو بھی ماننے سے انکار کر دیا اور یورپی حکمرانوں کی ایسی ہر پیشکش کو پائے حقارت سے ٹھکرا کر رکھ دیا۔ دراصل یورپ والوں کی طرف سے ایسی شرائط جنگ سے پہلو تہی کے طور پر پیش کی جا رہی تھیں۔ وہ جان چکے تھے کہ ان کے سپاہی ترکوں' عربوں اور افریقہ کے بربروں کا سامنا کرتے ہوئے کتراتے ہیں۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ترک' افریقہ کے حبشی صحرائے عرب کے بدو یورپی لشکریوں کے اندر اس طرح گھستے تھے جیسے گرد و غبار سے اٹی فضاؤں کے اندر سنسناتے ہوئے تیر گزر جاتے ہیں۔"

والٹر کی اس گفتگو سے الفانسو کی گردن تھوڑی دیر تک شرم کے باعث جھکی رہی۔ اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ کچھ دیر تک اس کی ایسی ہی حالت رہی۔ اس کے بعد اس نے والٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"مقدس بشپ پہلے تو میں یہ خیال کرتا تھا کہ یہ جو تین شرطیں یورپ والوں سے ہمارے ہاں پہنچی ہیں یہ مسلمانوں کی اڑائی ہوئی خبر ہے جس سے وہ نصرانیت اور عیسائیت کی توہین چاہتے ہیں لیکن آپ کی زبان سے یہ تین شرائط سن کر میرا سر شرم کے باعث جھک گیا ہے۔ کیا رچرڈ نے اپنی بہن کا رشتہ سلطان کے چھوٹے بھائی العادل کو دے کر انتہائی بے غیرتی اور بے حمیتی کا ثبوت نہیں دیا اور جب مسلمانوں کے سلطان نے اس کی ان تین پیش کشوں کو ٹھکرا دیا تو کیا مسلمانوں کی طرف سے رچرڈ کے منہ پر یہ ایک ذلت آمیز طمانچہ نہ تھا۔"

الفانسو کی گفتگو سے والٹر کے چہرے پر کاٹ کھانے والی طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی اس

کے بعد اس کمرے میں اس کی آواز سنائی دی تھی۔

"محترم الفانسو جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا اب ان توہین آمیز شرائط کو ہم واپس لینا چاہیں تو وہ داغ تو نہیں دھل سکتے جو ہمارے دامن پر لگ چکے ہیں۔ بہر حال انجام یہ کہ برسوں کی مقدس جنگ میں فلسطین کے اندر مسلمانوں کے سلطان کے سامنے یورپ کی ہر قوت کو شکست ہوئی۔ اب وہ شکست خوردہ عناصر فرانس کے راستے اسپین میں داخل ہوں گے اسپین میں رہتے ہوئے آپ اور پرتگال کے حکمران سینکو کی سرکردگی میں فلسطین کی جنگوں میں انہیں شکست کے جو داغ لگے ہیں انہیں دھونے کی کوشش کریں گے۔ میرے خیال میں فلسطین سے آپ اور سینکو کی طرف آنے والے جنگجو یقیناً آپ کے لئے طاقت اور قوت کا باعث بنیں گے۔"

والٹر چپ ہو گیا۔ جواب میں الفانسو بول پڑا۔

"محترم بشپ جو آپ نے کہا ہے میں اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ میرے اور سینکو کے لشکر میں پہلے بھی بے شمار یورپی رضاکار شامل ہو چکے ہیں اس سے پہلے مراکش کے حکمران المنصور کے ساتھ ہماری جنگیں ہوئی تھیں اس وقت جو میرے پاس لشکر تھا اس کی نسبت اب میرے پاس دوگنا لشکر ہے ایسی ہی کیفیت سینکو کی بھی ہے۔ اگر فلسطین سے فارغ ہونے والے یورپی رضاکار فرانس کے راستے ہمارا اور پرتگال کے حکمران سینکو کا رخ کرتے ہیں تو کھلے دل کے ساتھ ہم انہیں خوش آمدید کہیں گے۔ انہیں اپنے لشکریوں میں شامل کریں گے اور یہاں کے ماحول کے مطابق ان کی بہترین جنگی تربیت کے بعد ہم یعقوب المنصور کے ساتھ ایسی جنگوں کا سلسلہ شروع کریں گے کہ جس کا انجام المنصور کے لئے انتہا درجہ کا بدترین اور ذلت آمیز ہو گا۔ میں آپ کے سامنے قسم کھاتا ہوں جو شکست نصرانیت کو فلسطین میں اٹھانا پڑی ہے اس کا بدلہ ہم اسپین میں ضرور لیں گے۔ شاید آپ کے لئے یہ انکشاف نیا ہو کہ میں طلیطلہ شہر کے سب سے بڑے کلیسا میں گیا اور شہر کے بشپ اور پادریوں کے سامنے کھڑے ہو کر میں نے صلیب اٹھا کر قسم کھائی کہ جب تک گزشتہ جنگ میں مارے جانے والے لاکھوں عیسائی مقتولین کا مسلمانوں سے بدلہ نہ لوں گا اس وقت تک پلنگ پر نہ سوؤں گا۔ گھوڑے کی سواری نہ کروں گا اور ہر قسم کے عیش و آرام کو اپنے اوپر حرام جانوں گا۔"

"مقدس بشپ میں اب تک اپنی اس قسم پر قائم و دائم ہوں اور عنقریب اپنی اس قسم کو پورا کرنے کی کوشش کروں گا۔ جونہی فلسطین سے لوٹنے والے جنگجو اسپین میں داخل ہوتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں اور انہیں میرے اور سینکو کے لشکر میں شامل کرلیا جاتا ہے پھر آپ دیکھیں گے ہم کیسے مسلمانوں کے حکمران المنصور کے خلاف جنگوں کی ابتدا کرتے ہیں۔ اس دفعہ انکے خلاف محاذ کھولنے کا ہمارا ایک نیا طریقہ کار ہوگا۔ وہ جگہ جگہ بھٹکتا پھرے گا پر ہمارے حملوں کو روک نہ پائے گا۔ اس لئے کہ ہم اس کے لئے ایک نہیں کئی محاذ کھولیں گے۔ وہ ہمیشہ ہمارے سامنے چالیس سے ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر آیا ہے لیکن اس بار ہم اس کے سامنے ایسا لشکر لے کر جائیں گے جس کی تعداد چھ سے آٹھ لاکھ کے لگ بھگ ہوگی۔ یہ ایک ایسا سیلاب ایک ایسا ریلا ہوگا جسے یعقوب المنصور موریینہ کے کوہستانی سلسلے تک بھی نہ روک پائے گا۔"

الفانسو کی گفتگو سے والٹر کے چہرے پر مسکراہٹ بکھر گئی تھی۔ پھر وہ بول اٹھا۔

"آپ کی اس گفتگو نے میرا دل خوش کر دیا ہے اب میں اس دکھ اس غم کو بھول جاؤں گا جو میں فلسطین سے لے کر آیا ہوں۔"

والٹر کی اس گفتگو کے جواب میں الفانسو بھی بول پڑا۔

"آپ کی آمد سے پہلے ہم یعقوب المنصور پر حملہ آور ہونے کے متعلق لائحہ عمل طے کر رہے تھے۔ بہرحال آپ کی آمد ہمارے لئے ایک سعادت ہے آپ اگر مستقل ہمارے ہاں قیام کریں تو یہ ہمارے لئے فخر کا باعث ہوگی اور اگر آپ کہیں اور جانا چاہیں تو تب بھی میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ کچھ دن ہمیں میزبانی کا شرف عطا کریں اس کے بعد آپ نے جہاں جانا ہوگا میں خود آپ کو وہاں پہنچانے کا اہتمام کروں گا۔"

الفانسو کی اس پیشکش کو بشپ والٹر نے قبول کرلیا۔ پھر الفانسو نے بشپ والٹر کو اپنے شاہی قصر میں ایک معزز مہمان کی حیثیت سے ٹھہرالیا تھا۔



امیر یعقوب المنصور نے ابھی تک اپنے ہی تعمیر کردہ قلعے حصن الفرج میں قیام کیا ہوا تھا۔ اسے خبر تھی کہ الارک کے میدانوں میں شکست کھانے کے بعد الفانسو اور اس کا حریف سینکو دونوں چین سے نہ بیٹھیں گے۔ پھر اسے یہ بھی خبریں پہنچ چکی تھیں کہ طلیطلہ واپس جا کر الفانسو نے مسلمانوں سے انتقام لینے کی قسم کھالی تھی۔ اس بنا پر امیر یعقوب المنصور نے اشبیلیہ کے نواح میں اپنے قلعے حصن الفرج میں قیام کرلیا تھا۔ وہ واپس مراکش کی طرف نہیں گیا تھا۔

ایک روز امیر یعقوب المنصور اپنے قلعے حصن الفرج کے باہر کھلے میدان میں صریم بن طریق، اپنے بھتیجے عبداللہ اور چچا عبدالرحمٰن بن یوسف کے علاوہ کچھ اور سالاروں کے ساتھ محو گفتگو تھا کہ چند گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے قریب آئے۔ امیر یعقوب المنصور کے قریب آکر وہ اترے۔ امیر کو انھوں نے تعظیم دی۔ یعقوب المنصور اور دیگر لوگ انھیں پہچان گئے تھے اس لئے کہ یہ وہ مسلح جوان تھے جو شعبان کے ساتھ رابطے کا کام دیتے تھے اور اس سے خبریں حاصل کرکے المنصور تک پہنچاتے تھے۔

امیر یعقوب المنصور انھیں مخاطب کرکے کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ آنے والوں میں سے ایک خود ہی بول پڑا۔

"امیر محترم ہم آپ کے لیے چند اچھی اور ایک بری یا تشویشناک خبر لے کر آئے ہیں۔ پہلے میں وہ خبریں کہوں گا جو ہمارے لئے اچھی ہیں اس کے بعد جس خبر سے ہمیں تشویش ہو سکتی ہے وہ آپ کے سامنے بیان کروں گا۔"

"پہلی اچھی خبر یہ ہے کہ فلسطین کے میدانوں میں ہمارے محترم بھائی صلاح الدین نے یورپ کے متحدہ لشکر کو بدترین شکست دے کر انھیں فلسطین سے نکل جانے پر مجبور کر دیا ہے لہٰذا یورپ اور نصرانیت کے دیگر علاقوں کی جس قدر قوتیں ارض فلسطین میں صلاح الدین کے خلاف برسرپیکار تھیں وہ اپنے اپنے علاقوں کو واپس چلی گئی ہیں۔ صلاح الدین نے بھی اپنے لشکریوں کو اپنے اپنے گھروں میں آرام کرنے کی مہلت دے دی ہے یہ تو ایک اچھی خبر

ہے۔

"امیر محترم دوسری اچھی خبر یہ ہے کہ یورپ سے آنے والے رضاکاروں کے دو بڑے بڑے گروہوں نے اسپین سے نکل کر فلسطین کا رخ کرنے کی کوشش کی جنھیں احمد بن سعید، قراقوش اور حسام بن ضرار نے سمندر کے اندر غرق کردیا ہے۔

"امیر محترم تیسری اچھی خبر یہ ہے کہ قاضی عمادالدین جو مسلمانوں کے علاقوں میں اپنے کام میں مصروف تھے ان کی تقریریں ان کے وعظ رنگ دے رہے ہیں اور چند یوم تک رضا کاروں کے کچھ دستے آپ کے لشکر میں شامل ہونے کے لئے یہاں پہنچ جائیں گے۔"

"امیر محترم چوتھی اچھی خبر یہ ہے کہ مراکش الجزائر، لیبیا، تیونس تک یہ خبریں پھیل گئیں ہیں کہ ارض فلسطین میں یورپ والوں کو سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ لہٰذا یورپی قوتیں واپس چلی گئی ہیں۔ وہ اسپین کا رخ کریں گی اس بنا پر لیبیا، تیونس، مراکش اور الجزائر سے بھی کچھ مجاہد چند یوم تک آپ کے پہلو بہ پہلو دشمن پر ضرب لگانے کے لئے اندلس میں داخل ہوں گے۔ امیر محترم یہ تو چار اچھی خبریں ہیں۔ اب میں آپ سے وہ خبر کہوں گا جو ہمارے لئے تشویش کا باعث بن سکتی ہے۔"

"امیر محترم جیسا کہ میں بتا چکا ہوں کہ یورپی قوتوں کو سلطان صلاح الدین کے ہاتھوں شکست ہوئی ہے۔ لہٰذا وہ اب یورپ کا رخ کر رہے ہیں بلکہ ساری قوتیں یورپ پہنچ چکی ہیں۔ انھوں نے سمندر کا راستہ اختیار نہیں کیا اس کے لئے ان کے پاس خبریں پہنچ چکی ہیں کہ یورپ کے رضاکاروں کو مسلمانوں کی قوتوں نے سمندر کے اندر غرق کردیا ہے لہٰذا اب بڑے بڑے نائیٹ اعلیٰ پائے کے سورما، ٹیمپلر، ہاسپٹلر اور دیگر رضاکار اور مذہبی جنونی بڑی تیزی کے ساتھ فرانس سے نکل کر اسپین کا رخ کر رہے ہیں اور دھڑا دھڑ وہ الفانسو اور سینکو کے لشکر میں شامل ہو رہے ہیں۔ الفانسو اور سینکو ان کو بڑی فراخدلی سے اپنے لشکر میں شامل کر رہے ہیں اور ان کا اپنے لشکریوں کی نسبت بہتر روزینہ مقرر کر رہے ہیں۔"

"امیر محترم فلسطین سے نکل کر یہ لوگ دیوانے اور جنونی ہو چکے ہیں اور سب نے قسم کھا رکھی ہے کہ مسلمانوں کو اسپین سے نکال باہر کریں گے۔ جو اطلاعات دے کر شعبان نے ہمیں بھجوایا ہے ان کے مطابق ان یورپی قوتوں نے اپنے علیحدہ علیحدہ لباسوں کا تعین کیا ہے تاکہ جنگ کے دوران ان کی کارگردگی کا اندازہ لگایا جاسکے۔ یورپ سے آنے والے جو نائیٹ

ہیں وہ سرخ رنگ کا لباس پہنیں گے اور عین چھاتی کے بیچ میں سفید رنگ کی صلیب ہوگی۔"

"ٹیمپلر سفید عبا پہنیں گے اور سینے پر بائیں جانب سرخ صلیب لگائیں گے۔ ان کا پرچم اور سیاہ زمین پر سرخ صلیب ہوگی جو ان کا امتیازی نشان ہوگا۔ یورپ سے آنے والے رضاکار اور مذہبی جنونی کفن کی صورت میں سفید لباس پہنیں گے اور ان کی چھاتی اور پیٹ پر بڑی بڑی اور نمایاں سی سرخ رنگ کی صلیبیں ہوں گی۔ ان ساری قوتوں کے جھنڈے ایک دوسرے سے مختلف ہیں ایسا شاید وہ اس لئے کر رہے ہیں تاکہ ایک دوسرے سے بڑھ کر مسلمانوں کے خلاف اپنی جنگی کارروائیوں کو نمایاں کر سکیں۔"

"امیر محترم اس کے علاوہ امیر شعبان نے یہ خبریں بھی حاصل کی ہیں کہ عنقریب الفانسو اپنے قاصدوں کے ذریعے کوئی اہم پیغام پرتگال کے حکمران سینکو کی طرف بھجوانا چاہتا ہے۔ ان کے اندازے ہیں کہ شاید الفانسو سینکو کے ساتھ وہ لائحہ عمل طے کرنا چاہتا ہے جس کے مطابق یہ دونوں حکمران مسلمانوں پر حملہ آور ہوں گے۔ ابھی تک یہ نہیں پتا چل سکا کہ الفانسو کس قسم کا پیغام سینکو کو پہنچائے گا اور کب تک وہ مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے، کہاں کہاں محاذ کھولیں گے اور ان کا جنگ کرنے کا کیا طریقہ کار ہوگا؟"

"لگتا ہے کہ الفانسو اور سینکو بہت جلد مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آئیں گے اس لئے کہ فرانس کے راستے گروہ در گروہ ٹیمپلر، نائیٹ، ہاسپٹلر اور یورپی رضاکار اسپین میں داخل ہو رہے ہیں۔ کچھ الفانسو کا رخ کر رہے ہیں اور کچھ سینکو کا۔ اس طرح دن بدن ان کے لشکریوں میں بے پناہ اضافہ ہو رہا ہے اور لشکریوں کے اس بوجھ کو ایک جگہ بٹھائے رکھنے کے بجائے وہ ان قوتوں کو مسلمانوں کے خلاف برسرپیکار کریں گے۔"

"امیر محترم یہی وہ خبریں تھیں جو ہم نے آپ تک پہنچانی تھیں سو ہم اپنا کام سرانجام دے چکے۔ اب آپ نے کوئی پیغام شعبان، امیر احمد بن سعید، قراقوش یا حسام بن ضرار کو پہنچانا ہو تو کہئے۔"

اس قاصد کے ان سارے انکشافات کے جواب میں امیر یعقوب المنصور تھوڑی دیر تک گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا۔ پھر ہلکی سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر نمودار ہوئی تھی شاید وہ کوئی اہم فیصلہ کرنے میں کامیاب ہوا تھا اس کے بعد اس نے قاصد کو مخاطب کیا۔

"عزیز من! تم لوگ واپس جاؤ شعبان کو میرا یہ پیغام دینا کہ جس طرح وہ دشمن کے علاقے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں کام کر رہا ہے ہمیں خبریں فراہم کر رہا ہے اس کے لئے میں شکر گزار ہوں خداوند قدوس اسے اور زیادہ استطاعت دے۔ اسے یہ بھی کہنا کہ یہ بھی معلوم کرنے کی کوشش کرے کہ الفانسو اور سینکو کے درمیان مسلمانوں کے خلاف کیا معاہدہ یا کیا عہد ہوتا ہے تاکہ ہم بھی اس کے مطابق ان کے خلاف کارروائی کر سکیں۔"

"ساتھ ہی میری طرف سے شعبان کو یہ پیغام پہنچانا کہ وقت ضائع کئے بغیر اپنا کوئی مخبر یا کوئی قاصد احمد بن سعید کی طرف بھجوائے اور اسے کہے کہ سمندری مہم کو چھوڑ کر فوراً اشبیلیہ کا رخ کرے۔ میں دن رات بڑی بے چینی بڑی بے تابی سے یہاں اس کی اور قراقوش کی آمد کا انتظار کروں گا۔ ان سے یہ بھی کہنا کہ فی الوقت ہمارے سامنے کوئی سمندری مہم نہیں ہے۔ اس لئے آتی دفعہ حسام بن ضرار اور اس کے ساتھ جو بحری بیڑے میں کام کرنے والے لشکری ہیں انہیں بھی ساتھ لیتا آئے۔ اس لئے کہ آنے والی جنگ میں ہمیں ان کی بھی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ میں چاہوں گا کہ تم رات بھر آرام کر لو اس کے بعد یہاں سے کوچ کر جانا۔" اس پر جو پہلے مخاطب ہوا تھا اس نے امیر یعقوب المنصور کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"نہیں امیر محترم ہمارا فی الفور یہاں سے جانا ضروری ہے۔ شعبان سے جا کر ہم اپنی اس مہم کی تکمیل کی اطلاع کریں گے۔ ساتھ ہی اسے وہ احکامات بھی سنائیں گے جو آپ نے دیئے ہیں۔ اب آپ ہمیں جانے کی اجازت دیجئے۔"

اس پر امیر یعقوب المنصور نے ان سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد باری باری انہوں نے صریم بن طریق، عبداللہ، عبدالرحمٰن بن یوسف اور دیگر سالاروں سے ہاتھ ملایا پھر وہ وہاں سے چلے گئے تھے۔



ایک روز سورج غروب ہونے کے تھوڑی دیر بعد پرتگال کا حکمران سینکو اپنے مرکزی شہر باہر مستقر کی طرف نکلا۔ اس کے ساتھ اس کی بھتیجی برق کلیسا، ٹیمپلروں کا سالار کاریون بھ دیگر سالار تھے۔ شہر سے نکل کر پہلے وہ اس جگہ آئے جس جگہ دور دور تک خیمے نصب ور یہاں یورپ سے آنے والے رضاکاروں، ٹیمپلروں، ہاسپٹلروں اور نائٹوں کا قیام تھا۔ سینکو اس وقت سر پر طلائی ٹوپی پہنے ہوئے تھا جس پر ریشمی پھول بنے ہوئے تھے۔ کمر پر ل چرمی پٹکا تھا جس پر چاندی کا کام تھا اور اس پر فیروزے لگے ہوئے تھے۔ ایسا ہی لباس برق نے بھی پہنا ہوا تھا تاہم ان کے ساتھ جو کاریون تھا وہ جنگی لباس میں تھا۔ جب وہ یورپی کاروں کے خیموں میں داخل ہوئے تو ایک جگہ رک گئے لوگوں کا ایک ہجوم تھا جو ان کے جمع ہو گیا تھا۔ اس موقع پر سینکو نے اپنے پہلو میں کھڑے کاریون کو مخاطب کیا۔

"کاریون تم نے مجھ پر دو باتیں واضح کی تھیں۔ ایک اس جوان کی تعریف کی تھی جو یورپ آیا ہے، جو نائیٹ ہے اور تیغ زنی میں اس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ دوسرا کوئی گویا ہے کا تم نے ذکر کیا تھا۔ پہلے میں اس نائیٹ سے ملنا پسند کروں گا جس نے یہ پیشکش کی ہے کہ وب المنصور کے سالار احمد بن سعید سے انفرادی مقابلہ کر کے برق کلیسا کو حاصل کرنا چاہتا ۔اس کے بعد میں نغمہ گو کا نغمہ سنوں گا۔"

دیکھتے ہی دیکھتے کاریون کے کہنے پر خیموں کے درمیان ایک پنڈال سا بن گیا تھا۔ قالین اور کے اوپر چادریں بچھا دی گئی تھیں۔ سینکو، برق کلیسا، کاریون اور دیگر سالار وہاں بیٹھ گئے ۔ کاریون کے کہنے پر ایک سپاہی بھاگا بھاگا خیموں کے اندر چلا گیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد ہی نے ایک خوب کسے ہوئے جوان کو سینکو کے سامنے پیش کیا۔ سینکو نے اٹھ کر اس سے ر کیا اور اسے اپنے سامنے بٹھایا۔

تھوڑی دیر تک سینکو ہی نہیں برق کلیسا بھی اس جوان کی طرف بڑے غور سے دیکھتی جس کی پیشانی اور چہرے کے بائیں حصے پر کچھ زخم تھے۔ قد کاٹھ کا خوب لمبا تھا۔ جسم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سڈول ایسا کسا ہوا کہ لگتا تھا وہ زندگی کا ایک بہت بڑا حصہ کسرت کرتا رہا ہو۔ جب وہ سینکو کے سامنے بیٹھ گیا تو سینکو نے اسے مخاطب کیا۔

"کاریون نے بتایا تھا کہ تمہارا تعلق اٹلی سے ہے۔ اس نے مجھے تمہارا نام بھی بتایا تھا میں تمہارا نام بھول گیا ہوں۔ بتاؤ تمہارا کیا نام ہے؟"

وہ جوان بولتے بولتے رک گیا۔ اس لئے کہ اس سے ملتی جلتی شکل کا اس جیسا عظیم الجثہ ایک جوان قریب آیا اس نے ہاتھ کے اشارے سے اسے قریب بلایا پھر اس نے سینکو کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میرا نام مینفریڈ ہے۔ یہ جو جوان ابھی آیا ہے، جسے میں نے اپنے پاس بٹھایا ہے یہ میرا چھوٹا بھائی ہے اور اس کا نام ہاورتھ ہے۔" سینکو نے پھر اسے مخاطب کیا۔ "تم دونوں میں سے تیغ زنی اور جنگی فنون میں کون زیادہ مہارت رکھتا ہے۔"

سینکو کے اس استفسار پر چھوٹے بھائی ہاورتھ نے اپنے بڑے بھائی مینفریڈ کی طرف اشارہ کر دیا تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ مینفریڈ تیغ زنی اور دوسرے حربی فنون میں اس سے اعلیٰ اور ارفع ہے۔ تب سینکو کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس کے بعد اس نے مینفریڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"جیسا کہ کاریون نے مجھے بتایا ہے کہ اس نے ایک مسلمان سالار کے متعلق تم سے گفتگو کی ہے کیا یہ درست ہے؟"

مینفریڈ کے چہرے پر گھمنڈ آمیز طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر وہ بول پڑا۔

"آپ کا کہنا درست ہے۔ کاریون نے ایک مسلمان سالار سے متعلق میرے ساتھ گفتگو کی تھی جس کا نام احمد بن سعید ہے اور کاریون کا کہنا ہے کہ وہ تیغ زنی میں انتہا کی مہارت رکھتا ہے اور ناقابل تسخیر خیال کیا جاتا ہے۔ کاریون نے مجھے یہ بھی پیشکش کی تھی کہ میں اگر انفرادی مقابلے میں مسلمانوں کے سالار کو زیر کر دوں یا اس کا سر قلم کر دوں تو آپ اپنی بھتیجی ماژن جسے عرف عام میں برق کلیسا کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے مجھ سے بیاہ دیں گے کیا یہ درست ہے؟"

سینکو کے چہرے پر لمحہ بھر کے لئے مسکراہٹ نمودار ہوئی اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

"جو پیشکش کاریون نے تم سے کی ہے وہ درست ہے اگر تم احمد بن سعید نام کے سالار کو

زادی مقابلے میں زیر کر دو اس کی گردن کاٹ دو تو میں اپنی بھتیجی برق کلیسا کو تم سے بیاہ دوں بلکہ برق کلیسا یہ میرے پہلو میں بیٹھی ہے اور ساری گفتگو سن رہی ہے میں تم سے یہ بھی کہہ ں کہ برق کلیسا کی طرف سے اعلان کیا جا چکا ہے کہ جو شخص بھی اس مسلمان سالار کو زیر ے گا برق کلیسا اس کی ہو جائے گی اب تم کہو تمہارے کیا ارادے ہیں؟"

مینفریڈ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ کچھ دیر تک وہ سوچوں میں کھویا رہا پھر بھرپور نگاہ اس نے اپنے سامنے برق کلیسا پر ڈالی پھر سینکو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"وہ مسلمان سالار کیسا بھی تیغ زن کیوں نہ ہو تلوار کے فن میں کیسی ہی مہارت رکھتا ہو آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں اسے قضا کے ڈھیر تلے اور موت کے سمندر میں دفن کر دوں اس کی شجاعت کے غلاف اتاروں گا اس کی سوچوں کے اندر طوفان بھر دوں گا۔ میں آپ کو ں دلاتا ہوں جب کبھی بھی میرا اور اس کا مقابلہ ہوا اس کی حالت میرے سامنے ٹوٹے ہوں، سسکتے لمحوں سے بھی بدتر ہو کر رہے گی۔ اس سے پہلے کاریون نے بھی اس مسلمان ر کی میرے سامنے بڑی تعریف کی ہے۔ میں آپ کے لشکر میں بھی گھوم پھر کر پوچھتا رہا ۔ ہر ایک نے اس کی تیغ زنی میں مہارت کی تعریف کی ہے اس کے باوجود میں اس سے وں گا۔ اس کی حیات کو مرتعش کروں گا اسے اس کی خوفناک شکست سے دوچار کروں گا۔ جب اس سے ٹکراؤ ہو گا میں آپ کو یقین دلاتا ہوں میری تلوار کی تیز اور سخت دھار اسے ے کانٹوں اور بدبختیوں کی زنبیلوں میں الجھا کر رکھ دے گی۔"

مینفریڈ کی گفتگو سن کر سینکو خوش ہو گیا تھا۔ اس کے بعد اس نے مینفریڈ کو مخاطب کیا۔

"اگر تم احمد بن سعید نام کے اس سالار کو انفرادی مقابلے میں زیر کرنے میں کامیاب ہو تو میں تمہیں وعدہ دیتا ہوں کہ میری بھتیجی برق کلیسا اور کاریون کے بعد میری مملکت میں سے زیادہ تم ہی باعزت ہو گے۔ اس پر مستزاد یہ کہ میں تمہیں اپنے لشکر میں شامل کروں ر لشکر میں تمہاری حیثیت ایک اعلیٰ اور ارفع سالار کی سی ہو گی۔ اس مسلمان سالار کو زیر ے کے بعد سب سے بڑا انعام تو تمہارے لئے برق کلیسا ہو گی اس کے علاوہ جن انعامات یں تمہیں نوازوں گا اس کا تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ وہ شخص اس قابل ہے ے انفرادی مقابلے میں ترسا ترسا کر ختم کیا جائے۔ اس لئے کہ ماضی میں وہ ہمارے کئی سورماؤں کو انفرادی مقابلے میں موت سے ہمکنار کر چکا ہے۔ لہٰذا اس سے انتقام لینا ہمارا

فرض بنتا ہے۔"

مینفریڈ اور اس کے بھائی ہاورتھ دونوں نے سینکو کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر یہ معا
طے ہونے کے بعد کاریون کی طرف دیکھتے ہوئے سینکو بول پڑا۔

"اب اس گانے والے کو بلاؤ جس کی تم تعریف کرتے ہو۔" کاریون فوراً اٹھ کھڑا ہو
ایک سپاہی کو بلا کر اسے کچھ سمجھایا۔ وہ سپاہی تھوڑی دیر بعد ایک گانے والے کو لے کر آیا
اپنے کندھے سے ایک چھتارا لٹکائے ہوئے تھا۔ قریب آ کر اس نے سینکو کو تعظیم دی پ
کاریون کے کہنے پر وہ سینکو کے سامنے بیٹھ گیا اور چھتارے کی دھیمی دھیمی لے پر وہ ای
پرکشش گیت ان سب کے سامنے بیٹھ کر گانے لگا تھا۔

نغمہ سرائی کی یہ محفل جاری تھی کہ سینکو کا حاجب اس کے قریب گیا۔ اس کے کان
کچھ سرگوشی کی جسے سن کر سینکو چونکا۔ ہاتھ کے اشارے سے اس نے گانے والے کو روک
پھر اس نے دوسرا اشارہ دیا جس پر گانے والا اٹھ کر مجلس سے چلا گیا تھا۔ گانے کا یہ سلسلہ بند
گیا تب سینکو نے اپنے حاجب سے کچھ کہا جسے سن کر وہ باہر نکل گیا۔

تھوڑی ہی دیر بعد کچھ مسلح جوانوں کو سینکو کے سامنے پیش کیا گیا۔ سینکو اپنی جگہ
اٹھا۔ ان کا بہترین استقبال کیا۔ ان سے مصافحہ کیا۔ خالی نشستوں پر انہیں بیٹھنے کے لئے کہا
جب وہ بیٹھ گئے تب سینکو نے انہیں مخاطب کیا۔

"میرے حاجب نے مجھے بتایا ہے کہ تم لوگ قاصد ہو۔ میرے بھائی الفانسو کی طرف
آئے ہو اور کوئی اہم پیغام دینا چاہتے ہو کہو تم کیا کہتے ہو۔" اس پر ان سب نے باہم مشورہ کیا
اس کے بعد ان کی نمائندگی کرتے ہوئے ایک بول پڑا۔

"عظیم سینکو آپ کے حاجب نے درست کہا ہے۔ ہمیں ہمارے آقا الفانسو نے آپ
طرف روانہ کیا ہے۔ آپ کے پاس یہ خبریں پہنچ چکی ہوں گی کہ ارض فلسطین میں نصرا
قوتوں کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا ہے اور تمام قوتیں خواہ ان کا تعلق یورپ سے ہو یا ک
اور علاقوں سے فلسطین چھوڑ کر واپس چلی گئی ہیں۔ اس طرح فلسطین میں مسلمانوں کا سلطا
صلاح الدین فاتح اور کامیاب رہا ہے۔"

"یہ خبر بھی آپ کے پاس پہنچ چکی ہو گی کہ جو یورپی رضاکار اسپین سے فلسطین کی طرف
گئے تھے راستے میں مسلمان قوتوں نے ان کا خاتمہ کر دیا۔"

"اب جو صلیب کے محافظ ارض فلسطین میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کرتے رہے ہیں
خشکی کے راستے فرانس سے ہوتے ہوئے اسپین میں داخل ہو رہے ہیں۔ کچھ کا رخ آپ کی
ف ہے۔ کچھ کا الفانسو کی طرف اب جبکہ ہمارے لشکریوں کی تعداد کئی گنا زیادہ ہو چکی ہے تو
فانسو کا خیال ہے کہ مسلمانوں پر آخری اور تباہ کن ضرب لگائی جائے کہ پھر انہیں اسپین میں
نے اور یہاں جمنے کی جسارت نہ ہو۔"

"جہاں تک ہمارے آقا الفانسو کے لشکر کا تعلق ہے تو اس وقت جس قدر عساکر
لمانوں کے امیر یعقوب المنصور کے پاس ہیں اس سے دس گنا سے بھی زیادہ بڑا لشکر الفانسو
نے تیار کر رکھا ہے اور یہ وہ لشکر ہے جو باقاعدہ تربیت یافتہ ہے۔ رضاکار اس کے علاوہ ہیں۔
نہیں جانتا کہ آپ کا لشکر عددی لحاظ سے کیسا ہے پر میرا اندازہ ہے آپ کے لشکر کی تعداد
ہمارے آقا الفانسو سے کم نہ ہو گی۔"

سینکو نے ہونٹوں پر زبان پھیری، اس کی آنکھوں میں شرارت، چہرے پر مسکراہٹ تھی
اس نے قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"تمہارا اندازہ درست ہے ہمارے لشکر کی تعداد بھی یقیناً الفانسو کے لگ بھگ ہی ہے
ارے یہ الفاظ میرے دل کو بھائے ہیں کہ اب وقت آ گیا ہے کہ مسلمانوں کو اسپین سے نکال
کیا جائے ہمارے لشکر میں اب بھی یورپ سے آنے والے رضاکار شامل ہو رہے ہیں اب
ے لشکر کے تین حصے ہوں گے ایک خود میری کمانداری میں ہو گا۔ دوسرا میری بھتیجی برق
الا اور کاریون کی سرکردگی میں ہو گا۔ ان کے لشکر کے بھی دو حصے ہوں گے تاہم یہ متحد رہیں
۔ ضرورت پڑی تو انہیں علیحدہ علیحدہ محاذ بھی دیئے جا سکتے ہیں۔ تیسرا بڑا لشکر صلیب کے ان
ظوں پر مشتمل ہے جو فلسطین سے فرانس کے راستے یہاں داخل ہوئے ہیں۔ یہ جو دو جوان
نے بیٹھے ہیں ان میں سے بڑے کا نام مینفریڈ ہے اور دوسرے کا نام ہاورتھ ہے۔ یہ دونوں
ئی ہیں۔ انہیں میں نے فلسطین کی طرف سے آنے والے صلیب کے محافظوں کا سالار اعلیٰ
ہے۔ مینفریڈ سالار اعلیٰ اور اس کا چھوٹا بھائی ہاورتھ اس کا نائب ہے۔ گزشتہ جنگوں میں
لمانوں کے سالار احمد بن سعید کے ہاتھوں ہمیں بڑی زک اٹھانی پڑی۔ میری بھتیجی کو بھی اس
کئی بار شکست دی۔ انفرادی جنگ میں بھی میری بھتیجی کے علاوہ صلیب کے کئی محافظوں کو
تیغ کر چکا ہے۔ اب اس کے مقابلے میں انفرادی جنگ کے طور پر مینفریڈ آئے گا اور مجھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

امید ہے کہ یہ اسے زیر اور ختم کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ مجھے یہ بھی امید ہے کہ اس بار اگر میں اور ہمارا بھائی الفانسو دونوں اپنی اپنی قوت کو لے کر نکلیں اور مسلمانوں کے امیر یعقوب المنصور کے لئے دو مختلف محاذ کھولیں اور اس کی قوت کو بھی دو حصوں میں تقسیم کرتے ہوئے کمزور کر دیں تو کسی بھی صورت یعقوب المنصور اور اس کے لشکری ہمارے سامنے جم نہ سکیں گے اور سمندر پار کے علاوہ ان کو کہیں بھی جائے پناہ نہ ملے گی پر یہ تو کہو کہ کیا ہمارے بھائی الفانسو نے مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کے لئے کوئی طریقہ کار بھی طے کیا ہے۔"

قاصد نے تھوڑی دیر تک بڑے غور سے سینکو اور وہاں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ لیا اس کے بعد اس نے کہنا شروع کیا۔

"عظیم سینکو آپ کا کہنا درست ہے جنگ کا طریقہ کار جو ہمارے آقا الفانسو نے طے کیا ہے اس کی اطلاع دینے کے لئے تو ہمیں آپ کی طرف روانہ کیا گیا ہے۔ ہمارے آقا الفانسو کا طریقہ کار یہ ہو گا کہ وہ اپنے پورے لشکر کو لے کر طلیطلہ سے نکلے گا۔ جہاں طلیطلہ سے ہوتے ہوئے وہ سانتا کروز کا رخ کرے گا اور پھر مسلمانوں کے علاقوں میں داخل ہو کر دور تک یلغار کرتا چلا جائے گا۔"

"آپ کے لئے یہ پیغام ہے کہ آپ اپنے مرکزی شہر سے نکل کر دریائے مندیق کے اس پار دریائے تاجہ کا جو معاون دریا ہے اس کے کنارے کنارے جنوب مغرب کے رخ پر بڑھیں اور شنترین شہر کا رخ کریں جسے ماضی میں مسلمانوں کے امیر یعقوب المنصور نے چھین لیا تھا۔ حالانکہ یہ آپ کا شہر ہے۔ شنترین پر قبضہ کرنے کے بعد آپ اپنے لشکر کے ساتھ پیش قدمی جاری رکھیں اور دریائے تاجہ کے دائیں کنارے پر بڑے شہر شبونہ کا رخ کریں۔ اسے بھی فتح کرتے ہوئے اگر آپ وہاں سے اپنا رخ بدل کر جنوب مشرق کی طرف آگے بڑھیں تو سامنے مسلمانوں کا بڑا شہر باجہ آتا ہے۔ ہمارے آقا الفانسو کا خیال ہے کہ اگر آپ اس طرح پیش قدمی کرتے ہوئے مسلمانوں کے شہر باجہ پر قبضہ کریں تو اس وقت وہ بھی جبل بشارا سے نکل کر قرطبہ کے نزدیک پہنچ چکا ہو گا۔ اس طرح ایک طرف سے آپ اور دوسری طرف سے ہمارے آقا الفانسو آگے بڑھتے رہیں گے۔ مسلمانوں کے خلاف گھیرا اور حصار تنگ ہوتا چلا جائے گا اور وہ ہماری سرزمین چھوڑ کر سمندر کے اس پار جانے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

قاصد سے جنگ کا طریقہ کار سن کر سینکو ہی نہیں اس کے سارے سالار بھی خوش ہوگئے

تھے۔ سینکو کچھ سوچتا رہا پھر اس نے قاصد کو مخاطب کیا۔

"ہمارے محترم بھائی الفانسو نے جو جنگ کا طریقہ اختیار کیا ہے ہمیں وہ منظور ہے اور اس پر عمل کیا جائے گا۔ اب تم لوگ چند دن یہاں قیام کر کے آرام کرو پھر واپس جا کر ہمارے بھائی الفانسو سے کہنا کہ جنگ کا طریقہ ہمیں قبول اور منظور ہے اس پر عمل کیا جائے گا۔ جب وہ اپنے لشکر کو لے کر طلیطلہ سے نکلے تو چند دن پہلے ہمیں اس کی اطلاع کر دے تاکہ جس روز وہ طلیطلہ سے نکل کر مسلمانوں کے خلاف ضرب لگانے کی کوشش کرے۔ ہم بھی اپنے مرکزی شہر سے نکلیں اور دریائے تاجہ کے معاون دریا کے کنارے کنارے شنترین کا رخ کریں۔"

اس کے ساتھ ہی وہ مجلس ختم کر دی گئی تھی۔ الفانسو کی طرف سے آنے والے قاصدوں کو سینکو کا حاجب اپنے ساتھ لے گیا تھا۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

الفانسو نے جنگ کی ابتدا کرنے کے لئے کوئی زیادہ وقت نہ لیا۔ اس کی خاطر بڑے بڑے پادری اور راہب یورپ کے اندر نصرانی دنیا کو مسلمانوں کے خلاف ابھار رہے تھے۔ یہ ساری خبریں امیر یعقوب المنصور تک بھی پہنچ رہی تھیں جو اشبیلیہ کے قلعے حصن الفرج میں قیام کئے ہوئے تھا۔

امیر یعقوب المنصور بھی چاہتا تو ایسا کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ علماء کے سلسلے میں وہ بڑا خوش قسمت تھا۔ بڑے بڑے علماء جیسے ابن عربی، ابن رشد، ابن زہیر ابو مدین شعیب، ابن طفیل، ابن مجیر، عبدالواحد مراکشی اور ابو العباس جیسے علماء ارباب کمال امیر یعقوب المنصور کے ہم عصر تھے لیکن امیر یعقوب المنصور نے جنگ کی تیاریوں کو اپنی حد تک ہی محدود رکھا۔ تاہم وہ الفانسو کے جنگی جنون اور تیاریوں سے غافل نہ تھا۔ اس کے مخبر سینکو کے متعلق بھی پوری اطلاع فراہم کر دیتے تھے اور ایک ایک لمحے کی خبر یعقوب المنصور تک پہنچ رہی تھی۔

الفانسو نے جنگ کی ابتدا کرنے کے بہانے تراشنے شروع کئے۔ پہلے اس نے مسلمان علاقوں میں چھاپے مارنے اور قتل و غارت گری کرنے کا عمل شروع کیا۔ ساتھ ہی اس نے سینکو کو پیغام بھیجا کہ وہ بھی اپنے مرکزی شہر سے نکلے اور جنگ کے طریقہ کار پر عمل شروع کر دے۔

یعقوب المنصور کو جب خبر ہوئی کہ الفانسو نے اپنے مرکزی شہر سے نکل کر ہمارے علاقوں میں قتل و غارت گری کا کام شروع کر دیا ہے تب وہ اپنے قلعہ حصن الفرج سے لشکر کے ساتھ نکلا۔ اس بار اس نے لشکری ترتیب مختلف رکھی تھی۔ احمد بن سعید اور قراقوش کے علاوہ حسام بن ضرار بھی چونکہ یعقوب المنصور کے پاس قلعہ حصن الفرج پہنچ چکے تھے۔ لہٰذا روانگی سے قبل ان کے ساتھ یہ طے پایا کہ احمد بن سعید، قراقوش اور حسام بن ضرار تو سینکو کا مقابلہ کرنے کے لئے شمال مغرب کی طرف کوچ کر جائیں جبکہ باقی لشکر کے ساتھ یعقوب المنصور الفانسو کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا تھا۔

یعقوب المنصور کے مخبروں نے جب اطلاع کی کہ الفانسو کے لشکریوں نے مسلمانوں کے علاقوں میں چھاپے مارنے اور قتل و غارت گری کا کام شروع کر دیا ہے تب امیر یعقوب المنصور اپنے لشکر کے ساتھ بڑی برق رفتاری کے ساتھ آگے بڑھا۔ وہ کسی بھی صورت الفانسو کو مسلمان علاقوں میں داخل نہ ہونے دینا چاہتا تھا۔ لہٰذا اس نے اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ سفر کیا۔

لشکر کی ترتیب کچھ اس طرح تھی کہ لشکر کا قلب اس کے پاس تھا۔ ہراول صریم بن طریق کے پاس میمنہ کی سرکردگی اس کا بیٹا عبداللہ اور میسرہ یعقوب المنصور کے چچا عبدالرحمان بن یوسف کی سرکردگی میں تھا۔

قبل اس کے کہ شمالی اندلس کا حکمران الفانسو مسلمانوں کے علاقوں میں گھستا اور دور تک یلغار کرتا، مسلمانوں کو نقصان پہنچاتا۔ یعقوب المنصور اپنے لشکر کے ساتھ آندھی اور طوفان کی طرح الفانسو کی حدود میں داخل ہو گیا۔ جو شہر بھی اس کے سامنے آیا اسے اس نے اپنا ہدف بنایا۔ سب سے پہلے اس نے الفانسو کے شہر ترجالا کا رخ کیا۔ پہلے ہی حملے میں اس نے ترجالا کو فتح کر لیا۔ اس کے بعد اس کا رخ سانتا کروز کی طرف تھا۔ اس شہر میں جو محافظ لشکر تھا وہ لمحوں کے لئے بھی یعقوب المنصور کے سامنے نہ ٹھہر سکا اور اس شہر کو بھی یعقوب المنصور نے فتح کر لیا۔ پھر مزید آگے بڑھا اور اس راستے کا رخ کیا جس راستے پر الفانسو اپنے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے علاقوں کا رخ کئے ہوئے تھا۔

سانتا کروز سے باہر دونوں لشکروں کا آمنا سامنا ہوا پھر دونوں لشکروں نے ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کر لیا۔ شاید سانتا کروز کے میدانوں ہی کو دونوں لشکروں نے میدان جنگ اور رزم گاہ بنانے کا تہیہ کر لیا تھا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کر گئے۔ ساتھ ہی دونوں لشکروں نے اپنی صفیں بھی درست کرنا شروع کر دیں۔ الفانسو کو اپنے لشکر پر بڑا بھروسہ، گھمنڈ تھا اس لئے کہ جو لشکر یعقوب المنصور اس کے سامنے لے کر آیا تھا اس سے دس گنا سے بھی زیادہ اس کے پاس لشکر تھا۔ لہٰذا اسے پورا یقین تھا کہ وہ اس مرتبہ یعقوب المنصور کو شکست دینے میں کامیاب ہو جائے گا۔

الفانسو نے اپنے لشکر کو کچھ اس طرح آگے بڑھایا کہ سب سے آگے ہراول کے طور پر اس نے سینٹ جان کے نائیٹس کو رکھا۔ اس لئے کہ یہ نائیٹس بڑے ناقابل تسخیر خیال کئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جاتے تھے۔ گو فلسطین کے میدانوں میں سلطان صلاح الدین اور اس کے جانثاروں نے اس کی حالت بڑی بدترین کی تھی لیکن یہاں اسپین میں اس کے حوصلے بڑے بلند تھے۔ سینٹ جان کے ان نائٹوں کے پیچھے ایک طرف ٹیمپلرز دوسری جانب ہاسپٹلر تھے۔ اس طرح پہلے تین قوتوں کو الفانسو نے آگے بڑھایا۔ وہ یہی خیال کرتا تھا کہ یہ تین قوتیں ہی مسلمانوں کو روند کر رکھ دیں گی۔ سینٹ جان کے نائٹوں سے الفانسو نے بے شمار امیدیں وابستہ کر رکھی تھیں۔ وہ اس کی جنگجویانہ روایات اور ان کی جرات مندی سے بڑا متاثر تھا۔

الفانسو کے ہراول دستے اور اس کے پیچھے پیچھے پورا لشکر نقاروں کی صداؤں میں خونی گرد کے بادلوں اور موت کے متلاشیوں کی طرح آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر ایک جگہ آ کر باقی لشکر تو رک گیا لیکن الفانسو کا ہراول لشکر جو سینٹ جان کے نائٹوں پر مشتمل تھا وہ انسانیت کش ارادوں، ذہنی مفلسی اور بے کل باطن کے شور و شر کی طرح آگے بڑھا۔ اس لئے کہ انھوں نے دیکھا امیر یعقوب المنصور کے لشکر کے سامنے بھی اس کا ہراول لشکر پہلی ضرب روکنے کے لئے کھڑا تھا اور اس مقدمہ الجیش کی کمانداری شلب کا قلعہ دار صریم بن طریق کر رہا تھا۔

نائٹوں نے دیکھا ان کے مقابلے میں یعقوب المنصور کے مقدمہ کی تعداد بالکل نہ ہونے کے برابر تھی۔ لہٰذا وہ رینگتے دھاڑتے، غراتے ہوئے آگے بڑھے۔ پھر وہ مسلمانوں کے مقدمہ پر سمندر کے وحشت ناک شور گرم دوپہر کے ویران صحراؤں کے اندر اٹھتی سنسانیوں کی طرح حملہ آور ہو گئے تھے۔

سینٹ جان کے نائیٹس جو فلسطین کے اندر مسلمانوں سے جنگ کرنے کا وسیع تجربہ رکھتے تھے اور مسلمانوں سے مار بھی کھا چکے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ اسپین کے اندر بھی ان کا مقابلہ درس آدمیت دینے والے رموز رب کے محرموں، ظلمت میں رہبر بننے والے انسانوں اور امن و آشتی کے پرچم لہرانے والے جلیسان دل نوازوں سے ہے۔ سینٹ جان کے نائٹس جب اپنا حملہ مکمل کر چکے تو وہ دنگ رہ گئے۔ اس لئے کہ صریم بن طریق کی کمانداری میں مقدمہ الجیش نے نائٹوں کے حملے کو پوری طرح روک دیا تھا۔ عین اسی وقت امیر یعقوب المنصور کا بیٹا اور حاجب عبداللہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آیا۔ اس کے حملہ آور ہونے کا انداز ہی بڑا پیارا، بڑا خوب تھا۔ نرغہ باطل میں سفیران حق نوا کی طرح وہ نمودار ہوا اور پھر ہاتھوں کی لکیروں میں پنہاں تقدیر کو ستاروں کی گردشوں میں تبدیل کر دینے والے

بارگاہ یثرب کے رازداروں کی طرح اس نے ایک طرف سے سینٹ جان کے نائٹوں اور ٹیمپلروں پر حملہ کر دیا تھا۔ یہ حملہ ایسا خوفناک اور دل ہلا دینے والا تھا کہ کافی دور تک عبداللہ دشمن کی سپاہ اور قوت کو رگیدتا چلا گیا تھا۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد ایک اور انقلاب نمودار ہوا۔ بیک وقت امیر یعقوب المنصور اور اس کا چچا عبدالرحمان بن یوسف حرکت میں آئے اور وہ بھی اپنی اپنی سمت سے دشمن پر درندوں کی طرح دھاڑتی آندھیوں اور آدھی رات کے آسمان پر شعلے برساتی برق اور خوف پھیلاتے رعد کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ یہ حملہ ایسا جان لیوا، ایسا خوفناک تھا کہ دشمن کی سپاہ دور تک یعقوب المنصور اور عبدالرحمن کو راہ دیتی چلی گئی تھی۔ اس لئے کہ رضاکار اور الفانسو کے لشکری روک نہ سکے تھے۔

الفانسو جو عددی برتری رکھنے کی وجہ سے بڑا خوش، بڑا مطمئن تھا اب اسے فکر لاحق ہو گئی تھی۔ اس لئے کہ دیکھتے ہی دیکھتے یعقوب المنصور نے اس کے لئے مختلف چار محاذ کھول دیئے تھے۔ ایک طرف سے صریم بن طریق، دوسری سمت سے اس کا بیٹا عبداللہ، تیسری طرف سے خود یعقوب المنصور اور چوتھی طرف سے عبدالرحمٰن بن یوسف نے انھیں ضربیں لگانی شروع کی تھیں۔ جو بڑی تیزی کے ساتھ الفانسو کے لشکریوں پر درد و اذیت کی کربناکی میں تبدیل ہونے لگی تھی۔

سینٹ جان کے نائٹوں کو بڑی امید تھی کہ وہ مسلمانوں کے مقدمہ الجیش کو شکست دے کر پسپا ہونے پر مجبور کر دیں گے۔ اس سے ان کے دیگر لشکر پر بڑا اچھا اثر ہوگا اور ان کی فتح یقینی ہو جائے گی لیکن حالات ان کے خلاف پڑ رہے تھے۔ مسلمانوں کے مقدمہ الجیش جس کی قیادت صریم بن طریق کر رہا تھا اس نے جنگ کے دوران معجزات کا ظہور کرنا شروع کر دیا تھا۔ نائٹوں کی ساری امیدوں پر انھوں نے پانی پھیر دیا تھا۔ صریم بن طریق کے ماتحت لڑنے والے عرب ترک اور بربر آندھی اور طوفانوں کی شکل اختیار کر گئے تھے اور خوفناک انداز میں ان کا تعاقب کرتے ہوئے الفانسو کے لشکریں آگے تک گھستے چلے گئے تھے۔

مسلمانوں کی ترچھی تلواریں نائٹوں، ٹیمپلروں، ہاسپٹلر اور رضاکاروں کی سیدھی تلواروں کو کاٹ رہی تھیں۔ سانتا کروز کے میدانوں میں یہ ساری قوتیں ایسے ہی مسلمان سرفروشوں کا سامنا کر رہی تھیں جس طرح ارض فلسطین میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے جانثاروں نے اپنے رب کے نام کے ساتھ لبیک کہتے ہوئے موت کا طوفان بن کر قدرت کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خونخوار عناصر کی طرح ان یورپی قوتوں پر نزول کیا تھا۔

سینٹ جان کے نائیٹ صریم بن طریق کے ہاتھوں ٹیمپلر اور ہاسپٹلر عبداللہ کے ہاتھوں یورپی رضاکار عبدالرحمان بن یوسف کے ہاتھوں' الفانسو کے لشکری امیر یعقوب المنصور کے ہاتھوں جب اپنی آدھی تعداد کٹوا کر اپنی جانیں بچانے کے لئے ذرا پیچھے ہٹے تو ان کی حالت ا ہاتھیوں سے مختلف نہ تھی جو اپنے مقابل سے شکست کھا کر اپنے ہی لشکر کی تباہی و بربادی او شکست و ریخت کا باعث بن جاتے ہیں۔

الفانسو اب بھی مطمئن تھا۔ اس لئے کہ اس کے لشکر کا اگلا حصہ افراتفری کا شکار ہوا تھا جبکہ پیچھے جہاں تک نگاہ کام کرتی تھی ابھی تک ایسے لشکری تھے جنھوں نے جنگ میں حصہ لی تک شروع نہ کیا تھا۔ گو ان کے اندر آگے بڑھنے کی تڑپ اور خواہش نہ تھی پھر بھی الفانسو کو یقین تھا کہ دشمن کتنا بھی اندر گھس آئے ان کے لشکریوں کا خاتمہ نہیں کر سکتا۔ دوسری جانب اگلی صفوں میں بھگدڑ اور انتشار پھیلا تو اگلی صفوں میں لڑتے نائیٹس ٹیمپلر اور یورپی رضاکار پیچھے ہٹے تھے جن پر زیادہ ضربیں لگیں تھیں انھوں نے خوف و وحشت کا شکار ہوتے ہوئے سراسیمگی کے عالم میں فرار بھی اختیار کیا تھا بلکہ ان کی اکثریت اب ایسی تھی جو مسلمانوں کا سامنا کرتے ہوئے جی چرانے لگے تھے۔

پھر اچانک مسلمانوں کے لشکر میں یعقوب المنصور نے تکبیریں بلند کیں۔ شاید یعقوب المنصور کا اپنے سالاروں کو اشارہ تھا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے لشکر کے اندر تکبیروں کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ ان تکبیروں کے سائے میں صریم بن طریق اپنے ہراول لشکر کے ساتھ الفانسو کی اگلی صفوں کو درہم برہم کرنے لگا اور دشمن کے اس حصے پر اس نے بدحواسی طاری کرنا شروع کر دیا تھا۔ خود یعقوب المنصور اپنے قلب کے ساتھ عبداللہ بن یعقوب میمنہ عبدالرحمن بن یوسف اپنے میسرہ کے ساتھ الفانسو کے لشکر پر ایک بار حملہ آور ہوئے۔ اگلی صفوں کا مکمل صفایا کرنے کے بعد دشمن کے پچھلے حصے کی تعداد بڑی تیزی سے ختم کرنے لگے تھے۔

چار جہتوں سے ہونے والا یہ حملہ اس قدر جان دار سخت اور جان سرفروشاں تھا کہ الفانسو کے لشکر سے چیخیں اور شور بلند ہونا شروع ہو گیا تھا۔ لگتا تھا جیسے کسی نے ان کے پاؤں تلے سے زمین کھینچنی شروع کر دی ہو۔ مسلمانوں کے گھوڑے اپنے سامنے زمین کو بساط کی طرح سمیٹ کر اپنے دشمن کے درمیان فاصلوں دوریوں اور بوجھ کو بڑی تیزی کے ساتھ کم کرتے جا

رہے تھے۔ اسپین اور یورپ کے دوسرے ممالک کا متحدہ لشکر زیادہ دیر تک مسلمانوں کے حملوں کی سختی کو برداشت نہ کر سکا۔ گو الفانسو بھی اپنے لشکر کے درمیان میں اپنے لشکریوں کو للکارتے ہوئے انہیں برانگیخت کرتے ہوئے ان کے حوصلوں کو برقرار رکھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اگلی صفوں کے درہم برہم ہونے ان کے کٹ جانے اور پھر مسلمانوں کا بڑی تیزی کے ساتھ الفانسو کے لشکر کے وسطی حصے کی طرف رخ کرنے کا جو انداز تھا اس کی وجہ سے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک الفانسو کے لشکر میں بددلی اور پسپائی کا رجحان اپنے عروج پر پہنچ گیا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے دشمن پر مایوسی طاری ہونے لگی۔ الفانسو بھی جان گیا کہ وہ کتنا بھی اپنے لشکریوں کو روکنے کی کوشش کرے۔ اب اس کے لشکری مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے قدم اور ان کے ارادوں کو روک نہیں سکتے۔ لہٰذا سانتا کروز کے میدان میں الفانسو کو بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا اور شکست کا سامنا کرنے کے بعد وہ سانتا کروز کے میدانوں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ ب اس کا رخ اپنے مرکزی شہر طلیطلہ کی طرف تھا۔ حیرت کی بات ہے جس وقت الفانسو کو انتا کروز کے میدانوں میں امیر یعقوب المنصور کے ہاتھوں بدترین شکست ہوئی اس وقت بھی س کے لشکر کی تعداد یعقوب المنصور کے لشکر سے کئی گنا زیادہ تھی۔

یعقوب المنصور جان گیا تھا کہ سانتا کروز کے میدانوں میں شکست کھانے کے بعد الفانسو پنے مرکزی شہر کا رخ کرے گا۔ اس نے بھاگتے الفانسو کا تعاقب نہیں کیا۔ سب سے پہلے قوب المنصور نے الفانسو کے پڑاؤ پر قبضہ کیا۔ یہ اتنا بڑا پڑاؤ تھا جس کا اندازہ نہ کیا جا سکتا تھا۔ ل پڑاؤ کے اندر امیر یعقوب المنصور کو خوراک سامان حرب و ضرب کے ڈھیروں کے علاوہ ذی اور جواہرات کی کثیر تعداد' لاکھوں خیمے ہاتھ لگے تھے۔ اس طرح مال غنیمت اتنا تھا جس کا ر نہیں کیا جا سکتا تھا۔

مال غنیمت کا ایک حصہ اس نے اپنے لشکر میں تقسیم کر دیا۔ اس کے بعد اس نے الفانسو کا اقب شروع کیا۔ الفانسو اس درمیانی وقفے سے فائدہ اٹھا چکا تھا۔ اپنے لشکر کے ساتھ طلیطلہ طرف بھاگنے کے بعد وہ وادی تاجہ میں رک گیا اور طلیرہ کے مقام پر اپنی صفیں درست رنے کے بعد مسلمانوں سے ٹکرانے کا عزم کر لیا۔ یوں طلیرہ کے میدانوں میں وہ یعقوب نصور کی آمد کا انتظار کرنے لگا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دوسری جانب امیر یعقوب المنصور کے طلایہ گر اور مخبر بھی ایک ایک لمحے کی خبر اپنے امیر کو پہنچا رہے تھے۔ انہوں نے یعقوب المنصور کو مطلع کر دیا تھا کہ جونہی وہ طلیرہ کے میدانوں میں الفانسو کے لشکر کے سامنے آئے گا الفانسو فوراً حملہ کر دے گا۔ تاکہ مسلمانوں کو اپنی جنگی ترتیب درست کرنے کا موقع ہی نہ ملے۔

یہ خبریں ملنے کے بعد یعقوب المنصور نے اپنی پیش قدمی کی رفتار مزید تیز کر دی۔ طلیرہ کے میدانوں سے چند میل کے فاصلے پر اپنے لشکر کی نہ صرف اس نے ترتیب درست کر لی بلکہ لشکر کو پہلے کی طرح چاروں حصوں میں تقسیم کر کے علیحدہ علیحدہ سمت اور جہت کے مطابق آگے بڑھنا شروع کیا تھا۔ خود یعقوب المنصور اس راستے پر الفانسو کے لشکر کی طرف بڑھا تھا جس راستے پر الفانسو بھاگ کر طلیرہ کی طرف گیا تھا۔ یعقوب المنصور کے پاس صرف اس کا قلب لشکر کا حصہ تھا۔

لشکر کے باقی کے تین حصے جو صریم بن طریق، عبداللہ بن یعقوب اور عبدالرحمٰن بن یوسف کی سرکردگی میں تھے وہ مختلف راستوں سے ہوتے ہوئے طلیرہ کے انہی میدانوں کی طرف بڑھ رہے تھے جہاں الفانسو ایک بار پھر جنگ کا داؤ لگانا چاہتا تھا۔

امیر یعقوب المنصور جب صرف اپنے قلب لشکر کے ساتھ الفانسو کے لشکر کے سامنے نمودار ہوا تو الفانسو ہی نہیں بلکہ نائیٹ، ہاسپٹلر، ٹیمپلر، یورپی رضاکار اور دیگر بڑے سورما جو اس کے لشکر میں شامل تھے بڑے خوش ہوئے کہ المنصور ان کے سامنے ایک معمولی سا لشکر لے کر آیا ہے جسے ان کے ہاتھوں یقینی شکست ہو گی۔ یعقوب المنصور صرف اپنے قلب کے ہی ساتھ تھا لہٰذا الفانسو کے لشکری اور الفانسو یہ خیال کرنے لگے کہ یعقوب المنصور ان کے تعاقب میں آیا ہے اور لشکر کے باقی حصے اس نے ان کے پڑاؤ پر قبضہ کرنے اور اسے سنبھالنے پر مقرر کر دیئے ہیں۔

الفانسو اور اس کے لشکری اسی وہم میں اپنے اطراف کا جائزہ لئے بغیر یعقوب المنصور کے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ وہ اس طرح حملہ آور ہوئے تھے جیسے عرصے کے بھوکے بھیڑیے چاروں طرف سے غراتے ہوئے بھیڑوں اور بکریوں کے کسی ریوڑ پر ٹوٹ پڑے ہوں۔ لیکن تھوڑی ہی دیر بعد الفانسو اور اس کے لشکریوں پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔

امیر یعقوب المنصور تو پہلے ہی سامنے کی طرف سے دشمن پر کاری ضرب لگانے کے لئے

...ی قوت سے حملہ آور ہو رہے تھے لیکن اچانک جو انقلاب نمودار ہوا وہ کچھ اس طرح کہ ...ی جانب سے صریم بن طریق اپنے لشکر کے ساتھ سرد موسموں کی خنک دھند اور برف کی ظالم شدت کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ اس کے تھوڑی ہی دیر بعد بائیں طرف بھی ...ی نمودار ہوئی اور اس طرف سے یعقوب المنصور کا بیٹا عبداللہ بن منصور موت کی ہولناک ...وں کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔

الفانسو اور اس کے لشکری ابھی تک سامنے اور دائیں بائیں کے حملوں کے سامنے ہی ...ی بند باندھ رہے تھے کہ پشت کی جانب سے بھی حوصلہ شکن تبدیلی نمودار ہوئی کچھ اس ...ح کہ پشت کی جانب سے امیر یعقوب المنصور کا چچا عبدالرحمٰن بن یوسف تلخیوں اور ...یوں بھرے عذابوں کی طرح حملہ آور ہوا تھا۔

کچھ دیر تک رزم گاہ نے نفرت کے بکھرے بازاروں، تعصب بھرے میدانوں اور سرما کی ...ر کی صورت اختیار کئے رکھی۔ الفانسو کو ابھی بھی امید تھی کہ وہ تعداد میں زیادہ ہونے کی ...سے کسی نہ کسی طرح یعقوب المنصور کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ لیکن اس کی ...ا کہ طلیرہ کے میدانوں میں بھی مسلمانوں نے اسے بری طرح روندنا شروع کر دیا۔ یہاں ...ک جنگ کی بھٹی گرم ہونے کے تھوڑی ہی دیر بعد الفانسو اور اس کے لشکریوں کی حالت ...ا میں ٹھٹھرتے ہوئے انسانوں جیسی ہونا شروع ہو گئی تھی۔

شاید آخری بار کوشش کرتے ہوئے نائٹوں، ٹیمپلوں، ہاسپٹلوں، یورپی رضاکاروں اور ...ے لشکریوں نے ایک زوردار ہلہ بولا۔ اس طرح وہ شاید مسلمانوں کو پیچھے ہٹاتے ہوئے ...لئے کامیابیوں کا دروازہ کھولنا چاہتے تھے لیکن اس وقت مسلمان مجاہدوں نے بھی تکبیریں ...رتے ہوئے اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر لی۔ لگتا تھا جیسے الفانسو اور اس کے لشکریوں پر ...ت ٹوٹ پڑی ہو۔ ان کے سامنے دائیں بائیں اور پشت سے صریم بن طریق، عبداللہ، ...رحمان بن یوسف اور یعقوب المنصور اپنے اپنے لشکریوں کے ساتھ شاہینوں کی طرح خوفناک انداز میں ٹوٹ پڑے تھے۔

آن کی آن میں مسلمان مجاہدین صبح دم تیزی سے سورج کی بلند ہوتی دھکتی پیشانی اور سحر ...تی روشنی کی طرح الفانسو کے لشکر پر پھیلنا اور چھانا شروع ہو گئے تھے اور بڑی تیزی سے کاٹنا شروع کر دیا تھا۔ ایک خود فراموشی کے عالم میں امیر یعقوب المنصور کے لشکری یورپی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لشکر سے اس کے حوصلوں اور ولولوں کا سارا رسیلا پن چھین کر ان کی جرأت اور شجاعت بڑی تیزی کے ساتھ ویران کھنڈرات میں تبدیل کرنے لگے تھے۔

مسلمان مجاہدین کا ولولہ اور جنگی جلال الفانسو کے لشکر پر صدیوں کا بوجھ بن کر طاری ہوتا رہا۔ اللہ اکبر کی صداؤں میں وہ قدرت کے منتقم مزاج اور جنگجو عناصر کی طرح کے سارے امتیازات کو بھولتے ہوئے اور تھمی تھمی اور رکی رکی فضا میں اپنی آہنی ضربوں سے دشمن کو کاٹ کر لمحہ بہ لمحہ ان کی تعداد کم کرتے ہوئے رزم گاہ میں موت کا بازار گرم ہوتا رہا۔ سانتا کروز کی طرح طلیرہ کے میدانوں میں بھی امیر یعقوب المنصور اور اس کے لشکریوں کے دباؤ متحدہ یورپی لشکر برداشت نہ کرتا ہوا ایک بار پھر الفانسو اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر طلیطلہ کی طرف بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ امیر یعقوب المنصور نے چونکہ پہلے ہی دشمن کے پڑاؤ پر قبضہ کر رکھا تھا اور پڑاؤ کی حفاظت کے لئے لشکر کا چھوٹا سا حصہ بھی مقرر کر دیا تھا۔ لہٰذا اس بار بڑی سختی بڑی تیزی کے ساتھ امیر یعقوب المنصور نے میدان جنگ سے بھاگنے والے الفانسو اور اس کے لشکریوں کا تعاقب کیا۔ حیرت کی بات ہے کہ طلیرہ کے میدانوں سے بھاگنے کے بعد بھی الفانسو کے لشکریوں کی تعداد امیر یعقوب المنصور کے لشکر سے زیادہ تھی۔

الفانسو اپنے لشکر کے ساتھ اپنے مرکزی شہر طلیطلہ میں داخل ہو کر محصور ہو گیا۔ شہر میں جب الفانسو کی شکست کی خبریں پھیلیں تو کلیساؤں میں اداس اور مغموم آوازوں کے ساتھ گھنٹیاں بجنے لگی تھیں اور شہر کے ہر کلیسا کے اندر شہر کا بشپ اور پادری مسلمانوں کے خلاف الفانسو کی کامیابی اور فتح کی لئے دعائیں مانگنے لگے تھے۔

دوسری جانب یعقوب المنصور نے طلیطلہ شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اگلے روز سے شہر پر حملے شروع کئے گئے۔ الفانسو نے شہر کے اندر شدید مزاحمت کی جب مسلمان مجاہدین فصیل پر چڑھنے کے لئے قریب جاتے تو الفانسو کے لشکری فصیل پر بنے برجوں سے نہ صرف مسلمانوں پر تیر اندازی کرتے بلکہ ان پر ابلتا پانی انڈیلتے، کھولتا تیل اور روغن نفت پھینکتے۔ اس طرح وہ مسلمانوں کو شہر کی فصیل سے دور رکھنے میں کامیاب رہے۔ جب شہر کے محاصرے میں دو دن گزر گئے تو امیر یعقوب المنصور کی آتش غضب اور انتقام بھڑک اٹھی۔ اس نے طلیطلہ کے نواحی علاقے میں تمام درخت کٹوا دیئے۔ شہر کو خورد و نوش پہنچنے کے تمام راستے بند کر دیئے اور اپنے حملے میں اس نے پہلے کی نسبت اور زیادہ تیزی، سختی اور تشدد پیدا کر لیا تھا۔

امیر یعقوب المنصور نے طلیطلہ شہر پر آخری اور فیصلہ کن ضرب لگانے کا فیصلہ کر لیا۔ اپنے سالاروں سے مشورہ کرنے کے بعد ایک رات یعقوب المنصور نے صریم بن طریق کو لشکر کا ایک حصہ دے کر شہر پر حملہ کرتے رہنے کا حکم دیا تاکہ وہ دشمن کو اپنے ساتھ مصروف رکھے جبکہ یعقوب المنصور اپنے بیٹے عبداللہ، چچا عبدالرحمان بن یوسف کے ساتھ اپنے لشکریوں کو لے کر منجنیقیں تیار کرنے لگا تھا۔ شہر کے اطراف میں جتنے درخت تھے وہ یعقوب المنصور نے کٹوا دیئے تھے۔ لہٰذا امیر کے پاس وافر مقدار میں منجنیقیں بنانے کے لئے لکڑی موجود تھی۔

شہر کے اطراف سے جو لکڑیاں کاٹی گئی تھیں ان کے انبار لشکر کے قریب لگے ہوئے تھے۔ راتوں رات امیر یعقوب المنصور نے اپنے لشکر کے اندر موجود صناعوں سے کام لیتے ہوئے کئی منجنیقیں بنا ڈالیں۔ دوسرے روز جب سورج طلوع ہوا تو الفانسو اور اس کے لشکریوں نے دیکھا شہر کے جنوب مغرب اور مشرق میں پھیلے ہوئے اسلامی لشکر کے آگے نئی بنی ہوئی کئی منجنیقیں کھڑی تھیں۔

پھر یعقوب المنصور نے اپنے کام کی ابتدا کی۔ کچھ اس طرح کہ اس کے لشکری دوپہر تک طلیطلہ کے آس پاس اور قریب کے علاقے سے مناسب پتھر اکٹھے کر کے منجنیقوں کے پاس ڈھیر لگاتے رہے۔ پھر ایسا ہوا کہ دوپہر کے وقت جب آدھا لشکر کھانا کھا رہا تھا اور دوسرا آدھا چوکس رہ کر پہرہ دے رہا تھا جبکہ یعقوب المنصور عبداللہ عبدالرحمان، صریم ایک منجنیق کے پاس کھڑے پچھلے پہر شروع کی جانے والی جنگ کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ امیر یعقوب المنصور کا ایک مخبر ان کے قریب آیا۔ امیر یعقوب المنصور اسے دیکھتے ہی کچھ کہہ کر مخاطب کرنا چاہتا تھا کہ مخبر نے قریب آنے کے بعد تعظیم دی پھر وہ خود ہی بول پڑا۔

"امیر محترم میں دشمن کے متعلق ایک انتہائی اہم خبر لے کر آیا ہوں۔ میں پہلے یہ گزارش کروں کہ میں کسی نہ کسی طرح دشمن کے لشکریوں کے اندر ہی رہتے ہوئے صلیب کا سہارا لے کر طلیطلہ شہر میں داخل ہو گیا تھا۔ جو خبریں آپ سے کہنے والا ہوں وہ میں نے طلیطلہ شہر کے اندر ہی سے حاصل کی ہے۔ خبر کچھ یوں ہے کہ الفانسو آپ پر شب خون مارنے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔ اگر ہم قبل از وقت الفانسو کے شب خون کا سدباب کر لیں تو ہم بڑی آسانی کے ساتھ رات کی تاریکی میں الفانسو کی قوت پر قابو پا سکتے ہیں۔"

یعقوب المنصور تھوڑی دیر تک توصیفی انداز میں اپنے اس مخبر کو دیکھتا رہا پھر بھرپور دلچسپی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا اظہار کرتے ہوئے اس نے مخبر کو مخاطب کیا۔

"سارے واقعات تفصیل سے کہو تاکہ انہیں سامنے رکھتے ہوئے کوئی آخری فیصلہ کر سکیں۔" اس پر وہ مخبر ایک بار پھر کہہ رہا تھا۔

"امیر محترم آج آدھی رات کے قریب الفانسو ہم پر شب خون مارے گا اس سلسلے میں اس نے اپنے مشیروں' سالاروں اور دیگر متعلقہ لوگوں سے پوری طرح مشورہ کر لیا ہے اور شب خون کی تیاریوں کو بھی انہوں نے آخری شکل دے دی ہے۔ جہاں تک میں معلومات حاصل کر سکا ہوں اس کے مطابق الفانسو اپنے لشکر کو دو حصوں میں تقسیم کرے گا۔ ایک حصہ وہ نائٹوں کے سربراہ کی سرکردگی میں دے گا اور اس حصے کو آدھی رات سے پہلے ہی پہلے شہر سے باہر نکال لے گا۔ لشکر کا یہ حصہ جس میں زیادہ تر نائیٹ ہی ہوں گے رات کی تاریکی میں ہماری پشت پر آ جائے گا۔"

"ان لوگوں کا اگلا قدم یہ ہو گا کہ الفانسو لشکر کے دوسرے حصے کے ساتھ شہر سے نکلے گا اور اپنے دوسرے حصے کو اشارہ دینے کے لئے شہر سے نکلنے کے بعد الفانسو فضا میں ایک آتشی تیر چلائے گا اور اس جلتے تیر کی روشنی میں اس کے دوسرے حصے کے نائٹوں کو اشارہ ہو گا کہ حملے کی ابتدا کر دی جائے۔"

"یوں جلتے پروں کا تیر چلانے کے بعد الفانسو رات کی تاریکی میں دو طرفہ حملہ کر کے اپنے لئے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ امیر محترم الفانسو الارک کی شکست سے تو پہلے ہی سیخ پا تھا اب سانتا کروز اور اس کے بعد طلیرہ کی شکستوں نے اس کی حالت زخمی سانپ اور باؤلے کتے سے بھی بدتر کر دی ہے۔ اب اس نے تہیہ کر رکھا ہے کہ وہ ہر حالت میں ایک بار مسلمانوں پر اپنی فوقیت اپنی فتح مندی ثابت کر کے اپنی رعایا میں کھوئی ہوئی عزت اپنا ضائع کیا ہوا وقار بحال کرنے کی کوشش کرے گا۔ امیر محترم اب اس حالت میں الفانسو سے ہر دھوکے ہر فریب ہر برے حربے اور ہر خباثت کی توقع کی جا سکتی ہے۔"

مخبر یہاں تک کہنے کے بعد خاموش ہو گیا تھا۔ یعقوب المنصور کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر اس کے چہرے پر سنجیدگی کے آثار بکھر گئے۔ اس کے بعد اس نے قاصد کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"کیا تم لوگوں کو یہ بھی خبر ہے کہ سینکو کہاں تک پہنچا ہے اور کیا اس کا احمد بن سعید سے

نہیں ٹکراؤ ہوا ہے اگر ہوا ہے تو اس کے کیا نتائج برآمد ہوئے ہیں۔"

"امیر محترم سینکو اور امیر احمد بن سعید کا ابھی تک ٹکراؤ نہیں ہوا۔ آپ کی طرف آتے ہوئے جو خبریں مجھے ملی تھیں ان کے مطابق سینکو بڑی تیزی سے مسلمانوں کے علاقوں کی طرف بڑھ رہا تھا لیکن ہمارے اس طرف کے مخبروں کا کہنا ہے کہ احمد بن سعید سینکو کو اپنے سرحدی علاقوں پر روکنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ بہرحال اس سے زیادہ میں احمد بن سعید اور قراقوش کے متعلق تفصیل نہیں جانتا۔"

یعقوب المنصور نے کچھ سوچا پھر اس مخبر کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔ "اب تم جاؤ اور معمول کے مطابق اپنے کام میں لگ جاؤ۔ اگر الفانسو اپنے اس لائحہ عمل میں کوئی تبدیلی کرے تو اس کی اطلاع فوراً مجھے کرو۔"

یعقوب المنصور کے کہنے پر مخبر اپنی جگہ سے اٹھ گیا اور چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد یقوب المنصور نے اپنے بیٹے عبداللہ اپنے چچا عبدالرحمان اور صریم بن طریق کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

"عزیزان من! الفانسو کے اس نئے لائحہ عمل کے متعلق تم تینوں کا کیا خیال ہے؟"

یعقوب المنصور کے اس استفسار پر عبداللہ' عبدالرحمان اور صریم بن طریق تھوڑی دیر تک باہم مشورہ کرتے رہے پھر عبدالرحمان اور عبداللہ کی نمائندگی کرتے ہوئے صریم بن طریق بول پڑا۔

"امیر محترم اگر الفانسو ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کرتا ہے تو جو مشورہ ہم تینوں نے کیا ہے اس کے مطابق یہ الفانسو کی سب سے بڑی حماقت ہو گی۔ خداوند قدوس نے چاہا تو ہم الفانسو کو اس کے جال میں پھنسا کر رکھ دیں گے۔ میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ اگر الفانسو ہم پر شب خون مارتا ہے تو ایسا شب خون مار کر الفانسو اپنے تابوت میں آخری کیل گاڑے گا۔"

"امیر محترم جو لائحہ عمل ہم تینوں نے طے کیا ہے اس کے مطابق میں کچھ یوں کہوں گا کہ رات ہوتے ہی مجھے اپنے ہراول لشکر کے ساتھ ذرا پیچھے چلا جانا چاہئے۔ عبدالرحمان کو میسرہ کے ساتھ لشکر کے قریب ہی پشت میں گھات میں بٹھا دیا جائے۔"

"اس کے بعد جب الفانسو کے لشکر کا پہلا حصہ ہمارے لشکر کی پشت پر حملہ آور ہونے کے لئے آئے تو ظاہر ہے جب میں پیچھے ہوں گا تو وہ میرے پاس سے ہی گزرے گا میں کوئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مزاحمت نہیں کروں گا نہ ان کی راہ روکوں گا بلکہ انہیں اپنے پاس سے گزر جانے دوں گا۔"

"پھر دشمن کے لشکر کا آخری حصہ جب میرے پاس سے گزر جائے گا تب میں گھات سے نکل کر دشمن کے لشکر کے اس حصے کی پشت پر زوردار انداز میں حملہ کروں گا۔ ظاہر ہے کہ میرے حملے کا یہ نتیجہ نکلے گا کہ دشن مڑ کر مجھ پر حملہ آور ہو جائے گا دشمن جب ایسا کرے اور مجھ سے پوری طرح الجھ جائے تو دوسری طرف بیٹھا ہوا عبدالرحمان اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ حرکت میں آئے اور مجھ سے الجھنے والے دشمن کے لشکر کی پشت کی طرف سے حملہ کر دے۔"

"مجھے امید ہے اس طرح اس دو طرفہ حملے سے ہم دشمن کے لشکر کے اس حصے کو رات کی گہری تاریکی میں پیس کر رکھ دیں گے۔ میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ الفانسو جب تک فضا میں جلتے پروں کا تیر چلائے گا اس وقت تک ہم اس کے پہلے حصے سے نبٹ چکے ہوں گے۔ اس طرح ہم اکٹھے ہو کر الفانسو کا استقبال کریں گے اور اس کے لشکر کے پہلے حصے کی طرح اسے بھی کچل اور پیس کر رکھ دیں گے۔ جو کچھ ہم نے طے کیا ہے اگر معاملہ اس کے مطابق نہ ہو اس کے الٹ ہو یا کسی وجہ سے الفانسو پہلے ہی ہم پر شب خون مارنے کی کوشش کرے تو پھر آپ اور عبداللہ الفانسو اور اس کے لشکریوں کو اپنے ساتھ الجھائے رکھیں اتنی دیر تک میں اور عبدالرحمان الفانسو کے پہلے حصے کے ساتھ نبٹ چکے ہوں گے اس کے بعد میں اور عبدالرحمان بھی اپنے لشکر کو لے کر آپ سے آن ملیں گے اس طرح بڑی آسانی کے ساتھ ہم اپنے سامنے الفانسو کو بھی زیر کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

امیر یعقوب المنصور اس وقت تک بڑے غور سے سنتا رہا جب تک صریم بن طریق بولتا رہا۔ جب وہ خاموش ہوا تو سوالیہ اور استفہامیہ سے انداز میں باری باری اپنے چچا عبدالرحمان اور بیٹے عبداللہ کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں منہ سے تو کچھ نہ بولے تاہم انہوں نے اثبات میں گردنیں ہلا دی تھیں۔ جو اس بات کی نشاندہی تھی کہ وہ اس تجویز میں نہ صرف شامل ہیں بلکہ پوری طرح اس سے اتفاق کرتے ہیں۔ یہ اشارہ ملنے کے بعد یعقوب المنصور پھر بول پڑا۔

"اگر ایسا ہے تو عزیزو میں منجنیقوں کے ذریعے شہر پر سنگ باری کا فیصلہ ملتوی کرتا ہوں اب تم ایسا کرو اپنے اپنے حصے کے لشکریوں کی طرف جاؤ حملہ آور ہونے کی تیاریاں کرو۔ ساتھ ہی رات کی مہم کے لئے اپنے لشکریوں کو آرام کرنے اور سستانے کا موقع دو۔ یاد رکھو آنے

شب ہمارے لئے امتحان کی رات ہوگی۔"

"یہ بھی اپنے دل میں قرطاس پر لکھ رکھنا اگر یہ شب خون ہمارے لئے قدرت کی طرف کوئی امتحان ہے تو آؤ اپنے رب کے سامنے دست بدعا اور سر بسجود ہو کر اس امتحان کے لبیک کہیں اور اپنے رب کی رضامندی' اپنے خالق اور مالک کی خوشنودی کی خاطر آنے رات کو دشمن کے لئے پرعذاب اور اذیت ناک بن کر دشمن کی لشکر میں آب دار خنجر کی گھس جائیں۔ میرے خیال میں اب تم تینوں اٹھو اپنے لشکر میں جاؤ سب سے پہلے دشمن حملہ آور ہونے کے لئے اپنی تیاریوں کو آخری شکل دو پھر اپنے لشکریوں کے آرام کا اہتمام ۔" اس کے ساتھ ہی عبدالرحمان' عبداللہ اور صریم یعقوب المنصور کے پاس سے اٹھ کر گئے تھے۔

*

دن بھر مشقت اور محنت کرتا سورج جب شفق کے پیچھے غروب ہو گیا اور رات کا عہد شروع ہوا تب چاند شب کی تاریک شکستہ سیڑھیاں اتر کر دور مغرب میں جا چھپا تھا۔ میں امیر یعقوب المنصور کے لشکر میں کام کی ابتدا ہوئی تھی۔ پہلا کام یہ کیا گیا کہ صریم بن اپنے لشکر کے ساتھ جنوب میں پہلے سے طے شدہ گھات میں چلا گیا تھا۔

ایسے میں رات کی گہری تاریکی میں ہر طرف موت کی سی خاموشی تھی ایسے سکوت تھا جیسے طرف چپ کا سمندر پھیلا ہوا ہو۔ رات اپنی پوری تاریکی سے نزول کر چکی تھی۔ ر بادلوں کے تاریک ٹکڑے ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ زندگی کا ضمیر کی طرح پرسکون تھا۔ کبھی کبھی کہیں سے کوئی رات کا پرندہ اڑتا ہوا نمودار ہوتا اور رات کے سکوت میں چند لمحوں کا خلل ڈال کر آگے نکل جاتا۔ ایسے میں صریم بن طریق بڑی ی سے الفانسو کے لشکر کے پہلے حصے کی آمد کا منتظر تھا۔

س وقت تک یعقوب المنصور کا چچا عبدالرحمان بن یوسف بھی اپنے حصے کے لشکر کے الکل مستعد اور تیار تھا۔ پھر اچانک تاریک سرد رات میں زمین پر لیٹے ہوئے صریم کے بڑی تیزی سے کچھ جاننے کی کوشش کرنے لگے۔ پھر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر س نے اندازہ لگا لیا کہ جنوب کی طرف سے دشمن کا لشکر نمودار ہوا تھا۔ پھر دیکھتے ہی ات کی گہری تاریکی میں الفانسو کے لشکریوں کے ہیولے نمودار ہونے لگے تھے اور یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیولے آہستہ آہستہ دبے پاؤں کوئی آواز کئے بغیر صریم اور اس کے لشکریوں کے سامنے سے گزرنے لگے تھے۔ دوسری جانب صریم بن طریق کے لشکر میں بالکل خاموشی تھی۔ کوئی کھنکار تھا تاکہ دشمن کو کوئی شک نہ ہو جائے کہ انہیں کسی جال کسی پھندے میں پھنسایا جا رہا ہے۔ صریم اور اس کے لشکری اس وقت تک خاموش اور بے حس و حرکت پڑے رہے۔ جب تک دشمن کے لشکر کا پورا حصہ ان کے پاس سے گزر نہ گیا۔

جب ایسا ہوا تب صریم اور اس کے لشکری رات کی تاریکی میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد پہلے سے طے شدہ عمل کی مطابق اچانک بھڑک اٹھنے والی چنگاریوں کی طرح صریم بن طریق نے اپنے لشکر کے ساتھ دشمن کے لشکر پر پشت کی طرف حملہ آور ہو کر ایک ہنگام کھڑا کر دیا تھا۔ الفانسو کے لشکر کے اس حصے کو امید تک نہ تھی کہ اتنی رات گئے کوئی ان کی گھات میں بھی بیٹھ سکتا ہے۔ وہ تو خوش اور مطمئن تھے کہ اپنے شب خون کا آدھا حصہ طے کر لیا ہے اور چند ہی لمحوں بعد یعقوب المنصور کے لشکر پر شب خون مارتے ہوئے وہ اپنے لئے کامیابیاں حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔ لیکن جب پشت کی جانب سے صریم بن طریق نے ان پر حملہ کیا اور اس کے لشکری لگاتار اللہ اکبر کی صدائیں بلند کرتے ہوئے ان کے اندر گھسنے لگے تب یورپ سے آنے والے ان نائٹوں کو خبر ہوئی کہ رات کی گہری تاریکی میں خداوند قدوس کے بعد کچھ اور نگاہیں بھی تھیں جو ان کی اس پیشقدمی کا تعاقب کر رہی تھیں۔

رات کی سنسانیوں کے اندر ایک کہرام ایک عذاب اور افراتفری کا عالم اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ ایسے میں اپنے لشکر کو اپنے قریب تر اور حملے میں زور پیدا کرنے کے لئے بلند آواز میں صریم بن طریق نے پہلے خداوند قدوس کے نام کی تکبیریں بلند کیں اس کے بعد اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

''میرے عزیز ساتھیو! میرے باجبروت بھائیو دشمن اس وقت ہماری گرفت ہمارے مقابل ہے۔ اپنے رب کا نام لے کر دن کا مجاہد اور رات کی بیداری بن کر اپنے اس ازلی ابدی دشمن پر چھاتے چلے جاؤ۔ اے فرزندان توحید اے حقوق ملت کے پاسبانوں آؤ الفانسو کے اس لشکر کو ابدی قربان گاہ پر لا کھڑا کریں اس پر ثابت کریں کہ وہ کسی محاذ پر بھی ہم پر حملہ آور ہو ہمیں ہمیشہ چوکنا اور بیدار پائے گا۔ میرے حریت پسند ساتھیو میرے بھائیو! آؤ اپنے رب اپنے اللہ کی راہ میں میرے ساتھ موت اور مرگ اور قضا پر بیعت کر دو آؤ دشمن پر بجھے ہوئے شعلوں کی

اداسی اور اس پر سنسناتی غنودگی طاری کرنے کا عہد کریں۔

صریم بن طریق کے ان الفاظ سے گویا اس کے لشکریوں میں ایک آگ ایک آتش ایک جذبہ ایک جوش بھڑک اٹھا تھا۔ ہر کوئی شیر دل لشکری کی طرح اللہ اکبر اور لبیک لبیک پکارتے ہوئے آتش جبروت کی طرح لپکنے اور ظلمت میں نور کی طرح ابھرتے ہوئے حملہ آور ہونے لگا تھا۔ یوں نائٹوں کے خلاف رات کے اندھیرے میں تلواروں اور ڈھالوں کا رقص وجد آفرین شروع ہو گیا تھا۔

اس کے بعد دوسرے مرحلے کی ابتداء ہوئی۔ جس وقت نائیٹ پوری طرح صریم بن طریق اور اس کے حصے کے لشکریوں کے ساتھ مصروف تھے اور اپنی طرف سے پوری کوشش کئے ہوئے تھے کہ جس لشکر نے ان کے پشت کی طرف سے حملہ کیا ہے جس کی تعداد ان کے مقابلے میں نہ ہونے کے برابر ہے اسے لمحوں کے اندر ملیا میٹ کرتے ہوئے اپنے شب خون کو کامیاب بنانے کی کوشش کریں پر اس وقت تک ایک اور بھٹی بھڑک اٹھی تھی۔

اس طرح کہ تاریکی میں نائیٹ یہ اندازہ نہ لگا سکے کہ کوئی قوت ان کی پشت کی طرف سے بھی انگڑائیاں لے رہی ہے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے نائٹوں کی پشت سے امیر یعقوب المنصور کا چچا عبدالرحمان بن یوسف اپنے میسرہ کے ساتھ نمودار ہوا۔ طوفانوں کی طرح وہ نائٹوں کی پشت کی طرف سے حملہ آور ہو گیا تھا۔

اب ان یورپی نائیٹوں کی حالت دو طرفہ حملوں سے قابل دید تھی۔ سامنے کی طرف سے صریم بن طریق' پشت کی جانب سے عبدالرحمان بن یوسف عجیب سے انداز میں حملہ آور ہو رہے تھے۔ مسلمان لشکری ایک دوسرے کے لئے تنہائی اور دشمن کے لئے نادیدہ ہستیوں کی طرح حملہ آور ہونے لگے تھے۔ عبدالرحمان بن یوسف اور صریم بن طریق کے لشکریوں نے جنگ میں اپنے تیز حملوں سے الفانسو کے نائٹوں کی ایسی حالت کر دی تھی جس طرح جھڑے ہوئے خشک پتوں کو پاؤں تلے روندا جاتا ہے۔ جیسے کوئی کوزہ گر اپنے چاک کو گھما کر اپنی مرضی کے مطابق نتائج حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اس وقت تک ایک اور تبدیلی رونما ہو چکی تھی۔ رات کے اندھیرے میں الفانسو کو کچھ نہ سوجھا تھا کہ حالات کس سمت اڑے جا رہے ہیں۔ وہ یہی سمجھا کہ ان یورپی نائٹوں نے شب خون مار دیا ہے۔ اسے نائٹوں پر بڑا فخر' بڑا بھروسہ' بڑا اعتقاد تھا اور اسے یقین تھا کہ نائیٹ ہر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صورت میں اپنے شب خون کو کامیاب کرتے ہوئے اس کے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کریں گے اور جو بھی مسلمانوں کے لشکری ان کے سامنے آئے اسے تہ تیغ کرتے جائیں گے۔
اس اندھے اعتماد کی بنیاد پر الفانسو آگے بڑھا۔ پھر اس نے امیر یعقوب کے حصے کے لشکر پر حملہ کر دیا تھا۔ امیر یعقوب المنصور پہلے ہی الفانسو کے ایسے حملے کا منتظر تھا لہٰذا یعقوب المنصور نے بھی جوابی حملہ کرتے ہوئے رزم گاہ کے اندر قضا اور موت و مرگ کی پکاریں کھڑی کرنا شروع کر دی تھیں۔

عبدالرحمان بن یوسف اور صریم بن طریق کے ساتھ جنگ کے دوران نائیٹوں کے سارے ولولے' ان کا سارا جوش خاک و خاکستر ہو کر رہ گیا تھا۔ اب کسی کے آگے نہ جھکنے والے وہ نائیٹ مسلمان لشکریوں کے سامنے ایسا محسوس کر رہے تھے گویا وہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو کر خشک پتوں اور برسوں سے بارش کے قحط کے شکار صحرا کے اندر پانی کی تلاش کی ناکام کوشش کرنے آئے ہوں۔ ان کے اندر اب درد میں ڈوبی لرزاں اور پھٹی پھٹی آوازیں بلند ہونے لگی تھیں۔ دوسری طرف ایسی ہی کیفیت الفانسو کی بھی تھی جو امیر یعقوب المنصور کے لشکر پر حملہ آور ہوا تھا۔ امیر یعقوب المنصور نے اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ مل کر الفانسو پر بڑی تیزی کے ساتھ قضا کی چادر ڈالنا شروع کر دی تھی۔
نائٹوں کو جب اپنی شکست واضح اور صاف دکھائی دینے لگی تب انھوں نے انتہائی ناامیدی میں میدان جنگ سے بھاگ جانے کی کوشش کی۔ لیکن اب مسلمان لشکری کچھ اس طرح ان پر قضا بن کر نازل ہو چکے تھے اور کچھ ایسے انداز میں ان کا گھیراؤ کر چکے تھے کہ میدان جنگ سے بھاگنا ان کے بس کی بات نہ رہی تھی۔ کئی بار انھوں نے دائیں بائیں سے نکل کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن صریم بن طریق اور عبدالرحمان بن یوسف نے ان کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا۔ یوں یورپ سے آنے والے ان نائیٹوں کو عبدالرحمان بن یوسف اور صریم بن طریق نے بری طرح گھیر کر ان کا قتل عام کر دیا تھا۔
میدان جنگ میں نائٹوں کا صفایا کرنے کے بعد صریم بن طریق اور عبدالرحمٰن بن یوسف مڑے۔ الفانسو ابھی تک امیر یعقوب المنصور اور اس کے بیٹے عبداللہ کے ساتھ جنگ میں مصروف تھا۔ صریم بن طریق اور عبداللہ نے پہلے مشورہ کیا پھر کوئی فیصلہ کرنے کے بعد وہ الفانسو کے لشکر کے پشتی حصے سے نمودار ہوئے اور اس کے لشکر پر دائیں بائیں سے انھوں

نے حملہ کر دیا تھا۔
الفانسو پہلے ہی امیر یعقوب المنصور اور اس کے بیٹے عبداللہ سے جان چھڑانے کی فکر میں تھا کہ صریم بن طریق اور عبدالرحمان بن یوسف نے اس کے دونوں پہلوؤں سے حملہ کر دیا۔ اب اس کے رہے سہے حوصلے پست ہو کر رہ گئے۔ اس کے لشکریوں میں ایک کہرام برپا ہو گیا۔ پھر الفانسو کے لشکر میں یہ خبریں بھی اڑ گئیں کہ یورپی نائٹوں نے جو شب خون مارنے کی کوشش کی تھی نہ صرف یہ کہ ان کا شب خون ناکام رہا ہے بلکہ ان کو مکمل طور پر تہ تیغ کر دیا گیا ہے۔

اس خبر نے الفانسو کے لشکر میں ایک بھگدڑ برپا کر دی۔ ہر کوئی مسلمانوں سے جی چرانے لگا۔ الفانسو جو اپنے لشکر کے وسط میں تھا وہ دیکھ رہا تھا کہ اس کے لشکری بدکی ہوئی گھوڑیوں کی طرح اگلی صفوں سے پچھلی صفوں کی طرف بھاگنے لگے تھے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے الفانسو اپنے لشکر کے ساتھ مڑا اور بھاگ کر شہر میں داخل ہوا اور پہلے کی طرح محصور ہو گیا۔ یوں اس کا شب خون بری طرح ناکام رہا تھا بلکہ اس کے لشکر کا ایک بڑا حصہ اس جنگ میں کام آ گیا تھا۔ امیر یعقوب المنصور اپنے سالاروں کے ساتھ جنگ میں زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی کرنے لگا تھا۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

احمد بن سعید' قراقوش اور حسام بن ضرار اپنے لشکر کے ساتھ بڑی تیزی کے ساتھ شمال کی طرف بڑھے تھے۔ شترین شہر سے گزرتے ہوئے انھوں نے شمال مغرب کا رخ کیا۔ اب وہ پرتگال کے حکمران سینکو کے علاقوں میں داخل ہو چکے تھے۔ ان کے مخبر' ان کے طلایہ گر برابر انہیں سینکو کی پیش رفت اور ان کی نقل و حرکت سے آگاہ کر رہے تھے۔ جب تینوں اپنے لشکر کے ساتھ دریائے مندیق اور دریائے تاجہ کے درمیانی حصے میں آئے تو احمد بن سعید نے لشکر کو روک دیا اس لئے کہ ان کے سامنے سینکو پڑاؤ کئے ہوئے تھا اور جنگ کی پوری تیاری میں تھا۔

احمد بن سعید نے فوراً اپنے لشکر کو وہاں پڑاؤ کرنے کا حکم دے دیا۔ ساتھ ہی لشکر کا حصہ اس نے چاق و چوبند کر دیا کہ سینکو کہیں اچانک حملہ نہ کر دے لیکن سینکو نے ایسا نہیں کیا۔

سینکو مطمئن تھا اس لئے کہ اس نے آنے والے لشکر کا اندازہ کر لیا تھا۔ اس کے لشکر کے مقابلے میں احمد بن سعید' قراقوش اور حسام بن ضرار کے لشکر کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس لئے وہ مطمئن تھا کہ کسی طریقے' کسی سلیقے کے ساتھ جنگ کر کے احمد بن سعید کے لشکر کو مار بھگائے گا۔

اب صورت حال یہ تھی کہ دریائے تاجہ اور دریائے مندیق کے درمیان پڑنے والے کھلے میدان جو ایک قسم کے ریگزار تھے وہاں دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے پڑاؤ کئے ہوئے تھے۔

رزم گاہ بننے والے اس علاقے کی صورت حال یہ تھی کہ شمال میں دور تک سینکو کا علاقہ تھا۔ قریب ہی مشرق میں جبل بشارات کا سلسلہ تھا اور یہ جبل بشارات کا غربی کنارا تھا جبکہ جبل بشارات مشرق میں وادی الحجارہ تک پھیلا ہوا تھا۔ دونوں لشکر ایک دوسرے کے سامنے ایک دن پڑاؤ کئے رہے۔ جنگ کی ابتدا کرنے کی کسی نے بھی کوشش نہ کی۔ احمد بن سعید ہی

کے لشکریوں کی تعداد زیادہ ہے لہٰذا وہ دشمن کو آرام کرانے کے بعد شکست دے کر اپنی اس فتح پر فخر کرے گا۔

اگلے روز سینکو نے اپنے لشکر میں جنگ کے طبل بجا دیئے تھے۔ ساتھ ہی اس نے صفیں درست کرنی شروع کر دیں تھیں۔ احمد بن سعید نے اپنے لشکر کو چوکس کیا اور بڑی تیزی کے ساتھ اس نے بھی قراقوش اور حسام بن ضرار کے ساتھ لشکر کی صفیں درست کرنا شروع کر دی تھیں۔ لشکر کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ وسطی حصے میں خود احمد بن سعید رہا تھا۔ دائیں جانب قراقوش بائیں جانب حسام بن ضرار تھا۔ یہی ان کے لشکر کی ترتیب تھی۔

جب دونوں لشکر اپنی صفیں درست کر چکے تب سینکو کے لشکر سے ایک گھوڑ سوار اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا آیا۔ اس کا گھوڑا بری طرح کلیلیں کر رہا تھا۔ کبھی کبھی رقص کرنے کے انداز میں اپنے چاروں پاؤں پر جست و خیز کرتا تھا۔ میدان کے وسط میں آ کر آنے والے اس جوان نے احمد بن سعید کا نام لے کر انفرادی مقابلے کے لیے للکارا۔

مقابلے میں اترنے والے کی اس پکار پر احمد بن سعید چونکا تھا۔ اس موقع پر اس نے اپنے گھوڑے کی گردن تھپتھپائی۔ پھر اس نے دھیمے لہجے میں اپنے گھوڑے کو مخاطب کیا۔

”سن میرے رفیق دیرینہ شاید قدرت کو ایک بار پھر ان میدانوں میں تیرا میرا امتحان مقصود ہے۔ میں امید رکھتا ہوں کہ جس طرح تو گزشتہ جنگوں میں میرے اشاروں پر چلتا رہا ہے' دشمن کے خلاف میری خواہشوں کے مطابق حرکت میں آتا رہا ہے' ایسا تو اس مقابلے کے دوران بھی کرے گا۔“

اس کے ساتھ ہی ہاتھ کے اشارے سے احمد بن سعید نے قراقوش اور حسام بن ضرار کو اپنی طرف بلایا۔ جب وہ دونوں اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ہوئے اس کے قریب آئے تب احمد بن سعید نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”میرے عزیز بھائیو تم جانتے ہو کہ میدان جنگ میں اترنے والے نے مجھے انفرادی مقابلے کی دعوت دی ہے۔ یاد رکھنا ماضی میں بھی ایسے بھیڑیئے مجھے مقابلے کی دعوت دیتے رہے ہیں اور میں اپنے خداوند قدوس کا نام لے کر ان پر غالب آتا رہا ہوں۔“

”یاد رکھنا موت زندگی کسی کے ہاتھ کسی کی گرفت میں نہیں ہے۔ اگر میں دشمن کو زیر کر لیتا ہوں تو کوئی ایسا بھی میدان جنگ میں آ سکتا ہے جو مجھے اپنے سامنے خون میں نہلا سکے۔ لہٰذا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہمیں اپنی موت پر غم اور فکر نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ ہماری موت بہترین شہادت ہے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد احمد بن سعید رکا کچھ سوچا اس کے بعد اس نے پھر بولنا شروع کیا۔

"اس جنگ میں یا اس مقابلے کے دوران میں اگر مارا جاؤں تو میرے گھوڑے کی خرجین میں جو کفن ہے اس میں مجھے دفن کر دینا۔ گو وہ کفن میں نے ایک خاص مقصد کے لئے اپنے گھوڑے کی خرجین میں رکھا ہوا ہے۔ اس لئے جو فرض میں نے اپنے ذمے لیا ہوا ہے وہ کفن تو میں نے اس فرض کی لئے احتیاطاً اپنے پاس رکھا ہے۔ تاہم کسی موقع پر میں اس فرض کی ادائیگی سے پہلے اگر جام شہادت نوش کر جاؤں تو مجھے اسی کفن میں دفنا دینا۔"

"میرے عزیز بھائیو! شاید دشمن یہ خیال کرتا ہے کہ وہ ہمیں بار بار جنگ کی بھٹی کی طرف بلا کر ہمیں ان سرزمینوں سے محروم کر دے گا' ہراساں کر کے یہاں سے نکل جانے پر مجبور کر دے گا۔ ہرگز نہیں اگر یہ دشمن دیں ساری دنیا کے ملک بھی ہمارے حوالے کر دیں تب بھی ہم ان کے سامنے اپنے سر کو نہیں جھکائیں گے۔ اگر یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے آباء کی قبروں کو ویران کر دیں گے تو یہ ان کا دھوکہ ان کا فریب ہے۔ ہم اپنی سرزمینوں کے وقار کو اجڑی خاک میں تبدیل نہیں ہونے دیں گے۔ ہمارے آباء کی جرات مندی ان کی دلیری ان کے زندہ جاوید کارنامے ہمارے سینوں پر منقش ہیں۔ شاید یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے آباء کی روایت کو بھول چکے ہیں۔ ہرگز نہیں جو کچھ انھوں نے ماضی میں کیا وہ جڑوں کی طرح ہمارے دلوں میں محفوظ ہے اور ان کی خواہشوں کو خداوند قدوس نے چاہا تو نقطہ عروج پر لائیں گے۔"

"میرے دونوں بھائیو! میں اب میدان میں اترنے لگا ہوں۔ میرے بعد اپنے اپنے لشکر کے سامنے رہنا۔ مجھے امید ہے کہ انفرادی مقابلے میں آنے والے کو زیر کر کے آؤں گا اور اپنے لشکر کی کمانداری کر سکوں گا۔ آنے والا کون ہے یہ میں بھی جانتا ہوں تم دونوں بھی جان چکے ہو گے۔ بہرحال میرے بعد مستعد رہنا تاکہ ہم تینوں دشمن کے کسی دھوکے اور فریب کا شکار نہ ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ہی احمد بن سعید نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور اسے میدان جنگ کے وسطی حصے کی طرف دوڑا دیا تھا۔

اپنے گھوڑے کو دوڑاتا ہوا احمد بن سعید جب مقابلے میں آنے والے کے سامنے آیا تو اس موقع پر احمد بن سعید کی تلوار اور ڈھال دائیں بائیں ہاتھ میں اس کے سامنے تھی۔ مقابلے میں آنے والا ایسے لوہے میں غرق تھا جیسے پہلے احمد بن سعید کے مقابلے میں آنے والے ہوا

کرتے تھے۔ احمد بن سعید جب اس کے سامنے گیا تو آنے والے نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا تیرا ہی نام احمد بن سعید ہے؟؟"

احمد بن سعید منہ سے کچھ نہ بولا تاہم اس نے اثبات میں اپنا سر ہلا دیا تھا۔ اس کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اس کے بعد اس نے دوبارہ احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"کیا تو میرا نام نہ پوچھے گا؟؟"

احمد بن سعید پھر منہ سے کچھ نہ بولا اس نے نفی میں گردن ہلا دی جس پر وہ سیخ پا ہوا اور انتہائی غصے اور قہرمانی میں اپنے سامنے اپنی تلوار لہراتے ہوئے وہ برس پڑا۔

"کیا تو ایسا ہی کم دل اور بزدل ہے کہ اپنی موت سے پہلے میرا نام نہ جاننا پسند کرے گا۔"

احمد بن سعید کچھ دیر تک اسے گھورتا رہا پھر کھولتے ہوئے لہجے میں بول پڑا۔

"سن ابلیس کے پروردہ میں تجھے بھی جانتا ہوں اور تیرے نام سے بھی واقف ہوں اور جن ارادوں کو لے کر تو میدان میں اترا ہے ان سے بھی پوری آگاہی رکھتا ہوں۔ سن تیرا نام مینفریڈ ہے تو یورپ سے آنے والے رضاکاروں میں سے ایک ہے۔ اپنے آپ کو تیغ زنی میں بے مثل اور لاجواب خیال کرتا ہے۔ تیرا ایک بھائی بھی ہے جو تیرے جیسا ہے۔ اپنے آپ کو بہترین تیغ زن سمجھتا ہے۔ تو میرے مقابلے میں اس لئے اترا ہے کہ تو مجھے شکست دے کر مجھے اپنے سامنے زیر کر کے یا میری گردن کاٹ کر تو برق کلیسا کو حاصل کر سکے جس کا نام مازن ہے اور جو پرتگال کے حکمران سینکو کی بھتیجی ہے۔ یاد رکھنا تیری یہ گندی خواہش تیرے یہ غلیظ ارادے کبھی پورے نہ ہوں گے۔"

مقابلے میں آنے والا واقعی مینفریڈ تھا۔ احمد بن سعید کے اس انکشاف پر اس نے ایک قہقہہ لگایا پھر بول پڑا۔

"لگتا ہے تیرے جاسوس تیرے مخبر بڑی تیزی سے کام کرنے والے ہیں اور ہر نقل و حرکت کی اطلاع دینے والے ہیں۔ جو کچھ تو نے کہا ہے وہ سچ ہے پر یاد رکھنا تو میری خواہشوں میرے ارادوں کے سامنے کوئی دیوار نہیں کھڑی کر سکے گا۔ تو میرے مزاج' میری شہرت سے واقف نہیں ہے۔ میں تیغ زنی کا شعبدہ گر ہوں وقت اور آنے والے لمحات بتائیں گے کہ میں کیسے تیری سوچوں کے خانوں میں تھکن کی لڑکھڑاہٹ بھرتا ہوں۔ کیسے تیری اجاڑ زندگی میں موت کی ان گنت خواہشیں ڈالتا ہوں۔ سن احمد بن سعید میں قضا کا سوداگر ہوں۔ شکستوں کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دھوئیں میں بھی امیدوں اور کامیابیوں کے چراغ روشن کرنے کا فن اور ہنر جانتا ہوں۔"

مینفریڈ کی اس گفتگو سے احمد بن سعید کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر اپنے سامنے اپنی تلوار لہراتے ہوئے اس نے دھاڑتی ہوئی آواز میں کہنا شروع کیا تھا۔

"مینفریڈ رزمگاہ کے ہنگاموں کو فراموش کرتے ہوئے کیوں اپنے آپ کو خود فریبی کی چمکتی ہوئی زنجیروں میں جکڑے جا رہے ہو۔ یاد رکھو جب میں تمہیں خوابوں کے جزیروں سے نکال کر موت کے ساحلوں پر کھڑا کروں گا تو تمہاری آنکھوں کے کرب میں الم گزیدہ مناظر اور افسردہ قضا کے دھوئیں کے سوا کچھ دکھائی نہ دے گا۔ جب میں تمہیں یادوں کے بیابانوں سے نکال کر دشت غربت کی بے کسی میں کھڑا کروں گا تو یاد رکھنا مینفریڈ تمہارے سامنے درد کے ہیولوں کے سوا کچھ دکھائی نہ دے گا۔"

جواب میں مینفریڈ نے ایک مکروہ اور بھیانک قہقہہ لگایا پھر بول پڑا۔

"تیرے جیسے ہارنے والے اپنی ہار سے پہلے ایسی ہی گفتگو کرتے ہیں۔ کیا تو ایسے الفاظ استعمال کر کے یہ سمجھتا ہے کہ تو میرے من کو بے چین اور بے کل کر دے گا۔ میں تو تیرے سامنے اس میدان جنگ میں تقدیر کا بدترین نوشتہ بدبختیوں کا شہر اور عذاب کا دشت ثابت ہوں گا۔"

مینفریڈ کی اس گفتگو نے احمد بن سعید کو اور برہم کر کے رکھ دیا تھا۔ ایک بار اس نے غصے میں اپنی تلوار اور ڈھال اپنے سامنے لہرائی اس کے بعد میدان جنگ میں گونجتی ہوئی اس کی آواز سنائی دینے لگی تھی۔

"مینفریڈ تھوڑی دیر پہلے تو نے اپنے آپ کو تیغ زنی کا شعبدہ گر کہا تھا۔ پر سن تو نے بھی اس سے پہلے میرے جیسا بدو' میرے جیسا اعرابی' میرے جیسا صحرانشین نہ دیکھا ہو گا۔ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ذرا تیرا میرا مقابلہ شروع ہونے دو اس کے بعد میں تیری بلند و بالا حیات کی شکنیں صاف کروں گا۔ تیری زندگی کی وزنی زنجیریں کاٹوں گا۔ تجھے منحوس ستارا جان کر تجھے تیری زیست کی روشنی سے محروم کروں گا اور تجھے یورپ سے آنے والی خون کی گھن گھور گھٹا سمجھ کر تیرے چہرے کے سارے رنگ خون بھری خاک میں ملاتا چلا جاؤں گا۔ سن مینفریڈ میری تلوار میرے خداوند نے چاہا تیرے جسم کے قلعے کو مٹی کا گھروندا سمجھ کر کاٹے گی۔ مینفریڈ اپنے دل کے قرطاس پر لکھ رکھ میں تجھے آبی بلبلا جان کر تیرے سینے میں اپنی ملت

جم نصب کرنے کا فریضہ ادا کروں گا۔ مینفریڈ ابھی تو تو بہت بڑھ چڑھ کر باتیں کرتا ہے پر تو اس وقت سے ڈرتا ہوں جب تیرا میرا لوہا آپس میں ٹکرائے گا تو دل کی تختی پر بڑی تیزی ے ساتھ قضا کے حروف بنتے چلے جائیں گے۔ مینفریڈ اس سے پہلے تیرے جیسے بڑے نمت میرے سامنے آئے پر اپنی زیست ہار گئے۔ اس سے پہلے تیرے جیسے کئی سورماؤں نے برا سر قلم کرنے کی خاطر میدان جنگ کا رخ کیا میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کیا تا کہ مجھے زیر کر ے وہ برق کلیسا کو حاصل کر سکیں لیکن ان کے مقدر میں منحوس موت اور برستی قضا کے سوا اوند قدوس نے کچھ نہ لکھا ہوا تھا۔ سو تو بھی لکھ رکھ بلکہ سن رکھ کہ جس طرح میں نے پہلے بالوں میں آنے والوں کو ذلیل اور رسوا کر کے خاک میں خون آلود کر دیا تھا میرے اللہ میرے ب نے چاہا تو تیرا انجام اس سے بھی بدتر اور برا ہو گا۔"

"مینفریڈ یہ بھی مت خیال کرنا کہ تو سر سے لے کر پاؤں تک لوہے میں غرق ہے اور میرا ئی ہتھیار تم پر کارگر ثابت نہ ہو گا۔ پر یاد رکھنا میری تلوار صرف انسانی جسم ہی نہیں لوہے کو ی کاٹنے کا ہنر اور فن جانتی ہے۔ ذرا اسے برسنے دے پھر تیرے سامنے دن کے وقت بھی ت کے ستارے نہ ناچ گئے تو مجھے بدو اور اعرابی نہیں کچھ اور کہنا۔"

مینفریڈ نے ایک بار پھر ہولناک قہقہہ لگایا پھر وہ درندوں کی طرح دھاڑتے ہوئے بول ا۔

"سن بدو کسی دھوکے کسی فریب میں مت رہنا میں نے ہر صورت میں برق کلیسا کو حاصل رنے کا تہیہ کر رکھا ہے میں تجھ پر یہ بھی انکشاف کر دوں کہ اس میدان میں اترنے سے پہلے پنے بھائی ہاورتھ اور پرتگال کا بادشاہ سینکو کی موجودگی میں میں اپنے ہاتھوں سے برق کلیسا کو گوٹھی پہنا کر آیا ہوں اور اسے یہ وعدہ اور عہد دے کر آیا ہوں کہ تیرا سر کاٹ کر اس کے موں میں ڈال دوں گا۔ مقابلہ شروع ہونے سے پہلے انگوٹھی اس لئے ڈال کر آیا ہوں کہ سے یہ اعتماد یہ بھروسہ رہے کہ میں ہر صورت میں میدان جنگ میں تجھے زیر کروں گا تیرا سر ڈالوں گا۔"

احمد بن سعید اس گفتگو سے اور زیادہ سیخ پا اور برہم ہو گیا تھا۔ اپنے گھوڑے کو اس نے برا نگیخت کرنے والی ایڑ لگائی تھی۔ یہ ایڑ اس نے اپنے گھوڑے کی اگلی ٹانگوں کے دائیں ب تھوڑی سی پیچھے لگائی تھی۔ یہ ایڑ لگنی تھی کہ گھوڑا بری طرح ہنہنایا۔ نتھنے پھڑپھڑائے پھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس نے اپنی دونوں ٹانگیں اٹھالی تھیں۔ ساتھ ہی چلاتے ہوئے احمد بن سعید نے خداوند قدوس کی تکبیر بلند کی اس کے بعد اس نے مینفریڈ کو مخاطب کر کے کہا۔

"مینفریڈ سنبھلو میں مقابلے کی ابتدا کرنے لگا ہوں۔ میں تیری زیادہ بک بک سننا نہیں پسند کروں گا۔" مینفریڈ سنبھل گیا تھا۔ دونوں بڑی تیزی سے ایک دوسرے پر اپنی تلوار کے فن کا مظاہرہ کرنے لگے تھے۔

مینفریڈ شروع میں بڑے تیز حملے کر رہا تھا شاید وہ یہ چاہتا تھا کہ جلد از جلد کامیابی کو گلے لگاتے ہوئے واپس جا کر برق کلیسا کا ہاتھ تھامے پر وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ قدرت اپنے فیصلے کسی کی مرضی کے مطابق نہیں کرتی۔ وہ شاید یہ بھی نہیں جانتا تھا کہ خداوند قدوس کسی کے سامنے نہ عاجز ہے نہ مجبور ہے۔ ہر فیصلہ اپنی مرضی کے تحت ہی کرتا ہے۔ مینفریڈ اس لحاظ سے بھی اپنے آپ کو محفوظ خیال کر رہا تھا کہ وہ بری طرح اپنے جسم کو لوہے میں چھپائے ہوئے تھا اور یہ کہ تلوار کے فن میں وہ بے مثال مہارت رکھتا تھا۔ اس کے مقابلے میں احمد بن سعید کے سر پر خود تھا' جسم پر زرہ تھی' ہاتھوں اور کندھوں پر نہ کوئی خول تھا نہ کوئی جوشن۔ اپنی تلوار اور ڈھال کے وہ بہترین کرتب اور فن کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ احمد بن سعید کے تیغ زنی کے اس فن' اس چابک دستی نے تھوڑی ہی دیر بعد مینفریڈ کی آنکھیں چکاچوند کر کے رکھ دی تھیں۔

ایک موقع پر جبکہ احمد بن سعید اور مینفریڈ کے گھوڑے ایک دوسرے کے متوازی تھے اور وہ دونوں اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ایک دوسرے پر جان لیوا حملہ کر رہے تھے اچانک احمد بن سعید نے اپنے گھوڑے کی باگ کو ہلکا سا جھٹکا دیا پھر پیٹ کے درمیانی حصے میں دو بار ہلکی سی ٹھوکر لگائی۔ گھوڑا چونکہ سدھایا ہوا تھا میدان جنگ میں اپنے فن کا مظاہرہ کرنے میں ماہر تھا۔ اس دو بار کی ٹھوکر نے اسے ایسا ایکجہت کیا کہ ایک دم اس نے اپنا پہلو بدلا۔ پہلے دشمن کے گھوڑے کے متوازی تھا اب گھوڑے کی طرف اس نے اپنا منہ کیا پھر اس نے ایک دم اپنی دونوں ٹانگیں اٹھالی تھیں۔ مینفریڈ نے اسے اپنے لئے غنیمت موقع جانا۔ اپنی تلوار اس نے بلند کی اس لئے کہ اب گھوڑا سامنے تھا۔ احمد بن سعید اس کی تلوار کی ضرب سے دور تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ گھوڑے پر ضرب لگائے اور جب گھوڑا اس کی تلوار کی ضرب سے زخمی ہو کر گرے گا تو وہ احمد بن سعید پر چھلانگ لگا کر اس کا کام تمام کر دے گا۔

وہ احمق تھا احمد بن سعید نے اپنے اس سدھائے ہوئے گھوڑے کو ایسا موقع فراہم کرنے کے لئے خود اسے ٹھوکر لگائی تھی۔ جونہی گھوڑا استوار ہوا اور مینفریڈ نے اس کی گردن تلوار برسانا چاہی احمد بن سعید فوراً آگے بڑھا اپنی ڈھال آگے کرتے ہوئے مینفریڈ کے وار کو اپنی ڈھال پر لیا۔ اس طرح وہ اپنے گھوڑے کو بچا گیا تھا پر اسی لمحہ جس لمحہ اس نے اپنی ڈھال آگے کی تھی اپنی تلوار بھی اس نے برسا دی تھی۔ احمد بن سعید کی تلوار مینفریڈ کی ٹانگ پر لگی۔ ٹانگ پر لوہے کا خول چڑھا ہوا تھا۔ خول کو کاٹتی ہوئی احمد بن سعید کی تلوار مینفریڈ کی ٹانگ کو بھی کاٹتی چلی گئی تھی۔

مینفریڈ کی ٹانگ کٹ کر نیچے گر گئی تھی۔ مینفریڈ نے ایک ہولناک چیخ بلند کی۔ ٹانگ کٹنے کی تکلیف کو شاید وہ برداشت نہ کر سکا۔ اپنے گھوڑے کی زین پر وہ جھک سا گیا تھا۔ احمد بن سعید نے گھوڑے کو پھر ایڑ لگائی۔ گھوڑا پہلے کی طرح متوازی ہوا ساتھ ہی احمد بن سعید نے اپنے پاؤں کی ایک ٹھوکر زین پر جھکے ہوئے مینفریڈ کے پیٹ پر لگائی۔ مینفریڈ اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا۔ احمد بن سعید بھی نیچے کودا۔ اپنی تلوار اپنے سامنے لہرائی۔ مینفریڈ بے سدھ سا زمین پر پڑا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر تک عجیب سے انداز میں احمد بن سعید تکلیف اور شدت کا اظہار کرتے ہوئے مینفریڈ کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کیا۔

"مینفریڈ تو یورپ کا مانا ہوا تیغ زن بلکہ تیغ زنی کا شعبدہ گر اور اپنے آپ کو بڑا شورہ پشت اور جنگجو خیال کرتا تھا۔ مقابلہ شروع کرنے سے پہلے تو دعویٰ کرتا تھا کہ میرے سر پر موت بن کر کھیل جائے گا میرے لئے اس میدان جنگ میں فنا کی تحریریں رقم کرے گا۔ پر دیکھ صورت حال تو بالکل ہی مختلف ہے کیا میں نے تیرے سارے حسین سپنوں کی تعبیر کو ماضی کے دھندلکوں میں اور تیری ساری طوفانی یورش کو احساس کی شکست میں تبدیل نہیں کر دیا۔ مینفریڈ مقابلہ شروع ہونے سے پہلے جو تو بھیڑیئے کی غراہٹ اور سانپ کی پھنکار جیسی گفتگو کرتا تھا وہ کدھر گئی۔ اب تو میدان جنگ کی مٹی میں پرانے بھولے گیتوں جیسا خاموش اور زیست کی تاریک شب جیسا چپ ہے۔ اے بدباطن خود سر اور ابلیس صفت انسان اگر ہمت ہے تو اٹھ میرا مقابلہ کر پھر دیکھ میں کیسے سپاہیانہ وقار کے ساتھ سیلاب کے ریلے کی طرح تجھے مارتا ہوں۔ تجھے لوہے کی لگام ڈال کر زیست کی مسافت کو تمام کرتا ہوں۔ اٹھ جی مت چھوڑ حوصلہ مت ہار۔ ابھی تو نے میرا سر قلم کر کے برق کلیسا کو اپنے لئے حاصل کرنا ہے۔ اس لئے کہ تو مقابلے میں اترنے سے پہلے اسے انگوٹھی ڈال کر آیا ہے۔ کیا تو نے واپس جا کر اسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خوش خبری نہیں دیتی کہ تو مجھ پر فتح مند رہا۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو کا مینفریڈ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ زین پر ویسے ہی داستانوں کے بکھرے اور پرانے اوراق کی طرح چپ اور خاموش رہا۔ احمد بن سعید نے بھی اسے زیادہ دیر برداشت نہ کیا اس نے تلوار بلند کی اور ایک ہی وار میں اس نے مینفریڈ کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

یہ کام کرنے کے بعد احمد بن سعید نے مینفریڈ کا کٹا ہوا سر اس کے گھوڑے کی خرجین میں ڈال دیا۔ پھر اس کے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھی ہوئی ایک رسی کھول کر لاش کے دوسرے حصے کو اس نے اس رسی سے باندھا۔ اس کا دوسرا حصہ اس نے اس کے گھوڑے کی زین سے باندھ دیا تھا۔ پھر گھوڑے کو مار کر اس نے سینکو کے لشکر کی طرف ہانک دیا تھا۔ یوں گھوڑا مینفریڈ کے سر اور اس کی لاش کو لے کر اپنے لشکر کی طرف چلا گیا تھا۔

اس موقع پر جبکہ احمد بن سعید نے مینفریڈ کی گردن کاٹی تھی۔ اپنے لشکر کے سامنے ایک جگہ سینکو اور اس کی بھتیجی برق کلیسا' مینفریڈ کا چھوٹا بھائی ہاورتھ اور سینکو کے دیگر بڑے بڑے سالار کھڑے تھے۔ جس وقت احمد بن سعید نے مینفریڈ کی گردن کاٹ کر اس کے سر کو اس کے گھوڑے کی خرجین میں ڈالا تو سب کے چہرے اترے ہوئے تھے۔ پریشانی فکرمندی اور غم زدگی کا شکار تھے۔ اس موقع پر سینکو کے پہلو میں کھڑی اس کی بھتیجی برق کلیسا بول پڑی۔

"معلوم ہوتا ہے مسلمانوں کا یہ سالار احمد بن سعید ناقابل تسخیر ہے۔ آپ نے دیکھا ماضی میں بھی اس کے سامنے بڑے بڑے سورما آئے۔ اس کے ساتھ انفرادی مقابلہ کیا۔ لیکن ہر ایک نے اس سے شکست کھائی اور اپنی گردن کٹوائی۔

مینفریڈ یورپ کا مانا ہوا تیغ زن خیال کیا جاتا تھا۔ جس وقت اس نے مجھے حاصل کرنے کا دعویٰ کیا۔ مجھے امید تھی کہ یہ اس احمد بن سعید کو نہ صرف نیچا دکھائے گا بلکہ اس کی گردن کاٹ کر لائے گا لیکن جو حالات سامنے آئے ہیں وہ آپ بھی دیکھ رہے ہیں میں بھی دیکھ چکی ہوں۔ میں نے مینفریڈ سے بڑی امیدیں وابستہ کی تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ یہ میری شرط پوری کرے گا اور مجھے حاصل کرنے کی کوشش کرے گا اور اس احمد بن سعید کا سر کاٹ کر لائے گا لیکن آپ دیکھتے ہیں اس کا گھوڑا خود اس کا کٹا ہوا سر لے کر ہماری طرف آ رہا ہے۔ اے میرے عم آپ اس سلسلے میں کیا کہتے ہیں؟"

برق کلیسا کی اس گفتگو کا جواب اس کے چچا سینکو نے کچھ نہ دیا۔ اس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔ وہ گہری سوچوں میں غرق تھا۔ کبھی کبھی وہ نگاہ اٹھا کر مینفریڈ کے اس گھوڑے کو بھی دیکھ لیتا تھا جو آہستہ آہستہ چلتا ہوا لمحہ بہ لمحہ اپنے لشکر سے قریب ہوتا چلا جا رہا تھا۔ اپنے چچا کو خاموش دیکھ کر برق کلیسا پھر بول پڑی۔

"اے میرے عم! اب جبکہ یورپ کا مانا ہوا تیغ زن مینفریڈ بھی احمد بن سعید کے مقابلے میں ناکام رہا ہے تو میں آج آپ لوگوں کے سامنے اپنے اس اعلان کو واپس لیتی ہوں کہ جو احمد بن سعید کو نیچا دکھائے گا میں اس کا ہاتھ تھام لوں گی۔ اسے اپنی زندگی کا ساتھی بنالوں گی۔ اس لئے کہ میں سمجھتی ہوں اس احمد بن سعید کو نیچا دکھانا ناممکن ہے۔ للہذا میں مزید اپنے سورما اس کے ہاتھوں مروانا نہیں چاہتی۔"

اپنی بھتیجی برق کلیسا کی اس گفتگو کا جواب سینکو دینا ہی چاہتا تھا کہ اسی دوران مینفریڈ کا چھوٹا بھائی ہاورتھ بول پڑا۔ اس نے سینکو کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا تھا۔

"عظیم سینکو حالات کا جبر اس قدر پھیل گیا ہے کہ مسلمانوں کے اس سالار نے میرے بھائی مینفریڈ کو قتل کر دیا حالانکہ جس وقت میرا بھائی میدان میں اترا تھا تو مجھے سو فیصد یقین تھا کہ مسلمانوں کا یہ سالار میرے بھائی کے سامنے چند لمحے بھی نہ نکال سکے گا۔ اس لئے کہ آج تک جتنے بھی تیغ زنی کے مقابلے ہوئے۔ میرے بھائی نے لمحوں کے اندر وہ سارے مقابلے جیتے۔ حیرت کی بات ہے کہ میرا بھائی اس مسلمان سالار کے سامنے تھوڑی دیر بھی ٹک نہیں سکا اور اسے اس نے خون میں نہلا کر رکھ دیا۔ اب جبکہ میرا بھائی مر چکا ہے اپنے بھائی کے قتل کا انتقام لینے کے لئے میرے ذہن میں ایک ترکیب ہے۔ بشرطیکہ آپ اور آپ کی بھتیجی برق کلیسا میرے ساتھ تعاون کریں۔"

اس موقع پر چونکتے ہوئے سینکو اور اس کی بھتیجی برق کلیسا نے ہاورتھ کی طرف دیکھا تھا۔ دونوں کچھ پوچھنا ہی چاہتے تھے کہ ہاورتھ پھر بول پڑا۔

"یہ بات تو طے شدہ ہے کہ تیغ زنی میں اس مسلم سالار کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔ حالات کو دیکھتے ہوئے چاہئے تو یہ تھا کہ جس طرح اس سالار نے میرے بھائی مینفریڈ کو انفرادی مقابلے میں شکست دی ہے اور اس کا سر کاٹا ہے۔ اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لئے مجھے انفرادی مقابلہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مینفریڈ انفرادی مقابلے میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکا تو میں اس مسلم سالار کا سامنا بھی نہ کر پاؤں گا۔ اس لئے کہ اپنے بھائی مینفریڈ کے مقابلے میں میں تیغ زنی کے فن میں بہت پیچھے اور بہت کم ہوں۔ اب جو ترکیب میرے ذہن میں آئی ہے اسے استعمال کرتے ہوئے ہم مسلمانوں کے اس سالار کو یا تو زندہ گرفتار کر سکتے ہیں یا ایسا نہ کر سکے تو کم از کم اس کی گردن ضرور کاٹ سکتے ہیں۔"

برق کلیسا بڑی بے چینی سے ہاورتھ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ہاورتھ شاید ابھی اپنی بات مکمل بھی نہ کر پایا تھا کہ برق کلیسا بیچ میں بول پڑی۔

"ہاورتھ گفتگو کو طول نہ دو جو ترکیب تمہارے ذہن میں ہے اسے کہو اگر وہ قابل عمل ہوئی تو ضرور اسے عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی جائے گی۔" اس پر ہاورتھ پھر بول پڑا۔

"بات یہ ہے کہ لشکر کا وہ حصہ جس نے جنگ کے دوران میرے بھائی مینفریڈ کی کمانداری میں رہنا تھا اسے میری سرکردگی میں دے دیا جائے۔ برق کلیسا کو بھی میرے ساتھ کر دیا جائے۔ آپ دیکھتے ہیں مسلمانوں کا سالار جس کا نام احمد بن سعید ہے جس نے میرے بھائی کو قتل کیا ہے وہ اپنے لشکر کے درمیانی حصے میں رہ کر جنگ کرنا چاہتا ہے۔ عظیم سینکو میں اور برق کلیسا اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ آپ کے قلب لشکر میں رہیں گے ہم خاص طور پر احمد بن سعید اور اس کے محافظوں کو نشانہ بنانے کی کوشش کریں گے۔"

"میں اپنے چند جانثاروں کے ساتھ احمد بن سعید کی طرف بڑھوں گا میرے اردگرد میرے لشکری احمد بن سعید کے محافظوں اور اس کے لشکریوں سے ٹکرائیں گے اور میں اپنے تین بہترین تیغ زنوں کے ساتھ احمد بن سعید کا رخ کروں گا اول تو میں اسے زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کروں گا۔ اگر ایسا نہ ہو سکا تو اس کی گردن ضرور کاٹوں گا اس دوران برق کلیسا کا کام یہ ہو گا کہ یہ اس سلسلے میں مجھ سے تعاون کرے۔ اگر میں احمد بن سعید کے قریب پہنچ جاؤں اور اس کے لشکری مجھ پر اٹڈنا چاہیں تو یہ اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے اس دباؤ کو روکے۔ اس طرح احمد بن سعید کا سر کاٹنا یا اسے زندہ گرفتار کرنا میرے لئے آسان تر ہو جائے گا۔"

ہاورتھ کی اس ترکیب پر سینکو خوش ہو گیا تھا۔ تاہم برق کلیسا کے چہرے پر کسی قسم کے جذبات کا اظہار نہ تھا وہ پہلے کی طرح سنجیدہ تھی۔ اس موقع پر سینکو بول پڑا۔

"ہاورتھ تمہاری ترکیب تمہاری تجویز اچھی ہے اس پر عمل بھی کیا جا سکتا ہے اگر تم سلمانوں کے سالار کی گردن کاٹو یا اسے زندہ گرفتار کر لو تو میرا خیال ہے میری بیٹی مازن تمہیں نے پر تیار ہو جائے گی۔ تمہیں اپنی زندگی کا ساتھی بنا لے گی۔ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ تم ایسا کر لو تو جو کام تمہارا بھائی مینفریڈ نہ کر سکا وہ تم کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔" سینکو کی گفتگو کا جواب ہاورتھ دینا ہی چاہتا تھا کہ جھٹ سے برق کلیسا بول پڑی۔

"اے میرے عم! اب ایسا نہیں ہو سکتا۔ میں اپنا اعلان واپس لے چکی ہوں اب جو چاہے مسلمان سالار کی گردن کاٹتا رہے یا اسے زندہ گرفتار کرتا رہے میں کسی سے شادی نہیں وں گی۔ یہ میرا آخری اور پختہ اعلان ہے۔"

برق کلیسا کا یہ جواب سن کر سینکو اور ہاورتھ شرمندہ اور خجل سے ہو گئے تھے۔ ہاورتھ پھر سینکو سے کہا۔ "اگر اس تجویز میں آپ اور برق کلیسا میرے ساتھ تعاون کرتے ہیں تو آپ کو یقین دلاتا ہوں ہر صورت میں میں اس مسلم سالار کی گردن کاٹوں گا یا اس کو گرفتار ں گا۔ اس لئے کہ ان دو کاموں سے ایک کو سرانجام دینا اب میری ضد اور زندگی کا ہدف ر رہ گیا ہے اور میں ہر صورت میں ایسا کر دکھاؤں گا۔" اس موقع پر ہاورتھ کی گفتگو کا سینکو دینا ہی چاہتا تھا کہ مینفریڈ کا گھوڑا اس کی لاش کو لے کر لشکر کے قریب آ گیا تھا۔ ب آگے بڑھے اور اس سے بندھی ہوئی مینفریڈ کی لاش کو کھولا۔ اس کے کٹے ہوئے سر اش کو لے کر وہ تینوں بڑے احترام کے ساتھ لشکر کے پشتی حصے کی طرف لے جا رہے

*

احمد بن سعید ایک فاتح کی حیثیت سے اپنے گھوڑے کو بھگاتا ہوا جب اپنے لشکر کے آیا تو لشکر کے وسطی حصے کے سامنے قراقوش اور حسام بن ضرار جمع ہو گئے تھے۔ جونہی دونوں کے قریب آیا دونوں اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ انہیں دیکھتے ہوئے احمد بن سعید پنے گھوڑے سے اتر گیا۔ پھر پہلے قراقوش بھاگا احمد بن سعید کو لپٹاتے ہوئے کئی بار اس کی پیشانی پر لمبے اور طویل بوسے دیئے تھے۔ جب قراقوش علیحدہ ہوا تو ایسے ہی بغلگیر ہو م بن ضرار احمد بن سعید کی پیشانی پر بوسے دینے لگا تھا۔ اس موقع پر قراقوش نے احمد بن مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"امیر محترم! قسم خداوند قدوس کی آپ نے ثابت کر دیا ہے کہ یورپ کا کوئی بھی سورما آپ کے سامنے چند لمحوں سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ ہمارے مخبر پہلے ہی اطلاع دے چکے تھے کہ مینفریڈ آپ کے مقابلے میں آئے گا اور انہوں نے یہ بھی واضح کر دیا تھا کہ مینفریڈ تلوار کے فن میں یکتا و لاثانی ہے۔ پر آپ نے جس آسانی کے ساتھ اسے اپنے سامنے زیر کیا یا امیر یہ واقعہ اہل یورپ ہی نہیں الفانسو اور سینکو کے لشکریوں پر بھی ایک ہیبت ایک دبدبہ طاری کر کے رکھ دے گا۔ اب انہیں یقین ہے کہ مسلمانوں کے سالار احمد بن سعید کو اپنے سامنے زیر کرنا ان کے بس کی بات نہیں ہے۔"

قراقوش جب خاموش ہوا تو ایسے ہی اور اسی قسم کے الفاظ میں حسام بن ضرار بھی احمد بن سعید کی تعریف کر رہا تھا۔ جواب میں احمد بن سعید مسکراتا رہا جب حسام بن ضرار خاموش ہوا تو وہ بول پڑا۔

"اب تم دونوں بھائی یہ فضول میں میری تعریف کر رہے ہو اس کو بند کرو۔ اس لئے کہ تھوڑی دیر تک دشمن جنگ کی ابتدا کرنے والا ہے اور اس کا ہمیں سدباب کرنا ہے۔"

"اپنے لشکریوں تک بڑی رازداری کے ساتھ میرا یہ پیغام پہنچا دو کہ جنگ کی ابتدا کچھ اس طرح کی جائے گی کہ دشمن جس وقت ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے آئے تو اس کا مقابلہ صرف میں اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ کروں گا۔ قراقوش اور حسام بن ضرار تم دونوں کے لشکر اور ہی کردار ادا کریں گے۔ قراقوش خصوصیت کے ساتھ تم اور حسام عمومیت کے ساتھ جانتے ہو گے کہ سینکو اور الفانسو کے جنگ کرنے کا طریقہ کار ماضی میں یہ رہا ہے کہ عموماً وہ اپنے قلب لشکر کو پہلے آگے بڑھاتے ہیں اور مسلمانوں پر ضرب لگا کر ان کی طاقت اور قوت کا اندازہ لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کے بعد ایک دم میمنہ اور میسرہ کا حملہ کرواتے ہیں۔ اس کے بعد جو لشکر انہوں نے پشت کی طرف رکھا ہوا ہوتا ہے اسے بھی آہستہ آہستہ اگلی صفوں کی کمی دور کرنے کے لئے آگے لاتے جاتے ہیں۔ بس ہم ان کے انہیں طریقہ کار سے فائدہ اٹھائیں گے۔"

"اپنے لشکر کی کمانداری خود سینکو کرے گا میمنہ اور میسرہ کو تھوڑا سا اپنے پیچھے رکھے گا، پشتی لشکر بھی اپنی جگہ پر رہے گا۔ اس طرح جب سینکو اپنے قلب لشکر کو لے کر ہماری طرف پیشقدمی کرے گا تو اس کے قلب لشکر کا صرف اگلا حصہ ہی نہیں دایاں بایاں حصہ بھی خالی ہو

جائے گا اس لئے کہ میمنہ اور میسرہ تھوڑے سے پیچھے رہیں گے۔ اب ہمارا طریقہ کار یہ ہو گا کہ میں سینکو کے لشکر کے قلب کو روکنے کی کوشش کروں گا جس میں خود سینکو ہو گا۔ قراقوش اور حسام بن ضرار تم دونوں اپنے لشکر کے ساتھ میرے بعد جنگ کی ابتدا کرنا۔"

"جب تم دیکھو کہ سینکو اپنے لشکر کے ساتھ پوری طرح میرے ساتھ الجھ گیا ہے اور اس کا دایاں بایاں پہلو ابھی ننگا ہے اس کے میمنہ اور میسرہ دونوں ابھی تھوڑے سے پیچھے ہیں تو اپنے لشکریوں کے ساتھ تم سینکو کے لشکر کے دائیں اور بائیں اطراف سے ایک ساتھ ایسی تیر اندازی کرنا کہ قلب کے اکثر حصے کو چھید کر رکھ دینا۔"

"اپنے چھوٹے سالاروں کو سمجھا دو کہ بڑی رازداری کے ساتھ اپنے لشکریوں کو سمجھا دیں کہ جس وقت دشمن حملے کی ابتدا کرے تم دونوں کے لشکریوں نے بالکل پرسکون رہنا ہے۔ جب دشمن میرے ساتھ الجھ جائے تو قراقوش تم سینکو کے قلب کے بائیں طرف' حسام بن ضرار تم اس کے دائیں جانب ہونا' لشکریوں کو ابھی سے سمجھا دو کہ اپنی ڈھالیں اپنے گلوں میں لٹکا لیں اپنی تلواروں کو اپنی زین کے ساتھ اس جگہ رکھیں جہاں وہ بڑی آسانی اور تیزی کے ساتھ اس پر اپنی گرفت کر سکیں۔ اپنی کمانوں اور اپنے تیروں کو اپنے سامنے رکھیں اور جونہی تم حملہ آور ہونے کی آواز دو تو تم دونوں کے لشکر دائیں بائیں سے ایسی تیر اندازی کریں کہ اس کے قلب کو چھید کر رکھ دیں۔ اتنی دیر تک مجھے امید ہے کہ اس کے سامنے کے لشکر کو میں بھی رگید کر رکھ دوں گا۔ یوں قلب لشکر کے اندر ایک افراتفری برپا ہو گی۔ میرا خیال ہے ایسی ہلچل کے باعث سینکو کے پورے لشکر میں استواری اور تنظیم نہ رہے گی۔"

"جب ایسی حالت ہو جائے تو تم دونوں اپنا دوسرا قدم اٹھانا مجھے امید ہے اتنی دیر تک سینکو کے میمنہ اور میسرہ بھی قریب آ چکے ہوں گے پھر تم اپنی تیر اندازی کا رخ ان کی طرف کرنا اور ان کی اگلی صفوں کو چھید کر رکھ دینا۔ اس کے بعد تم میری طرف سے تکبیر کا انتظار کرنا۔ جب میں دیکھوں گا کہ تم دونوں نے میمنہ اور میسرہ کو بھی خوب نقصان پہنچا دیا ہے تب میں زوردار انداز میں تکبیر بلند کروں گا۔ میرے بعد میرے لشکر کے چھوٹے سالار بھی اور ان کے پیچھے پورے لشکری خداوند قدوس کی تکبیر کا نعرہ بلند کریں گے یہ تم دونوں کے لئے اشارہ ہو گا کہ تیر اندازی ترک کر کے دشمن پر اپنی تلواروں اور ڈھالوں کی پوری قوت کے ساتھ ضرب لگائی جائے اور اس موقع پر جب میرے لشکر میں تکبیریں بلند ہوں تو تمہارے لشکر میں بھی تکبیریں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بلند ہونی چاہئیں تاکہ پورے لشکر میں نیا جوش اور جذبہ ابھرے اور اسی جذبے کے تحت ہم سینکو کے لشکر کو رگیدتے ہوئے نکل جائیں۔ مجھے امید ہے کہ ہم اگر ایسا کرنے میں کامیاب ہو گئے تو ان میدانوں میں سینکو کی شکست یقینی ہو جائے گی۔"

یہاں تک کہتے کہتے احمد بن سعید کو رک جانا پڑا اس لئے کہ سینکو نے اپنے لشکر کو حملہ آور ہونے کے لئے آگے بڑھایا تھا۔

سینکو کے لشکری مسلمانوں کی تعداد کو اپنے مقابلے میں بہت کم دیکھتے ہوئے مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کے لئے کچھ اس طرح آگے بڑھے تھے جیسے وہ گم گشتہ خوشیاں تلاش کرنے کے لئے بے چین شراروں کے خراش کی صورت اختیار کرنے لگے ہوں۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے احمد بن سعید کے اندازوں کے عین مطابق پہلے سینکو کا قلب لشکر آگے بڑھا جس کی کمانداری خود سینکو کر رہا تھا اور اس کے ساتھ برق کلیسا' کاریون کے علاوہ احمد بن سعید کے ہاتھوں مرنے والے مینفریڈ کا بھائی ہاورتھ کر رہے تھے۔ قراقوش اور حسام بن ضرار کے لشکری بالکل پر سکون تھے۔ احمد بن سعید نے اپنے لشکر کے حصے کو تھوڑا سا آگے بڑھایا۔ پھر تھوڑی ہی دیر بعد سینکو اپنے قلب کے ساتھ احمد بن سعید کے لشکر پر طوفانی موجوں کی طرح حملہ آور ہو گیا تھا۔ احمد بن سعید نے بھی جوابی کارروائی کی۔ وہ سینکو کے لشکر پر موت کی طرح ٹوٹ پڑا تھا۔ یوں احمد بن سعید اکیلا اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ سینکو کے قلب کے ساتھ ٹکرایا تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار تھے۔ سینکو بڑے جوش اور ولولے کا اظہار کر رہا تھا۔ اس لئے کہ اس کے قلب لشکر کی تعداد چونکہ احمد بن سعید کے قلب سے بہت زیادہ تھی لہٰذا وہ یہ محسوس کر رہا تھا کہ احمد بن سعید نے اکیلے اس کے مقابلے میں آکر حماقت اور بیوقوفی کا ثبوت دیا ہے۔ وہ یہ بھی خیال کر رہا تھا کہ مسلمانوں کا قلب زیادہ دیر تک اس کے سامنے ٹھہر نہ سکے گا۔ اس لئے کہ مقابلہ کم از کم ایک اور دس سے بھی زیادہ کا تھا۔ دوسری جانب احمد بن سعید نے بھی کمال مشاقی' جرات مندی کا اظہار کیا۔ اپنے لشکریوں کے ساتھ وہ سینکو کے قلب لشکر میں کچھ اس طرح گھسا تھا جیسے بھوکے بھیڑیئے بے ضرر بھیڑوں کے اندر گھس کر اپنی من مانی کرنے پر تل جاتے ہیں احمد بن سعید صرف دفاع تک محدود نہ رہا تھا بلکہ اس نے انتہا درجہ کی جارحیت بھی اختیار کر لی تھی۔ یوں سینکو کے جو لشکری بھی سامنے آئے انہیں وہ تہ تیغ کرتے چلے گئے تھے۔

سینکو نے جب یہ صورت حال دیکھی کہ اس کے قلب لشکر کی اگلی صفیں بالکل پس کر ہ گئی ہیں تو اس نے قلب لشکر کی پچھلی صفوں کو بھی بڑی تیزی کے ساتھ آگے بڑھنے کا یا۔ اس طرح سینکو کا قلب اپنے میسرہ اور میمنہ سے کافی آگے چلا گیا تھا اور اس کے دائیں پہلو بالکل خالی ہو گئے تھے اور یہی احمد بن سعید چاہتا تھا تاکہ قراقوش اور حسام بن ضرار اپنی کارروائی کی ابتدا کر سکیں۔

قراقوش اور حسام بن ضرار نے بھی اس موقع سے فائدہ اٹھایا۔ طوفانی انداز میں انہوں پنے کام کی ابتدا کی۔ سینکو کے لشکر کے دائیں بائیں سے ایسی تیز اور خونخوار تیراندازی کی سینکو کے لشکر کے دونوں پہلو چھد کر رہ گئے تھے۔ پھر اس کے قلب میں ایک طرح کا شور اٹھا ہوا تھا۔ قراقوش اور حسام بن ضرار کی اس دو طرفہ تیراندازی سے ایسی تبدیلی نمودار جیسے چپ کی راکھ اور یخ زدہ شام کے اندر جسموں کو بگولہ بنانے والے سوختہ جاں لمحے اٹھ کھڑے ہوں۔ اس تیراندازی کے نتیجے میں بے وفا ساعتوں کے اندر کالے تابوت پر کرتی موت زندگی کو خون کے تحفے پیش کرنے لگی تھی۔ بڑے بڑے معروف مجہول لگے تھے۔ معلوم نامعلوم جانے انجانے ہو کر پیچھے ہٹنے لگے تھے۔

سینکو نے جب دیکھا کہ اگر یہی صورت حال رہی تو اس کے قلب لشکر کا مکمل طور پر کر دیا جائے گا تب اس نے بڑی تیزی سے اپنے قاصدوں اور ہرکاروں کے ذریعے میمنہ سرہ کو پیغام پہنچایا کہ وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھیں اور پوری قوت کے ساتھ مسلمانوں پر آور ہو جائیں۔ ساتھ ہی اپنے عقبی لشکر کو بھی اس نے حکم دیا کہ فوراً آگے بڑھے اور لشکر میں شامل ہو جائے تاکہ قلب لشکر کا جو نقصان ہوا ہے اسے پورا کیا جا سکے۔

سینکو کا یہ حکم ملنا تھا کہ اس کے میمنہ اور میسرہ موت و زیست کے دھندلکوں اور نگاہوں سراب پھیلاتے گناہ کے عذاب کی طرح آگے بڑھے۔ وہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کے اور میسرہ پر حملہ آور ہو جائیں لیکن جونہی وہ قراقوش اور حسام بن ضرار کے تیروں کی مار لئے ان دونوں نے سینکو کے میمنہ اور میسرہ پر بھی انتہائی ہولناک قسم کی تیراندازی کی۔ انی تیراندازی کے باعث سینکو کا میمنہ اور میسرہ بھی یہ محسوس کر رہے تھے جیسے وہ چھاؤں وں پر رقص کرتے قضا کے آتشی لاوے اور ہر سو جگمگاتی بجلیوں اور پیچ کھاتی سرخ وں کا سامنا کر رہے ہوں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس موقع پر اچانک احمد بن سعید کی طرف سے تکبیریں بلند ہوئیں۔ یہ تکبیریں بلند ہوئی تھیں کہ اس کے لشکر کے ہر سپاہی نے اسی کے انداز میں تکبیریں بلند کیں۔ یوں پورا رن بول اٹھا تھا۔ ان تکبیروں کے جواب میں قراقوش اور حسام بن ضرار کے لشکر کے اندر بھی اللہ اکبر کی صداؤں کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ یہ قراقوش اور حسام بن ضرار کو اشارہ تھا کہ وہ تیراندازی ترک کر کے دشمن پر اپنی تلواروں اور ڈھالوں سے حملہ آور ہو جائیں۔ بس یہ اشارہ ملنا تھا کہ قراقوش اور حسام بن ضرار دونوں نے تیراندازی بند کر دی۔ اپنی تلواریں سونت لیں پھر وہ اپنے اپنے حصے کے لشکر کے ساتھ دریاؤں کے کوہساروں' نیلے سمندروں کے چنگھاڑتے پانیوں پر چھا جانے والی افق سے اٹھتی آندھیوں کی طرح ٹوٹ پڑے تھے۔ احمد بن سعید نے بھی اپنے حملوں میں تیزی پیدا کر لی تھی اور وہ بھی دھوپ کے جلتے الاؤ کھڑے کرتی وحدت اور راستوں پر جہنم سجاتے آتش فشاں کی طرح سینکو کے قلب لشکر پر ٹوٹ پڑا تھا۔ سینکو جو یہ امید لگائے بیٹھا تھا کہ بہت جلد مسلمانوں کو پسپا کرنے میں کامیاب ہو جائے گا اب وہ اپنے سامنے مسلمان مجاہدوں کی صورت میں عناصر کی طغیانی' بے حقیقت اور بے دست وپا کر دینے والے طوفانوں کا سامنا کر رہا تھا۔ ادراک کا اصول رکھنے والے مسلمان مجاہدین فتح کے رسول بن کر کارواں در کارواں صف در صف انقلابی یلغار اور سرکش طغیانیوں کی طرح سینکو کے لشکر کی اگلی صفوں کو چیرتے پھاڑتے ہوئے بڑی بے تابی بڑی بے چینی سے پچھلی صفوں کا رخ کرنے لگے تھے۔

دریائے تاجہ اور دریائے مندیق کے درمیان کھلے میدانوں میں جبل بشارات کے مغربی پہلو کے ساتھ ہولناک جنگ کی ابتدا ہو گئی تھی۔ اپنے لشکر کے وسط میں سینکو چیخ چلا کر اپنے لشکریوں کا حوصلہ بڑھا رہا تھا اور انہیں آگے بڑھنے کی ترغیب دے رہا تھا۔ اس کی ساری کوششوں کے باوجود مسلمانوں کو پسپا کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ عددی برتری رکھنے کے باوجود سینکو کے لشکری مسلمانوں کو پیچھے ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے۔ جبکہ مسلمان زندگی کا تحفہ لئے موت کا تعاقب کرتے ہوئے برق کے کوندوں کی طرح دشمن پر چھانے لگے تھے۔ جنگ کی بھٹی کافی دیر تک گرم رہی۔ احمد بن سعید کو چونکہ اس کے مخبر پہلے ہی اطلاع دے چکے تھے کہ ہاورتھ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اسے قتل کرنے یا زندہ گرفتار کرنے کی کوشش کرے گا۔ لہٰذا جس وقت احمد بن سعید دشمن کی اگلی صفوں کو چیرتا ہوا پچھلی صفوں کی طرف بڑھ رہا تھا تو اس کے محافظ دستے کے شاہین اس کے اردگرد پروانوں کی طرح منڈلا رہے تھے۔ دشمن کے کسی سپاہی کو اس کے نزدیک نہیں آنے دئے رہے تھے۔ یوں جنگ کے اندر ایک نیا جوش اور ایک نیا ولولہ برپا ہو گیا تھا۔ اب ایک نیا اور انوکھا ردعمل ظاہر ہوا اور یہ احمد بن سعید کے کہنے پر ہوا تھا۔

ہاورتھ نے یہ کوشش کی تھی کہ احمد بن سعید کو قتل کرے یا اسے زندہ گرفتار کرے۔ احمد بن سعید نے بھی اس کا اثر لیا۔ اس نے اپنے محافظ دستے اور لشکریوں کو جنگ کے دوران ہی حکم دیا کہ ہر صورت میں یہ کوشش کی جائے کہ ہاورتھ اور برق کلیسا دونوں کو زندہ گرفتار کیا جائے۔ جنگ جب عین زوروں پر تھی' احمد بن سعید کے لشکری دائیں بائیں سے آگے بڑھے اب انہوں نے سینکو کو ایک طرف چھوڑتے ہوئے برق کلیسا اور ہاورتھ کا گھیراؤ کرنا شروع کر دیا تھا۔ پھر وہ لمحہ بھی آیا کہ سینکو نے یہ اندازہ لگا لیا کہ اگر جنگ مزید جاری رہی تو بدترین شکست اس کے مقدر میں لکھی جائے گی۔ لہٰذا اس نے اپنے لشکر کا مزید قتل عام روکنے کے لئے پسپا ہونا چاہا۔

لیکن یہ پسپائی بھی اسے مہنگی پڑی۔ جونہی اس کا لشکر تھوڑا سا پیچھے ہٹا احمد بن سعید قراقوش اور حسام بن ضرار نے اپنے حملوں میں ایسا زور اور جوش پیدا کیا کہ سینکو کے ان گنت لشکریوں کو وہ تہ تیغ کرتے چلے گئے تھے۔ اس افراتفری کے عالم میں احمد بن سعید کے لشکریوں نے ہاورتھ اور برق کلیسا دونوں کو زندہ گرفتار کر لیا تھا۔

سینکو نے اپنے لشکر کو بچانے کی خاطر پیچھے ہٹنا چاہا تو اس پر احمد بن سعید' قراقوش اور حسام بن ضرار کی طرف سے اور بوجھ پڑا۔ اس طرح صورت حال یہ ہو گئی کہ جس قدر تیزی سے سینکو نے پیچھے ہٹنے کی کوشش کی۔ اسی تیزی سے احمد بن سعید' قراقوش اور حسام بن ضرار نے اس پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ سینکو کے لشکریوں کو پیچھے ہٹاتے ہوئے وہ تینوں اسے جبل بشارات کے غربی کناروں کے بالکل قریب لے آئے تھے۔ یہاں سینکو کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی۔ احمد بن سعید نے لشکر کا کچھ حصہ پڑاؤ کی حفاظت کے لئے چھوڑا۔ پھر اس نے بھاگتے دشمن کا دور تک تعاقب کیا اور اس تعاقب میں اس نے سینکو کے لشکر کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ سینکو اور ٹیمپلوں کا سالار کاریون بدترین شکست اٹھاتے ہوئے بھاگ گئے تھے۔ احمد بن سعید اپنے لشکر کے ساتھ واپس مڑا۔ دشمن کے پڑاؤ کی ہر چیز کو اس نے سمیٹا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جبل بشارات کے غربی کناروں کے قریب ہی اس نے اپنے لشکر کو خیمہ زن ہونے کا حکم دے تھا۔

احمد بن سعید کا خیمہ جب نصب ہو چکا وہ اپنے خیمے کے باہر قراقوش اور حسام بن ضرار ساتھ بیٹھ گیا۔ اس کے بعد اس نے ہاورتھ اور برق کلیسا دونوں کو پیش کرنے کا حکم د تھوڑی ہی دیر بعد ان دونوں کو اس حالت میں احمد بن سعید کے سامنے پیش کیا گیا کہ دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ احمد بن سعید تھوڑی دیر تک بڑے غور بڑے انہماک اور تو کے ساتھ ان دونوں کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر اپنے ایک لشکری کو اس نے ہاتھ کے اشارے اپنے پاس بلایا۔

وہ لشکری جب قریب گیا تو مسکراتے ہوئے احمد بن سعید نے اسے مخاطب کیا۔

"ان دنوں کے پشت پر بندھے ہوئے ہاتھ کھول دو۔"

جب دونوں کے ہاتھ کھل گئے تب دونوں تھوڑی دیر تک اپنے ہاتھوں کو سہلا رہے۔ اس موقع پر دونوں کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ زمین کی طرف دیکھ رہے تھے ایک ا برق کلیسا نے نگاہ اٹھا کے احمد بن سعید کی طرف چور نگاہوں سے دیکھا پھر شرمندگی کا احسا کرتے ہوئے دوبارہ زمین کی طرف دیکھنے لگی تھی۔ ساتھ ہی احمد بن سعید کی آواز اس کانوں میں گونج گئی تھی۔ اس نے برق کلیسا کو مخاطب کیا تھا۔

"برق کلیسا مجھے تیرا نام مازن بتایا گیا ہے اور تو پرتگال کے حکمران سینکو کی بھتیجی ہے۔ کیا درست ہے؟"

جواب میں برق کلیسا نے احمد بن سعید کی طرف دیکھنے کے بجائے زمین کی طرف دیکھ ہوئے اثبات میں اپنا سر ہلا دیا تھا۔ احمد بن سعید کی آواز پھر گونج گئی۔

"برق کلیسا میں تمہارے ماضی سے آگاہ ہوں میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تو وقت کے ا اوراق کو خون میں ڈبوتی رہی۔ بے گناہوں کو ناحق موت کی وادیوں کی طرف ہانکتی رہی۔ م یہ بھی جانتا ہوں کہ تو نے ان گنت بار لہو رنگ حادثوں کے شہر آباد کئے' تیرگی کی گپھائیں آ کیں۔"

احمد بن سعید کے یہ الفاظ سن کر برق کلیسا نے عجیب سے پرکشش انداز میں احمد بن سع کی طرف دیکھا۔ شاید وہ اپنی نظروں کے تیروں اور بدن کی کمانوں سے اسے گھائل کر کے ا

ہمنوا بنانا چاہتی تھی۔ اسے مایوسی ہوئی۔ اس لئے کہ اس نے دیکھا اس کے اس انداز کا احمد بن سعید پر کوئی اثر نہ ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر کوئی جنسی بھوک نہ تھی۔ خواہشوں کی کوئی لپک نہ تھی۔ اس نے گویا برق کلیسا کے اس طرح دیکھنے کے انداز کو نظرانداز کر دیا تھا۔ اس کے بعد اس نے دوبارہ برق کلیسا کو مخاطب کیا۔

"برق کلیسا میں اس بات کو بھی تسلیم کرتا ہوں تو بہار کے تازہ سیل کی طرح حسین اور روپہلی رقصاں کرنوں جیسی خوبصورت ہے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ تو پرتگال کے اندر کسی سے شادی کر کے اس کا گھر آباد کرتی۔ اپنے شوہر کی خدمت کرتی۔ اسے آرام اور آسائش مہیا کرتی۔ لیکن ظالم تو نے یہ کیا کیا کہ تو ظلم ستم' سفاکی اور خود غرضی کے پیچھے لگ گئی۔ نفرت کے بکھرے بازاروں میں تو آہوں اور مجبوریوں کے اذیت خانے تعمیر کرنے لگی۔ برق کلیسا نفرت کے خونی سائے زہریلے ڈستے حروف کھڑے کرنا بڑا آسان ہے۔ کمال تو جب ہے کہ نفرت کو محبت' زہر کو امرت بنا دیا جائے۔"

"برق کلیسا اس موقع پر جب کہ تو ہمارے ہاتھوں گرفتار ہو چکی ہے۔ میرے سامنے بے بسی اور لاچاری کے عالم میں کھڑی ہے تو یہ بھی سوچ رہی ہو گی کہ میں تیرے ماضی اور تیرے گذشتہ گناہوں کی وجہ سے تجھے اذیت ناک سزا دوں گا۔ پر نہیں میری مجبوری یہ ہے کہ تو ایک عورت ہے۔ عورت بھی جوان اور خوبصورت گو تیرے گناہوں کی فہرست طویل ہے لیکن میں پھر اپنے رسولؐ اپنے آقا اپنے مولا کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے تجھے معاف کرتا ہوں۔ اس لئے کہ میرے آقا حکم دیا کرتے تھے کہ جنگوں کے دوران عورتوں' بچوں' بوڑھوں پر ہاتھ مت اٹھاؤ۔ فصلوں کو مت خراب کرو۔ عورت بھی وقت کی تماشہ گاہ میں ایک کھیتی' ایک فصل کی حیثیت رکھتی ہے۔ برق کلیسا میں تجھے معاف کرتا ہوں۔ تجھے کوئی سزا نہیں دوں گا۔ آنے والی رات تو ایک قیدی کی حیثیت سے میرے پڑاؤ میں بسر کرے گی اس دوران تجھے ہر آسائش ہر آرام مہیا کیا جائے گا۔ آنے والی صبح کو تجھے باعزت رہا کر دیا جائے گا۔"

احمد بن سعید کے ان الفاظ پر برق کلیسا نے چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پر ان گنت جذبے اس کی آنکھوں میں دور دور تک تعجب پھیل گیا تھا۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی پر اس کے کچھ بولنے سے پہلے ہی احمد بن سعید بول پڑا۔ اس بار اس نے اس کے پہلو میں کھڑے ہاورتھ کو مخاطب کیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مینفریڈ کے بھائی ہاورتھ تمہارا معاملہ برق کلیسا سے مختلف ہے۔ تمہارا بھائی مینفریڈ میرے مقابلے میں آیا تاکہ میری گردن کاٹے اور مجھے شکست دے اور اس کے صلے میں اسے برق کلیسا سے شادی کرنے کا موقع ملے۔ پر میں نے اس کی ساری امیدوں اور خواہشوں کو خاک و خون میں ملا کر رکھ دیا۔"

"میرے مخبر مجھے یہ بھی اطلاع دے چکے تھے کہ جس وقت تیرے بھائی مینفریڈ کی لاش لشکر میں پہنچی تھی تو نے یہ مشورہ دیا تھا کہ تو اپنے محافظوں کے ساتھ جنگ کے دوران میرا گھیراؤ کرے گا اور ہر صورت میں مجھے زندہ یا مردہ گرفتار کرنے کی کوشش کرے گا لیکن قدرت کے فیصلے وقت کے انصاف کو بھی دیکھو کہ تو مجھے گرفتار کرتے کرتے خود گرفتار ہو کر میرے سامنے آگیا۔"

ہاورتھ جو گفتگو اس سے پہلے میں نے برق کلیسا سے کی ہے اسے اپنے ذہن سے نکال دینا اس لئے کہ تمہارا معاملہ کچھ مختلف ہے۔ اس موقع پر اگر میں برق کلیسا کو بھی سزا دیتا تو دنیا کا کوئی قانون امن کا کوئی بھی نقیب انصاف کا کوئی بھی قاضی میرے خلاف کوئی احتجاج کرنے کی جرات اور جسارت نہ کرتا اس لئے کہ برق کلیسا کے گناہوں کی بھی فہرست ہمارے ہاں بڑی طویل ہے۔ لیکن عورت عورت ہے۔ یوں جانو اسے معاف کر دینا ہماری مجبوری ہے اگر یہ آنے والے دور میں بھی ہمارے خلاف اٹھے گی تو میں سمجھوں گا کہ شاید اس کے سنورنے اور اس کے ہدایت پکڑنے میں کچھ وقت باقی ہے۔"

"ہاورتھ تمہارا معاملہ یہ ہے کہ تم مجھ سے اپنے بھائی مینفریڈ کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ تم یہ خواہش رکھتے تھے کہ ہر صورت میں مجھے گرفتار کرو گے یا میرا سر کاٹو گے۔ ہاورتھ میں بزدل نہیں ہوں' میں اس کا موقع تمہیں فراہم کروں گا۔"

"رات بسر کرنے کے لئے تمہیں اور برق کلیسا کو ساتھ ساتھ بہترین خیمے مہیا کئے جائیں گے۔ برق کلیسا کی طرح تمہیں بھی آسائش کی ہر شے مہیا کی جائے گیا۔ بہترین کھانا دیا جائے گا۔ تمہاری ضرورت کا خیال رکھا جائے گا۔ آنے والی شب کو اس خیمے میں مکمل آرام کرو۔ اگلے روز پھر تمہیں یہاں اس جگہ لایا جائے گا تمہیں تلوار اور ڈھال فراہم کی جائے گی میرے ساتھ تیغ زنی کا مقابلہ کرنا اگر تم میں ہمت ہے تو تم مجھ سے اپنے مرنے والے بھائی مینفریڈ کا انتقام لے لینا ورنہ میں تیری گردن سب کے سامنے کاٹنے میں حق بجانب ہوں گا۔ میں اس زیادہ تم سے کچھ نہیں کہنا چاہتا۔" احمد بن سعید یہاں تک کہنے کے بعد رک گیا۔ کچھ سوچا اپنے پہلو میں بیٹھے حسام بن ضرار کے کان میں سرگوشی کی۔ اس پر حسام بن ضرار اپنی جگہ پر کھڑا ہوا۔ مسلح جوانوں کے ساتھ وہ برق کلیسا اور ہاورتھ کو ایک طرف لے گیا اور ان کو دو چھوٹے خیموں کے سامنے روک دیا۔ پھر ان دونوں کو مخاطب کیا۔

"یہ تم دونوں کے آرام کے خیمے ہیں۔ برق کلیسا تم بائیں طرف خیمے میں چلی جاؤ۔ ہاورتھ تم دائیں طرف کے خیمے میں چلے جاؤ۔ خیمے میں تمہاری ضرورت کی ہر چیز مہیا کی جائے گی۔ تمہارے قیام' تمہارے طعام کا عمدہ بندوبست کیا جائے گا۔" اس کے ساتھ ہی ہاورتھ اور برق کلیسا ان خیموں کی طرف چلے گئے تھے۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شہر سے باہر الفانسو اور اس کے حواریوں کے شب خون کو ناکام بنانے اور اسے بد شکست دینے کے بعد اس سے اگلے روز امیر یعقوب المنصور نے الفانسو کے خلاف فیصلہ قدم اٹھانے کا عزم کر لیا۔ فجر کی نماز کے بعد امیر یعقوب المنصور نے طلیطلہ شہر کے دروازے کے سامنے منجنیقیں نصب کرنے کا حکم دے دیا تھا۔

یہ حکم ملتے ہی لشکری حرکت میں آئے۔ آن کی آن میں امیر یعقوب المنصور کے تعمیل کر دی گئی۔ پھر صبح کے کھانے کے بعد امیر یعقوب المنصور ان منجنیقوں میں سے ج سے بڑی تھی اس کے پاس آن کھڑا ہوا۔ اس موقع پر اس کے ساتھ عبداللہ بن یق عبدالرحمان بن یوسف اور صریم بن طریق کے علاوہ کچھ دیگر سالار اور ساتھی بھی تھے۔

امیر یعقوب المنصور تھوڑی دیر تک بڑی منجنیق کا جائزہ لیتا رہا۔ لمحہ بھر کے لئے ا نگاہیں اپنے سامنے طلیطلہ شہر کی فصیل پر جم گئی تھیں۔ اس کے بعد اپنے سالاروں کو خ کرتے ہوئے امیر یعقوب المنصور کہہ رہا تھا۔

"عزیزان من! اس میں کوئی شک نہیں کہ گزشتہ دن الفانسو اپنی شب خون کی ناکا ہمارے ہاتھوں بدترین شکست اٹھانے کے بعد شہر میں محصور ہو گیا ہے۔ وہ یہ خیال کرتا طلیطلہ کی فصیلوں کو ہم عبور نہ کر سکیں گے اور ان کے پیچھے وہ اپنے آپ کو محفوظ خیال کر میرا دل کہتا ہے کہ خداوند قدوس نے چاہا تو آج الفانسو کے ساتھ ہماری جنگ کا آخری ا گا۔"

امیر یعقوب المنصور کچھ کہتے کہتے رکا ایک بار پھر اس کی نگاہیں طلیطلہ شہر کی فصیل اس کے برجوں پر جم گئی تھیں۔ جہاں الفانسو کے لشکری اور تیر انداز مستعد کھڑے تھے صورت حال دیکھتے ہوئے امیر یعقوب المنصور کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کچھ سوچتا رہا شاید وہ کوئی آخری فیصلہ کر رہا تھا۔ پھر باری باری اس نے اپنے سالاروں کی دیکھا اس کے بعد اس کی آواز گونج گئی۔

"عزیزان من! میں طلیطلہ شہر پر منجنیقوں کے ذریعے سنگ باری کا حکم دینے والا ہوں اس سلسلے میں تمہارے پاس کوئی تجویز ہے۔"

امیر یعقوب المنصور کے ان الفاظ کے خلاف کسی نے کوئی احتجاج نہ کیا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ سارے سالار اس پر متفق ہیں۔ پھر یعقوب المنصور نے اپنے فیصلے کو آخری شکل دی۔ پہلے اس نے ایک عجیب سے جذبے اور ارادتمندی میں تکبیر بلند کی۔ ساتھ ہی اس نے منجنیق چلانے والوں کو سنگ باری کا حکم دے دیا تھا۔ پہلے اس بڑی منجنیق کے دائیں بائیں جو چھوٹی منجنیقیں کھڑی تھیں وہ بھی شہر پر پتھر اگلنے لگی تھیں۔ جب امیر یعقوب المنصور نے طلیطلہ شہر پر سنگ باری شروع کروائی تھی اس وقت طلیطلہ شہر کے قصر میں ایک بہت بڑے کمرے کے اندر الفانسو اس کے اہل خانہ طلیطلہ شہر کا سب سے بڑا بشپ' بڑے بڑے پادری' راہب' سالار اور امراء جمع تھے۔ سب اس موضوع پر گفتگو کر رہے تھے کہ شہر کو یعقوب المنصور سے کس طرح بچایا جائے۔ ہر کوئی اس بات پر متفق تھا کہ طلیطلہ شہر کو فتح کئے بغیر یعقوب المنصور پیچھے نہیں ہٹے گا۔ پادری راہب اور شہر کا بشپ یہ مشورہ دے رہے تھے کہ اگر یعقوب المنصور کی ماضی کی کارکردگی کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات بالکل واضح اور پختہ ہو جاتی ہے وہ کسی بھی صورت طلیطلہ شہر کو فتح کئے بغیر نہیں چھوڑے گا۔

بشپ پادریوں اور راہبوں کے علاوہ قصر کے اس کمرے میں جس قدر سالار رؤسا اور شہر کے امراء بیٹھے تھے انہوں نے بھی الفانسو کو یہی مشورہ دیا کہ امیر یعقوب المنصور کے سامنے ہتھیار پھینک دیئے جائیں۔ صلح کی درخواست کی جائے اور اگر امیر یعقوب المنصور اس کو مان لے تو اپنے گزشتہ اعمال کی معافی مانگ لینی چاہئے۔

شہر کے بشپ پادریوں راہبوں سالاروں اور امراء کی ساری گفتگو پر الفانسو عجیب سی اذیت ناکی کی حالت میں کھڑا تھا۔ کچھ دیر تک وہ گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر اس نے دائیں جانب اپنی ماں اپنی بیٹیوں اپنے اہل خانہ کی طرف دیکھا اس موقع پر کوئی اور نہ بولا۔ الفانسو کی ماں بول پڑی۔

"الفانسو میرے بیٹے میں بوڑھی ہو چکی ہوں قبر کے کنارے کھڑی ہوں۔ مجھے اپنی موت کا کوئی ڈر کوئی خدشہ نہیں ہے۔ پر میں اس وقت سے ڈرتی ہوں جب مسلمان شہر کو فتح کرتے ہوئے شہر میں داخل ہوں گے تو تمہاری گزشتہ دنوں اور ماضی کی بداعمالیوں کو سامنے رکھتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوئے وہ ایسا جبر کریں گے جس کی ہولناکی سے میں ابھی سے لرزاں اور خوف زدہ ہو رہی ہوں۔ میں سمجھتی ہوں کہ تمہیں بہترین مشورے دیئے گئے ہیں۔ ہماری بچت ہمارا سکون، ہماری بہتری اس میں ہے کہ شہر فتح ہونے سے پہلے پہلے امیر یعقوب المنصور سے معافی کی درخواست کی جائے۔ مجھے امید ہے وہ ہمیں معاف کر دے گا۔" اپنی ماں کے ان الفاظ پر الفانسو کے چہرے پر زہریلی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ کچھ دیر تک اس نے مزید سوچا پھر قصر میں اس کی آواز گونج گئی۔

"میں جانتا ہوں کہ یعقوب المنصور ایک جری، ایک باہمت حکمران ہے۔ اس کی گزشتہ کارروائیوں کو اگر سامنے رکھوں تو میرا اپنا بھی دل کہتا ہے کہ وہ طلیطلہ شہر کو فتح کئے بغیر پیچھے نہ ہٹے گا۔ پر اس سے صلح کی درخواست کس طرح کی جائے میں جانتا ہوں کہ وہ ہمارے خلاف سخت کارروائی کرے گا۔ اس لئے کہ ماضی میں ہم بار بار اس کے علاقوں پر حملہ آور ہوئے۔ میرا دل یہ بھی کہتا ہے کہ وہ ہر صورت میں ہم سے انتقام لے گا اور شہر فتح کر کے ہمیں رسوا کرنے کی پوری کوشش کرے گا۔"

الفانسو کے خاموش ہونے پر شہر کا بشپ بول پڑا۔

"الفانسو یہ کام میرے ذمے چھوڑ دو۔ مجھے امید ہے کہ میں شہر کے لئے یعقوب المنصور سے معافی نامہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ پر تم صرف اس بات پر آمادہ ہو جاؤ کہ تمہاری بیوی، ماں، تمہاری بیٹیاں میرے ساتھ یعقوب المنصور کے پاس جانے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اسی صورت میں یعقوب المنصور سے معافی مل سکتی ہے۔"

شہر کو بچانے اور زندہ رہنے کے لئے الفانسو سب کچھ کرنے کے لئے تیار تھا۔ اس لئے بشپ کی اس تجویز سے اتفاق کیا اور اسے اجازت دے دی کہ یعقوب المنصور سے معافی نامہ حاصل کرنے کے لئے وہ اس کی بیوی، ماں اور بیٹیوں کو ساتھ لے جا سکتا ہے۔

یہ فیصلہ ہونے کے بعد قصر کی اس مجلس کو برخاست کر دیا گیا تھا۔

*

امیر یعقوب المنصور کے حکم پر منجنیقیں طوفانی انداز میں شہر پر سنگ باری کر رہی تھیں۔ گو الفانسو نے گزشتہ دنوں میں طلیطلہ کی فصیل کو خوب مضبوط بنا رکھا تھا لیکن شہر کی فصیل زیادہ دیر تک منجنیقوں کی اس سنگ باری کے سامنے ٹھہر نہ سکی اور جلد ہی اس میں جگہ جگہ

اطراف سے شگاف پڑ گئے۔

جب مزید سنگ باری کی گئی تو شہر کی فصیل میں اتنے بڑے بڑے شگاف پڑ گئے جن کے ذریعے کوئی بھی لشکر با آسانی گزر کر شہر پر حملہ آور ہو سکتا تھا۔ یہ صورت حال شہر والوں کے لئے اذیت ناک اور مسلمانوں کے لئے حوصلہ مندی کی تھی۔ شہر کی فصیل کا جگہ جگہ سے ٹوٹنا تھا کہ شہر کے اندر ایک کہرام برپا ہو گیا۔ لوگ چیخ و پکار کرنے لگے۔ اپنی جانیں بچانے کے لئے ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ گرجوں کے اندر بڑی بڑی گھنٹیاں بج اٹھی تھیں۔ ہر کوئی ایک دوسرے سے پناہ اور خیریت کی گفتگو کرنے لگا تھا۔ شہر کے اندر ایک بے چینی اور ہلچل برپا تھی۔ اچانک امیر یعقوب المنصور نے شہر پر سنگ باری رکوا دی اور منجنیقیں چلانے والوں کو کام بند کرنے کا حکم دے دیا۔

امیر یعقوب المنصور کے حکم کی فوراً تعمیل ہوئی۔ شہر پر سنگ باری بند کروا دی گئی۔ اس کے بعد امیر یعقوب المنصور شہر کی طرف دیکھنے لگا تھا۔ اس کے پیچھے پیچھے باقی لوگوں نے بھی اس سمت دیکھا تو دنگ رہ گئے۔ اس لئے کہ شہر کی فصیل کے اس حصے پر جو ابھی تک محفوظ تھا سفید جھنڈے اور نیزوں پر انجیل بلند ہوتی دکھائی دینے لگی تھی۔ جب شہر کی فصیل پر سنگ باری تھم گئی تو سب کے دیکھتے ہی دیکھتے شہر پناہ کا جنوبی دروازہ کھلا شہر کے اندر سے کچھ لوگ نکل کر اس سمت بڑھے جہاں امیر یعقوب المنصور اپنے سالاروں کے ساتھ کھڑا تھا۔ آنے والوں میں سے جو آگے آگے تھا اس کے ہاتھ میں صلیب تھی اور صلیب پر سفید جھنڈا لہرا رہا تھا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے امیر یعقوب المنصور کے چہرے پر عجیب سی خوش گوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر اپنے سالاروں کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہہ رہا تھا۔

"شہر پر سنگ باری نے اپنا کام دکھایا ہے کہ الفانسو صلح پر آمادہ ہے۔ میرے خیال میں شہر پر سنگ باری سے جو شگاف پڑے ہیں اس سے پہلے ہی الفانسو شاید صلح کی گفتگو کرنے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ بہرحال جو وفد ہماری طرف آ رہا ہے اسے آنے دو دیکھتے ہیں وہ کیا کہتے ہیں۔"

امیر یعقوب المنصور خاموش ہو گیا اور آنے والوں کا انتظار کرنے لگا۔ جب وہ قریب آئے امیر یعقوب المنصور انہیں دیکھتے ہوئے دنگ رہ گیا اس لئے کہ ان کے آگے آگے صلیب اور سفید جھنڈا لے کر چلنے والا کوئی پادری یا بشپ لگتا تھا جبکہ اس کے پیچھے دو عورتیں اور تین

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ریاں تھیں۔ پانچوں ننگے سر اور برہنہ پا تھیں۔

وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے امیر یعقوب المنصور کے سامنے آن رکے ان پانچ عورتوں کے ساتھ جو مرد تھا اور جو اپنے حلیے سے بشپ لگتا تھا جس نے صلیب اٹھا رکھی تھی بالکل امیر یعقوب المنصور کے سامنے رکا پھر اپنے دونوں ہاتھ جوڑتے ہوئے وہ بول پڑا۔

”اے مسلمانوں کے امیر! میں طلیطلہ شہر کا بشپ ہوں اور میرے ساتھ آنے والوں میں یہ جو بوڑھی خاتون ہے یہ الفانسو کی ماں' اس کے ساتھ الفانسو کی بیوی اور بیٹیاں ہیں۔ امیر یعقوب المنصور میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ ہمارا حکمران الفانسو اپنی شکست کو تسلیم کرتا ہے اور ماضی کی اپنی غلطیوں پر شرمندہ اور معافی کا خواستگار ہے۔ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ آنے والے دنوں میں ہمیشہ آپ کا فرماں بردار بن کر رہے گا۔ میں آپ سے گزارش اور التماس کرتا ہوں کہ اپنے رب اپنے رسولؐ کے لئے الفانسو کو معاف کر دیں۔“

بشپ تھوڑی دیر کے لئے رکا کچھ سوچا پھر وہ امیر یعقوب المنصور کو مخاطب کر کے کہہ ر تھا۔

”مسلمانوں کے عظیم امیر! میں آپ سے یہ بھی گزارش کرتا ہوں کہ جس قدر بھی جنگیں ہوئیں ان میں غلطی الفانسو اور پرتگال کے حکمران سینکو کی تھی۔ ان کی ان غلطیوں کے جواب میں آپ الفانسو پر جو بھی خراج مقرر کریں گے وہ ہر سال باقاعدگی سے ادا کرتا رہے گا۔ الفانس اور ہم یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ آپ جیتے وہ ہارا۔ میں آپ پر یہ بھی واضح کر دوں کہ الفانسو بھی تسلیم کرتا ہے کہ مراکش سے اٹھنے والے طوفانوں کا وہ مقابلہ نہیں کر سکتا۔“

بشپ کی اس گفتگو سے یعقوب المنصور بے حد متاثر ہوا تھا۔ کچھ دیر تک وہ سب کا جائ لیتا رہا پھر وہ اپنے سالاروں کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

”ہمارے لئے یہ معاملہ بڑی شرمندگی کا ہے کہ الفانسو کی ماں' اس کی بیوی اور اس بیٹیاں ہمارے سامنے ننگے پاؤں اور برہنہ سر کھڑی ہیں۔ پہلے ان کی برہنگی کو ڈھانپو پھر میں ا کے ساتھ گفتگو کرتا ہوں۔“

اس پر صریم بن طریق' امیر یعقوب المنصور کا بیٹا عبداللہ' چچا عبدالرحمان بن یوسف قاضی عمادالدین سب آگے بڑھے اور اپنے اپنے فالتو کپڑوں سے عورتوں کی برہنگی کو ڈھانپ تھا۔

امیر یعقوب المنصور کے کہنے پر جب عورتوں کے سر ڈھانپ دیئے گئے اس موقع پر ی بوڑھی ماں کچھ کہنا چاہتی تھی کہ الفانسو کی بیوی بول پڑی۔

ے مسلمانوں کے عظیم حکمران! اے مسلمانوں کے انصاف پسند امیر! میں آپ سے ں اور التماس کرتی ہوں کہ میرے شوہر الفانسو کی ماضی کی غلطیوں اور حال کی خطاؤں کو ر دیجئے۔ درگزر سے کام لیجئے اگر آپ اسے معاف کر دیں تو میں جانوں گی کہ یہ آپ کی ی ہوگی اور ہم پر آپ کا ایسا احسان ہوگا جسے ہم کبھی بھی فراموش نہ کر سکیں گے۔“

فانسو کی بیوی کے ان الفاظ پر امیر یعقوب المنصور گردن جھکا کے کچھ سوچتا رہا بار بار وہ ٹ رہا تھا۔ اس کے بعد کچھ سوچتے ہوئے اس کی غصے اور تفکرات میں ڈوبی ہوئی آواز ی

یہ الفانسو بھی عجیب سرشت اور خصلت کا انسان ہے اس نے بار بار ہم سے ٹکرانے کی ی اور ہر بار اس کے مقدر میں ہم نے شکست اور فرار ہی لکھا۔ قدرت بار بار الفانسو ت سے ہمکنار کرتے ہوئے ایک طرح کی تنبیہہ کرتی رہی لیکن اس بدبخت انسان اور ل حکمران نے ان شکستوں سے کبھی بھی عبرت حاصل نہ کی۔ کبھی ان رسوائیوں سے نے کی کوشش نہ کی۔ بار بار کی شکستوں سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے جنگوں سے توبہ ہوئے اپنی رعایا کی بہتری اور ان کی بحالی پر توجہ دینی چاہئے لیکن ایسا کرنے کے بجائے ہیشہ اپنے آپ کو اور اپنے حواریوں کو قبرستان میں دفن کر دینے کو ترجیح دیتا رہا۔“

الفانسو کی بیوی! تمہارا الفانسو کی ماں اور اپنی بیٹیوں کے ساتھ ننگے پاؤں آنا یقیناً ہمارے رمندگی کا باعث ہے۔ پر میں کیا کہوں ساری غلطیاں تمہارے شوہر الفانسو کی ہیں۔ وہ ں کے گھوڑے دوڑاتا رہا۔ اس نے ہمیشہ میری عوام کو ہدف بنایا اور ہر بار میں نے اس رتوں اس کے حملوں ہی کے جواب میں اس کے اونگھتے ضمیر کو جھٹکا دے کر اس کی جان رف بنایا۔

یر یعقوب المنصور کہتے کہتے رک گیا۔ اس لئے کہ ایک مسلح جوان آیا اس نے عبداللہ ان میں کچھ کھسر پھسر کی۔ جس کے جواب میں عبداللہ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی ھوں ہی آنکھوں میں اپنے باپ سے اجازت لے کر وہ وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

ھوڑی دیر بعد عبداللہ پھر لوٹا اس وقت تک امیر یعقوب المنصور خاموش رہا۔ بشپ'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

الفانسو کی ماں، بیوی اور بیٹیاں بھی چپ چاپ بیٹھی رہیں۔ شاید امیر یعقوب المنصور بھانپ
تھا کہ اس کا بیٹا اس طرح جو اٹھ کر باہر گیا ہے تو ضرور کوئی اہم کام یا خبر ہے جب وہ لوٹا تب ا
نے بڑی سرگوشی میں اپنے بیٹے کو مخاطب کیا۔

"اے فرزند عزیز! خیریت ہے؟"

عبداللہ کے چہرے پر اس موقع پر گہری مسکراہٹ تھی۔ آنکھوں میں خوشیاں ناچ ر
تھیں۔ اپنا منہ وہ اپنے باپ امیر یعقوب المنصور کے کان کے قریب لے گیا پھر سرگوشی کی۔

"امیر محترم! احمد بن سعید کی طرف سے مخبر آیا ہے اور وہ یہ خبر لے کر آیا ہے کہ احمد
سعید قراقوش اور حسام بن ضرار نے سینکو کو بدترین شکست دی ہے۔ یہ جنگ جبل بشار
کے غربی کناروں کے قریب ہوئی۔ آنے والے کا کہنا ہے کہ احمد بن سعید نے سینکو کو شکس
دے کر اس کا تعاقب کیا اور اس کا خوب قتل عام کیا۔ اس کے ہاتھ خوب مال غنیمت لگا ہ
یہی وہ خبر تھی جو قاصد لے کر آیا ہے۔" پھر دھیمے سے لہجے میں جنگ کے متعلق عبداللہ نے
سنا تھا اس کے متعلق تفصیل اپنے باپ یعقوب المنصور سے کہہ دی تھی۔

ساری تفصیل سن کر المنصور تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا اور اس خبر سے لطف اندوز
رہا۔ اس کے بعد سنبھلا اور الفانسو کے بشپ کو مخاطب کرتے ہوئے وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"تم پادری، راہب اور مذہبی لوگ بھی عجیب ہو۔ اپنے لوگوں اپنے عوام اور اپنے چا
والوں اپنے ارادتمندوں کو تم لوگ جنگ کے بدلے روٹی دینے والے ہو۔ آنے والے بڑ
اگر میں کوئی غلط بات کروں تو میں تمہیں اس بات کی اجازت دیتا ہوں کہ مجھے ٹوک دینا میں
بھی کہتے ہوئے فخر محسوس کروں گا کہ تم ہی لوگ سرکش اور بغاوت کے گیت گا کر قوموں
درمیان جنگوں، لڑائیوں اور نا ختم ہونے والی رزم کا سلسلہ کھڑا کرتے ہو۔ تم ہی لوگ بیچار
عام لوگوں کو مفلوک الحال اور یورش کا شکار بنا دیتے ہو۔ اسپین کی سرزمین تو ایک طرف رہ
بات تمہارے ذہن میں ہو گی کہ الفانسو اور سینکو کو ہم نے کئی بار شکست دی لیکن ہر
تمہارے کہنے پر تمہاری انگیخت کرنے پر وہ ہمارے سامنے آن کھڑے ہوئے اور ہر بار ا
ہم نے ذلت اور شکست سے دوچار کیا۔ اسپین کو چھوڑ کر ذرا فلسطین پر نگاہ رکھو۔ فلسطین
کیا بار بار جنگ نہیں کرائی گئی۔ کیا تم لوگ ہی اپنی عوام میں مذہبی جنون پیدا کر کے ان کا
نہیں بہاتے ہو؟"

"تھوڑی دیر پہلے جو جوان آیا تھا وہ یہ خبر لے کر آیا ہے کہ میرے سالار احمد بن سعید نے
پرتگال کے حکمران سینکو اور سارے سالاروں اور یورپ سے آنے والے رضاکاروں کو بدترین
شکست دی ہے۔ کوہستان بشارات کے قریب شکست دے کر ان کا تعاقب کرتے ہوئے ان کا
خوب قتل عام کیا ہے۔ یہ سب کچھ ہونے کی باوجود پھر تم لوگ مذہبی جنون پیدا کر کے جنگ کی
ابتدا کرنے کی کوشش کرتے ہو۔"

"سنو بشپ! اسپین میں تمہیں جو کچھ ملا ہے وہ تمہاری نگاہوں کے سامنے ہے۔ فلسطین
میں ہمارے سامنے جنگوں کا ایک طویل سلسلہ ہے۔ ذرا سوچو اور فلسطین کے حالات پر نظر
دوڑاؤ۔ فلسطین کی جنگوں میں تمہیں کیا ملا۔ خجالت، خواری، ذلت، شکست اور ناکامی کے سوا تم
لوگوں کی جھولی میں کیا گرا۔ یہ بات بھی تمہارے سامنے ہے کہ پورا یورپ اُڈ کر فلسطین کی
طرف بڑھا۔ یورپ کے ہر حکمران، ہر بادشاہ نے اس جنگ کو راہبوں اور پادریوں کے کہنے پر
مقدس جنگ جانا۔ اس میں حصہ لینا اپنے لئے ایک سعادت سمجھا اور جوق در جوق گروہ در گروہ
اپنے لشکر لے کر فلسطین میں داخل ہوئے۔ لیکن ہمارے عزیز بھائی صلاح الدین نے اپنے
جذبہ ایمانی سے ان سب پر ایسی ضربیں لگائیں کہ کسی کو اس کے سامنے سر اٹھانے کی جرات نہ
ہوئی۔"

"یہ بات بھی عیاں ہے کہ تم لوگ اپنے وسائل عسکری اور انفرادی قوت میں ہمارے
بھائی صلاح الدین سے بیس گنا زیادہ ہونے کے باوجود اس کے آگے آگے بھاگتے رہے۔ اور
فخر اسلام کے اس بطل عظیم اور مرد نے تم لوگوں کو نہایت ذلت اور بے سروسامانی کے ساتھ
ارض فلسطین سے ہمیشہ کے لئے نکل جانے پر مجبور کر دیا۔ یہ سب کچھ دیکھنے کے باوجود اتنی
بڑی ذلت اٹھانے کے باوجود اتنی بھیانک شکست دیکھنے کے باوجود تم لوگوں نے عبرت نہ پکڑی
اور اندلس کو اپنا ہدف بنا لیا۔ لیکن میں اپنے خداوند قدوس کا شکرگزار ہوں کہ ہم نے بھی
ماری حالت فلسطین جیسی کر دی ہے۔"

امیر یعقوب المنصور کی اس گفتگو سے الفانسو کا بشپ یہ محسوس کر رہا تھا کہ امیر یعقوب
المنصور انتہائی غصے اور غضبناکی میں ہے۔ لہٰذا وہ کسی بھی صورت انہیں معاف نہیں کرے گا۔
خیال آتے ہی اس بشپ نے امیر یعقوب المنصور کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا تھا فکرمندی
ندامت اور شرمندگی میں اس کی گردن جھکی ہوئی تھی اور اس نے اپنے ہاتھوں میں اس موقع پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جو صلیب پکڑ رکھی تھی وہ بھی کپکپا رہی تھی۔ تھوڑی دیر تک خاموشی رہی اس خاموشی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے الفانسو کی بیوی نے امیر یعقوب المنصور کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"مسلمانوں کے عظیم امیر یہ میری تین بیٹیاں ہیں۔" ساتھ ہی اس نے اپنی تینوں بیٹیوں کی طرف اشارہ کیا۔ "میں آپ سے گزارش کرتی ہوں کہ میری ان بیٹیوں کے بدلے میرے شوہر کو معاف کر دیجئے۔ میری تینوں بیٹیوں کو اپنے بیٹوں اپنے سالاروں میں سے کسی کے ساتھ بیاہ دیجئے اور میرے شوہر کی خطاؤں کو معاف کر دیجئے۔"

الفانسو کی بیوی کی طرف سے یہ ایسی گفتگو تھی جس نے امیر یعقوب المنصور کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس بار الفانسو کی بیوی کی طرف دیکھتے ہوئے انتہائی متاثر کن انداز میں امیر یعقوب المنصور بول پڑا۔

"سن الفانسو کی بیوی ہم ایسے لوگ نہیں ہیں جیسا تم سمجھ رہی ہو۔ میں جانتا ہوں کہ یہ پادری یہ راہب یہ بشپ مسلمانوں کی تصویر تمہارے سامنے میلی کر کے پیش کرتے ہیں۔ یہ لوگ یہ تاثر پیش کرتے ہیں کہ ہم لوگ لڑائی جھگڑے کی ابتدا کرنے والے ہیں۔ حالانکہ ایسا یہ لوگ خود کرتے ہیں۔ اپنی ان بیٹیوں کو لے کر اپنے شوہر الفانسو کے پاس چلی جاؤ تمہارا یہاں آنا ہی ہمارے لئے شرمندگی کا باعث ہے۔ تمہارے یہاں آنے کو ہم ناکام نہیں جانے دیں گے۔ جیسا کہ الفانسو کی ماں بھی اس سے پہلے بہت کچھ کہہ چکی ہے میں تمہاری باتیں بھی سن چکا ہوں لہٰذا میں الفانسو کی خطائیں معاف کرتا ہوں۔"

"گو شہر کی فصیل کو مسمار کر کے اسے گرا کے ہم طلیطلہ شہر کو بزور شمشیر فتح کر چکے ہیں اور اس وقت شہر میں کوئی ایسی قوت نہیں جو ہماری راہ روک سکے لیکن کیونکہ تم اپنی بیٹیوں کو ننگے سر ننگے پاؤں یہاں لے کر آئی ہو لہٰذا تمہاری اور تمہاری بیٹیوں کے احترام میں میں اپنے لشکر کے ساتھ شہر میں داخل نہیں ہوں گا۔"

"الفانسو کی بیوی! ہم آج ہی یہاں سے کوچ کر جائیں گے۔ عورتیں کسی قوم کی بھی ہوں قابل احترام ہوتی ہیں۔ لہٰذا ہم بھی تمہارا احترام کرتے ہوئے تمہاری بات مانتے ہیں۔ ایک بات یاد رکھنا واپس جا کر اپنے شوہر سے کہنا اگر اس نے پھر کبھی اپنی خباثت کا مظاہرہ کیا تو ہماری جبلت فوراً ہمیں کھینچ کر اس کی طرف لائے گی اور ہم اس کی حالت شکستہ عمارت جیسی کر دیں

الفانسو کو واپس جا کر یہ بھی کہنا کہ تیز آندھیاں صرف انہیں ایوانوں کو گراتی ہیں جو شکستہ ی ہیں۔ ہمارے ہاتھوں بار بار شکست کھانے کے بعد الفانسو اور سینکو دونوں کی حالت ان ایوانوں سے بھی بدتر ہو چکی ہے۔"

الفانسو کی بیوی امیر یعقوب المنصور کے الفاظ سے ایسی متاثر ہوئی کہ کچھ دیر تک بول نہ شکر گزاری کے انداز میں اس نے اپنے سر کو جھکائے رکھا پھر اس کی روتی' ایک طرح بین کرتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اے امیر محترم! خداوند آپ کے جلال کو آکاش سا بلند اور آپ کی عزت کو سمندر کی ت کی طرح بڑھائے۔"

یہاں تک کہتے کہتے الفانسو کی بیوی کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس کی بیٹیوں میں سے نہایت متاثر کن انداز میں امیر یعقوب المنصور کو مخاطب کرتے ہوئے بول پڑی۔

"اے امیر محترم! آپ اور آپ کے ساتھی ایک عظیم قوم کے سپوت ہیں۔ کاش میں و کے بجائے آپ لوگوں میں پیدا ہوتی کاش میں آپ لوگوں میں سے کسی کی بیوی' کسی کی سی کی بہن' کسی کی ماں بنتی۔" یہ کہنے کے بعد الفانسو کی وہ بیٹی کچھ دیر کے لئے رکی تھی پھر سلہ کلام جاری رکھتے ہوئے وہ روتی ہوئی آواز میں کہہ رہی تھی۔

"ہمارے پادری' ہمارے راہب اور ہمارے بڑے یہی بتاتے رہے کہ مسلمان انتہا درجہ الم خونخوار اور بربریت پسند ہیں۔ ہمیں یہی بتایا گیا کہ مسلمان تاریک گپھاؤں سے نکل کر ت کا خون کرنے والے وحشی ہیں۔ لیکن یہاں آپ لوگوں سے ملنے کے بعد پتا چلا کہ ن جو ہمیں بتایا اور ہمیں پڑھایا گیا اس کا بالکل الٹ ہیں۔ میں نے جو یہاں آ کر دیکھا اس طابق اے مسلمانوں کے امیر مسلمان یقیناً نغموں کے قافلوں جیسے نرم رو۔ حسن کائنات ہربان' گل رنگ لمحات جیسے ہمدرد ہیں۔ میں سمجھتی ہوں کہ ہمارے ہی لوگوں نے اپنی کے زندان کو اونچا دکھانے کے لئے اپنی ننگی بھوکی تہذیب اور بے حیائی کی داغدار لما پر پردہ ڈالنے کے لئے مسلمانوں کو مختلف نام دیتے ہوئے ان کو بدنام کرنے کی کوشش بھی ہمیں یہ بتایا گیا کہ مسلمان پھولوں کو مسلنے والے مفلسوں کو کچلنے والے بے گناہوں کا رنے والے ہیں لیکن اب پتا چلا کہ ایسا میری قوم کے لوگ صرف اپنے ظلم و ستم' سفاکی ہب کاری پر پردہ ڈالنے کے لئے کرتے رہے۔ الفاظ کے انبار تلے جھوٹ کے خونی ناٹک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے دل بہلاتے رہے۔ مہربان امیر میں آپ سے ملاقات اپنے لئے ایک سعادت خیال کرتی ہوں۔ آپ لوگ یقیناً بے حیائی کے بازاروں میں شرافت کے نقیب، زہریلے اذیت خانوں میں مہربانی اور محبت کی صدا اور عمروں کے بھاگتے ہوئے طاق گروش میں انسانیت کے بلند معیار وقار کی علامت ہیں۔ میں آپ لوگوں کے وقار آپ کی عظمت اور آپ کی مہربانی آپ رحمدلی اور آپ کی زندہ دلی کو سلام کرتی ہوں۔"

"امیر محترم جس طرح آپ اور آپ کے سالاروں نے ہمارے سروں کو ڈھانپا ہے ا طرح تو میری قوم کے افراد بھی نہیں کیا کرتے۔ ہمارے ہاں تو سروں سے دوپٹے نوچ جاتے ہیں۔ عورت کی عزت اور اس کے وقار، اس کی عصمت اس کے ناموس کی ہمارے کوئی وقعت، کوئی قدر نہیں ہے۔ میں ایک بار پھر امیر محترم آپ کی انسانیت کے وقار کو کرتی ہوں۔"

یہاں تک کہتے ہوئے الفانسو کی بیٹی رو پڑی۔ پھر اس پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ اس آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اس کے بعد وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔ اس کی طرف د ہوئے اس کی بہنیں اس کی ماں، اس کی دادی یعنی الفانسو کی ماں بھی زار و قطار رونے تھیں۔ ان کی اسی کیفیت پر امیر یعقوب المنصور اور دیگر سالار بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ پھر امیر یعقوب المنصور نے ان کی طرف بڑی مہربانی اور رحمدلی سے دیکھتے ہوئے تقریباً بھ ہوئی آواز میں کہا تھا۔

"جاؤ واپس لوٹ جاؤ میری بچیو! اس پر الفانسو کی ماں بیوی اور بیٹیوں نے بشپ کی طر اشارہ کیا۔ بشپ جانے کے لئے پلٹا اس کے پیچھے پیچھے وہ سب بھی ہو لیں۔ اس طرح وہ ا یعقوب المنصور کے پاس سے چلی گئی تھیں۔



شام تک امیر یعقوب المنصور نے وہیں پڑاؤ کئے رکھا۔ اگر یعقوب المنصور چاہتا تو ا لشکر کے ساتھ طلیطلہ شہر میں داخل ہو سکتا تھا۔ دنیا کی کوئی طاقت اسے نہ روک سکتی تھی۔ لئے کہ اس نے شہر کی فصیل کے اندر جگہ جگہ سنگ باری سے راستے بنا دیئے تھے اور الفا میں اتنی طاقت اور سکت نہ تھی کہ وہ امیر یعقوب المنصور کا راستہ روک سکتا۔ لیکن یہاں ا یعقوب المنصور نے بہترین شرافت کا مظاہرہ کیا۔ اگر یہی حالت کبھی الفانسو مسلمانوں کی کر

مسلمانوں کے شہر کو روند کر رکھ دیتا اور قتل عام کرتا۔ لیکن یہاں امیر یعقوب المنصور کا بالکل مختلف تھا۔ جب شام ہوئی تو امیر یعقوب المنصور نے نقاروں کی گونج میں وہاں اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کر لیا تھا۔ طلیطلہ شہر کے نصرانی امیر یعقوب المنصور کے سلوک بے حد خوش اور بے حد متاثر ہوئے۔ جس وقت امیر یعقوب المنصور اپنے لشکر کے ساتھ شہر کے نواح سے کوچ کر رہا تھا اس وقت شہر کے نصرانی اپنے گھروں کی چھتوں پر کھڑے اسے کوچ کرتا ہوا دیکھ رہے تھے پر ان کی بد بختی کہ ان پر الفانسو اور سینکو جیسے حکمران تھے جو بار بار جنگ کی ابتدا کرتے اور بار بار ذلت آمیز شکست اٹھانے پر بھی شرمندگی ں کرنے والے نہ تھے۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سورج قدرت کے جلیل مقاصد کی تکمیل کرتا اپنے نورانی وجود کو سمیٹتا ہوا کب کا غرو
ہو چکا تھا۔ حسینوں کے عارض گلگوں جیسی شفق ختم ہو چکی تھی۔ ننھا ہلال تھوڑی دیر کے
رات کے فرش پر کرنوں کا بچھونا ڈالنے کے بعد غروب ہو چکا تھا۔ چاروں طرف گہری تار
تھی جس کے باعث کوہساروں کے دامن دریاؤں کے ساحل زمین کے سینے' فضاؤں
تاریکیوں کے اندر شب یلدا کے باعث ہر شے کی دیدہ بیدار خواب آلود ہو چکی تھی۔ چار
طرف الفاظ کے مفاہیم و مطالب کی سی چپ اور خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔

ایسے میں ہاورتھ اپنے خیمے میں لیٹا ہوا جاگ رہا تھا۔ خیمے میں ایک ننھی سی مشعل رو
تھی۔ جس سے وہ آنکھیں کھولے خیمے کا جائزہ لے رہا تھا۔ باہر بالکل سکوت اور خاموشی تھ
اچانک ہاورتھ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا۔ خیمے کے ساتھ کان لگاتے ہوئے کچھ سننے کی کوشش
پھر مطمئن ہو کر وہ خیمے کے دروازے کی طرف گیا۔

پردہ ہٹا کر اس نے دیکھا باہر کوئی بھی نہیں تھا۔ چاروں طرف اندھیرا اور خاموشی تھ
اس نے پردہ گرا دیا۔ پھر وہ خیمے کے دوسری طرف گیا۔ اس طرف کا بھی پردہ ہٹا کر دیکھا
طرف بھی کوئی نہ تھا۔ چاروں طرف ویرانی اور خاموشی تھی۔ پردہ ایک بار اس نے پھر گرا
خیمے کے اندر ننھی مشعل کی روشنی میں کھڑا ہو کر وہ تھوڑی دیر تک عجیب سے فریبانہ اند
میں مسکراتا رہا پھر کوئی فیصلہ کرنے کے بعد اس نے سر ہلایا اس کے بعد اس نے خیمے کا پردہ ا
اور جھکتے جھکتے ہوئے وہ باہر نکلا۔

پہلے اس نے دائیں بائیں دیکھا پھر زمین پر لیٹ گیا۔ خیمے کے ارد گرد اس نے ایک
لگایا وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ اس نے اپنے دائیں جانب برق کلیسا کے خیمے کا جائزہ لیا اس خیمے
چاروں طرف بھی کوئی نہ تھا۔ ہاورتھ بڑا مطمئن ہوا۔

زمین پر رینگتے ہوئے وہ برق کلیا کے خیمے کی طرف گیا۔ خیمے کے دروازے کے پاس جا
رک گیا۔ وہ حیران تھا کہ خیموں کے ارد گرد ایسی خاموشی اور سکون تھا جیسے ہر شے نے زہر

تھنے چوس لئے ہوں یا کائنات کا آپس کا رشتہ اتحاد و یگانگت ختم ہو گیا ہو اور ہر شے بلندی سے پستی کی طرف لوٹ گئی ہو۔ یہ صورت حال یقیناً ہاورتھ کے لئے خوش کن تھی اپنے لبوں پر مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے لیٹے ہی لیٹے وہ برق کلیسا کے خیمے میں داخل ہوا تھا۔

چھوٹی سی مشعل کی روشنی میں للچائی ہوئی نگاہوں سے ہاورتھ نے فرش پر بچھے گدے پر لیٹی ہوئی برق کلیسا کی طرف دیکھا۔ نیند کی حالت میں بھی گل احمری سی خوبصورت زہرہ شمائل' شوخ دیدہ اور حسین تر لڑکی جان کی ملاحت روح کی حلاوت دکھائی دے رہی تھی۔ کمرے میں اس کے کنوار پنے کی باس اس طرح پھیلی ہوئی تھی جیسے صدف سے موتی نکلا ہو۔ پتھر سے کسی نے گوہر نکالا ہو یا تازہ حقائق کا کشف ہوا ہو جس کے باعث خیمے میں پھولوں کی خوشبو ہی خوشبو پھیلی ہو۔

ہاورتھ تھوڑی دیر تک خیمے کے اندرونی حصے میں کھڑا ہو کر للچائی ہوئی نظروں سے برق کلیسا کی طرف دیکھتا رہا۔ اس کے جسمانی زاویوں کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ کھیل گئی۔ دبے پاؤں آگے بڑھا برق کلیسا کے قریب جا کر بیٹھا پھر اس کے بازو ہلاتے ہوئے اس نے پکارا۔

"مازن! مازن! اٹھو۔ تمہاری میری رہائی ہمارے سروں پر منڈلا رہی ہے۔ اگر ہم نے یہ وقت ضائع کر دیا تو یاد رکھنا ہم ساری زندگی پچھتاتے رہیں گے۔"

بازو ہلانے پر برق کلیسا ہڑبڑاتے ہوئے اٹھ بیٹھی تھی۔ اپنے خیمے میں ہاورتھ کو دیکھتے ہوئے لمحہ بھر کے لئے اس کے چہرے پر انتہا درجہ کی ناگواری غصہ اور غضب نمودار ہوا تھا۔ اپنے خیمے کا جائزہ لیا پھر اس نے ہاورتھ کو مخاطب کیا۔

"کیا بات ہے تم اس وقت میرے خیمے میں کیوں داخل ہوئے' کیا کوئی انہونی اور خلاف توقع بات ہونے والی ہے۔"

"مازن لگتا ہے تم ابھی تک نیند کے غلبے میں ہو۔ جو کچھ میں نے تمہیں کہا ہے وہ تم نے سنا نہیں۔ میرے اور تمہارے خیمے کے باہر کوئی پہرہ نہیں۔ مسلمانوں کے احمد بن سعید کا لشکر غفلت کی گہری نیند سویا ہوا ہے۔ میں اپنے خیمے سے نکل کر آیا ہوں میں اگر چاہتا تو اکیلا بھی بھاگ سکتا تھا لیکن میں ایسا نہیں کرنا چاہتا اپنے خیمے سے نکل کر تمہاری طرف آیا ہوں کہ تمہیں اپنے ساتھ لے جاسکوں۔ میں جائزہ لے آیا ہوں۔ میرے خیمے کے دائیں جانب عارضی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چھپر بنے ہوئے ہیں اس کے اندر ہمارے گھوڑے بندھے ہوئے ہیں۔ اب جلدی کرو وقت ضائع نہ کرو۔ دونوں خیموں سے نکل کر چھپر کی طرف جائیں جس میں گھوڑے بندھے ہوئے ہیں۔ اپنے گھوڑوں پر سوار ہو کر یہاں سے بھاگ چلیں۔ اگر ہم نے آج رات کا وقت ضائع کر دیا تو یاد رکھنا آنے والی صبح کو ہماری گردن کاٹ دی جائے گی۔" برق کلیسا بڑے اطمینان، بڑی خاموشی سے ہاورتھ کی دھیمی اور رازدارانہ گفتگو سنتی رہی۔ جب وہ خاموش ہوا تو فوراً بول اٹھی۔

"میری نہیں تمہاری گردن کٹ جائے گی۔ مجھے تو مسلمانوں کا امیر احمد بن سعید معافی دے چکا ہے اور وہ یہ بھی اعلان کر چکا ہے کہ آنے والی صبح کو وہ مجھے معاف کر دے گا اور جانے کی اجازت دے گا۔ ہاں تمہارا اس کے ساتھ آنے والی صبح کو تیغ زنی کا مقابلہ ہے۔ میں تو یہی پسند کروں گی کہ یہیں رکو اور آنے والی صبح کو مسلمانوں کے اس سالار سے تیغ زنی کا مقابلہ کرو اور اسے موت کے گھاٹ اتار کر یہاں سے جاؤ۔ اس لئے کہ اسے زندہ یا مردہ گرفتار کرنا تمہاری زندگی کے مقاصد میں سے ایک تھا۔ یہ الفاظ تم نے مجھے جنگ شروع ہونے سے پہلے بھی کہے تھے کیا میں یہ سمجھوں کہ تم اس سے مقابلہ کرنے سے پہلو تہی کر رہے ہو اور رات کی تاریکی میں بھاگ جانا چاہتے ہو۔"

برق کلیسا کی گفتگو سن کر ہاورتھ کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی اس کے بعد اس نے دوبارہ رازدارانہ سی گفتگو کی۔

"سن مازن! یہ وقت ایسی گفتگو کا نہیں ہے۔ اسے سنہری موقع جانو اور یہاں سے بھاگ جائیں جہاں تک مسلمانوں کے سالار سے تیغ زنی کا مقابلہ کرنے کا سوال ہے تو یقیناً میرا بھائی جو تیغ زنی میں مجھ سے اعلیٰ اور ارفع تھا جب وہ اس سے ہار چکا ہے تو میں تو اس کے مقابلے میں کچھ نہیں۔ میں اس سے مقابلہ کرنا پسند نہ کروں گا۔ اگر میرا اور اس کا مقابلہ پڑ بھی گیا تو مسلمانوں کا یہ سالار میری گردن کاٹ کر رکھ دے گا۔ میں اپنی گردن نہیں کٹوانا نہیں چاہتا۔ لہٰذا یہاں سے بھاگنا چاہتا ہوں اور تمہیں یہاں دشمن کے پڑاؤ میں اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتا۔ اس لئے کہ اگر میں بھاگ کر سینکو کی طرف جاؤں گا تو وہ ضرور تمہارے متعلق مجھ سے پوچھے گا اور اسے جواب دینے کے لئے میرے پاس کچھ نہیں ہو گا لہٰذا اٹھو اور فوراً یہاں سے بھاگ چلیں۔"

برق کلیسا نے جواب میں کچھ سوچا پھر اپنی جگہ پر وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور دھیمے سے لہجے میں

لی۔ "میں تمہارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہوں۔"

دونوں آہستہ آہستہ کوئی کھٹکا کئے بغیر خیمے سے نکلے۔ ہاورتھ خیمے سے باہر نکلتے ہی زمین پر گیا تھا۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے برق کلیسا بھی لیٹ گئی تھی۔ دونوں سانپ کی طرح ں پر لیٹے ہی لیٹے چلتے ہوئے اس چھپر نما اصطبل کے قریب آئے جس کے اندر گھوڑے ھے ہوئے تھے۔ چھپر میں داخل ہونے کے بعد اپنی جگہوں پر اٹھے اپنے اپنے گھوڑوں کو قریب ہی ان گھوڑوں کی لگامیں اور زینیں پڑی ہوئی تھیں انہوں نے جلدی جلدی یں ڈالیں، دہانے چڑھائے اپنے اپنے گھوڑوں کی لگامیں تھامے تھوڑی دور تک وہ پیدل رہے جب دیکھا کہ وہ مسلمانوں کے پڑاؤ سے نکل گئے ہیں تو وہ اپنے گھوڑوں پر سوار ئے اور انہوں نے جبل بشارات کی طرف اپنے گھوڑوں کو دوڑا دیا تھا۔

رات چونکہ اپنے انجام کو پہنچ رہی تھی جس وقت وہ بشارات کے کوہستانی سلسلے میں ہوئے مشرق سے سورج نے اپنا سرخ چہرہ دکھانا شروع کر دیا تھا۔ اندھیرے چھٹ گئے ہر سو روشنی ہی روشنی ہو گئی تھی۔ پرندے اپنی روزی کی تلاش میں نکل گئے تھے۔ جبل ت میں اپنے گھوڑے پر سوار ہاورتھ نے اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اپنی رفتار می کر دی۔ ہاتھ کے اشارے سے برق کلیسا کو بھی اس نے ایسا کرنے کے لئے کہا۔ برق انے بھی اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچتے ہوئے اسے ہلکی چال چلنے پر مجبور کر دیا تھا۔ پھر اپنے ے پر بیٹھے ہی بیٹھے ہاورتھ نے برق کلیسا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"مسلمان بھی کیسے بدھو، مورکھ نادان اور کم عقل ہیں۔ ہمیں انہوں نے اپنا اسیر تو بنا لیا ان کم عقلوں بیوقوفوں کو یہ بھی خیال نہ آیا کہ جس طرح انہوں نے ہمیں خیمے میں رکھا بھاگ بھی سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ ہمیں خیموں میں بند کر دیا ہے اور حفاظت کے لئے انہیں پہرہ دار بھی کھڑا کرنا چاہئے۔ میں یسوع مسیح کا شکر گزار ہوں کہ بے عقلی ان کی جاہلیت ہمارے کام آئی۔ ہم ان کے پڑاؤ سے فرار حاصل کرنے میں ب ہو گئے۔ مازن اگر میں رات کے وقت چوکنا نہ رہتا اور اس چالاکی سے کام نہ لیتا تو یاد تم اس طرح ان کے پڑاؤ سے نکل کر ان سرزمینوں کی طرف نہ آتیں۔ جبل بشارات کا یہ جس میں اس وقت ہم سفر کر رہے ہیں سینکو کی عملداری میں شامل ہے۔ لہٰذا اب ہمیں ان کی کسی مزید جاہلیت اور بیوقوفی کا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہاورتھ بولتا رہا اپنے گھوڑے پر سوار برق کلیسا خاموشی سے سنتی رہی۔ جب وہ خاموش ہوا تب تھوڑی دیر تک اس نے کچھ سوچا پھر ہاورتھ کو اس نے مخاطب کیا۔

"ہاورتھ میں نہیں جانتی کہ تم نے جو کچھ کہا وہ درست ہے یا جن خیالات کا اظہار میں کرنے لگی ہوں وہ درست ہیں۔ میرے دل میں ابھی تک یہ خدشات جنم لے رہے ہیں کہ مسلمانوں کی آنکھیں ہمارا گھیراؤ کئے ہوئے ہیں۔ وہ ہمارے آس پاس ہیں ہماری ایک ایک نقل و حرکت کا جائزہ لے رہے ہیں اور کسی وقت بھی وہ ہم پر اپنی گرفت کر سکتے ہیں۔ مجھے یہ بھی خوف کھائے جا رہا ہے کہ ہم اس وقت انہیں بیوقوف' احمق' بدھو اور جاہل تو کہہ رہے ہیں کہیں ایسا لمحہ نہ آن پڑے کہ ہماری ساری عقل مندی ان کے سامنے جاہلیت' حماقت اور بیوقوفی میں تبدیل ہو جائے۔"

برق کلیسا کی اس گفتگو پر ہاورتھ نے ایک انتہائی مکروہ قہقہہ لگایا۔ ساتھ ہی اس کی آواز سنائی دی۔

"مازن تم کس قسم کی گفتگو کرتی ہو۔ یہ مسلمان کوئی غول بیابانی تو نہیں ہے کہ یہاں بھی ان کی آنکھیں ہمیں دیکھ رہی ہوں اور کسی بھی وقت وہ ہماری عقل مندی کو ہماری بیوقوفی اور حماقت میں تبدیل کر دیں۔ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اس وقت ہم ان کی سرزمین میں نہیں سیکو کی عملداری میں سفر کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کی گرفت سے ہم محفوظ اور باہر ہیں۔ مجھے تم سے ایک گلہ ایک شکوہ ضرور ہے کہ تم اپنے آپ کو مسلمانوں کے پڑاؤ میں محفوظ خیال کر رہی تھیں۔"

"مجھے تم سے ایک اور گلہ اور شکوہ ہے جس کا اظہار میں بعد میں کروں گا۔"

یہاں تک کہتے کہتے ہاورتھ کو رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ برق کلیسا فوراً بول پڑی۔

"میں مسلمانوں کو تم سے بہتر جانتی ہوں۔ مسلمانوں کے سالار جس کا نام احمد بن سعید ہے تم جانتے ہو کہ اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ میرے خلاف وہ کوئی انتقامی کارروائی نہیں کرے گا۔ بلکہ رات وہاں گزارنے کے بعد وہ مجھے رہا کر دے گا۔ یاد رکھنا مسلمان اپنے عہد کا پاس ضرور کرتے ہیں۔ میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ اگر میں تمہارے ساتھ پڑاؤ سے نہ بھاگتی تب بھی میرے خیال میں مسلمانوں کا وہ سالار مجھے ابھی تک رہا کر دیتا۔ کیا یہ مسلمانوں کی پاکیزگی اور ان کے وقار اور ان کی شرافت کی دلیل نہیں ہے کہ میں اپنے خیمے میں اکیلی تھی۔

اگر میں اس طرح کسی اور کے پڑاؤ میں ہوتی تو کیا میں اکیلی خیمے میں رات بسر کر سکتی تھی۔ میری عزت لٹ چکی ہوتی۔ مجھے بے آبرو کر دیا گیا ہوتا لیکن تم نے دیکھا میں اپنے خیمے میں ایسے ہی پرسکون پڑی تھی جیسے میں اپنی لشکر گاہ میں ہوں۔ یاد رکھنا اس خیمے میں داخل ہوتے وقت اپنے آپ کو پرسکون محسوس کر رہی تھی۔ میں شروع شروع میں مسلمانوں کے انتہا درجہ خلاف تھی لیکن جب جنگوں میں میرا ان کے ساتھ واسطہ پڑا جنگوں میں کچھ قیدی میں نے پکڑے۔ تب مجھے احساس ہوا کہ مسلمانوں کی جو تصویر ہمارے سامنے پیش کی گئی تھی وہ اس سے بالکل مختلف ہیں۔ تم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا رات میں اپنے خیمے میں اکیلی تھی لیکن کسی نے میری طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھا۔ شاید تم نے ایک اور بات کا اندازہ نہیں لگایا۔"

"گزشتہ دن تمہیں اور مجھے ایک ساتھ مسلمانوں کے امیر احمد بن سعید کے سامنے پیش کیا گیا تو اس کے دو نائب دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ گفتگو کے دوران ان تینوں نے تمہاری طرف ضرور دیکھا لیکن شاید تم نے یہ اندازہ نہ لگایا ہو کہ احمد بن سعید جب میرے ساتھ گفتگو کرتا تھا اس کی نگاہیں جھکی ہوئی تھیں۔ اس کے دوسرے دونوں ساتھیوں کی بھی آنکھیں نیچی تھیں۔ جب وہ میرے ساتھ گفتگو کرتے تھے تو میرے چہرے کی بجائے زمین کی طرف دیکھتے تھے۔"

"ان مسلمانوں کو دیکھنے کے بعد ان کے اندر صرف ایک شب گزارنے کے بعد اپنے خیالات میں ایک بہت بڑی تبدیلی رونما ہوتی دیکھی ہے۔ ہمارے ہاں کیا بڑے بڑے بشپ کیا پادری کیا راہب اور عام لوگ مسلمانوں کو بربریت کے علمبردار خیال کرتے تھے۔ وہ یہی ڈھنڈورا پیٹتے رہے کہ مسلمان گناہ اور بدی کے رسیا ہیں۔ تہذیب کی گزرگاہوں سے دور رہنے والے وحشی ہیں اور اپنے وحشی پن کی عقوبت بن کر نمودار ہوتے ہیں۔ ہمارے پادری ہمیشہ یہی شور کرتے رہے ہیں کہ یہ مسلمان ان کے لئے خونخوار بھیڑیوں سے بھی بدتر ہو کر نمودار ہوئے ہیں۔ لیکن یہ سب تعصب کی باتیں ہیں مسلمانوں سے ملنے ان سے گفتگو کرنے ان کے پاس رات بسر کرنے کے بعد میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ جو کچھ ہمارے پادری ہمارے راہب کہتے ہیں وہ سراسر جھوٹ اور غلط بیانی ہے۔ جہاں تک میں جان یا سمجھ سکی ہوں یہ مسلمان صدیوں کی تاریک اور بہیمانہ وبا کے اندر ایک علاج اور مداوا بن کر اٹھے ہیں۔ نوائے وقت میں یہ روح و دل کا سکون' خوش حالی کا گیت اور امن کا گیت ہیں۔ اس لئے ہر محاذ پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہمیں شکست اور بد بختی کا سامنا کرنا پڑا جو کچھ میں نے مسلمانوں کے پڑاؤ میں دیکھا اسے سامنے رکھتے ہوئے میں یہ کہہ سکتی ہوں کہ یہ مسلمان یقیناً قبائے شب میں صبح کی زرفشانی تیروں کی سنسناہٹوں' تلواروں کی چھاؤں میں سراب بن کر نمودار ہونے والے ہیں۔ یہ لوگ واقعی آزادی اور امن کی علامت ہیں اور ایشیا کو انہیں نے واقعی اپنے اخلاق' اپنے کردار سے امن کا گہوارہ بنا کر رکھ دیا ہے۔"

"میں جانتی ہوں کہ تم میری باتوں کا یقیناً برا مناؤ گے لیکن میں تمہارے سامنے مثال پیش کرتی ہوں۔"

"جس طرح میں نے مسلمانوں کے خلاف جنگیں کیں ان کا خوب قتل عام کیا ہر محاذ پر ان کی بے عزتی اور ان کے قتل عام کا باعث بنی۔ ایسا ہی اگر کوئی مسلمان لڑکی کرتی اور وہ گرفتار ہو کر الفانسو یا سینکو کے لشکر میں پہنچتی تو کیا تم بتا سکتے ہو اس کے ساتھ کیا سلوک ہوتا۔ جس طرح مسلمانوں کے پڑاؤ میں میری عزت میری عفت میری عصمت کی حفاظت کی گئی کیا کسی مسلمان لڑکی کی میری قوم کے پڑاؤ میں کی جاتی۔"

جواب میں ہاورتھ نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا۔ پھر کہنے لگا۔

"حفاظت ہونی بھی نہیں چاہئے اس لئے کہ ایسی لڑکی کی عزت لٹنے کے لئے تو ہوتی ہے۔"

برق کلیسا نے کھا جانے والے انداز میں ہاورتھ کی طرف دیکھا پھر اس کی شکووں بھری آواز سنائی دی۔

"بس یہی فرق میری قوم اور مسلمانوں میں ہے۔ ہمارے ہاں عزت اور ناموس عفت اور عصمت کی کوئی قدر اور وقار نہیں ہے۔ لیکن مسلمان عورت کی عزت' اس کی عصمت اس کی آبرو کے محافظ بن کر نمودار ہونے والے ہیں۔ چلو اس موضوع کو چھوڑو۔ دوران گفتگو تم نے بتایا تھا کہ تمہیں مجھ سے کوئی گلہ کوئی شکوہ شکایت ہے۔"

برق کلیسا کی گفتگو پر ہاورتھ گھورتے ہوئے تھوڑی دیر تک اسے دیکھتا رہا پھر وہ بول پڑا۔

"ہاں مجھے تم سے یہ شکوہ ہے کہ تم نے اپنا یہ اعلان کیوں واپس لے لیا کہ جو سورما احمد بن سعید کو نیچا دکھائے گا یا اس کا سر قلم کرے گا اس سے شادی کر لوں گی۔ تمہیں یہ اعلان برقرار رکھنا چاہئے تھا۔ اس طرح عیسائی دنیا میں ایک جذبہ ایک جوش پیدا ہوتا اور یورپ سے آنے

والوں میں سے کئی جوان ایسے ہیں جو نہ صرف احمد بن سعید بلکہ مسلمانوں کے خلاف انتقامی کارروائیاں کرنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ اپنا یہ اعلان واپس لے کر تم نے ایک طرح سے نصرانی دنیا کے جوش و جذبوں کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی ہے۔"

اس گفتگو کے جواب میں برق کلیسا کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ ایک دم اپنے بائیں ہاتھ کا اشارہ کرتے ہوئے ہاورتھ بول پڑا۔

"برق کلیسا ادھر دیکھو سامنے پانی کا تالاب ہے آؤ گھوڑوں کو پانی پلائیں اس کے بعد دوبارہ اپنے سفر کو شروع کریں گے میرا خیال ہے انہیں رات بھر پانی نہیں پلایا گیا۔"

برق کلیسا نے ہاورتھ کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ دونوں نے اپنے گھوڑوں کی باگیں بائیں جانب موڑ دیں۔ آگے جا کر دونوں باری باری اپنے گھوڑوں سے اتر گئے۔ گھوڑوں کے منہ سے دہانے نکال دیئے۔ پانی کو دیکھتے ہی گھوڑے آگے لپکے اور پانی پینے لگے تھے۔ ہاورتھ اور برق کلیسا ایک چٹان کے قریب کھڑے ہو گئے تھے۔ اس موقع پر ہاورتھ عجیب سی للچائی نظروں سے برق کلیسا کی طرف دیکھتا رہا پھر اسے مخاطب کیا۔

"برق کلیسا میں نے اور تم نے مسلمانوں کے پڑاؤ سے نجات حاصل کی ہے یہ بے حد خوشی کا موقع ہے اس خوشی کے موقع پر میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ تم برا نہ مانو۔"

برق کلیسا نے گھورتے ہوئے اسے دیکھا اور کہا۔ "کہو۔"

اس پر ہاورتھ آگے بڑھا اور بڑی بے باکی سے برق کلیسا کا بازو پکڑ لیا۔ پھر ایک جھٹکے کے ساتھ اسے سینے سے لگاتے ہوئے کہنے لگا۔ "مازن میں تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

ہاورتھ کی اس اچانک بے باکانہ حرکت پر برق کلیسا انتہائی نفرت اور غضب میں آ گئی تھی۔ اس کا چہرہ غصے میں سرخ ہو گیا تھا۔ آنکھیں آگ برسا گئی تھیں۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنا بازو چھڑایا' علیحدہ ہوئی اور ایک زور دار طمانچہ اس نے ہاورتھ کے منہ پر مارتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"بے حیا' ذلیل' کمینے' جو حرکت میرے ساتھ مسلمانوں کے پڑاؤ میں ہونی چاہئے تھی وہ تم کر رہے ہو۔ میں سمجھتی ہوں اپنے اخلاق' اپنے کردار کے اعتبار سے تم مسلمانوں کے مقابلے میں ایک شیطان اور باؤلے کتے کی مانند ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہادرتھ نے ایک قہقہہ لگایا' للچائی ہوئی نظروں سے برق کلیسا کے جسم کا جائزہ لیا پھر بڑی تیزی سے آگے بڑھا۔ برق کلیسا اس کے ارادے کو بھانپ گئی تھی۔ فوراً پیچھے ہٹی' بھاگ کر ہادرتھ نے پھر اسے دبوچ لیا اور چلا اٹھا۔

"اب میں تم سے شادی نہیں کروں گا تمہیں صرف بے عصمت بے آبرو کروں گا۔"

اس کے ساتھ ہی وہ برق کلیسا سے لپٹ گیا تھا۔ برق کلیسا پوری طاقت اور قوت کے ساتھ دفاع کرنے لگی تھی۔ اپنے آپ کو ہادرتھ کے چنگل سے بچانے لگی تھی۔ اسی کشمکش اور جدوجہد میں اس بیچاری کا لباس پھٹ کر تار تار ہو گیا تھا اور اس کا سرخ مرمریں جسم جگہ جگہ سے تانک جھانک کرنے لگا تھا۔

اس موقع پر جب برق کلیسا اپنے آپ کو انتہائی بے بسی کے عالم میں محسوس کر رہی تھی۔ اچانک کوہستانی سلسلے میں ایک بھیانک' ایک زوردار آواز گونجی تھی۔ "ٹھہرو۔"

یہ آواز سن کر ہادرتھ اور برق کلیسا دونوں چونک پڑے۔ ہادرتھ نے برق کلیسا کو چھوڑ دیا۔ برق کلیسا فوراً پیچھے ہٹ کر کھڑی ہو گئی اور اپنے پھٹے ہوئے لباس سے اپنے ننگے جسم کو ڈھانپنے کی کوشش کرنے لگی تھی۔ دونوں نے دیکھا کہ ان کے قریب ہی احمد بن سعید اور قراقوش نمودار ہوئے تھے۔ ان کے دائیں بائیں ان کے کچھ گھوڑ سوار اپنے گھوڑوں پر سوار ان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ یہ سماں عجیب و غریب تھا اور دونوں کی توقعات کے خلاف تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے احمد بن سعید اور قراقوش جو اپنے سروں پر عمامے باندھے ہوئے تھے نیچے اترے۔ احمد بن سعید نے اپنی تلوار بے نیام کر لی۔ قراقوش بھی اپنی تلوار بے نیام کر چکا تھا۔ احمد بن سعید کے اشارے پر قراقوش ہادرتھ کی طرف بڑھا اور اس کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ احمد بن سعید برق کلیسا کی طرف گیا۔ برق کلیسا کا جسم ننگا ہو رہا تھا۔ وہ اپنے جسم کو چھپانے کی خاطر زمین پر بیٹھ گئی تھی۔ تھر تھر کانپ رہی تھی۔ شاید وہ یہ خیال کر رہی تھی کہ پڑاؤ سے بھاگنے کی پاداش میں احمد بن سعید اسے قتل کر دے گا۔ لیکن ردعمل اس کے بالکل خلاف ہوا۔

برق کلیسا کے قریب جا کر احمد بن سعید رک گیا اپنے سر پر بندھا ہوا عمامہ اس نے اتارا فضا میں لہراتے ہوئے اسے خوب پھیلایا پھر برق کلیسا پر ڈال دیا تھا۔ برق کلیسا احمد بن سعید کی اس حرکت پر چونکی تھی۔ چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اس موقع پر اس کے چہرے پر دور دور تک اطمینان اور آنکھوں میں ہمدردی' دردمندی عزت اور وقار موجزن تھا۔

برق کلیسا کو احمد بن سعید نے مخاطب کیا۔

"برق کلیسا تم نے میرے پڑاؤ سے بھاگ کر بڑی شدید غلطی کی۔ میں تمہیں بتا چکا تھا کہ تمہارے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں کروں گا۔ راست بسر کرنے کے بعد تمہیں واپس ...نے کی اجازت ہو گی۔ پھر تم نے پڑاؤ سے بھاگنے کی غلطی کیوں کی۔"

"شاید تم لوگ یہ خیال کر رہے ہو گے کہ ہم نے تم دونوں کے خیمے کے گرد پہرہ نہ لگایا تھا تم آسانی سے بھاگ جاؤ گے ہرگز نہیں۔ بے شک تمہارے خیموں کے باہر کوئی پہرہ نہ تھا پر ...ے پڑاؤ کے اردگرد دور دور تک میرے مخبر میرے محافظ کام کرتے ہیں۔ جس وقت تم ...ے پڑاؤ سے بھاگے تھے میرے مخبر غول بیابانی کی طرح تمہارے آگے پیچھے تھے۔ مجھے ...ارے بھاگنے کی اطلاع بھی کر چکے تھے جس وقت تم کوہستانی سلسلے میں داخل ہوئے اس ...ت بھی میرے محافظ میرے مخبر میرے طلایہ گر تم دونوں کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے خفیہ ...از میں سفر کر رہے تھے۔ پڑاؤ سے بھاگنے کا نتیجہ تم نے دیکھ لیا اگر میں تھوڑی دیر مزید یہاں پہنچتا تو بات آگے بڑھ چکی ہوتی۔ گو میرے مخبر ہادرتھ کو تمہیں بے عصمت نہ کرنے دیتے ...نا یہ تمہاری رسوائی کا باعث ضرور بنتا۔"

اچانک برق کلیسا کو نہ جانے کیا ہوا احمد بن سعید کا عمامہ جو اچھی خاصی بڑی چادر کی ...رت میں تھا اسے اس نے اپنے جسم کو اچھی طرح ڈھانپتے ہوئے احمد بن سعید کی طرف ...ھا آگے بڑھی اور اچانک احمد بن سعید کے پاؤں پر گرتے ہوئے بول اٹھی۔

"مسلمانوں کے امیر اب تک جو میں نے مسلمانوں کے خلاف کارروائیاں کیں میں ان کی ...فی مانگتی ہوں۔ میں اگر اپنے ماں باپ کی بیٹی ہوئی تو آئندہ کبھی مسلمانوں کے خلاف کوئی ...روائی نہ کروں گی نہ جنگوں میں حصہ لوں گی۔"

برق کلیسا کو اس کے بازو سے پکڑ کر احمد بن سعید نے اوپر اٹھایا پھر کہنے لگا۔

"برق کلیسا تم تو اس طرح میرے پاؤں پر گر کر معافی مانگ رہی ہو جیسے میں تمہارے ...ف کوئی انتقامی کارروائی کرنے لگا ہوں۔ ہرگز نہیں میں تو تمہیں پہلے ہی معاف کر چکا ہوں۔ ...ارے خلاف کوئی انتقامی کارروائی نہیں ہو گی۔ مطمئن رہو ذرا ہادرتھ کے قریب چلو میں ...اسے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

برق کلیسا چپ چاپ احمد بن سعید کے ساتھ ہو گئی تھی۔ قراقوش کے پاس جا کر احمد بن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سعید نے اسے مخصوص اشارہ کیا جس پر قراقوش انے اپنی تلوار برق کلیسا کو تھمادی۔ اس مو
پر احمد بن سعید کی آواز سنائی دی۔

"برق کلیسا یہ ہاورتھ ایک بہت بڑا مجرم ہے گو رات بسر کرنے کے بعد جب میرا اور ا تیغ زنی کا مقابلہ ہوتا تو یہ میرے ہاتھوں مارا جاتا لیکن اب میں اسے اپنے ہاتھوں سے نہ ماروں گا۔ اس نے تمہاری عزت تمہاری عصمت کا خائن بننے کی کوشش کی ہے میں نے ا ساتھی کی تلوار تمہیں تھمادی ہے اب تم جو چاہو اس ہاورتھ کو سزا دو۔"

قبل اس کے کہ برق کلیسا کچھ کہتی اپنے جذبات کا اظہار کرتی۔ احمد بن سعید ہاورتھ ک قریب ہوا اور اسے مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"سن بدبخت ہاورتھ' تیرے جیسے لوگ ہی عورتوں کے لئے شہروں کے مقدر میں چا دامانی اور افکار بد بن کر نمودار ہوتے ہیں۔ ظالم انسان اگر تو نے برق کلیسا کو اپنے ساتھ بھگا جانے کی کوشش کی تھی تو اس کی عزت اس کی آبرو کا لٹیرا نہ بنتا بلکہ محافظ بن کر اسے ا ساتھ لے جانے کی کوشش کرتا۔"

"اگر تم اس کو بے آبرو کرنے کی کوشش نہ کرتے تب بھی میں تم دونوں کو یہاں ر ہاورتھ میں تم پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ ہم غافل نہیں اپنے اسیروں اپنے قیدیوں پر نگاہ رکھ فن اور ہنر خوب جانتے ہیں لیکن اب تم نے اس کی عزت پر حملہ کر کے اپنے آپ کو واجـ القتل ثابت کر دیا ہے۔"

"کیا تمہاری تہذیب یہی کہتی ہے کہ عورت مرد کے مقابلے میں ایک کھلونا ہے اور ج چاہے اس سے کھیل لے۔ یہ وہی برق کلیسا نہیں جس نے تمہاری قوم کی بہترین خدمت ہے اور اس خدمت کا اجر تم اسے یہ دینے لگے تھے کہ ان ویرانوں میں آ کر تم اسے اس عصمت سے محروم کرنے لگے تھے۔"

"ہاورتھ یہ تمہارا قصور نہیں ہے یہ یورپ کا قصور اور تمہارے دین کے کچھ لوگ اس سلسلے میں غیر ذمہ داری کا اظہار کر چکے ہیں۔ تمہارے ہاں میں جانتا ہوں عورت کی عزت کوئی وقار نہیں ہے تمہارے ہاں وراثت کا بھی کوئی مناسب قانون نہیں ہے او عورت کو مرد کے خلاف کوئی مقدمہ داخل کرنے کا حق حاصل ہے۔ مرد چاہتا تو عورت کو وراثت سے محروم کر سکتا ہے لیکن بیوی کی جائیداد کا وہ جائز حقدار سمجھا جاتا ہے۔"

"میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تمہارے ہاں یورپ میں عورت کسی قسم کا بھی معاملہ کرنے میں آزاد نہیں ہے۔ وہ اپنے اختیارات سے کوئی معاہدہ نہیں کر سکتی۔ اس کو اتنی بھی اجازت نہیں کہ وہ خود کما کر اپنی ذات پر خرچ کر سکے اور اس رقم سے اپنی شادی کرے۔ لڑکیاں ماں باپ کی ملکیت سمجھی جاتی ہیں اور وہ جس سے چاہیں شادی کر دیتے ہیں۔ شادی ایک تجارت ہے جس سے والدین اپنی لڑکیاں لڑکوں کو فروخت کر دیتے ہیں۔"

"تمہارے ہاں عورت کے مقابلے میں مرد کے لئے نہ کوئی تہذیب ہے نہ کوئی قانون۔ مرد جب چاہتا ہے عورت کو چھوڑ دیتا ہے لیکن عورت کو کسی بھی حالت میں مرد سے علیحدگی کا اختیار نہیں ہے۔ یورپ میں مرد کو عورت کا مالک سمجھا جاتا ہے بلکہ حقیقت میں وہ اس کا بادشاہ مانا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مرد عورت کو قتل کر دے تو قانونی اصطلاح میں اسے بغاوت ادنی کہا جاتا ہے اور اگر قتل کا فعل یہی کوئی عورت کرے تو اس کی پاداش میں اسے جلا دینے کا حکم ہے جو بغاوت کی سزا سے بھی بدتر ہے۔"

"ہاورتھ یہ تو تمہارے یورپ کی عورت کے متعلق تہذیب ہے لیکن تمہارے دین کے کچھ ٹھیکیداروں' کچھ نمائندوں نے بھی عورت کی عظمت' اس کے وقار کا تمسخر اڑایا ہے۔ تمہارا سینٹ پال عورت کے متعلق کہتا ہے۔"

"عورت کو چپ چاپ تابعداری سے سیکھنا چاہئے۔ میں اجازت نہیں دیتا کہ عورت سکھائے یا مرد پر حکم چلائے بلکہ چپ چاپ رہے کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا اس کے بعد حوا۔ آدم نے فریب نہیں کھایا بلکہ عورت فریب کھا کر گناہ میں پڑ گئی۔"

"ایک اور جگہ تمہارا سینٹ پال کہتا ہے۔"

"پس میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں ہر مرد کا سر مسیح اور عورت کا سر مرد اور مسیح کا سر خدا ہے۔ مرد عورت کے لئے خدا کی صورت اور اس کا جلال ہے مگر عورت مرد کا جلال نہیں ہے اس لئے کہ مرد عورت سے نہیں بلکہ عورت مرد سے ہے اور مرد عورت کے لئے نہیں بلکہ عورت مرد کے لئے پیدا ہوئی۔ عورت کو چاہئے کہ اپنے سر پر محکوم ہونے کی علامت رکھے۔"

"سن ہاورتھ عورت نصف انسانیت ہے۔ مرد انسانیت کے ایک حصے کی ترجمانی کرتا ہے تو دوسرے حصے کی ترجمانی عورت کرتی ہے۔ عورت کو نظر انداز کر کے لوح انسانیت کے لئے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جو بھی پروگرام بنے گا وہ ناقص اور ادھورا ہو گا۔"

"ہم کسی ایسی سوسائٹی کا تصور نہیں کر سکتے جو تنہا مردوں پر مشتمل ہو۔ جس میں عورت کی ضرورت نہ ہو۔ دونوں ایک دوسرے کی یکساں ضرورت ہیں نہ عورت مرد سے سکتی ہے اور نہ مرد عورت سے بے نیاز رہ سکتا ہے۔ ان کے لئے اختلاط کی ضرورت سماجی' معاشرتی' جنسی اور نفسیاتی ہے۔ اجتماعی زندگی ان سے مطالبہ کرتی ہے کہ وہ قدم قدم شانہ سے شانہ ملا کر چلیں۔ دوسری طرف جنسی تقاضے ان کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے دامن میں اطمینان اور سکون ڈھونڈیں۔"

"ہاورتھ اجتماعی زندگی اس وقت ترقی کرتی ہے جب دونوں کا سیاسی اور سماجی رشتہ بھی ٹھیک ہو اور جنسی تعلقات بھی صحیح ہوں۔ عورت کی سعی اور جہد میں جو خلا رہ جائے اسے مرد پر کرے۔ اور مرد کی دوڑ دھوپ میں جو کمی ہو وہ عورت پوری کرے۔ اس طرح جنسی تعلق کو اپنی فطری حد میں رہنے دیا جائے اور لذت کشی کا ذریعہ نہ سمجھ لیا جائے جیسا کہ تم نے کرنے کی کوشش کی ہے۔"

"ہاورتھ ہمارے تصورات تم لوگوں سے بالکل مختلف ہیں۔ ہمارا دین انسان کی عظمت اور سربلندی کی دعوت دیتا ہے وہ انسان کو زوال اور ذلت کی پستیوں سے اٹھا کر رفعت اور بلندی کے ایک ایسے اعلیٰ مقام پر پہنچانا چاہتا ہے۔ جو حد ادراک سے بھی بہت آگے ہو۔ وہ عزت نفس اور عظمت آدمیت کا درس دیتا ہے۔ وہ خدائے واحد کی بندگی کی طرف بھی اس لئے بلاتا ہے تاکہ انسان ایک در پر اپنا سر نیاز جھکا کر کائنات کی تمام مخلوقات کے مقابلے میں سر بلند ہو جائے۔ اسلام کی نگاہ میں انسان من حیث الانسان اپنی خلقت اور صفات کے لحاظ سے خالق فطرت کا ایک عظیم شاہکار ہے۔ وہ اپنی ظاہری قوت اور باطنی قوت یا دونوں کے اعتبار سے کائنات کی ایک مکرم اور محترم ہستی ہے جس کے شرف و مجد اور فضیلت و بزرگی کا مقابلہ دنیا کی کوئی مخلوق اور قوت نہیں کر سکتی۔"

"اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے بعد انسان خواہ وہ مرد ہو یا عورت اس کی عظمت فرش خاک سے بلند ہو کر کائنات مہ و انجم سے بھی آگے نکل جاتی ہے اور اسے قدرتی طور پر ایک ایسا اونچا مقام حاصل ہو جاتا ہے کہ فکر و نظر کے لئے جس سے بڑھ کر بلندی کا تصور ممکن نہیں ہے۔ الا یہ کہ وہ اپنے فکر و عمل سے خود کو اس بلندی کا نااہل ثابت کر دے تو دنیا اسے عزت

اور رفعت نہیں دے سکتی۔"

"اسلام کے نزدیک انسان کی فلاح و خسران سلامتی فکر و درستگی عمل کے ساتھ وابستہ ہے وہ ان نظریات کو جاہلانہ نظریات سمجھتا ہے جو عورت کو محض عورت ہونے کی وجہ سے ذلیل تصور کرتے ہیں اور انسان کی بلند ترین سطح سے دور پھینک دیتے ہیں اور مرد کو محض اس لئے عرش بریں کا حقدار خیال کرتے ہیں کہ وہ مرد ہے۔"

"اسلام کھلے الفاظ میں واضح کر دیتا ہے کہ عزت و ذلت اور سربلندی اور نگوں بختی کا معیار صلاح و تقویٰ' سیرت و اخلاق ہے۔ جو اس کسوٹی پر جتنا کھرا ثابت ہو گا اتنا ہی خداوند کی نگاہ میں قابل قدر اور مستحق احترام ہو گا چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔"

"میرا دین یہ بھی کہتا ہے جس عورت اور مرد نے بھی اچھا کام کیا ہے اگر وہ مومن ہے تو ہم اسے ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ان کے لئے بہترین اعمال کا بہترین اجر دیں گے۔"

"ہاورتھ میرے دین کی مقدس کتاب کہتی ہے بلاشبہ مسلمانوں مرد اور مسلمان عورتیں اور اہل ایمان مرد اور اہل ایمان عورتیں' عبادت گزار مرد اور عبادت گزار عورتیں' سچ بولنے والے مرد اور سچ بولنے والی عورتیں' صابر مرد اور صابر عورتیں' صدقہ کرنے والے مرد اور صدقہ کرنے والی عورتیں' روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور شرم گاہوں کی حواظت کرنے والی عورتیں اور اللہ تعالیٰ کو زیادہ یاد کرنے والے مردوں اور عورتوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔"

"ہاورتھ تو نے برق کلیسا پر لالچ کی نگاہ ڈال کر اس کی عصمت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کر کے اس ایک عورت نہیں بلکہ دنیا کی ساری عورتوں کی توہین اور اہانت کی ہے تو نے ایک طرح سے عورتوں کو بے آبرو کرنے کی کوشش کی ہے اور اس کی سزا تجھے ضرور مل کر رہے گی۔" برق کلیسا بے چاری احمد کی اس گفتگو سے زار و قطار رو رہی تھی۔

احمد بن سعید تھوڑی دیر رکا پھر کچھ سوچا۔ اس کے بعد اس نے برق کلیسا کی طرف دیکھا۔

"برق کلیسا میرے ساتھی میرے بھائی قراقوش کی تلوار تمہارے ہاتھ میں ہے جو سلوک اس نے تمہارے ساتھ کیا ہے اس کا فیصلہ میں تم پر چھوڑتا ہوں۔ عورت کی حیثیت سے تم چاہو تو سزا دو اور اگر اسے اپنا دینی اور معاشرتی ساتھی سمجھ کر معاف کرنا چاہو تو تمہیں اس کی اجازت ہے۔ تم اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہو تو لے جا سکتی ہو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گا۔ میں سارا معاملہ تمہارے معاشرے تمہاری تہذیب' تمہارے دین پر چھوڑتا ہوں۔"

احمد بن سعید کی اس ساری گفتگو کے جواب میں لگتا تھا برق کلیسا بالکل تبدیل ہو کر رہ گئی ہے۔ اس کا چہرہ زرد ہو گیا تھا۔ ہاتھ کانپ رہے تھے۔ تھوڑی دیر تک اس کی یہی کیفیت رہی۔ احمد بن سعید جب خاموش ہوا تب اس نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"مسلمانوں کے امیر اس موقع پر جب میں بہت بڑا فیصلہ کرنے والی ہوں میری آپ سے ایک گزارش ہے کہ مجھے آپ برق کلیسا نہ پکاریں مجھے میرے نام سے مخاطب کریں میرا نام مازن ہے یہ میری آپ سے التماس ہے ایک بار مجھے اپنے نام سے مخاطب کریں پھر میں اپنے کام کی ابتدا کرتی ہوں۔"

برق کلیسا کی اس گفتگو سے احمد بن سعید کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ لمحہ بھر کے لئے اس نے غور سے برق کلیسا کی طرف دیکھا پھر اس کی آواز سنائی دی۔

"مازن میں تمہیں آزادی دیتا ہوں چاہو تو ہاورتھ کو معاف کر کے اپنے ساتھ لے جاؤ چاہو تو اس گناہ کی پاداش میں اسے سزا دو جو یہ کرنے لگا تھا۔"

احمد بن سعید کے ان الفاظ سے غصے اور غضب ناکی میں مازن کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا آنکھیں قہر اور آگ برسانے لگی تھیں تلوار پر اس کی گرفت مضبوط ہو گئی تھی تھوڑی دیر پہلے کانپ رہی تھی وہ کیفیت بھی جاتی رہی تھی۔ نپے تلے قدموں سے آگے بڑھی اپنی تلوار اس نے بلند کی پھر اس قوت سے گرائی کہ اس نے ایک ہی وار میں ہاورتھ کی گردن کاٹ کر رکھ دی تھی۔

تھوڑی دیر تک برق کلیسا وہاں کھڑی رہی ہاورتھ کی لاش کا جائزہ لیتی رہی۔ جب وہ بالکل ٹھنڈا ہو گیا تب اس نے تلوار صاف کی پھر مڑی احمد بن سعید کی طرف دیکھا اس موقع پر اس کے چہرے پر مسکراہٹ اور آنکھوں میں دور دور تک محبت ہمدردی اور الفت کے جذبے تھے۔ کچھ قدم آگے بڑھتے ہوئے تلوار اس نے قراقوش کو پیش کرتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"قراقوش میرے بھائی یہ آپ کی تلوار ہے میرے پاس الفاظ نہیں کہ آپ لوگوں کا میں شکریہ ادا کروں اس موقع پر میں بہت کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"

برق کلیسا کو کہتے کہتے رک جانا پڑا اس لئے کہ احمد بن سعید نے اسے مخاطب کیا۔

"سن مازن تمہارے گھوڑے کی خرجین میں تمہارے فالتو کپڑے ہیں اگر ایسا نہیں ہے تو تمہیں میرے ساتھ میرے پڑاؤ میں جانا ہو گا وہاں تمہارے لئے لباس مہیا کیا جائے گا اس کے

تمہارے کوچ کی تیاری کی جائے گی۔"

برق کلیسا نے عجیب سی ممنونیت سے احمد بن سعید کی طرف دیکھا پھر اس کی آواز سنائی

"عظیم قوم کے معتبر فرزند میں حیران ہوں میرے اور ہاورتھ دونوں کے گھوڑے ہمارے وں کے قریب جو چھپر نما اصطبل تھا اس میں بندھے ہوئے تھے۔ اس کوہستانی سلسلے میں ل ہوتے وقت میں اور ہاورتھ دونوں نے اپنے گھوڑوں کی خرجینوں کا جائزہ لیا اس میں ی کے برابر بھی کوئی چیز ادھر ادھر نہیں کی گئی۔ ہماری ساری چیزیں محفوظ ہیں۔ میرے ڑے کی خرجین میں فالتو لباس ہے وہ میں پہن سکتی ہوں۔"

"اگر ایسا ہے تو اپنے گھوڑے کی طرف جاؤ۔ خرجین میں سے اپنا فالتو لباس نکالو اور وہ جو منے والی اونچی چٹان ہے اس کی اوٹ میں جا کر لباس تبدیل کر آؤ اس کے بعد میں نے جو کچھ ا ہے وہ تم سے کہوں گا۔"

برق کلیسا فوراً حرکت میں آئی اپنے گھوڑے کی طرف گئی۔ خرجین سے اس نے اپنا فالتو نکالا پھر وہ اس چٹان کی اوٹ کی طرف چلی گئی تھی جس کی طرف احمد بن سعید نے اشارہ تھا۔ اس دوران احمد بن سعید قراقوش کے ساتھ بڑی رازدارانہ گفتگو کرنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد برق کلیسا لوٹ آئی۔ وہ لباس تبدیل کر چکی تھی۔ احمد بن سعید کا عمامہ نے تہہ کر کے کندھے پر رکھا ہوا تھا۔ آہستہ آہستہ گردن جھکائے جب احمد بن سعید کے نے آن کھڑی ہوئی پھر دھیمی سی آواز میں اس نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"آپ نے اپنے کردار اور اپنے عمل اور گفتگو سے میرے خیالات میں ایک انقلاب برپا یا ہے آپ نے واقعی یہ احساس دلایا ہے کہ عورت کتنی باکمال اور صاحب حیثیت ہے۔"

"تمہارے ہاں یورپی تہذیب میں مرد اور عورت کے درمیان سماجی روابط قائم کرنے میں ناکامی ہوتی ہے اور جنسی مسئلہ حل کرنے میں یورپ میں مرد اور عورت کا سماجی رشتہ ن کرنے میں غلطی یہ کی کہ عورت کو اس کے حقیقی مقام سے ہٹا کر مرد کے سامنے کھڑا کرنا ع کر دیا ہے۔ چنانچہ وہ مرد کے دائرہ میں طواف کرتی نظر آتی ہے۔ لیکن اس مقام سے ہے جس کے لئے فطرت نے اس کی تخلیق کی تھی۔ جنسی جذبات کو یورپی تہذیب نے ندر ابھارا ہے کہ انسان کے جسم و دماغ پر ان کا غلبہ ہو گیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ٹھوس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کاموں سے توجہ ہٹتی جا رہی ہے اور لذت پسندی کا رجحان یورپ میں بڑی تیزی سے پھیلنے لگا ہے۔"

"آپکے ہاں عورت کا معاملہ بالکل مختلف ہے۔ آپ کا دین انسانی قدروں کے جذبات ابھار کر چھوڑ نہیں دیتا بلکہ گناہ ثواب حق و باطل حسن و قبح کا واضح تصور عطا کرتا ہے تاکہ حق کی راہ کا مسافر ظلمتوں میں بھٹکنے نہ پائے اور طالب نجات خوب جان لے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ فضائل کن اعمال کو کہا جاتا ہے اور رزائل کن افعال کو اور اگر کوئی بے جاروی اور آوارگی کو ہی کمال فکر و نظر سمجھتا ہے تو اس انجام سے بھی واقف ہو جائے جس سے ہر غلط کار کو لازماً دوچار ہونا ہے۔"

"دو تہذیبوں کا یہ فرق یہ بعد بھی عجیب و غریب ہے۔ ایک طرف خواہشات نفس کی تکمیل کے لئے کتنی چالیں چلی جاتی ہیں۔ ہزار طریقہ سے دامن مکر و فریب پھیلایا جاتا ہے تقویٰ و طہارت کی دنیا کو طویل کرنے کے لئے ہر ممکن تدبیر عمل میں لائی جاتی ہے اور دوسری طرف آپ لوگ ہیں جو ہماری طرح ہی گوشت پوست اور جذبات اور خواہشات والے انسان ہیں۔ عورت کی عزت اور اس کا احترام کرتے ہیں۔ کائنات کے حسن و جمال کی ہر پیشکش کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ مجھے آپ لوگوں کا یہ کردار بہت پسند آیا ہے۔ قید کی سختیاں تو جھیلی جاتی ہیں لیکن دنیا کے عیش و آرام کے ساتھ بے عصمتی کی گندگی سے چپکا نہیں جا سکتا۔"

برق کلیسا جب خاموش ہوئی تو احمد بن سعید نے اسے مخاطب کیا۔

"مازن ہماری اور تمہاری تہذیب میں یہ فرق اس بنا پر ہے کہ تم لوگوں کو خدا کا خوف نہیں کسی کے سامنے جواب دہ ہونے کا احساس نہیں ہے جب تک کسی عظیم ہستی کی باز پرس کا یقین نہ ہو یہ حیرت انگیز کردار وجود میں آ ہی نہیں سکتا۔ جب تک دل اس یقین سے خالی نہ ہو کہ اسے کوئی دیکھ رہا ہے اور اس کے اعمال کی باز پرس کرے گا اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ اسے اپنے اعمال کی جواب دہی کرنا ہو گی اس کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ جذبات کے سیلاب میں پہاڑ کی مانند جما رہے اپنے آپ کو سنوار سکے۔"

احمد بن سعید جب خاموش ہوا تو برق کلیسا پھر بول پڑی۔

"آپ لوگ ایک عظیم قوم کے فرزند ہیں۔ میں آپ لوگوں کے اخلاق آپ کے کردار انسانیت کے لئے آپ کی ہمدردی اور عورت کے لئے اس کے احترام کو سلام کر

ں۔ بتایئے میرے لئے کیا حکم ہے؟"

اس موقع پر احمد بن سعید کے چہرے پر خوشگوار سی مسکراہٹ نمودار ہوئی کچھ دیر تک وہ ہتا رہا ایک گہری نگاہ اس نے قراقوش پر ڈالی۔ پھر مخصوص اشارہ کیا۔ اس اشارے کو پا کر راقوش پیچھے ہٹ گیا تھا۔ احمد بن سعید نے پھر برق کلیسا کو مخاطب کیا۔

"تمہارے متعلق ہمارا کوئی حکم نہیں ہے۔ اپنے پڑاؤ میں خاص طور پر میں نے تم سے ہہ دیا تھا کہ میں تم سے کوئی انتقام نہیں لوں گا تمہیں معاف کر دوں گا اور ایک رات بسر رنے کے بعد تمہیں واپس بھیج دیا جائے گا۔ میں ابھی تک اس فیصلے پر قائم ہوں۔ میرا بھائی راقوش اپنے دو مسلح جوانوں کو لینے گیا ہے وہ دونوں تمہارے ساتھ جائیں گے وہ دونوں مسلح ن تمہارے ساتھ تمہارے محافظ کی حیثیت سے سفر کریں گے میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ مہارے ساتھ ہاورتھ والا سلوک نہیں کریں گے اگر کریں گے تو دونوں اپنی جانوں سے ہاتھ بیٹھیں گے۔ ان کی تربیت اسی ماحول میں ہوئی ہے جس میں میں نے اور قراقوش نے پائی ۔ بالکل مطمئن ہو کر ان کے ساتھ سفر کرنا جہاں تم محسوس کرو تمہاری جان کو خطرہ ہے وہاں وہ تمہارے ساتھ جائیں گے اس کے بعد تم ان دونوں کو لوٹا دینا۔"

احمد بن سعید کہتے کہتے رک گیا۔ اس لئے کہ اسی لمحہ دو سوار اپنے گھوڑوں کو دوڑاتے ے احمد بن سعید کے قریب آئے تھے۔ قراقوش بھی ان کے ساتھ تھا وہ دونوں آ کر احمد بن کے قریب اتر گئے۔ احمد بن سعید تھوڑی دیر تک انہیں دیکھتا رہا پھر انہیں مخاطب کیا۔

"جو کام تمہارے ذمہ لگایا گیا ہے کیا اس کی تفصیل قراقوش نے تمہیں بتا دی ہے۔"

جواب میں ان دونوں نے بڑی عقیدت مندی سے اپنے سر کو خم کر دیا تھا۔ احمد بن سعید ر انہیں مخاطب کرتے ہوئے برق کلیسا کی طرف اشارہ کیا۔

"اس خاتون کو لے کر تم اس کے ساتھ روانہ ہو گے جہاں تک یہ تم دونوں کو رکھنا چاہے کے ساتھ محافظ کی حیثیت سے سفر کرنا۔ یہ تمہارے لئے ایسے ہے جیسے بھائیوں کے لئے ن اب اسے لے کر یہاں سے کوچ کر جاؤ۔"

ن دونوں محافظوں سے نگاہ ہٹانے کے بعد احمد بن سعید چند قدم آگے بڑھا۔ برق کلیسا ب ہوا اس نے لباس کے اندر سے کچھ نقدی نکالی وہ برق کلیسا کو تھماتے ہوئے کہنے لگا۔

مازن یہ اپنے پاس رکھ لو دوران سفر یہ تمہارے کام آئے گی۔ یوں جانو یہ ہماری طرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے تمہارے لئے زادِ راہ ہے۔"

برق کلیسا نے تھوڑی دیر تک عجیب سی ممنونیت میں احمد بن سعید کی طرف دیکھا۔ اس موقع پر اس کے چہرے پر دور دور تک ہمدردی تھی۔ آنکھوں میں آنسو امڈ آئے تھے۔ جنہیں اس نے فی الفور روک لیا۔ جو نقدی احمد بن سعید نے اس کی طرف بڑھائی تھی وہ لے کر اس نے اپنے لباس میں محفوظ کر لی تھی۔ پھر اپنے کندھے پر جو اس نے احمد بن سعید کا عمامہ رکھا تھا۔ اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے برق کلیسا بے چاری روئی اور رندھی ہوئی آواز میں بول پڑی۔

"اس موقع پر جب میں یہاں سے کوچ کر رہی ہوں میں آپ سے دو التجائیں کروں گی مجھے امید ہے آپ ٹھکرائیں گے نہیں۔ پہلی التجا ہے کہ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپکو آپ کے نام سے مخاطب کروں۔ اب آپ میرے محسن ہیں میرے مربی ہیں۔ اجنبیوں کے سے انداز میں آپ کو مخاطب نہیں کرنا چاہتی۔"

برق کلیسا کی اس گفتگو سے احمد بن سعید کے چہرے پر گہری مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ پھر ہلکا سا قہقہہ لگاتی ہوئی آواز میں وہ بول پڑا۔

"اس کے لئے تمہیں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم میرے علاوہ قراقوش کو بھی اس کے نام سے مخاطب کر سکتی ہو۔ تمہیں اجازت ہے اب کہو کیا کہنا چاہتی ہو۔"

جواب میں تھوڑی دیر تک وہ مسکراتی رہی' ہنستی رہی اس کے سفید دانت موتیوں کی طرح ماحول پر برق گراتے رہے۔ اس کے بعد اس کی آواز سنائی دی۔

"احمد! احمد! اب جبکہ آپ مجھے اجازت دے چکے ہیں کہ میں آپ کو آپ کے نام سے مخاطب کروں۔ میری آپ سے دوسری التجا یہ ہے کہ یہ جو آپ کا عمامہ میرے پاس ہے مجھے اجازت دیں کہ یہ میں اپنے ساتھ لے جاؤں۔ یہ میرے پاس رہے گا جب تک یہ میرے پاس رہے گا مجھے احساس رہے گا کہ اس دنیا کے اندر ایسے لوگ بھی بستے ہیں جو اپنے دشمن کے ساتھ بھی دوستوں سے بڑھ کر اچھا اور بہتر رویہ روا رکھتے ہیں۔ آپ کا یہ عمامہ مجھے یہ بھی احساس دلاتا رہے گا کہ جس محسن کا یہ عمامہ ہے اس کا تعلق ایسی قوم کے فرزندوں سے ہے جو کاغذی محل اور ریت کے گھروندے تعمیر نہیں کرتے وہ عورت کے گوہر عصمت کو خالی سیپ سمجھ کر پاؤں تلے روندتے نہیں ہیں۔ کسی خوبصورت لڑکی کو دیکھ کر ان کے اخلاق کا حلقوم نہیں ہوتا۔ جن کے کردار کا ذائقہ تلخ نہیں ہوتا۔ عورت کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے مفلسی اور دلی گندگی کا شکار نہیں ہوتے۔ آپ کا عمامہ مجھے یہ بھی یاد دلاتا رہے گا کہ اس کا تعلق ایک ایسے شخص سے ہے جو عورت کی عصمت کی خاطر آندھی اور طوفانوں سے لڑ سکتا ہے۔ آبشاروں کے دہانے پر کھڑا ہو کر بھی کسی لڑکی کے محافظ کا فرض ادا کرنے کا فرض انجام دے سکتا ہے۔ آپ کے اس رویئے کو کبھی نہ بھول سکوں گی کہ آپ اس قوم کے فرزند ہیں جو اپنے دوستوں کے لئے لامحدود خاموشی میں تنہائی اور خود فراموشی کی طرح بے ضرر ہیں اور اپنے دشمنوں کے لئے مہیب سناٹوں میں قضا کی گرد اڑاتے عذابوں سے بھی سخت تر ہیں۔ آپ جیسے درویش خصلت محسن ستاروں کی روشنی جیسے مہربان' محافظ اور پھولوں کی مہک آبشاروں کے ترنم جیسے پاسبان کو ہمیشہ سلام کرتی رہوں گی۔"

جب تک برق کلیسا بولتی رہی احمد بن سعید اور قراقوش سنتے رہے۔ مسکراتے رہے جب وہ خاموش ہوئی تو احمد بن سعید نے اسے مخاطب کیا۔

"مازن تم نے تو ہماری تعریف میں اچھا خاصا قصیدہ کہہ دیا ہے اس کی ضرورت نہیں۔ تم میرا عمامہ اپنے پاس رکھنا چاہتی ہو تو اس کی اجازت ہے۔" اس کے ساتھ ہی احمد بن سعید نے ایک محافظ کو اشارہ کیا جو برق کلیسا کا گھوڑا پکڑ کر لے آیا۔ احمد بن سعید نے برق کلیسا کو مخاطب کیا۔

"اب تم اپنے گھوڑے پر سوار ہو اور اپنے ان دونوں محافظوں کے ساتھ کوچ کر جاؤ۔ میرے خیال میں تم ہاورتھ کا گھوڑا بھی اپنے ساتھ لیتی جاؤ۔"

برق کلیسا چپ چاپ اپنے گھوڑے کی طرف بڑھی۔ بڑی پھرتی کے ساتھ چھلانگ لگاتی ہوئی اپنے گھوڑے پر سوار ہوئی۔

"میں ہاورتھ کا گھوڑا اپنے ساتھ لے کر نہیں جاؤں گی۔ یہ یہیں رہے گا۔ مجھے اجازت دیجئے میں رخصت ہوتی ہوں۔" اس کے ساتھ ہی اس نے فضا میں ہاتھ ہلانا شروع کر دیا تھا۔ جواب میں احمد بن سعید اور قراقوش بھی الوداعی انداز میں اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔ پھر برق کلیسا دو محافظوں کے ساتھ وہاں سے کوچ کر گئی تھی۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

الفانسو کو معاف کرنے اور طلیطلہ شہر کے نواح سے کوچ کرنے کے بعد یعقوب المنصور نے قرطبہ کا رخ کیا۔ اس نے ارادہ کیا کہ قرطبہ میں اپنے لشکر کو چند روز تک قیام اور آرام کرنے کا موقع فراہم کرے گا۔ اس کے بعد وہ اشبیلیہ کا رخ کرے گا۔ قرطبہ پہنچ کر یعقوب المنصور نے مال غنیمت سے جو کچھ ملا تھا وہ مستحق لوگوں میں تقسیم کیا۔ غربا کو اس نے مالا مال کر دیا۔ قرطبہ میں قیام کے دوران ایک عجیب و غریب واقع پیش آیا۔ وہ اس طرح کہ جن دنوں یعقوب المنصور اپنے لشکر کے ساتھ قرطبہ میں داخل ہوا ان دنوں قرطبہ شہر میں فلسفہ اور منطق کے خلاف عوام کے اندر ایک سخت مہم چلی ہوئی تھی۔

اس موقع پر شہر کے کچھ معزز لوگ یعقوب المنصور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کچھ ایسی کتابیں اس کی خدمت میں پیش کیں جو مسلمان علماء نے لکھی تھیں جو فلسفہ اور منطق کے متعلق تھیں اور عام لوگوں کو گمراہ کر سکتی تھیں۔ اس میں ابن رشد کی بھی ایک کتاب تھی۔ ابن رشد' ارسطو اور بعض دوسرے علماء کی جو اس موضوع پر کتب تھیں انہیں یعقوب المنصور کے سامنے پیش کیا گیا۔

یعقوب المنصور نے جب ابن رشد کی یہ کتاب پڑھی تو اسے بلا بھیجا۔ ابن رشد اس وقت قرطبہ کا قاضی القضا تھا۔ ابن رشد جب امیر کے سامنے پیش ہوا تو اس کی لکھی کتاب میں جو قابل اعتراض حصے تھے یعقوب المنصور نے وہ ابن رشد کو دکھائے اور پوچھا کیا یہ تمہارے لکھے ہیں۔

ابن رشد نے انکار کیا اور کہا یہ قدیم یونانیوں کے خیالات ہیں جو میں نے نقل کئے ہیں۔ ان میں میرا اپنا کوئی خیال نہیں۔ میں نے تو صرف ان کا ترجمہ اور ان کی تلخیص کی ہے۔ لیکن امیر نے یہ عذر تسلیم نہ کیا اور کہا جس شخص کی یہ تحریر ہے اس پر خدا کی لعنت ہو اور حاضرین کو حکم دیا کہ وہ بھی اس پر لعنت بھیجیں۔ اس کے بعد یعقوب المنصور نے ابن رشد کو قاضی القضا کے عہدے سے ہٹا کر شہر بدر کر دیا۔

مارے کام کا مقصد یہ تھا کہ لوگ فلسفہ منطق سے اجتناب کریں اور ایسی کتابوں کا مطالعہ نہ کریں جن میں قرآن اور حدیث کو دین سے الگ کر دیا گیا ہو۔ یعقوب المنصور نے یہ حکم ی دیا کہ اگر کوئی شخص ان علوم میں سے کسی کے متعلق ذرا بھی گفتگو کرتے ہوئے سنا جائے تو ں سے یکسر قطع تعلقی کی جائے۔

یعقوب المنصور کے مورخ علامہ عبدالواحد مراکشی کا بیان ہے کہ اس کے بعد یعقوب لمنصور نے فلسفہ اور منطق کی ساری کتابیں نذر آتش کرنے کا حکم بھی دیا ساتھ ہی یعقوب لمنصور نے ایک فرمان بھی جاری کیا جو ساری مملکت میں سنایا گیا اس کے الفاظ کچھ اس طرح ھے۔

"قدیم زمانے میں کچھ لوگ تھے جو وہم کے پیرو تھے لیکن لوگ ان کی عقلیت و باطنی لاحیت دیکھ کر ان کا احترام کرنے لگے۔ ان لوگوں نے اپنے خیالات کے مطابق کتابیں لکھیں شریعت سے اس قدر دور تھیں جس طرح مشرق سے مغرب دور ہے۔"

"ہمارے زمانے میں بھی بعض لوگوں نے جو بظاہر اسلام کا دم بھرتے ہیں ان لوگوں کی لید میں کتابیں لکھیں۔ ان کتابوں میں اگرچہ جگہ جگہ آیات قرآن تحریر ہیں لیکن ان ربوں کی تہہ میں گمراہی اور بے دینی کے سوا کچھ نہیں۔"

"اہل کتاب سے بھی زیادہ ان لوگوں کی گمراہ کن تحریروں کا زہر تمام ملک میں پھیلنے لگا۔ نے بڑے صبر و تحمل کے ساتھ ان کی بے دینی کو برداشت کیا لیکن ہر شے کی کوئی حد ہوتی ۔ یہ لوگ وضع قطع اور زبان کے لحاظ سے مسلمان ہیں لیکن ان کا باطن سچے مسلمانوں سے ف ہے۔"

"جب ہمیں ان کی خلاف شریعت باتوں کا علم ہوا تو ہم نے ان کو جلاوطن کر دیا ہے تم ان گمراہ فرقے سے اس طرح ڈرو جس طرح لوگ زہر سے ڈرتے ہیں۔ جو شخص ان کی لب کو پائے نذر آتش کر دے اللہ تعالیٰ گندگی گرد و غبار سے ہمارے ملک کو پاک اور صاف کھے۔"

یہ حکم جاری ہونا تھا کہ فلسفہ اور منطق کی کتابوں کو آگ لگائی جانے لگی۔ ڈھیر کے ڈھیر ابیں ہر جگہ جمع کی جاتیں اور ان کو آگ لگائی جاتی۔ یعقوب المنصور نے سختی سے یہ حکم بھی ی کر دیا تھا کہ جو کتابیں طب' نجوم' حساب کے متعلق ہوں ان کو کوئی نقصان نہ پہنچایا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جائے۔ صرف منطق اور فلسفہ کی کتابوں کو ضائع کیا جائے۔

فلسفہ اور منطق کی کتابیں جلانے اور ان کو ضائع کرنے کے بعد چند روز تک یعقوب المنصور نے قرطبہ میں قیام کیا۔ پھر اپنے لشکر کے ساتھ اس نے وہاں سے کوچ کیا۔ اس کا رخ اشبیلیہ شہر کی طرف تھا۔

*

احمد بن سعید' قراقوش اور حسام بن ضرار نے ابھی تک جبل بشارات کے غربی کناروں کے پاس ہی اپنے لشکر کے ساتھ پڑاؤ کر رکھا تھا۔ گو انہیں خبر ہو چکی تھی کہ سینکوان کے ہاتھوں بدترین شکست اٹھانے کے بعد اپنے مرکزی شہر کی طرف چلا گیا ہے لیکن انہوں نے وہیں قیام رکھا۔ شاید انہیں یعقوب المنصور کی طرف سے مزید ہدایات کا انتظار تھا۔

قرطبہ سے کوچ کرنے سے پہلے ہی یعقوب المنصور نے تیز رفتار قاصد احمد بن سعید کی طرف روانہ کئے اور اسے یہ ہدایات جاری کیں کہ اپنے لشکر کے ساتھ اشبیلیہ کا رخ کرے۔

یہ حکم ملتے ہی احمد بن سعید اور قراقوش بھی اپنے لشکر کو لے کر اشبیلیہ کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ جب وہ اشبیلیہ کے باہر قلعہ حصن الفرج کے نواح میں پہنچا تو وہاں آ کر پتا چلا کہ امیر یعقوب المنصور پہلے ہی اپنے لشکر کے ساتھ وہاں آن پہنچا ہے۔ احمد بن سعید جب اپنے لشکر کے ساتھ قلعہ حصن الفرج کے قریب پہنچا تو یعقوب المنصور' اس کے چچا عبدالرحمان' بیٹے عبداللہ اور سالار صریم بن طریق نے چند دیگر سالاروں کے زعماء کے ساتھ اس کا بہترین استقبال کیا۔ اس وقت یعقوب المنصور احمد بن سعید کو گلے لگا کر ملا۔ پہلے اس نے اس کی فتح پر اسے مبارک باد دی جواب میں احمد بن سعید نے بھی الفانسو کو بدترین شکست دینے پر امیر کو مبارک باد دی۔ پھر یعقوب المنصور اپنا منہ احمد بن سعید کے کان کے قریب لے گیا اور کہنے لگا۔

"عظیم فرزند! حسام بن ضرار سے کہو کہ لشکر کے عمدہ قیام اور آرام اور ان کے کھانے کا انتظام کرے تم اور قراقوش دونوں میرے ساتھ آؤ میں ایک انتہائی اہم موضوع پر تم سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

یعقوب المنصور کے بعد احمد اور قراقوش بڑے پرتپاک انداز میں دوسرے لوگوں سے ملے تھے۔ پھر سب یعقوب المنصور کے ساتھ ہو لئے تھے۔ یعقوب المنصور انہیں قلعہ الفرج

کافی بڑے کمرے میں لے گیا۔ یہاں نشستوں کا عمدہ انتظام تھا۔ یعقوب المنصور کے کہنے پر نشستوں پر بیٹھ گئے۔ پھر یعقوب المنصور نے احمد بن سعید اور قراقوش کی طرف دیکھتے ئے کہنا شروع کیا۔

احمد بن سعید اور قراقوش پہلے میں تم دونوں کو ایک اچھی خبر سنانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد اس موضوع کی طرف آؤں گا جس پر میں تمہارے ساتھ گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ ہاتھ کے رے سے اس موقع پر احمد بن سعید نے صریم بن طریق اور اس کے پہلو میں بیٹھے ہوئے باریش شخص کی طرف اشارہ کیا جو اپنی شکل و صورت سے یورپ کا رہنے والا لگتا تھا۔ اس قع پر یعقوب المنصور کی آواز اس کمرے میں گونج گئی۔

"یہ شخص جو صریم بن طریق کے پہلو میں بیٹھا ہوا ہے اس کا نام کاسترو ہے۔ شاید اس سے اس سے تمہارا تعارف نہیں ہوا۔ چند دن پہلے اس کی بیٹی کی شادی صریم بن طریق سے ی ہے۔ اب یہ صریم بن طریق کا سسر ہے (بعض عیسائی مورخین نے اس کاسترو کو بڑی ت دی ہے۔ دراصل یہ عیسائیت کا باغی تھا اور یعقوب المنصور سے آن ملا تھا۔ اس بنا پر ائی مورخین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ پیٹرو کاسترو اپنے چند دوستوں کے ساتھ یعقوب صور کے لشکر میں شامل ہو گیا تھا اور اس کی فتح کا باعث بنتا رہا تھا۔ سارے اندازے یعقوب صور کی فتوحات کو جھٹلانے کی ایک کوشش ہیں ورنہ کاسترو اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ ب المنصور کے لشکر میں شامل ہو کر کیسے اور کیونکر اس کی فتح کا باعث بن سکتا تھا۔)

اس انکشاف پر احمد بن سعید اور قراقوش کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل گئی تھی۔ ایک رے کی طرف دیکھتے ہوئے دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پہلے دونوں نے صریم طریق کو اس کی شادی کی مبارک باد دی پھر باری باری بڑے پرجوش انداز میں انہوں نے تر سے مصافحہ کیا۔ اس کے بعد دوبارہ اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تھے۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر یعقوب المنصور کی آواز سنائی دی تھی۔

"احمد اور قراقوش میرے دونوں بچو یہ تو ایک خبر تھی اب جو دوسری خبر میں کہنے لگا ہوں بن سعید میرے بیٹے اس کا تعلق تمہاری ذات سے ہے۔ تمہارے اور قراقوش کے یہاں ے سے پہلے ادریس بن یوجان اور ہشام بن ادریس سے میری کئی ملاقاتیں ہوئی ہیں۔ ان توں کے دوران اس موضوع پر گفتگو ہوئی جس موضوع پر میں تمہارے ساتھ بات کرنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لگا ہوں۔"

"میرے بیٹے کیا کبھی تم نے غریطہ کے ساتھ وعدہ کیا تھا کہ جو فرض تم نے اپنے ذمہ لیا ہے اس کی تکمیل سے پہلے تم شادی کرنے کے متعلق سوچو گے اس لئے کہ اس موضوع کے متعلق ہشام بن ادریس اور ادریس بن یوجان دونوں باپ بیٹے نے میرے ساتھ گفتگو کی تھی۔ شاید غریطہ نے ان پر یہ انکشاف کیا ہو میں نہیں جانتا میرے بیٹے تم نے کیا فیصلہ کیا ہے لیکن میں نے اپنے دل میں ایک فیصلہ کیا ہے لیکن پہلے میں تمہاری رائے جاننا پسند کروں گا۔"

یعقوب المنصور کی اس گفتگو سے احمد بن سعید کے چہرے پر تھوڑی دیر تک مسکراہٹ کھیلتی رہی۔ کچھ سوچتا رہا اس کے بعد اس نے یعقوب المنصور کی طرف دیکھا۔

"اس سلسلے میں میں اپنے کسی فیصلے اپنی کسی خواہش کا اظہار نہیں کروں گا۔ آپ نے جو ارادہ اپنے دل میں کیا ہے وہی میرا آخری فیصلہ ہے آپ نے جو سوچا ہے اس کا اظہار کریں اس کے مطابق عمل کیا جائے گا۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو سے یعقوب المنصور مسکرا دیا تھا وہاں بیٹھے ہوئے دیگر لوگ بھی خوشی کا اظہار کر رہے تھے۔ مسکراتے ہی مسکراتے یعقوب المنصور کچھ سوچتا رہا پھر اس نے احمد بن سعید کی طرف دیکھا۔

"میں نے جو فیصلہ کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ آج عشاء کی نماز کے بعد میں تم قراقوش اور دیگر ساتھی ادریس بن یوجان کے گھر جائیں گے اپنی اس آمد کی اطلاع انہیں پہلے ہی کر دی جائے گی۔ میں چاہتا ہوں کہ آج عشاء کی نماز کے بعد تمہارے اور غریطہ کے نکاح کا اہتمام کیا جائے۔ بیٹے تمہارا یہ نکاح کسی خوشی کی بنا پر نہیں ہو رہا۔ غریطہ کی خواہش کے مطابق یوں جانو نسل قائم کرنے کے لئے ہو رہا ہے۔ میرے بیٹے جو فرض تم نے اپنے ذمہ لے رکھا ہے اس میں جان جوکھوں کا کام ہے لہٰذا غریطہ کے باپ اور اس کے بھائی کی خواہش تھی کہ تم دونوں کو بے نسل نہیں مرنا چاہئے۔ اسی بنا پر سارے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ آج عشاء کی نماز کے بعد تمہاری شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔"

احمد بن سعید نے کسی اعتراض کا اظہار نہیں کیا تھا اثبات میں اس نے گردن ہلا دی تھی جس پر یعقوب المنصور نے بے حد خوشی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد یعقوب المنصور نے قراقوش کی طرف دیکھا۔

"قراقوش میرے بیٹے تم ابھی اور اسی وقت ادریس بن یوجان کی حویلی میں جاؤ اپنی بیوی اور بچے سے بھی ملو اور احمد اور غریطہ کی شادی کے سارے انتظامات بھی میں تمہارے ذمے لگاتا ہوں۔ عشاء کے بعد ہم سب آئیں گے اور اس شادی کا اہتمام کیا جائے گا۔ میرے خیال میں تم سب اپنے اپنے کام میں لگ جاؤ۔"

اس کے ساتھ ہی وہ نشست برخاست کر دی گئی تھی۔ احمد بن سعید اپنے لشکر گاہ کی طرف چلا گیا تھا۔ جبکہ قراقوش ادریس بن یوجان کی حویلی کا رخ کئے ہوئے تھا۔

*

قراقوش نے ادریس بن یوجان کی حویلی پر دستک دی تھی۔ تھوڑی ہی دیر بعد دروازہ کھلا۔ دروازہ کھولنے والا ہشام بن ادریس تھا۔ قراقوش کو وہاں دیکھتے ہوئے اس کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔ آگے بڑھتے ہوئے وہ قراقوش سے گلے ملا پھر اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر وہ اسے باندھنے کے لئے بائیں جانب اصطبل کی طرف لے گیا تھا۔ اتنی دیر تک گھر کے سارے لوگ حویلی کے صحن میں جمع ہو گئے تھے۔ صحن میں قراقوش کو دیکھتے ہوئے اس کی بیوی مورینہ بھی اپنے بچے کو اٹھائے ہوئے تھی۔ اس کی خوشیوں کی کوئی انتہا نہیں تھی اس کی ماں عرفہ بھی مسرور دکھائی دے رہی تھی۔ غریطہ کی خوشیوں کی بھی کوئی انتہا نہ تھی۔ وہ یہ خیال کر رہی تھی کہ اس کے پیچھے پیچھے احمد بن سعید بھی ان کی حویلی میں آنے والا ہے۔ لیکن آگے بڑھ کر قراقوش اکیلا ہی ادریس بن یوجان اور عدی بن یوجان سے مصافحہ کر رہا تھا تب غریطہ کسی قدر ملول اداس اور فکر مند سی ہو گئی تھی۔ اتنی دیر تک ہشام بن ادریس گھوڑے کو اصطبل میں باندھ کر لوٹ آیا اور سب کو لے کر وہ دیوان خانے کی طرف چل دیا۔

سب جب دیوان خانے میں بیٹھ گئے تب قراقوش نے غریطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"میں دیکھتا ہوں کہ غریطہ اداس پریشان اور فکر مند ہے۔ اس کی تشویش کی وجہ بھی میں جانتا ہوں۔ یقیناً اسے میرے ساتھ احمد کے آنے کا انتظار ہو گا اور احمد کو یہاں نہ دیکھ کر یہ اداس اور غمزدہ ہو گئی ہے۔ اسے ایسا ہونا بھی چاہئے تھا بہرحال میں آپ لوگوں کے لئے عمومی طور پر اور غریطہ کے لئے خصوصی طور پر ایک خوشخبری لے کر آیا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس موقع پر غریطہ نے چونکتے ہوئے قراقوش کی طرف دیکھا تھا۔ وہ کچھ پوچھنا بھی چاہتی تھی تب اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی قراقوش ایک بار پھر بول پڑا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آج عشاء کی نماز کے بعد یعقوب المنصور اور احمد بن سعید آئیں گے ان کے ساتھ لشکر کے قاضی کچھ سالار اور عمائدین بھی ہوں گے۔ عشاء کی نماز کے بعد یعقوب المنصور چاہتے ہیں کہ احمد بن سعید اور غریطہ کا نکاح پڑھا دیا جائے۔ اس سلسلے میں احمد سے بات ہو چکی ہے میری موجودگی میں امیر کے سامنے اپنی رضامندی اور خوشی کا اظہار کر دیا ہے۔"

قراقوش کے ان الفاظ نے غریطہ کے لئے جادو کا کام کیا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے جہاں وہ دست و گریباں ہوتی ہوئی شام کے اداس اندھیروں جیسی ویران صحرا کی سنسانیوں میں آخری امید توڑتے آنسوؤں کے حساب جیسی غمزدہ ہو رہی تھی وہاں اب اس کی آنکھوں میں نغموں اور مسکراہٹوں کا سیلاب اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے گلابی چہرے پر رنگینیاں رعنائیاں' دلفریبیاں اس طرح رقص کناں ہو گئی تھیں جیسے حسن خیال کے طلسم میں انبساط کی انوکھی لہریں' منزل کے حصول اور امن کی بشارتیں ناچ اٹھتی ہیں۔ احمد بن سعید کے آنے کی اطلاع سن کر غریطہ ایسی تبدیل ہوئی تھی جیسے کسی روح میں ماورائی خوشیوں کی رجائیت گھل گئی ہو۔ ذہن کے دریچوں میں نکہت فرحت اور شبنم اور چاندنی کے قہقہے رگوں میں رقصاں ہو گئے ہوں۔ تھوڑی دیر تک وہ اس خبر کی لذت سے لطف اندوز ہوتی رہی اس کی گردن جھکی رہی۔ مسکراتی رہی چہرے اور آنکھوں سے بے پناہ خوشیوں کی برسات جاری رہی پھر وہ چونک پڑی اس لئے کہ اس کے باپ ادریس بن یوجان نے قراقوش کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا تھا۔

"قراقوش میرے بیٹے تو نے ہمیں ایک انتہائی اچھی اور بہترین خبر سنائی ہے یہ تو کہو کہ تم اور احمد یہاں کس وقت پہنچے۔"

"ہم تھوڑی دیر پہلے ہی اپنے لشکر کو لے کر یہاں پہنچے ہیں۔ آتے ہی یعقوب المنصور نے ایک نشست کا اہتمام کیا پھر اس نشست کے دوران ہی انہوں نے آج عشاء کے بعد احمد اور غریطہ کی شادی کرنے کا اعلان کیا۔ انہوں نے مجھے آپ کی طرف اس لئے بھیج دیا ہے کہ عشاء سے پہلے پہلے اس شادی کا اہتمام کر دیا جائے۔" قراقوش کی اس گفتگو سے گھر کا ہر شخص بے پناہ خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ ادریس بن یوجان اور عدی بن یوجان دونوں بھائی' ایک دوسرے کی

طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ پھر ادریس بول پڑا۔

"اگر یہ بات ہے تو اٹھو اپنی تیاری کو آخری شکل دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرے لئے آج کا دن بہت بڑی خوشی اور مسرت کا دن ہے۔" اس کے ساتھ ہی سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ دیوان خانے سے نکل گئے۔ غریطہ بے چاری بھی اپنے چہرے سے خوشیاں برساتی ہوئی ان کے پیچھے پیچھے کمرے سے باہر نکل گئی تھی۔

عشاء کے بعد ادریس بن یوجان اور عدی بن یوجان کی حویلی روشنیوں سے چکاچوند ہو کر رہ گئی تھی۔ اشبیلیہ کے سرکردہ لوگوں اور عمائدین کو بھی اس شادی میں شرکت کے لئے بلالیا گیا تھا۔ عشاء کے بعد امیر یعقوب المنصور' احمد بن سعید اور اپنے لشکر کے قاضی اور دیگر سالاروں کو لے کر ادریس کے ہاں پہنچے۔ ادریس اور اس کے بھائی نے ان کا بہترین استقبال کیا۔ حویلی کے کھلے صحن میں نشستوں کا عمدہ انتظام کیا گیا تھا۔ وہیں احمد بن سعید اور غریطہ کی شادی کا اہتمام کیا گیا۔ شادی کی رسم اور ضیافت کے بعد جب مہمان رخصت ہو گئے تب یعقوب المنصور نے ادریس بن یوجان' عدی بن یوجان اور ہشام بن ادریس تینوں کو اپنے پاس بلایا وہ تینوں جب امیر کے سامنے آئے تب امیر نے ان تینوں کو مخاطب کیا۔

"تم تینوں ذرا میرے ساتھ دیوان خانے میں آؤ اپنے ساتھ غریطہ کو بھی لئے آؤ۔ قراقوش اور احمد سے میں نے پہلے ہی کہہ دیا ہے وہ بھی دیوان خانے کی طرف آتے ہیں۔ میں تم سب سے ایک اہم موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی احمد بن سعید اور قراقوش کے ساتھ امیر یعقوب المنصور حویلی کے دیوان خانے میں چلا گیا تھا۔ غریطہ کو لے کر ادریس' عدی اور ہشام بھی دیوان میں آ کر بیٹھ گئے۔ ہاتھ کے اشارے سے غریطہ کو امیر نے اپنے قریب آ کر بیٹھنے کے لئے کہا۔ اب صورت حال یہ تھی جس نشست پر یعقوب المنصور بیٹھا تھا اس نشست کے بائیں جانب غریطہ تھی' دائیں جانب احمد بن سعید پھر یعقوب المنصور نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"ادریس اور عدی جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں دونوں بھائی بڑے غور سے سنو۔ اس سے پہلے جب مورینہ اور قراقوش کی شادی ہوئی تھی تو تم دونوں بھائیوں نے اس بات سے اتفاق کیا تھا کہ قراقوش مورینہ کے پاس تمہاری حویلی ہی میں رہے۔ تمہاری خواہش کو دیکھتے ہوئے میں نے قراقوش کو ایسا کرنے کی اجازت دے دی تھی لیکن اب قراقوش کو تمہاری طرف آنے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بعد احمد بن سعید کے ساتھ میں نے ان کی رہائش کے متعلق گفتگو کی ہے۔ مجھے امید ہے جو فیصلہ ہم نے کیا ہے تم لوگ بھی اس سے اتفاق کرو گے۔"

"اشبیلیہ کے نواح میں میں نے جو حصن الفرج نام کا قلعہ تعمیر کر رکھا ہے اس کے نواح میں اپنے سالاروں کے لئے میں نے اچھی خاصی اور بڑی بڑی حویلیاں بھی تعمیر کی ہیں۔ اس سے ملحقہ بڑے بڑے باغات بھی ہیں پہلے میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ ان میں سے دو حویلیاں مختص کر دوں گا ایک احمد بن سعید کے لئے اور دوسری قراقوش کے لئے، لیکن احمد بن سعید اس پر راضی نہیں ہوا اس کا کہنا تھا کہ ہم دونوں بھائیوں کے لئے ایک ہی حویلی کافی ہے۔ لہٰذا اب جبکہ احمد بن سعید اور غریطہ کی شادی ہو چکی ہے تو میں چاہوں گا دونوں کے ساتھ آج بلکہ ابھی قراقوش اور اس کی بیوی اور بچے بھی ہمارے ساتھ اس حویلی کی طرف کوچ کریں اور وہیں اپنا مستقل قیام رکھیں۔ اس سلسلے میں تم لوگوں کو کوئی اعتراض ہو تو کہو۔"

اس موقع پر ادریس، عدی اور ہشام تینوں نے آپس میں مشورہ کیا پھر وہ کسی نتیجے پر پہنچے۔ اس کے بعد بڑے بھائی ادریس نے یعقوب المنصور کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"امیر محترم! اس سلسلے میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہم آپ کے ممنون ہیں کہ آپ نے احمد بن سعید، قراقوش کے ساتھ ساتھ ہماری بیٹیوں کو بھی اس قدر اہمیت دی۔"

اس کے ساتھ امیر یعقوب المنصور اٹھ کھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ "پھر ایسا ہے کہ میں اب انہیں اپنے ساتھ لے کر جاتا ہوں میں تم سب کا شکر گزار ہوں۔" اس کے ساتھ ہی سب دیوان خانے سے باہر نکلے۔ تھوڑی دیر بعد یعقوب المنصور، احمد بن سعید، قراقوش اور ان دونوں کی بیویوں کو لے کر قلعہ حصن الفرج کی طرف چلا گیا تھا۔ احمد بن سعید اور قراقوش دونوں نے غریطہ اور مورینہ کے ساتھ اپنی اس نئی حویلی میں رہائش اختیار کر لی تھی جو یعقوب المنصور نے انہیں مہیا کی تھی۔



الفانسو اپنے مشیران سلطنت اپنے وزیروں اپنے عمائدین اور سالاروں کے ساتھ قصر میں مسلمانوں کے ہاتھوں اپنی شکست کے اسباب پر بحث کر رہا تھا کہ اس کا چوبدار اندر آیا اور لہ شہر کے بشپ کے آنے کی خبر دی۔

الفانسو گفتگو کرتے کرتے خاموش ہو گیا۔ چوبدار کو حکم دیا کہ وہ فوراً بشپ کو لے کر اندر ئے۔ چوبدار باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر بعد طلیطلہ شہر کا بشپ اندر آیا اسے دیکھتے ہی سب اپنی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ الفانسو نے بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کا استقبال کیا۔ بشپ کے ایک ڈھلی ہوئی عمر کا بھاری شخص تھا جو اپنے حلیئے اور اپنے لباس اور وضع قطع سے ی عالم دین لگتا تھا۔

ہاتھ کی اشارے سے الفانسو نے بشپ کو اپنے پہلو میں بیٹھنے کے لئے کہا۔ اس کے ساتھ ودی عالم آیا تھا وہ بھی اس کے قریب بیٹھ گیا۔ پھر بشپ کی طرف دیکھتے ہوئے الفانسو بول

"میرے محترم! آپ کی آمد سے پہلے ہم لوگ مسلمانوں کے ہاتھوں اپنی شکست کے ب کے بارے میں غور کر رہے تھے۔ چلو آپ بھی آ گئے۔" اس پر بشپ اپنا منہ الفانسو کے کے قریب لے گیا اور بول اٹھا۔

"میں بھی اس موضوع پر گفتگو کرنے کے لئے ایک شخص لے کر آیا ہوں۔ میرے ساتھ ں آیا ہے اس کا نام فاروس ہے مراکش کا رہنے والا ایک بے مثال اور اعلیٰ پائے کا یہودی ہے۔ جس وقت یعقوب نے طلیطلہ شہر کا محاصرہ کیا تھا اور اس کے ہاتھوں ہمیں شکست اٹھانا ی۔ میں شرمندہ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکا۔ اس کے چند دن بعد آپ نے ہ سوال کیا تھا کہ مسلمانوں کی فتح اور بار بار ہماری شکست کے کیا اسباب ہیں۔ حسن اتفاق کہ یہ یہودی مراکش سے آیا ہے اس کے ساتھ میری طویل گفتگو ہوئی ہے یہ بتا سکتا ہے رے خلاف لگاتار جو منصور نے فتوحات کی ہیں اس کی کیا وجہ ہے۔ ہماری شکست کے کیا ہیں اور وہ کیا عوامل ہیں جنہیں اپناتے ہوئے مستقبل میں اپنی شکست کو اپنی شاندار

فتوحات میں تبدیل کر سکتے ہیں۔"

بشپ جب سیدھا ہو کر بیٹھا تو الفانسو تھوڑی دیر تک مسکراتا رہا۔ پھر یہودی عالم کی طر دیکھتے ہوئے بول پڑا۔

"محترم فاروس میں آپ کو اپنے اس قصر میں خوش آمدید کہتا ہوں۔ آپ کے متعل محترم بشپ نے تفصیل بتا دی ہے۔ کیا آپ بتائیں گے گزشتہ دور میں جو جنگیں ہوئی ہیں ا میں ہماری شکست اور مسلمانوں کی فتح کے کیا اسباب ہیں اور ان شکستوں کو ہم اپنی فتوحات م کیسے تبدیل کر سکتے ہیں۔"

الفانسو کے اس استفسار پر بوڑھا فاروس گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر اس نے الفانسو طرف دیکھتے ہوئے ایسی آواز میں کہنا شروع کیا جسے قصر میں بیٹھا ہر شخص سن سکتا تھا۔ اس الفانسو کو مخاطب کیا۔

"جہاں تک میں اندازہ لگا سکا ہوں آپ لوگوں کے خلاف یعقوب المنصور کی فتوحات تین وجوہات ہیں۔ اول اس کا اعلیٰ پائے کا اخلاق' دوئم اس کی ذاتی اور انفرادی جرات مندی ا سوئم اس کا اپنے دین سے لگاؤ اور اس کا احترام ہے۔"

الفانسو شاید کچھ سمجھا نہ تھا۔ لہٰذا عجیب سے انداز میں فاروس کی طرف دیکھتے ہوئے ک لگا۔ "جو تین وجوہات تم نے کہیں ہیں ذرا ان کی تفصیل بتاؤ۔"

فاروس رکا کچھ سوچا پھر بول پڑا۔

"جہاں تک یعقوب المنصور کی ذاتی صفات کا تعلق ہے تو وہ انتہا درجہ کا منصف مز حکمران ہے۔ اعلیٰ اور ادنیٰ امیر و غریب کے ساتھ ایک جیسا سلوک کرتا ہے اور انصاف نوازتا ہے۔ اس کے انصاف کی ایک مثال میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔"

"یعقوب المنصور کی منصف مزاجی کی یہ حالت ہے کہ اس کی سلطنت کا کوئی بھی قا اس کی ذات یا اس کی مرضی کے خلاف کوئی فیصلہ کرتا ہے یہ اسے بلا چون و چرا تسلیم کر لیتا۔ اس کے لئے یہاں ایک مثال پیش کی جاتی ہے۔"

"یعقوب المنصور کی ایک بہن مراکش کے عالم وقت شیخ عبدالواحد سے بیاہی ہوئی ت ایک دفعہ دونوں میاں بیوی کے درمیان جھگڑا اور تکرار ہو گئی۔ بیوی امیر المومنین کی ب تھی۔ اس کے دماغ میں شاہانہ گھمنڈ اور غرور تھا لہٰذا اپنے شوہر سے ناراضگی کی بنا پر وہ روٹھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھائی کے پاس شاہی قصر میں چلی گئی۔"

"شیخ نے اسے واپس لانے کے لئے بار بار پیغام بھیجے لیکن اس نے ہر بار آنے سے انکار کر ناچار شیخ نے شہر کے قاضی کی عدالت میں امیر المومنین کی بہن کے خلاف دعویٰ دائر کر

"قاضی نے تمام حقائق کا جائزہ لے کر شیخ کے حق میں اور یعقوب المنصور کی بہن کے فیصلہ دے دیا اور قاضی نے یعقوب المنصور کو کہلا بھیجا کہ وہ اپنی بہن کو اپنے شوہر کے بھیج دے۔"

"یعقوب المنصور نے قاضی کے فیصلے کے تحت اپنی بہن سے کہا کہ وہ اپنے شوہر کے پاس جائے لیکن اس نے اپنے شوہر کے ہاں جانا پسند نہ کیا۔"

"قاضی نے دوسری بار یعقوب المنصور کو پیغام بھیجا کہ اپنی بہن کو فی الفور اپنے شوہر کے بھجوا دے لیکن پھر بھی بہن اپنی جگہ اڑی رہی اور اپنے شوہر کے پاس نہ گئی۔ تیسری بار نے یعقوب المنصور کو پیغام بھیجا کہ اگر تیسری بار بھی میرے حکم کی تعمیل نہ ہوئی تو میں ب قضا سے استعفیٰ دے دوں گا۔"

"اس پر یعقوب المنصور بے حد برہم ہوا انتہائی غصے اور سختی کے ساتھ اپنی بہن کے ساتھ آیا اور اس کی مرضی کی پرواہ کئے بغیر اسے اپنے شوہر کے ہاں بھیج دیا اس طرح اس نے کر دیا کہ وہ انصاف کے معاملے میں شاہی خاندان کے ساتھ ذرا برابر رعایت نہیں ۔"

"اپنی رعایا اور لشکریوں کو خوش کرنے کے لئے اور بھی کافی اہتمام کر رکھے ہیں۔ مثال ور پر مراکش شہر کو اس نے چار حصوں میں تقسیم کر رکھا ہے۔ ہر حصے پر ایک ایک امیر ر کر رکھا ہے جو پردہ میں بیٹھنے والی ضرورت مند خواتین اور دیگر ضرورت مند لوگوں میں ی طرف سے باقاعدہ خیرات تقسیم کرتا ہے۔ اس کے حکم سے شہر کے تمام لاوارث یتیموں موں سے اسے مطلع کیا جاتا ہے وہ ان کی ضروریات کا کفیل ہوتا ہے۔"

"ہر سال اپنی نگرانی میں ایسے لاوارث بچوں کے ختنے کرواتا ہے اور ہر ایک کو ایک ایک ے کی اشیاء کے علاوہ معقول نقدی دیتا ہے ان رفاہ عامہ کے کاموں پر وہ نہ صرف سرکاری ے سے بلکہ اپنی جیب خاص سے بھی دل کھول کر خرچ کرتا ہے لہٰذا وہ اپنی رعایا میں ہر دل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عزیز ہے۔ لوگ اس پر جان چھڑکتے ہیں۔"

"بڑے بڑے شہروں میں اس نے بڑے بڑے ہسپتال تعمیر کروائے ہیں۔ ان شفاخانوں کے دروازے ہر امیر غریب مقامی اور مسافر مریض کے لئے کھلے رہتے ہیں۔ اگر کوئی مریض بیمارستان سے صحت مند ہو کر رخصت ہوتا ہے تو خلیفہ کی طرف سے اسے اس قدر زر و مال دیا جاتا ہے کہ وہ عمر بھر کے لئے فکر معاش سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔"

"یعقوب المنصور کا معمول ہے کہ ہر جمعہ کی نماز کے بعد فارغ ہو کر بیمارستان جاتا ہے اور ہر مریض کے پاس خود جا کر اس کی خیریت دریافت کرتا ہے۔ اس کے گھر والوں کا حال احوال بھی پوچھتا ہے۔ عیادت کے وقت وہ خصوصیت کے ساتھ ہر مریض سے یہ سوال ضرور کرتا ہے کہ اب تمہاری طبیعت کیسی ہے۔ تمہیں کوئی تکلیف یا کوئی ضرورت تو نہیں۔ تمہارے علاج میں تمہاری نگہداشت کیسی ہوئی ہے وغیرہ وغیرہ۔ مریض اگر کسی چیز کی خواہش کرتا ہے تو وہ فوراً پوری کرتا ہے۔ سارے بیمارستانوں میں گھوم پھر کر وہ مریضوں کا جائزہ لیتا ہے لہٰذا لوگ دل سے اس کی قدر کرتے ہیں۔"

"یہ تو اس کی صرف چند ایک صفات ہیں جس وجہ سے وہ اپنے لوگوں میں ہردلعزیز ہے۔ یہ اس کی فتوحات کی پہلی وجہ ہے۔ دوسری وجہ اس کی شجاعت عسکری صلاحیت ہے۔ جہاں تک میں جائزہ لے سکا ہوں یعقوب المنصور نہایت شجاع اور دلاور حکمران ہے۔ لڑائی میں وہ بذات خود شریک ہوتا ہے۔ دوسرے مسلمان کے ساتھ مل کر جنگ کرتا ہے اور عام حکمرانوں کی طرح میدان جنگ کے عقب میں کسی محفوظ خیمے میں ہرگز نہیں بیٹھتا وہ اعلیٰ درجہ کا شہسوار ہے اور شمشیر زنی، نیزہ بازی اور تیر اندازی میں کمال درجے کی مہارت رکھتا ہے۔ مغرب اور اندلس میں اس نے جن جن لڑائیوں کی قیادت کی ان میں اس نے دوست اور دشمن سبھی سے اپنی عسکری صلاحیتوں کا لوہا منوایا۔ وہ اپنی لڑائی کا منصوبہ بڑی احتیاط اور مہارت سے تیار کرتا ہے لہٰذا لوگوں کے خلاف اسکی فتوحات کی دوسری وجہ اس کی یہی ذاتی شجاعت اور قیادت ہے۔"

"اس کی فتوحات کی تیسری اور سب سے بڑی وجہ ایک صحیفہ ہے جسے وہ سفر اور جنگ دونوں میں اپنے ساتھ رکھتا ہے۔ مسلمان اسے صحیفہ عثمانی کہہ کر پکارتے ہیں اور اسے یعقوب المنصور کے لئے ایک برکت کا ذریعہ خیال کرتے ہیں۔"

"اس صحیفہ کی بارے میں جو روایت بیان کی جاتی ہے وہ کچھ اس طرح ہے کہ اسے مسلمانوں کے تیسرے امیرالمومنین حضرت عثمان غنیؓ نے خود اپنے دست مبارک سے لکھا تھا۔ اور اس پر اصحاب رسولؐ کی ایک بڑی جماعت نے اتفاق کیا تھا۔ اس صحیفہ پر ان صحابہ کرامؓ کے اسماء درج تھے جن سے حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے قرآن جمع کرنے کے سلسلے میں مشورہ یا کام لیا تھا۔ یہ نسخہ ہمیشہ حضرت عثمانؓ کی تحویل میں رہتا تھا۔ وہ باقاعدگی سے اس کی تلاوت کیا کرتے تھے۔ جب ان کی شہادت کا وقت پیش آیا تو وہ اسی صحیفے کی تلاوت کر رہے تھے اور اس کا ایک صفحہ آپ کے خون سے رنگین ہو گیا تھا۔"

"یہ صحیفہ عثمانی بعد میں خلفاء بنو امیہ کے پاس دمشق منتقل ہو گیا۔ دمشق میں بنو امیہ کے زوال کے بعد جب عبدالرحمان الداخل نے اندلس میں آزاد اموی حکومت کی بنیاد رکھی تو یہ صحیفہ کسی طرح اندلس پہنچ گیا اور اہل اندلس نے اسے مدتوں حرز جاں بنا کر رکھا۔"

"جب یعقوب المنصور کے خاندان کی حکمرانی اندلس میں آئی تو ان کے پہلے خلیفہ عبدالمومن نے اس مصحف پاک کو اپنی تحویل میں لے لیا اور اس کی حفاظت اور اعزاز و اکرام کا بے مثال اہتمام کیا۔"

"عبدالمومن نے اس مصحف کو ایک نعمت غیر مترقبہ سمجھا اور اپنی مملکت کے ہر حصے سے چوٹی کے خیاطوں، نقاشوں، نجاروں، مہندسوں، مرصع کاروں اور صحافوں کو بلا کر حکم دیا کہ اس نادرۂ روزگار مصحف کی بے مثال جلد بنائیں اور جواہرات سے مرصع کاری کریں۔"

"اس کے لئے ایسا جزدان تیار کرو کہ چشم فلک نے بھی نہ دیکھا ہو۔ اس کے علاوہ ایک صندوق ایک رحل اور ایک کرسی بھی تیار کرو جو کمال فن کا ایسا نمونہ ہو کہ انسان دیکھتا ہی رہ جائے۔"

"عبدالمومن کے اس حکم پر یہ کاریگر بڑی تیزی بڑی سرعت کے ساتھ حرکت میں آئے انہوں نے یہ چیزیں تیار کرنے میں دن رات ایک کر دیئے اس کام میں ان کے پیش نظر صرف اللہ کی خوشنودی شامل تھی۔ انہوں نے سونے چاندی سے ایک مرصع کار جلد اس وضع کی بنائی کہ انسان اس کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ جاتا تھا۔ اس پر نہایت دلکش نقش نگار تھے اور رومی شیشے کی میناکاری کی گئی تھی۔"

"جلد میں ایسے جوڑ لگائے گئے تھے جو بند کرتے وقت باہم اس طرح پیوست ہو جاتی تھی

 Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ ان کا پتا تک نہ چلتا تھا لیکن مصحف کھولنے پر خود بہ خود علیحدہ ہو جاتی تھے۔ اس میں بیش قیمت ہیرے یاقوت اور زمرد اس طرح جڑے تھے کہ ان کی چمک دمک سے نگاہیں خیرہ ہو جاتی تھیں۔ جزدان دیبا اور حریر سے تیار کیا گیا تھا اور اس میں ہیرے جواہرات ایسی چابک دستی سے جڑے ہوئے تھے کہ دور سے ایک گلدستہ معلوم ہوتا تھا۔"

"مصحف کے لئے رحل آبنوس کی صیقل کی لکڑی کی بنائی گئی تھی۔ یہ اس قدر خوبصورت تھی کہ اس کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی تھی۔ اس طرح جس کرسی پر رحل رکھی جاتی تھی وہ بھی نجاروں کے کمال فن کا عجیب و غریب نمونہ تھی۔ ان تمام اشیاء کو رکھنے کے لئے ایک شش پہلو بلند صندوق بنا گیا تھا۔ جس کے اطراف اور بالائی جانب نہایت دیدہ زیب نقش و نگار بنائے گئے تھے۔"

"باکمال کاریگروں نے صندوق میں ایسی کلیں لگائی تھیں کہ ایک چابی لگاتے ہی اس کے پٹ خود بخود کھل کر اندر ہو جاتے۔ ساتھ ہی کرسی اور رحل مصحف سمیت باہر آ جاتے۔ مصحف کی جلد از خود کھل جاتی اور لوگ چھوئے بغیر مصحف کی زیارت اور تلاوت کر لیتے تھے۔"

"اس کے بعد وہی چابی بائیں طرف پھیری جاتی تو مصحف کی جلد بند ہو جاتی۔ رحل اور کرسی اندر چلے جاتے۔ پٹ اپنی جگہ پر آ جاتے اور چابی باہر نکالنے پر صندوق مقفل ہو جاتا تھا۔"

"غرض اس مصحف پاک سے متعلق تمام چیزیں کمال فن، حسن عقیدت کا مظہر اتم دکھائی دیتی تھیں۔ عبدالمومن کو اس مصحف سے بے پناہ عقیدت تھی اور اپنے پاس اس کی موجودگی کو اپنی خوش بختی کی دلیل سمجھتا تھا۔ وہ سفر یا جنگ پر جاتے وقت اسے بڑے احترام اور اہتمام کے ساتھ اپنے ہمراہ لے جاتا تھا۔ کیونکہ اس کی برکت پر اسے یقین کامل تھا۔"

"عبدالمومن کے بعد میں آنے والے خلفاء ابویعقوب یوسف پھر یوسف بن یعقوب اور یعقوب المنصور کو اس مصحف مبارک سے کمال درجے کی عقیدت تھی۔ سفر یا جنگ میں اس کو اکثر اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ انقلابات زمانہ نے آخرکار اس مصحف عثمانی کو اندلس سے سلاطین عثمانیہ کے خزانے میں پہنچا دیا اور آج کل بھی یہ موجودہ ترک کی تحویل میں ہے۔)

فاروس مصحف عثمانی کے متعلق مزید کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے ہی الفانسو بول پڑا۔

"فاروس! یعقوب المنصور کی فتوحات اور ہماری شکستوں کی جو تین وجوہات تم نے بیان ی ہیں ان میں سے کوئی بھی میں اپنا نہیں سکتا۔ ہمارے ہاں حکمرانوں کا لشکر کے آگے رہ کر گ کرنے کا نہ کوئی اصول ہے نہ کوئی روایت۔ ہمارے ہاں زیادہ سے زیادہ یہ کیا جا سکتا ہے کہ مران اپنے لشکر کے وسط میں رہ کر اپنے لشکریوں کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ پھر فتح کی امیدیں یادہ ہوں تو لشکر کے پیچھے رہ کر ہدایات جاری کرتا ہے۔ جہاں تک یعقوب المنصور کے انصاف تعلق ہے تو ایسی بھی روایات ہمارے یہاں نہیں ہیں۔ اس کے مقابلے میں نہ ہی میں کسی ارستان کے انتظام کر سکتا ہوں۔ ان ساری چیزوں کو نظرانداز کرتے ہوئے اب تم اس وضوع کی طرف آؤ کہ ہماری شکستوں کو فتح مندی میں اور یعقوب المنصور کی فتح مندی کو کستوں میں کیسے تبدیل کیا جا سکتا ہے اور اگر ایسا کیا جا سکتا ہے تو اس کی تفصیل کہو۔"

"ایسا کرنا ممکن ہے فتح کو شکست اور شکست کو فتح میں تبدیل کرنا اتنا بڑا کام نہیں ہے پر ھے کچھ وقت کی مہلت دی جائے۔ مالی امداد بھی فراہم کی جائے تو میں یعقوب المنصور کی لطنت کے اندر ایسا انتشار پیدا کر سکتا ہوں کہ آنے والے دور میں جس طرح اس نے آپ کے خلاف فتوحات حاصل کی ہیں اس طرح آپ لوگ بھی فتح پر فتح حاصل کر سکتے ہیں۔"

الفانسو نے کچھ سوچا کچھ دیر گردن جھکا کر سوچا اس کے بعد یہودی عالم فاروس کی طرف کھتے ہوئے اس نے دوبارہ کہنا شروع کیا۔

"وہ طریقہ کار بیان کرو جسے استعمال کرتے ہوئے تم ہماری شکستوں کو فتح مندی میں تبدیل کر سکتے ہو اور یعقوب المنصور کی سلطنت کے اندر انتشار پیدا کر سکتے ہو۔"

یہودی عالم نے کچھ سوچا فیصلہ کیا اس کے بعد بول پڑا۔

"الفانسو! یعقوب المنصور کی سلطنت آٹھ حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ ان الفاظ کو آپ اس رح بھی بیان کر سکتے ہیں کہ یعقوب المنصور کی سلطنت کی جو عمارت ہے وہ آٹھ ستونوں پر ھڑی ہے۔ یہ آٹھ بڑے بڑے قبیلے ہیں جو مل کے یعقوب المنصور کی سلطنت کی تشکیل رتے ہیں۔ ایک قبیلے کا نام ہرغہ ہے یہ اتنا بڑا قبیلہ تو نہیں پر اچھا خاصا طاقتور قبیلہ ہے۔"

"دوسرے قبیلے کا نام کومیہ ہے۔ مسلمانوں کے موجودہ دور کا پہلا خلیفہ عبدالمومن اسی بیلے سے تھا۔ یہ بہت بڑا قبیلہ ہے اس کی متعدد شاخیں بھی ہیں۔ یعقوب المنصور کی سلطنت ں اس قبیلے کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تیسرے قبیلے کا نام ہتانہ ہے یہ بھی بہت بڑا اور طاقتور قبیلہ ہے اور جنگوں میں کسی بھی موقع پر اس کی کارگزاری اور اس کی ہمیت کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔"

"چوتھے قبیلے کا نام جدمیوہ ہے اس قبیلے کے بھی کئی حصے ہیں اور اپنی انفرادی قوت کے لحاظ سے یہ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔"

"پانچویں قبیلے کا نام جنفیسہ ہے۔ یہ ایک بہت بڑا منفرد اور طاقتور قبیلہ ہے۔ یعقوب المنصور کی سلطنت کے اندر طاقت و قوت کے لحاظ سے یہ قبیلہ علیحدہ اور امتیازی اہمیت رکھتا ہے۔"

"چھٹے قبیلے کا نام یا یوں کہہ لیجئے کہ چھٹے حصے کو اہل تینملل کہتے ہیں یہ لوگ اگرچہ مختلف قبائل کے افراد پر مشتمل ہیں۔ مجموعی طور پر ان کو اہل تینملل کے مخصوص نام سے پکارا جاتا ہے۔ یعقوب المنصور کی سلطنت میں ان کی بڑی طاقت و قوت اور بے حد زیادہ اہمیت ہے۔"

ساتویں قبیلے کا نام منہاجہ ہے اس میں چھوٹے چھوٹے کئی قبائل شامل ہیں۔ لیکن اپنی اہمیت کے لحاظ سے یہ قبیلہ بڑا نامور ہے اور مسلمانوں کے دشمنوں کے خلاف اس کی کارگزاریاں ہمیشہ صف اول میں رہی ہیں۔"

"آٹھویں قبیلے کا نام ہسکورہ ہے اس میں بھی کئی چھوٹے قبائل شامل ہیں یہ سارے مل کر ایک خاصی بڑی قوت بنتے ہیں۔"

"یہ آٹھ قبیلے آٹھ ستون ہیں جن پر یعقوب المنصور کی سلطنت کی عمارت کھڑی ہے۔ اگر ان آٹھ قبائل کے اندر انتشار پیدا کر دیا جائے تو یاد رکھئے یعقوب المنصور کی سلطنت کے اندر ایک نتشار پیدا ہو جائے گا اور یعقوب المنصور اس اندرونی خلفشار میں ایسا الجھے گا کہ پھر کبھی وہ آپ لوگوں کے خلاف جنگ کے لئے صف آراء ہونے کی کوشش نہیں کر سکے گا۔"

فاروس خاموش ہو گیا۔ الفانسو بڑی توجہ اور توصیفی انداز میں اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ کچھ سوچنے کے بعد الفانسو نے اسے مخاطب کیا۔

"معزز فاروس تم نے مسلمانوں کے امیر یعقوب المنصور سے متعلق بڑے کام کی باتیں کی ہیں۔ تم نے اس کی سلطنت کے جو آٹھ ستون واضح کئے ہیں ان میں اگر لرزہ پیدا کر دیا جائے تو واقعی اس کی سلطنت کا شیرازہ بکھر سکتا ہے میں تم سے یہ پوچھتا ہوں ان قبائل میں انتشار کیسے اور کیونکر پیدا کیا جاسکے گا۔"

جواب میں فاروس کے چہرے پر تھوڑی دیر کے لئے مسکراہٹ کھیلتی رہی اس کے بعد قصر کے اس کمرے میں اس کی آواز گونج گئی تھی۔

"عظیم الفانسو! اس کام کی ذمہ داری میں لیتا ہوں اور یہ کام بھی آپ کو کر کے دکھاؤں گا۔ مراکش کے کئی نواحی شہروں میں پہلے سے میری ایک تحریک چل رہی ہے یوں جانیں اب تک یہ تحریک زیر زمین ہے۔ میرے بہت سے یہودی ساتھی ہیں جو بظاہر تو اپنے آپ کو مسلمان خیال کرتے ہیں اور یہ مسلمانوں کی ساری مذہبی رسومات بھی باقاعدگی سے ادا کرتے ہیں لیکن حقیقت میں یہ ہیں یہودی۔ اگر مجھے مناسب مالی امداد فراہم کی جائے تو میں اس تحریک میں جان بھر سکتا ہوں۔ اسے پر قوت بنا سکتا ہوں اور میری یہی تحریک جو مسلمانوں کے بھیس میں یہودیوں پر مشتمل ہو گی مسلمانوں، کے اندر رہ کر قبائل کے اندر بہت جلد انتشار پیدا کرنے کی کوشش کرے گی۔ ان کا سب سے پہلا اور بڑا کام یہ ہو گا کہ قبائل کو آپس میں لڑایا جائے۔ اگر یہ کام شروع ہو جائے تو یاد رکھئے گا یعقوب المنصور کی سلطنت کی عمارت نہ صرف ہل کے رہ جائے گی بلکہ اس کی جڑیں اور بنیادیں تک کھوکھلی ہو کر رہ جائیں گی۔"

فاروس کی اس تجویز سے الفانسو تھوڑی دیر تک لطف اندوز ہوتا رہا مسکراتا رہا۔ شاید فاروس کی یہ تجویز اسے بے حد پسند آئی تھی کچھ دیر مسکراتے رہنے کے بعد اس نے فاروس کو مخاطب کیا۔

"تمہاری حیثیت ہمارے ہاں، شاہی مہمان کی سی ہے۔ ہمارے ہاں ایک دو دن آرام کرو اس کے بعد جس قدر مال تم طلب کرو گے وہ تمہیں مہیا کیا جائے گا بلکہ اس سے زائد دیا جائے گا اور میں چاہوں گا کہ تم فی الفور وقت ضائع کئے بغیر مراکش کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ اپنی تحریک میں پوری طاقت اور قوت پیدا کرو اور مسلمانوں کے قبائل جو افریقہ میں آباد ہیں جن پر یعقوب المنصور کی سلطنت کا بھروسہ ہے ان میں ایسا انتشار پیدا کرو کہ یعقوب المنصور اندلس سے نکل کر ان قبائل کی سرکوبی کے لئے افریقہ جانے پر مجبور ہو جائے۔ جب وہ ایسا کرے گا اندلس میں اس کی غیر موجودگی میں ہم اپنی من مانی کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی الفانسو نے وہ مجلس ختم کر دی تھی اور اس کے حکم پر اس کا چوبدار یہودی عالم فاروس کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غرنطہ ایک روز احمد بن سعید کے گھوڑے کی زین کے ساتھ بندھی رہنے والی چمڑے کی خرجین صاف کر رہی تھی کہ ایک خرجین کو دیکھتے ہوئے دنگ رہ گئی۔ اس لئے کہ اس خرجین کے اندر سے سفید رنگ کا کفن نکلا تھا۔ اس کفن کو اپنے ہاتھوں میں لے کر تھوڑی دیر تک بڑے غور سے دیکھتی رہی کچھ سوچتی رہی اس کا دل بھر آیا۔ چہرے پر تفکرات پریشانی اور غموں کے سائے لہرا گئے تھے۔ تھوڑی دیر تک وہ یونہی سوچوں میں گم سم کھڑی رہی۔ پھر وہاں سے ہٹی۔ پھر اس جگہ آئی جہاں حویلی کے دوسرے حصے میں قراقوش اس کی بیوی مورینہ اور اس کے دو بچے ان کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ غرنطہ کو اپنی طرف آتے دیکھ کر قراقوش اور مورینہ دونوں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

قراقوش نے اندازہ لگا لیا تھا کہ غرنطہ پریشان اور فکرمند ہے۔ اس نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ اس کے ہاتھ میں وہ کفن ہے جو احمد بن سعید کے گھوڑے کی خرجین میں رہتا تھا۔ قریب آ کر غرنطہ رکی ایک بھرپور نگاہ اس نے قراقوش پر ڈالی پھر اسے مخاطب کیا۔

"قراقوش میرے بھائی! میں احمد کے گھوڑے کی زین سے بندھے رہنے والی خرجین صاف کر رہی تھی کہ ایک خرجین کے اندر سے یہ کفن نکلا۔ اسے دیکھ کر میری پریشانی میرے تفکرات میں اضافہ ہو گیا ہے کیا آپ بتا سکتے ہیں یہ کفن کیسا ہے انہوں نے کیوں اپنے گھوڑے کی خرجین میں رکھا ہوا ہے۔"

غرنطہ یہیں تک کہنے پائی تھی کہ قراقوش نے بولتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

"غرنطہ میری بہن تم جانتی ہو مجھے بھی معلوم ہے کہ احمد بن سعید کو یعقوب المنصور نے بلایا ہوا ہے۔ امیر نے شاید کسی نہایت اہم کام کے سلسلے میں احمد کو اپنے پاس طلب کیا ہے میرے خیال میں وہ جلد ہی لوٹ آئے گا اور یہ سوال تمہیں احمد سے کرنا چاہئے میں اس کفن کی نوعیت تو جانتا ہوں پر میں بتانا پسند نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ میری بہن ایک تو احمد ناراض ہو گا دوسرے تم مزید پریشان ہو جاؤ گی۔"

غرنطہ تھوڑی دیر تک انتہائی بے بسی اور لاچارگی میں قراقوش کو دیکھتی رہی۔ قراقوش

اس کی اس حالت کو برداشت نہ کر سکا اس نے گردن جھکا لی تھی۔ اس موقع پر غرنطہ نے پھر اسے مخاطب کیا۔

"قراقوش میرے عظیم بھائی آپ مجھے اس کفن کی نوعیت بتا دیں میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں کہ اس کا ذکر میں کسی بھی صورت احمد سے نہیں کروں گی اگر یہ راز ہے تو اس راز کو میں اپنی زندگی کے آخری لمحے تک راز ہی رکھوں گی۔"

قراقوش نے انتہائی بے بسی سے غرنطہ کی طرف دیکھا کچھ سوچا پھر کہہ اٹھا۔

"میری بہن اگر تو مجبور کرتی ہے تو اس کفن کی نوعیت اور وضاحت سن۔ دراصل کفن احمد فلسطین سے اپنے ساتھ لے کر آیا تھا۔ ایسا ہی کفن شعبان کے پاس بھی ہے جس فرض کی ادائیگی کے لئے انہوں نے قسم کھائی تھی۔ اس کفن کا تعلق اس فرض کی ادائیگی سے ہے۔ میری بہن اس سے زیادہ مجھ سے کچھ نہ پوچھنا میں نے تمہیں اس کفن کی وضاحت کر دی ہے۔ میرے خیال میں اب تمہارا اطمینان ہو گیا ہو گا۔"

تھوڑی دیر تک غرنطہ کچھ نہ کہہ سکی۔ قراقوش کی گفتگو سے اس کے چہرے پر کرب آشنا درد اور آنکھوں میں غم کی گہری دھند دیکھی جا سکتی تھی۔ تھوڑی دیر تک وہ بیچاری سردیوں کی تیزی میں طوفانوں کے سارے لمحوں جیسی چپ اور کشتی کے اس ملاح کی طرح خاموش کھڑی رہی۔ جس کی کشتی ریزہ ریزہ ہو گئی ہو۔ وہ کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ عین اسی لمحہ احمد بن سعید حویلی میں داخل ہوا۔ اس موقع پر غرنطہ نے احمد بن سعید کی طرف اس طرح دیکھا جیسے لاچار اور بے بس انسان اسے کچلنے والی طاقت کی طرف دیکھتا ہے۔ جیسے کوئی انتہائی مایوس' امید کے تنہا ویران جگنوؤں کا جائزہ لیتا ہے۔ جیسے زمین اپنے سرمایہ حیات اور قوم کی مانگ بھرنے والا کوئی لشکری ملت کے پرچم کو سرنگوں ہوتے دیکھتا ہے۔

احمد نے غرنطہ کے ہاتھ میں جب کفن دیکھا تو لمحہ بھر کے لئے اس کا چہرہ بالکل متغیر ہو کر رہ گیا تھا۔ کئی خدشات اس کی آنکھوں اس کے چہرے پر رقص کر گئے تھے۔ اس نے اپنے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھیر کر غرنطہ کو مخاطب کیا۔

"یقیناً یہ کفن تو نے میرے گھوڑے کی خرجین سے نکالا ہو گا جس کی تفصیل تم قراقوش سے جاننے کی کوشش کر رہی ہو گی۔ تمہارا چہرہ' تمہاری آنکھیں بتاتی ہیں کہ تم فکرمند' غم زدہ ہو گئی ہو۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے یہ کفن تو میں نے احتیاط کے طور پر اس فرض کے لئے اپنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پاس رکھا ہوا ہے جس کی ابھی ادائیگی ہونی ہے۔ جاؤ چمڑے کے جس خرجین سے تم نے اسے نکالا ہے وہاں رکھ کر آؤ پھر میں جو گفتگو تم لوگوں سے کرنا چاہتا ہوں کروں گا۔"

غریدہ کچھ کہے بغیر چپ چاپ پیچھے ہٹی اپنے ہاتھوں میں جو اس نے کفن اٹھا رکھا تھا وہ دوبارہ اسی خرجین میں ڈال آئی تھی۔ جس میں سے اس نے نکالا تھا۔ اتنی دیر تک احمد بن سعید اور قراقوش ایک جگہ بیٹھ چکے تھے۔ غریدہ بھی مورینہ کے قریب بیٹھ گئی۔ پھر انہیں مخاطب کرتے ہوئے احمد بن سعید نے کہنا شروع کیا۔

"مجھے امیر نے طلب کیا تھا۔ پہلا موقع ہے کہ میں اکیلا امیر کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ قراقوش میرے بھائی صرف تمہیں ہی نہیں بلایا گیا بلکہ کسی کو بھی میرے علاوہ امیر نے طلب نہیں کیا بلکہ اس کا بیٹا عبداللہ بھی موجود نہیں تھا۔ صرف میں اور امیر تھے۔ جس موضوع پر میں گفتگو کرنے لگا ہوں اسے راز رکھنا جب تک ہم اس کی تکمیل نہیں کر لیتے اگر یہ راز فاش ہو گیا تو اس کی تکمیل کے لئے ہمارے لئے بڑے مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں مورینہ میری بہن اور غریدہ تم دونوں بھی محتاط رہنا۔"

"بات دراصل یوں ہے کہ تم سب جانتے ہو برق کلیسا کو ہم نے گرفتار کر لیا تھا اور ہم نے اسے آزاد کر دیا تھا۔ اس کی حفاظت کے لئے میں اور قراقوش نے دو محافظ اس کے ساتھ روانہ کئے تھے تاکہ اسے کسی سلامتی کی جگہ پر پہنچا کر آئیں۔"

"برق کلیسا ہمارے ان دو جوانوں کو اپنی حدود کے اندر لے گئی۔ دراصل وہ ان کی خدمت کرنا چاہتی تھی۔ وہ ہمارے سلوک سے بے حد متاثر تھی۔ اپنی حدود کے اندر سفر کرتے ہوئے اسے رات پڑی تو وہ ایک بستی میں داخل ہوئی۔ بستی کا سردار برق کلیسا ہی نہیں پرتگال کے حکمران سینکو کا بھی پرانا جاننے والا ہے۔ سینکو اور اس کے بہت اچھے تعلقات ہیں۔ سینکو اس پر بڑا مہربان ہے۔ بستی کے سردار کے دو بیٹے ہیں۔ ایک کا نام باروقہ دوسرے کا نام ایکارد ہے۔ میں بتا چکا ہوں کہ پرتگال کے حکمران سینکو کا اس سردار کے ہاں آنا جانا ہے۔ سینکو کے ساتھ برق کلیسا بھی وہاں آتی جاتی تھی۔ لہٰذا سردار کا بڑا بیٹا باروقہ برق کلیسا کو پسند کرنے لگا اور اس پر مرنے لگا تھا۔"

"برق کلیسا نے اسی سردار کے ہاں قیام کیا۔ اس کا مقصد تھا کہ رات وہیں قیام کرے گی۔ اگلے روز پھر اپنے سفر پر روانہ ہو جائے گی۔ وہ ہمارے دو جوانوں کو اپنے مرکزی شہر لے جا کر

ہیں انعام اور اکرام سے نوازنا چاہتی تھی۔ بستی میں قیام کے دوران باروقہ اور اس کا بھائی یکارد کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے برق کلیسا نے وہ سارے حالات کہہ سنائے جو اسے پیش ئے تھے۔ کس طرح جنگ میں وہ ہمارے ہاتھ لگی۔ ہم نے اسے گرفتار کر کے قید میں ڈال دیا ہراور تھ اسے لے بھاگا۔ اس کی عزت لوٹنی چاہی۔ ہم نے اسے بچایا پھر دو محافظوں کو ساتھ وانہ کر دیا۔ اس نے پورے حالات تفصیل سے بتانے کے بعد ایک مزید غلطی کی۔"

"وہ یہ کہ دوران گفتگو اس نے نصرانیت کے خلاف بولنا شروع کیا اور مسلمانوں کے لاق اور ان کے کردار کی تعریف کی اور ان پر یہ بھی ظاہر کیا کہ میرا دل کرتا ہے کہ نصرانیت ک کر کے وہ اسلام قبول کر لے۔"

"دونوں بھائیوں کو برق کلیسا کی اس گفتگو پر بڑا غصہ آیا۔ اس کے خیالات کو انہوں نے پند کیا۔ اس کے انہی خیالات کو باروقہ نے اس کے لئے دھمکی کے طور پر استعمال کرنے کا ادہ ظاہر کیا اور برق کلیسا سے کہا کہ وہ اس کے ان خیالات کو اس کے چچا سینکو تک پہنچا دے گا ر سینکو اس کا جو حشر کرے گا وہ دنیا دیکھے گی۔"

"جو شخص یہ اطلاعات لے کر آیا ہے اس کا کہنا ہے کہ برق کلیسا پر اس دھمکی کا کوئی اثر نہ اکہنے والے کا کہنا ہے کہ برق کلیسا نے یہ بات کوئی سطحی طور پر نہ کہی تھی بلکہ وہ دل سے لام کی طرف راغب ہو چکی تھی۔ جو محافظ ہم نے اس کے ساتھ روانہ کئے تھے انہیں اپنے رزی شہر لے جا کر خوب نوازنا چاہتی تھی پھر اپنی ضرورت کا سارا سامان لے کر وہ انہی ظوں کے ساتھ یا تو ہماری طرف آنا چاہتی تھی یا کسی اور محفوظ مقام کی طرف نکل جانا چاہتی ہ۔"

"پر برا ہو باروقہ کا رات کے وقت باروقہ نے اپنے بھائی ایکارد کی مدد سے برق کلیسا کو بے د کرنا چاہا۔ برق کلیسا نے جہاں شب بسر کرنی تھی وہاں ہمارے محافظوں کو بھی اپنے ساتھ لہ ہمارے محافظ برق کلیسا کی حفاظت پر تن گئے۔ باروقہ اور ایکارد کے کچھ محافظ بھی آ گئے۔ ہ دیر تک ہمارے دونوں جوانوں نے باروقہ' ایکارد اور ان کے آدمیوں کو روکے رکھا۔ اس ت سے برق کلیسا نے فائدہ اٹھایا جہاں اس نے قیام کر رکھا تھا وہاں سے وہ نکلی' اصطبل کی ف گئی اور گھوڑے پر سوار ہو کر نہ جانے کدھر نکل گئی۔ جہاں تک ہمارے دو جوانوں کا ق ہے تو ان دونوں کو باروقہ اور ایکارد اور ان کے محافظوں نے قتل کر دیا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جس نے یہ خبر یعقوب المنصور کو پہنچائی ہے اس کا کہنا ہے کہ وہاں سے بھاگ کر برق کلیسا اپنے مرکزی شہر اپنے چچا کے پاس نہیں گئی وہ کہیں اور ہی گئی ہے۔ کہاں گئی ہے اس کا ابھی تک کسی کو علم نہیں ہے۔ یہ بھی بتایا گیا ہے کہ باروقہ اور ایکارد دونوں بھائیوں نے رات کی تاریکی میں برق کلیسا کا تعاقب کیا وہ اسے پکڑنا چاہتے تھے۔ پر برق کلیسا بھاگنے میں کامیاب ہو گئی۔ یہ وہ راز ہے جو میں تم سے کہنا چاہتا ہوں۔ اب اس کا رد عمل ہماری طرف سے کیا ہو گا وہ بھی میں تم سے کہتا ہوں۔" احمد بن سعید جب خاموش ہوا تو قراقوش بول پڑا۔

"احمد میرے بھائی قبل اس کے کہ آپ اپنی بات مکمل کریں آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں اس کے بعد آپ نے جو کچھ کہنا ہے کہئے۔"

"پہلے یہ بتایئے کہ جو حالات آپ نے برق کلیسا اور اپنے دونوں جوانوں کے بتائے ہیں اس کی اطلاع کس نے کی ہے؟"

احمد بن سعید نے چہرے سے کسی قسم کے جذبات کا اظہار نہ کیا۔ وہ بالکل سنجیدہ تھا۔ بس ایک لمحہ کے لئے اس نے قراقوش کی طرف دیکھا اس کے بعد کہنا شروع کیا۔

"قراقوش میرے بھائی یہ اطلاعات ہمارے بھائی شعبان کے ایک مخبر نے امیر یعقوب تک پہنچائی ہیں۔ یہ مخبر تھوڑی دیر پہلے ہی امیر کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور اس کے یہاں آنے کے تھوڑی ہی دیر بعد امیر نے مجھے طلب کر لیا۔ اب میں تم سے یہ کہوں کہ اس خبر کے رد عمل میں امیر یعقوب اور میں نے کیا فیصلہ کیا ہے۔"

"جو کچھ میں کہنے لگا ہوں اس سے پہلے میں تم پر یہ بھی واضح کر دوں کہ تھوڑی دیر پہلے امیر یعقوب المنصور نے صریم بن طریق اور اس کی بیوی اور سسر کو شلب کی طرف روانہ کر دیا ہے۔ حسب سابق صریم بن طریق وہاں کا قلعہ دار ہو گا۔ جہاں تک ہمارے بھائی حسام بن ضرار کا تعلق ہے اس کے تحت جو بحری قوت ہمارے لشکر میں شامل تھی اس ساری بحری قوت کے ساتھ حسام بن ضرار کو بھی لقنت کی بندرگاہ کے لئے روانہ کر دیا گیا ہے۔ اب جس مہم کا میں ذکر کرنے والا ہوں اسے سر کرنے کے لئے میں اور تم باقی رہتے ہیں۔ جو فیصلہ امیر کے ساتھ ہوا ہے اس کے مطابق میں اور تم آج رات کی تاریکی میں یہاں سے کوچ کریں گے۔"

"ہم نصرانیوں کے بھیس میں ہوں گے رات کے پچھلے پہر ہم سرحدی علاقوں کو عبور کر کے اس بستی کا رخ کریں گے جس میں برق کلیسا نے قیام کیا اور جو بستی باروقہ اور ایکارد کے

باپ کی ہے۔ قراقوش میں جانتا ہوں یہ مہم خطرناک ہے اسے کسی نہ کسی نے سر کرنا ہی ہے تو کیوں نہ ہم دونوں ہی اسے سر کریں اس لئے کہ برق کلیسا کو ہم نے ہی آزاد کیا تھا ہم نے ہی اس کے ساتھ دو محافظ مقرر کئے تھے۔ اس ساری مہم کی ذمہ داری کیونکہ ہم دونوں پر آتی ہے لہٰذا اسے سر بھی ہم نے ہی کرنا ہے۔ امیر یعقوب المنصور نے تو پیشکش کر دی تھی کہ باروقہ اور ایکارد سے انتقام لینے کے لئے کسی اور کو روانہ کرتے ہیں لیکن میں نے ایسا کرنے سے روک دیا۔ یہ ذمہ داری ہماری ہے لہٰذا ہم ہی نے اسے پورا کرنا ہے۔"

"میرے بھائی اس بستی میں جانے کے بعد کوئی سرائے تلاش کی جائے گی۔ اگر کوئی سرائے ہوئی تو وہاں قیام کریں گے۔ اس کے بعد مناسب موقع جان کر باروقہ اور ایکارد کو قتل کیا جائے گا۔ اس کے بعد میں اور تم مجھے امید ہے خداوند قدوس نے چاہا تو بخیریت اپنے گھر آنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔"

احمد بن سعید خاموش ہو گیا۔ قبل اس کے کہ قراقوش جواب میں اسے کچھ کہتا احمد بن سعید نے اس بار مورینہ اور غرنطہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"جو مہم ہم نے اپنے سر لی ہے یہ ہمارا فرض ہے۔ تم دونوں میں سے کوئی بھی اس سلسلے میں گفتگو نہ کرنا نہ ہمیں اس مہم سے باز رہنے کی تلقین کرنا۔"

احمد بن سعید کے ان الفاظ سے مورینہ اور غرنطہ کے چہروں پر مسکراہٹ نمودار ہو گئی تھی۔ دونوں نے گہری نگاہ سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا پھر غرنطہ نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"احمد آپ کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں۔ میں اور مورینہ بزدل نہیں ہیں۔ برق کلیسا جو اسلام کی طرف راغب ہو چکی ہے اور اسے بے آبرو کرنے کی کوشش کی گئی ہے تو اس کا انتقام لینا ہم پر فرض بنتا ہے۔ باروقہ اور ایکارد دونوں اس قابل ہیں کہ انہیں قتل کیا جائے۔ آپ کی روانگی کے بعد میں اور مورینہ آپ کی کامیاب واپسی کی دعا مانگیں گی۔ میرے خیال میں اب آئیں کھانا کھائیں اس موضوع کو ختم کریں۔"

غرنطہ کے ان الفاظ سے احمد بن سعید اور قراقوش دونوں خوش ہو گئے تھے۔ چاروں کھانے کے لئے اٹھ گئے۔ اسی روز رات کے پہلے حصے میں احمد بن سعید اور قراقوش اپنی مہم پر روانہ ہو گئے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پرتگال کے حکمران سینکو کی عملداری میں لگاتار سفر کرتے ہوئے ایک روز شام سے کچھ پہلے احمد بن سعید اور قراقوش ایک بستی کے قریب نمودار ہوئے۔ سورج اس وقت غروب ہونے کے لئے جھک رہا تھا۔ چرواہے اپنے ریوڑوں کو چراگاہوں سے واپس بستی کی طرف لے جا رہے تھے۔ بستی کے قریب ایک چوراہے پر احمد بن سعید نے اپنے گھوڑے کو روک لیا۔ اسے دیکھتے ہوئے قراقوش نے بھی اپنے گھوڑے کی باگیں کھینچ لی تھیں۔

اس موقع پر قراقوش نے احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

"کیا کوئی غیر معمولی معاملہ ہے میرے بھائی تم نے گھوڑے کی باگ کیوں کھینچ لی۔ کیا ہمیں بستی کی طرف نہیں جانا چاہئے۔"

احمد بن سعید کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی پھر وہ بول پڑا۔

"لگتا ہے راستے میں جو میرے اور تمہارے درمیان لائحہ عمل طے ہوا تھا اس کا ایک حصہ تم بھول رہے ہو بستی میں تو ہم داخل ہو جائیں گے لیکن ہمیں بستی کے سردار سے ملاقات کرنی ہے۔ سردار کے بیٹوں کے نام تو ہمیں یاد ہیں۔ بڑے کا نام باروقہ چھوٹے کا نام ایکارد لیکن سردار کا نام تو ہمیں پتا ہی نہیں ہے۔ ذرا اپنے پیچھے مڑ کر دیکھو جو کچھ پیچھے آ رہا ہے۔ مجھے اس کا انتظار ہے۔ اس سے میں بستی کے سردار کا نام پوچھوں گا۔ اس کے بعد ہم اپنی کارروائی کی ابتدا کریں گے۔"

احمد بن سعید کے ان الفاظ پر قراقوش چونک پڑا تھا۔ جب اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا تو ایک چرواہا اپنے چھوٹے سے ریوڑ کے ساتھ جو بکریوں اور بھیڑوں پر مشتمل تھا ہانکتا ہوا بستی کی طرف آ رہا تھا۔ جب وہ چوراہے کے قریب آیا تو ہاتھ کے اشارے سے احمد بن سعید نے اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ دیا۔

چھڑی ہلاتا ہوا وہ چرواہا بھاگ کر احمد بن سعید کے قریب آیا۔ احمد بن سعید وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے کہ چرواہے کا ریوڑ آگے نکل رہا تھا اور وہ اس کے اور ریوڑ کے

درمیان زیادہ فاصلہ نہ رہنے دینا چاہتا تھا اور جونہی وہ اس کے قریب آیا اس نے پوچھ لیا۔

"میرے بھائی کیا تم بتاؤ گے کہ اس بستی کے سردار کا نام کیا ہے؟"

"بستی کے سردار کا نام کمولس ہے۔" چرواہا جھٹ بول پڑا تھا۔

چرواہے کے جواب سے خوش ہو کر احمد بن سعید نے دوسرا سوال داغ دیا۔ "کیا یہ کمولس باروقہ اور ایکارد کا باپ ہے؟"

اس بار چرواہے نے کچھ نہ کہا لیکن اس نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ احمد بن سعید نے اس چرواہے کا شکریہ ادا کیا۔ پھر اسے جانے کی اجازت دے دی۔

چرواہا جب ذرا دور چلا گیا تب احمد بن سعید تھوڑی دیر تک قراقوش کی طرف دیکھتے ہوئے مسکراتا رہا پھر اس کی دھیمی رازدارانہ سی آواز سنائی دی۔

"قراقوش جو کچھ میں جاننا چاہتا تھا وہ میں نے چرواہے سے جان لیا ہے لیکن ایک سوال ...ا اس سے پوچھنا بھول گیا وہ کسی اور سے پوچھنے کی بجائے اسی چرواہے سے پوچھنا چاہئے تھا۔ ...ی کے سردار کا نام تو ہم جان چکے ہیں اب جو کارروائی ہم نے کرنی ہے اس کی ابتدا ہم خود ہی ...سکتے ہیں۔"

احمد بن سعید کے ان الفاظ سے قراقوش فکرمند سا ہو گیا تھا۔ اس نے جھٹ سے پوچھ لیا

"میرے عزیز! کون سا ایسا سوال ہے جو پوچھنا رہ گیا ہے۔"

اس پر احمد بن سعید نے اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی اور قراقوش کو اشارہ کیا۔ "میرے ...ز آؤ جو بھی پوچھنا ہے اسی چرواہے سے پوچھ لیتے ہیں وہ ابھی نزدیک ہی ہے اس کے بعد ...میں داخل ہوتے ہیں۔"

قراقوش نے کچھ کہے بغیر ایڑ لگا دی۔ پھر وہ اپنے گھوڑے کو احمد بن سعید کے ساتھ دوڑا...لے تھوڑی ہی دیر بعد انہوں نے چرواہے کو جا لیا۔ گھوڑے کو آہستہ آہستہ ہانکتے ہوئے ...ن سعید نے پھر اس چرواہے کو مخاطب کیا۔

"کیا تم بتا سکتے ہو بستی کے سردار کمولس کی حویلی کس طرف ہے؟"

لگتا تھا وہ چرواہا ان دونوں سے بڑا مرعوب دکھائی دے رہا تھا۔ دونوں کا لباس عمدہ قسم کا ... گلے میں ملیس لٹک رہی تھیں۔ جو سنہری تھیں ان کی وضع قطع لباس سے یوں لگتا تھا کہ

وہ کوئی امیر زادے ہیں جونہی احمد بن سعید نے سوال کیا چرواہا جھٹ سے پھر بول پڑا۔ ”بستی کے سردار کمولس کی حویلی بستی کے مغربی طرف ہے۔ تم ایسا کرو بستی میں داخل ہونے کے بعد ایک دوراہا آتا ہے اس پر تم دائیں جانب گھوم جانا دائیں جانب آگے بڑھتے ہوئے جو سب سے خوبصورت حویلی آئے گی اس کے سامنے رک جانا وہی سردار کمولس کی حویلی ہو گی۔“

احمد بن سعید نے اس کا شکریہ ادا کیا۔ پھر دونوں اپنے گھوڑوں کو بھگاتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے۔ سورج غروب ہو رہا تھا۔ فضاؤں کے اندر روشنی کے ساتھ تاریکیاں تانک جھانک کرنے لگی تھیں۔ سارا دن اپنے شباب پر لہراتی شام سے بغلگیر ہو کر سورج رخصت ہو رہا تھا۔

بستی میں داخل ہونے کے بعد جو دوراہا آیا۔ وہاں آکر احمد بن سعید اور قراقوش رکے۔ کچھ سوچا ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا پھر وہ دائیں جانب مڑے۔ اپنے گھوڑوں کو دلکی چال چلاتے ہوئے آگے بڑھنے لگے تھے۔ راستے میں جو سب سے عمدہ اور خوبصورت حویلی آئی اس کے سامنے وہ رک گئے۔ پھر قراقوش کی طرف دیکھتے ہوئے احمد بن سعید بول پڑا۔

”عزیز بھائی! خدا جھوٹ نہ بلوائے یہی بدمعاش کمولس اور اس کے بیٹوں کی حویلی ہے۔“

قراقوش کے جواب کا انتظار کئے بغیر گھوڑے پر بیٹھے ہی بیٹھے احمد بن سعید نے حویلی کے دروازے پر دستک دی تھی۔

تھوڑی ہی دیر بعد ایک مسلح جوان نے دروازہ کھولا۔ شاید وہ حویلی کا کوئی محافظ تھا۔ احمد بن سعید اور قراقوش کو دیکھتے ہوئے وہ کسی قدر مرعوب ہوا۔ وہ کچھ پوچھنا ہی چاہتا تھا کہ احمد بن سعید نے اسے مخاطب کیا۔

”میرے عزیز! ہم پرتگال کے مرکزی شہر سے آئے ہیں۔ پرتگال کے حکمران سینکو نے ہمیں روانہ کیا ہے۔ اس بستی کے سردار کمولس سے ہم ملنا چاہتے ہیں۔ کیا کمولس کی یہی حویلی ہے؟“

قبل اس کے کہ دروازہ کھولنے والا احمد بن سعید کے اس سوال کا جواب دیتا۔ ڈھلی ہوئی عمر کا ایک شخص دروازے پر نمودار ہوا۔ اسے دیکھتے ہوئے وہ مسلح جوان جس نے دروازہ کھولا تھا۔ تھوڑا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ایسا اس نے شاید آنے والے کی عزت افزائی کے لئے کیا تھا۔ آنے والا شخص تھوڑی دیر کے لئے گھوڑے پر سوار احمد بن سعید اور قراقوش کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول پڑا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

”اجنبی میں نہیں جانتا تم دونوں کس مقصد کے تحت میری طرف آئے ہو لیکن تم دونوں آنا میرے لئے مبارک ہے۔ میں تمہاری گفتگو سن چکا ہوں۔ تمہارا یہ کہنا کہ تمہیں ہمارے ن سینکو نے بھیجا ہے۔ ہمارے لئے خوش بختی کا باعث بھی بن سکتا ہے اور ہمارے لئے بختیاں بھی لا سکتا ہے۔ کیا ایسا ممکن نہیں کہ تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو آرام سے بیٹھ کر کہو۔ تم یلی میں آؤ مجھے میزبانی کا شرف بخشو دیوان خانے میں بیٹھو پھر کہو کیا کہنا چاہتے ہو؟“

احمد بن سعید اور قراقوش نے شاید پہلے سے کوئی معاملہ طے کر رکھا تھا۔ دونوں اپنے وڑوں سے اتر گئے۔ پھر اپنے گھوڑوں کی باگ چھوڑتے ہوئے احمد بن سعید آگے بڑھا اور ے مخاطب کیا۔

”اگر میری نظریں دھوکہ نہیں کھا رہیں تو میں بلا جھجک کہہ سکتا ہوں آپ ہی کمولس ں۔“ اس بوڑھے نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”تمہارا کہنا سچ ہے۔ کمولس میں ہی ہوں۔“ اس احمد بن سعید اور قراقوش نے باری باری آگے بڑھتے ہوئے اس سے پرجوش مصافحہ کیا۔ پھر اپنے گھوڑوں کی باگیں پکڑ کر حویلی میں داخل ہوئے۔

کمولس کی راہنمائی میں دونوں نے اپنے گھوڑوں کو اصطبل میں باندھ دیا۔ کمولس نے ں نوجوان کو جس نے دروازہ کھولا تھا گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنے کا حکم دیا۔ پھر وہ احمد بن ید اور قراقوش کو لے کر اپنی حویلی کے دیوان خانے میں داخل ہوا تھا۔ جب تینوں نشستوں پر ھ گئے تب کمولس نے ان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

”آنے والے دو معزز مہمانو اب کہو تم کیا کہنا چاہتے ہو؟“

کمولس کے اس استفسار پر احمد بن سعید نے کہنا شروع کیا۔

”جیسا کہ حویلی کے دروازے پر آپ ہماری گفتگو کا کچھ حصہ سن چکے ہیں۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ ہمیں محترم سینکو نے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ اسے خبر ملی تھی کہ لڑائی کے دوران اس کی بھتیجی مازن جسے عرف عام میں برق کلیسا کہا جاتا ہے گرفتار ہو گئی تھی۔ نہ جانے مسلمانوں نے اس کے ساتھ کیا سودا طے کیا کہ برق کلیسا کو انہوں نے رہا کر دیا۔ اس کے بعد سینکو کو یہ بھی خبر ملی کہ مسلمانوں سے رہائی حاصل کرنے کے بعد برق کلیسا نے اپنی سرزمینوں کا رخ کیا اور اس کے بعد وہ سینکو کے پاس نہیں پہنچی۔ کچھ لوگوں نے سینکو کو یہ اطلاع دی ہے کہ برق کلیسا کو جب رہا کیا گیا تو مسلمانوں نے اس کی حفاظت کے لئے دو محافظ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی روانہ کئے تھے۔ ان دو محافظوں کا پتا چل رہا ہے نہ ہی برق کلیسا کی کوئی خبر ہے۔"

"سینکو نے ہمیں آپ کی طرف اس لئے روانہ کیا ہے تاکہ ہم یہ دیکھیں کہ مسلمانوں سے رہائی پانے کے بعد کیا برق کلیسا نے آپ کے ہاں تو قیام نہیں کیا۔ سینکو کا کہنا ہے کہ مسلمانوں سے آزادی حاصل کرنے کے بعد برق کلیسا اگر کہیں ٹھہر سکتی ہے تو وہ آپ کی حویلی ہے۔ اس لئے کہ آپ کے ہاں اس کا اپنے چچا سینکو کے ساتھ آنا جانا تھا۔"

"محترم کمولس اگر آپ برا نہ مانیں تو کیا میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ آپ کے بیٹوں کے نام باروقہ اور ایکارد ہیں۔ ہمیں یہی نام سینکو نے بتائے تھے اور ہدایت کی تھی اگر برق کلیسا نے آپ کے ہاں قیام نہ کیا ہو تو پھر کمولس سے گزارش کی جائے کہ وہ اپنے بیٹے باروقہ اور ایکارد کو اس کام پر لگائے اور وہ برق کلیسا کو تلاش کریں۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو سے کمولس کسی قدر فکر مند ہو گیا تھا۔ پھر وہ بول پڑا۔

"میں کتنا احمق ہوں کہ میں نے ابھی تک تم دونوں کے نام نہیں پوچھے۔ پہلے اپنے نام بتاؤ اس کے بعد میں گفتگو کا آغاز کرتا ہوں۔"

جواب میں احمد بن سعید فوراً بول پڑا۔ "میرا نام بوربان ہے اور میرے ساتھی کا نام تکفور ہے۔"

کمولس نے کچھ سوچا پھر دوبارہ اس نے گفتگو کا آغاز کیا۔

"بوربان اور تکفور میرے بیٹوں کے نام واقعی باروقہ اور ایکارد ہیں۔ برق کلیسا کے متعلق ایسی گفتگو کر کے تم نے مجھے عجیب سی شش و پنج اور تفکرات میں ڈال دیا ہے۔"

یہاں تک کہتے کہتے کمولس رک گیا۔ اس لئے کہ باہر گھوڑوں کے ہنہنانے کی آواز سنائی دی تھی۔ اس پر کمولس اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر باہر نکلتے ہوئے کہنے لگا۔ "تم دونوں بیٹھو میرے بیٹے آ گئے ہیں اس لئے کہ وہ شام کے وقت گھوڑ دوڑ کے لئے جاتے ہیں۔" پھر احمد بن سعید اور قراقوش کے جواب کا انتظار کئے بغیر وہ باہر چلا گیا تھا۔

اس نے سیدھا اصطبل کا رخ کیا وہاں دو جوان اپنے گھوڑوں کو باندھ رہے تھے۔ گھوڑے باندھنے کے بعد وہ کمولس کے پاس آئے۔ جو اصطبل کے باہر ہی کھڑا ہو گیا تھا۔ اصطبل کے باہر جلتی ہوئی مشعل کی روشنی میں ان دونوں جوانوں نے دیکھا کمولس پریشان تھا۔ دونوں اس کے قریب آئے پھر بڑا بیٹا باروقہ بول پڑا۔

"اے میرے باپ ہم دیکھتے ہیں آپ کچھ اداس پریشان ہیں کیا بات ہے آپ ہمارے پیچھے اصطبل کی طرف کیوں آئے ہیں۔" اس پر کمولس فکر مند سے لہجے میں بول پڑا۔

"میرے بچو لگتا ہے بدبختی اور انہونی ہمارے پیچھے لگ گئی ہے۔ سینکو کی طرف سے دو جوان آئے ہیں ایک کا نام بوربان' دوسرے کا نام تکفور ہے۔ سینکو نے انہیں ہماری طرف روانہ کیا ہے۔ برق کلیسا ابھی تک اس کے پاس نہیں پہنچی۔ اسے یہ تو خبر ہو گئی ہے کہ برق کلیسا کو مسلمانوں نے آزاد کر دیا ہے اور اس کی حفاظت کے لئے دو مسلح جوان بھی روانہ کئے تھے۔ سینکو نے ان دو جوانوں کو بھیجا ہے تاکہ برق کلیسا کو تلاش کریں۔ سینکو نے یہ بھی پیغام بھجوایا ہے کہ نہ وہ دو جوان ملتے ہیں نہ برق کلیسا۔ اب سوچو کہ ہمارے لئے مسائل نہ اٹھ کھڑے ہوں گے۔"

اس کی ساری گفتگو پر دونوں بھائی رازدارانہ سا مشورہ کرتے رہے۔ پھر وہ کسی بات پر متفق ہو گئے تھے۔ اس دوران ان کی ایک اور بدبختی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس لئے کہ کمولس جس وقت اٹھ کر اصطبل کی طرف گیا تھا اس کی پیچھے پیچھے احمد بن سعید اور قراقوش بھی دیوان خانے سے نکلے تھے۔ حویلی کے آخری سرے پر جو مدور ستون بالکل اصطبل کے قریب تھے اس کی اوٹ میں ہو کر وہ ساری گفتگو سننے لگے تھے۔

دونوں بھائیوں نے مشورہ کرنے کے بعد جو فیصلہ کیا اس سے اپنے باپ کو آگاہ کرنے کے لئے باروقہ بول پڑا۔

"اے میرے باپ ہمارے لئے نہ کوئی بدبختی اٹھی ہے نہ کسی انہونی نے ہماری حویلی کا رخ کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے سارے ہی کام آسان ہو گئے ہیں۔ برق کلیسا اگر سینکو کے پاس نہیں پہنچی تو یہ بہت ہی اچھا ہے۔ اگر وہ سینکو کے پاس پہنچتی تو واقعی اس سے ہماری شکایت کرتی کہ ہم نے اسے بے آبرو کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگر یہ خبر سینکو کے پاس پہنچ جاتی تو سینکو ضرور ہمارے خلاف کوئی تادیبی کارروائی کرتا۔"

"برق کلیسا جو سینکو کے پاس نہیں پہنچی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ وہ دل سے اسلام قبول کر چکی ہے اور مسلمانوں کے علاقوں کی طرف بھاگ گئی ہے۔ اور وہ مسلمانوں کے دو جوان جو محافظ کے طور پر اس کے ساتھ آئے تھے اور جنہیں ہم نے قتل کیا تھا ان کو کوئی اہمیت ہی نہیں دے گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہتے کہتے باروقہ جب رکا تو اس کے باپ کمولس نے اسے مخاطب کیا۔

"میرے بیٹے اگر کسی نے سینکو تک یہ خبر پہنچادی کہ برق کلیسا نے ہماری حویلی میں قیام کیا تھا تو پھر کیا بنے گا۔ اور یہ دو جوان جن کے نام بوربان اور ککفور ہیں ان سے ہم کیا کہیں۔"

جواب میں باروقہ نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا پھر اپنے باپ کو مخاطب کرکے کہنے لگا۔

"اے میرے باپ میں نے آپ سے کہا نا کہ ہمارے سارے کام آسان ہو چکے ہیں۔ برق کلیسا بھی شام ڈھلنے کے بعد ہماری حویلی میں آئی تھی۔ بستی کے کسی شخص نے اسے ہماری حویلی میں نہ آتے دیکھا نہ جاتے دیکھا۔ نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ ہم نے اس کے محافظوں کو قتل کرکے دفن کردیا ہے۔"

"اب رہے آپ کے یہ خدشات کہ یہ دو جوان آئے ہیں ان کا ہم کیا کریں تو ان کا حشر بھی برق کلیسا کے دونوں محافظوں جیسا کرتے ہیں۔ یہ بھی شام ڈھلنے کے بعد آئے ہیں کسی نے انہیں ہماری حویلی کی طرف آتے دیکھا ہی نہ ہوگا اور نہ ہی انہیں کوئی جاتا ہوا دیکھے گا۔ اس لئے کہ ان دونوں کا حال بھی ہم دونوں مسلمان محافظوں جیسا کریں گے۔"

"اگر اس کے بعد سینکو مزید اپنے جوان ہماری طرف بھیجتا ہے اور برق کلیسا یا ان دونوں جوانوں کا پوچھتا ہے تو ہم یہ کہیں گے کہ یہ دو جوان تو ہماری طرف آئے ہی نہیں۔ ساتھ ہی ہم یہ خدشات ظاہر کردیں گے کہ کسی نے برق کلیسا کا کام تمام کردیا ہے اور جس نے برق کلیسا کو ٹھکانے لگایا ہے اس نے ان دو جوانوں کو بھی موت کی گھاٹ اتار دیا ہے تاکہ برق کلیسا کی کوئی خبر سینکو تک نہ پہنچ سکے۔ میرے خیال میں اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو سینکو کی طرف سے ہمیں کسی خطرے کا اندیشہ نہ رہے گا۔"

باروقہ کی اس گفتگو سے اس کے باپ کمولس نے فکرمند سے لہجے میں اسے مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"اے میرے بیٹے جو کچھ تم نے کہا ہے کہنے کی حد تک تو یہ بڑا آسان ہے پر یہ بتاؤ تم ان دونوں کو کیسے ختم کرو گے۔ یہ نہ ہو ان کے ساتھ ساتھ برق کلیسا اور اس کے دو محافظوں کی مصیبت ہمارے سر آن پڑے۔"

جواب میں باروقہ نے مکروہ قہقہہ لگایا۔ پھر اپنے باپ کو مخاطب کرکے وہ کہہ رہا تھا۔

"اے میرے باپ آپ کو فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آنے والوں کے قتل میں ملوث ہوں گا نہ میرا بھائی نہ آپ۔ حویلی کے جو دو محافظ ہیں انہیں ہی استعمال کیا جائے گا۔ ابھی ہم تینوں دیوان خانے کی طرف جاتے ہیں مہمانوں کی بہترین آؤ بھگت کرتے ہیں میں اور چھوٹا بھائی دونوں مل کر ان کے قیام کا عمدہ بندوبست کرتے ہیں۔ اس دوران میں حویلی کے دو محافظوں کو سارا معاملہ سمجھادوں گا۔ جب وہ سو جائیں گے تو دونوں محافظ مسلح ان کے کمرے میں جائیں گے اور دونوں کا کام تمام کردیں گے اور رات ہی کے وقت ان کی لاشوں کو حویلی کے پچھواڑے میں باغ کے اندر دفن کردیں گے۔ میرے خیال میں ایسا کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو کسی کو خبر تک نہ ہوگی کہ سینکو کے آدمی یہاں آئے اگر آئے تھے تو ان کا کیا انجام ہوا۔ اس طرح کسی بھی مصیبت سے بچ جائیں گے۔ اب خداوند سے دعا ہے کہ برق کلیسا مسلمانوں کے علاقے ہی میں رہے۔ سینکو کے پاس نہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس میں کسی قسم کی تبدیلی نہ ہوگی۔"

یہاں تک گفتگو سننے کے بعد دبے پاؤں احمد بن سعید اور قراقوش پیچھے ہٹ گئے اور دوبارہ دیوان خانے میں بیٹھ گئے تھے۔ ابھی انہیں وہاں بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ کمولس دونوں بیٹوں کے ساتھ دیوان خانے میں داخل ہوا۔ انہیں دیکھتے ہوئے احمد بن سعید اور دونوں کھڑے ہوئے۔ کمولس نے تعارف کروایا یہ دونوں میرے بیٹے ہیں۔ بڑے کا باروقہ چھوٹے کا نام ایکارد ہے۔ کمولس کے دونوں بیٹے آگے بڑھے اور احمد بن سعید اور کے ساتھ مصافحہ کیا۔ پھر باروقہ نے دونوں کو مخاطب کیا۔

"ہمارے باپ نے آپ کے ناموں سے بھی آگاہ کردیا ہے اور آپ کے آنے کی وجہ بھی ہے۔ برق کلیسا کا سن کر ہمیں بڑا افسوس ہوا کہ وہ ابھی تک سینکو کے پاس نہیں پہنچی۔ کہ سینکو ہمارا مربی، ہمارا محسن ہے اس لحاظ سے اس کی بھتیجی جس نے عالم نصرانیت کے ت بڑا کام سرانجام دیا ہے مسلمانوں کے خلاف اس نے بڑے بڑے معرکے سر کئے۔ مسلمانوں کے ہاتھوں آزاد ہونے کے بعد سینکو کے پاس نہ پہنچنا بڑا افسوس ناک ہے۔"

"اس سے بھی بڑا افسوس ناک یہ حادثہ لگتا ہے کہ مسلمانوں نے رحمدلی سے کام لیتے کر اسے رہا کردیا تھا اور اپنے دو محافظ بھی بھجوائے تو پھر برق کلیسا کے ساتھ وہ دونوں ں چلے گئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ برق کلیسا کو کسی نے ٹھکانے لگادیا ہو اور اس کے ساتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دونوں محافظ بھی مارے گئے ہوں۔ اگر ایسا ہوا ہے تو پھر یہ عالم نصرانیت کے لئے بڑی بدقسمتی کی بات ہے۔ برق کلیسا جس نے مسلمانوں کے خلاف گزشتہ جنگ میں بہترین کارہائے نمایاں انجام دیئے اس کا یوں گم ہو جانا یا کسی کے ہاتھوں گمنامی کی موت مارا جانا ہمارے لئے بہت بڑا نقصان ہے۔ بہرحال میں آپ سے یہ گزارش کروں کہ برق کلیسا نے ہمارا رخ نہیں کیا۔ اگر وہ ہمارے ہاں آتی تو ہم اس کی بہترین خاطرمدارات کرتے اور مسلمانوں کے دو محافظ جو اس کے ساتھ آئے تھے ان کا بھی احترام کرتے۔ اس لئے کہ وہ کم از کم اس کی حفاظت کے لئے آئے تھے۔ انہیں ہم انعام و اکرام سے نواز کر واپس بھجوا دیتے۔ لیکن ہائے بدقسمتی کہ نہ برق کلیسا یہاں آئی نہ دو مسلمان محافظوں نے ہمارا رخ کیا اب آپ ہی بتائیں ہم کیا کر سکتے ہیں؟" احمد بن سعید اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ "اگر برق کلیسا مسلمان محافظوں کی ساتھ آپ کے پاس نہیں آئی تو ہمارا کام ختم ہوا میرے خیال میں ہم واپس جاتے ہیں اور سینکو کے پاس جا کر اسے اطلاع کرتے ہیں کہ برق کلیسا نے محترم کمولس کے ہاں قیام نہیں کیا وہ کہیں اور چلی گئی ہے یا کسی حادثے کا شکار ہو گئی ہے۔"

اس پر چونکتے ہوئے باروقہ بول پڑا۔

"نہیں نہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے سینکو ہمارے لئے بڑا محترم اور باعزت ہے۔ اس کے ساتھ ہمارے بڑے عمدہ تعلقات ہیں۔ اس طرح سے وہ ہمارا مہربان ہمارا مربی ہمارا محسن ہے۔ آپ دونوں اس کی نمائندے ہیں۔ لہٰذا اس کی نسبت سے آپ بھی ہمارے لئے بڑے محترم ہیں۔ آج رات آپ ہمارے ہاں قیام کیجئے۔ ہمیں میزبانی کا شرف بخشئے اور ہمیں خاطرمدارات کرنے دیجئے۔ آنے والی صبح کو آپ کو تحائف کے ساتھ رخصت کیا جائے گا۔ اس میں کچھ تحائف سینکو کے لئے بھی ہوں گے کچھ آپ دونوں کے لئے۔ میرے خیال میں آپ میری تجویز سے انکار نہیں کریں گے۔"

اس پر احمد بن سعید بے بس سا ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ "اگر آپ لوگ ایسا چاہتے ہیں تو یونہی سہی۔"

اس کے بعد کمولس احمد بن سعید اور قراقوش کے پاس بیٹھ گیا۔ باروقہ اور ایکارد دونوں بھائیوں نے ان کے لئے بہترین کھانے کا انتظام کیا۔ کھانا کھانے کے بعد وہ دونوں احمد بن سعید اور قراقوش کو کمرے میں لے گئے جہاں ان کے ٹھہرنے کا عمدہ انتظام کیا گیا تھا۔ پھر وہاں ان کو

انے کے بعد باروقہ اور ایکارد اس کمرے سے چلے گئے تھے۔

*

ان دونوں بھائیوں کے جانے کے بد احمد بن سعید اور قراقوش تھوڑی دیر تک خاموش ھے رہے۔ احمد بن سعید نے اس موقع پر قراقوش کو مخصوص اشارہ کیا جس کا مطلب یہ تھا کہ یں کچھ دیر تک خاموش رہنا چاہیئے۔ پھر احمد بن سعید قراقوش کے بالکل قریب ہو بیٹھا اور ں سے سرگوشی کرنے لگا۔

"قراقوش میرے بھائی لگتا ہے دشمن کی سرزمینوں تک قدرت ہماری پوری طرح ہنمائی اور حمایت کر رہی ہے۔ اس طرف آتے ہوئے میں سوچ رہا تھا کہ دشمن کے ساتھ ں طرح نبٹیں گے۔ لیکن راہیں آپ سے آپ اور خود بخود کھل رہی ہیں۔ یہ لوگ ہمارے محافظوں کا خاتمہ کرنے کے بعد ہم دونوں کی جانوں کے بھی درپے ہیں لیکن میرے خدا نے ا تو آج رات کی تاریکی ہی میں میں ان دونوں کو ہی نہیں ان کے باپ کو بھی موت کے گھاٹ ر کر تمہارے ساتھ کوچ کر جاؤں گا۔"

"قراقوش میرے بھائی انہوں نے جو ہمارے خلاف مکرو فریب کا جال پھینکا ہے اسے انشاء ہم دونوں کمزور گھاس کے تنکوں اور امیدوں کے کچے دھاگوں کی طرح توڑتے ہوئے نکل یں گے۔ یہ جو ہمارے خاتمے کے درپے ہیں تو الٹا ہم دونوں انشاء اللہ ان کی زندگی کے افق یں ہر قسم کی حمایت و نصرت سے محروم کر کے ان کی آخری امیدیں تک چھین لے جائیں ے۔"

"قراقوش میرے بھائی! تھوڑی دیر تک یہیں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ کمرے کا دروازہ ر دیتے ہیں۔ لیکن دروازے کو اندر سے زنجیر نہیں لگائی جائے گی۔ ہمارے لئے جو بستروں ظام کیا گیا ہے بستروں کے تکیوں اور چادروں سے اس طرح شکل بنا دی جائے گی جیسے ہم ں اپنے بستروں میں سوئے ہوئے ہیں۔ جبکہ میں اور تم اس وقت تک چوکس رہیں گے وقت تک یہ دونوں بھائی یا ان کے محافظ ہمارے خلاف حرکت میں نہیں آتے۔"

"ہم دونوں اس طرح کریں گے کہ اپنے بستروں کے بجائے دروازے کے پاس جا کر ے ہو جائیں گے۔ دروازے کے دائیں طرف میں اور بائیں طرف تم۔ دونوں یہاں بیٹھ رام کریں گے۔ رات کے جس حصے میں بھی کوئی آئے گا لازمی یہی دروازہ کھول کر آئے گا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس لئے اس کمرے کا یہی دروازہ ہے۔ جونہی کوئی اندر آئے ہمیں وہیں اپنے کام کی ابتدا کر دینی چاہئے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ باروقہ اور ایکارد دونوں بھائی ہمارے خلاف کیا قدم اٹھاتے ہیں۔ بلکہ وہ تینوں کیا قدم اٹھاتے ہیں کیونکہ ان کا باپ بھی اس سازش میں برابر کا شریک ہے۔"

"ظاہر ہے وہ اس وقت ہم پر حملہ آور ہونے کی کوشش کریں گے جب ان کے خیال کے مطابق ہم گہری نیند سو چکے ہوں گے۔ اگر ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے ان کے دو محافظ اندر آتے ہیں تو پھر جونہی وہ اس دروازے سے داخل ہوتے ہیں ایک کی گردن تم پکڑ لینا دوسرے کی میں دونوں کا گلا گھونٹ کر خاتمہ کر دیں گے۔ اس کے بعد ہمیں کیا کرنا ہے حالات کے مطابق حرکت میں آتے رہیں گے۔"

"قراقوش میرے بھائی اگر ہم پر حملہ آور ہونے کے لئے دو سے زیادہ مسلح جوان داخل ہوتے ہیں تو پھر ہمیں کسی قسم کی غفلت سے کام نہیں لینا چاہئے۔ جونہی وہ اندر آتے ہیں ہم ان پر حملہ آور ہوں گے ان کا خاتمہ کر دیں گے اس کی بعد اگلا قدم اٹھائیں گے۔"

جب دونوں اس تجویز پر متفق ہو گئے تب احمد بن سعید اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس کمرے کا دروازہ اس نے بند کر دیا تھا۔ کمرے کا دروازہ بھی عجیب تھا اندر سے زنجیر نہ تھی جسے بند کیا جا سکتا وہ دروازے کو بند بھی نہیں کرنا چاہتے تھے۔ کچھ دیر تک دونوں اپنی اپنی مسہری پر بیٹھ کر گفتگو کرتے رہے۔ انہوں نے اپنے بستروں کی شکل اس طرح بنا دی جس طرح وہ اپنے بستروں میں گہری نیند سو رہے ہوں۔ پھر وہاں سے اٹھ کر وہ دروازے کے دائیں بائیں مسلح ہو کر بیٹھ گئے تھے۔ آدھی رات سے تھوڑا پہلے دروازے کو کسی نے آہستہ آہستہ کھولا تھا۔ احمد بن سعید اور قراقوش جاگ رہے تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اپنی تلواروں اور ڈھالوں پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے وہ اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے دروازہ پورا کھلا۔ دو مسلح جوان اندر داخل ہوئے۔ جونہی وہ اندر داخل ہوئے احمد بن سعید اور قراقوش نے ان دونوں کو گردن سے پکڑ لیا دونوں کا گلا گھونٹ کر وہیں ان کا خاتمہ کر دیا تھا۔

ان دونوں کو اپنے بستروں میں ڈالنے کے بعد احمد بن سعید اور قراقوش اپنی چرمی خرجینیں سنبھالتے ہوئے کمرے سے باہر نکلے۔ کمرے کو انہوں نے باہر سے زنجیر لگائی پھر ساتھ والے

سروں کی طرف گئے۔

انہوں نے دیکھا ساتھ والے کمرے میں باروقہ اور ایکارد دونوں سوئے ہوئے تھے اور اس سے اگلے کمرے میں ان کا باپ کمولس تھا۔

کچھ سوچتے ہوئے احمد بن سعید نے کمولس کے کمرے کو باہر سے زنجیر لگا دی پھر وہ قراقوش کے ساتھ اس کمرے کے سامنے آیا جس کے اندر باروقہ اور ایکارد سوئے ہوئے تھے۔

احمد بن سعید نے دروازے کو تھوڑا سا پیچھے دھکیلا لیکن دروازہ اندر سے بند تھا۔ احمد بن سعید تھوڑا سا پیچھے ہٹا' سوچا اس کے بعد تیزی سے آگے بڑھا اور اس زور سے اپنا شانہ دروازے کو مارا کہ دروازے کے دونوں پٹ ٹوٹ کر اندر گر گئے تھے۔

دروازہ ٹوٹ کر گرنے سے باروقہ اور ایکارد دونوں بھائی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے تھے۔ وہ اپنے آپ کو مسلح کرنا چاہتے تھے کہ احمد بن سعید اور قراقوش اتنی دیر تک بھاگتے ہوئے کمرے میں داخل ہوئے پھر انہوں نے اپنی تلواریں برسائیں باروقہ اور ایکارد دونوں بھائیوں کا ایک ساتھ انہوں نے خاتمہ کر کے رکھ دیا تھا۔

دونوں وہاں سے نکلے جس طرح انہوں نے پہلا کمرہ کھولا تھا اس طرح کمولس کے کمرے کے دروازے کو توڑتے ہوئے وہ اندر داخل ہوئے۔ کمولس اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ تیزی سے آگے بڑھتے ہوئے احمد بن سعید اور قراقوش دونوں اس کے سامنے جا کھڑے ہوئے ان دونوں کی تلواریں ابھی تک خون آلود تھیں۔ کمولس سارا معاملہ سمجھ چکا تھا خوف اور ڈر کے مارے اپنی مسہری کے قریب تھر تھر کانپ رہا تھا کہ احمد بن سعید نے اسے مخاطب کیا۔

"اس بڑھاپے میں تم بھیڑ کی کھال میں انتہائی خونخوار اور خطرناک بھیڑیئے ہو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم پرتگال کے حکمران سینکو کے دوست ہو لیکن تم نے اس کے ساتھ اپنی دوستی کا حق ادا نہیں کیا۔ ہم تمہیں یہ نہیں بتائیں گے کہ ہم دونوں کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں اور کیا چاہتے ہیں ہم جو کچھ چاہتے ہیں۔ ہم جو کچھ چاہتے تھے اس کی تکمیل کر چکے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے مسلمانوں سے آزادی حاصل کرنے کے بعد برق کلیسا نے تیری حویلی میں قیام کیا تھا۔ دو مسلمان محافظ بھی اس کے ساتھ تھے۔ جن کا تمہارے بیٹوں نے خاتمہ کر دیا تھا۔ برق کلیسا کو تمہارا بیٹا بے آبرو کرنا چاہتا تھا۔ پر وہ انجانی منزلوں کی طرف یہاں سے بھاگنے میں کامیاب ہو گئی۔ اس ساری کارستانی میں کمولس تم شامل تھے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اور پھر تم نے ہمارے خلاف بھی سازش تیار کی۔ اپنے بیٹوں کے ساتھ مل کر ہمیں ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا۔ دیکھو میں تمہاری موت سے پہلے تم پر انکشاف کروں کہ جو محافظ تم لوگوں نے ہمیں ٹھکانے لگانے کے لئے مقرر کئے ان کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ تمہارے دونوں بیٹوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں۔ اب تمہاری باری ہے۔"

قبل اس کے کہ کمولس جواب میں کچھ کہتا احمد بن سعید کی تلوار اٹھی اور کمولس کا اس نے خاتمہ کر دیا تھا۔ دونوں نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کیا اپنی تلواریں انہوں نے کمولس کے بستر سے صاف کرتے ہوئے نیام میں کیں پھر وہ اصطبل کی طرف گئے۔ اپنے گھوڑوں کو انہوں نے کھولا تیزی سے نکلے سوار ہوئے اور انہیں ایڑ لگاتے ہوئے وہ واپسی کے سفر پر روانہ ہو گئے تھے۔



امیر یعقوب المنصور نے شلب کے قاضی عدید بن عروان اور قلعہ دار صریم بن طریق کو ب میں ان کے عہدوں پر بحال کر دیا تھا۔ وہ دونوں اپنے اہل خانہ کے ساتھ شلب جا چکے ۔ ایک روز قاضی عدید بن عروان اپنی حویلی کے کمرے میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ بیٹھا لو کر رہا تھا کہ حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تھی۔ اس وقت سورج غروب ہو چکا تھا وگ مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔

قاضی عدید بن عروان اپنی جگہ سے اٹھا اپنے اہل خانہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔ " یکھتا ہوں دروازے پر دستک دینے والا کون ہے۔" ساتھ ہی وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔

جب قاضی عدید نے دروازہ کھولا تو دنگ رہ گیا۔ اس لئے کہ دروازے پر ایک سوار کھڑا وہ دبلا پتلا کسے ہوئے بدن کا تھا۔ گھوڑا اس کا بڑا قیمتی اور توانا لگتا تھا۔ اس سوار نے سفید ، کی ایک باریک چادر سے اپنے جسم کا زیادہ حصہ اور چہرہ ڈھانپا ہوا تھا۔ قاضی عدید بن ن کو دیکھتے ہی آنے والا سوار بول پڑا۔

"اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ شلب کے قاضی عدید بن عروان ہیں۔" قاضی عدید دنگ ۔ اس لئے کہ اسے مخاطب کرنے والا کوئی نوجوان نہیں بلکہ نوعمر لڑکی کی آواز تھی۔ کچھ ضی عدید بن عروان سوچوں میں کھویا رہا۔ اس کے بعد اس نے اس کی طرف دیکھا۔

"بیٹی میں نہیں جانتا تو کون ہے میری حویلی کے دروازے پر تو نے کیوں دستک دی ہے۔ بتاؤ کون ہو اور کیا چاہتی ہو؟"

لڑکی فوراً بول پڑی۔

"کیا آپ مجھے اندر آنے کے لئے نہ کہیں گے۔"

قاضی عدید نے ایک بار پھر شک و شبہ کی نگاہ سے اس کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ "تم نے رے سوال کا جواب نہیں دیا کہ تم کون ہو اور کیا چاہتی ہو؟"

جواب میں اس لڑکی نے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر کہنے لگی۔ "محترم قاضی آپ بھی عجیب ہیں،

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیٹی بھی کہہ کر پکارتے ہیں' یہ بھی پوچھتے ہیں کہ میں کیا چاہتی ہوں۔ کون ہوں اور اندر آنے کے لئے نہیں کہتے۔"

ان الفاظ پر قاضی عدید بن عروان تھوڑا سا شرمندہ ہو گیا۔ حویلی کا دروازہ اس نے کھول پھر کہنے لگا۔

"اگر یہ معاملہ ہے تو بیٹی اندر آ جاؤ۔"

گھوڑے پر سوار وہ لڑکی اندر داخل ہوئی۔ صحن میں آ کر وہ اپنے گھوڑے سے اتر گئی پھر جس سفید رنگ کی پتلی چادر سے اس نے اپنا جسم اور چہرہ ڈھانپ رکھا تھا وہ اس نے ا دی۔ وہ برق کلیسا مازن تھی۔

قاضی عدید بن عروان حویلی کا دروازہ بند کرنے کے بعد برق کلیسا کے قریب گیا تو برق کلیسا نے عدید بن عروان کو مخاطب کیا۔

"میرے بزرگ میں نہیں جانتی کہ آپ میرے متعلق کیا سوچ رہے ہوں گے۔ پہلے م اپنا تعارف کروا دوں۔ اس کے بعد جو فیصلہ آپ میرے حق میں کریں گے میں اسے بخوشی قبو کر لوں گی۔ پہلی بات تو میں آپ سے یہ کہتی ہوں کہ آپ کی حویلی میں پناہ حاصل کرنے کے لئے آئی ہوں۔ میرا نام مازن ہے۔ عیسائی دنیا میں مجھے برق کلیسا کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ می پرتگال کے حکمران سینکو کی بھتیجی ہوں۔"

"میرے خیال میں آپ میرے متعلق جانتے ہوں گے۔ میرے متعلق سن بھی رکھا ہو لیکن مجھے آپ شکل سے نہیں پہچانتے۔ آپ نے یہ بھی سن رکھا ہو گا کہ گزشتہ جنگ میں مسلمانوں کے سالار احمد بن سعید نے مجھے گرفتار کر لیا تھا۔ اور فراخدلی سے کام لیتے ہوئے ا نے مجھے رہا کر دیا تھا۔ اس کے بعد مجھے میرے گھر تک پہنچانے کے لئے احمد بن سعید نے د محافظ بھی ساتھ کئے لیکن برا ہو ہمارے جاننے والے ایک بستی کے سردار کا اس نے ان دونوں محافظوں کو قتل کر دیا۔ اس کے بیٹے نے مجھے بے آبرو کرنا چاہا پر میں بھاگ کر آپ کے پاس گئی۔ اس لئے کہ میں اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں۔"

قاضی عدید بن عروان اس انکشاف پر دنگ رہ گیا۔ کچھ دیر تک گردن جھکا کر سوچتا رہا۔ اس کے بعد بول پڑا۔

"سن میری بیٹی جو حالات تم نے بتائے ہیں میں ان سے پہلے سے واقف ہوں۔ پر میں ی

کیسے جان لوں کہ جو تم نے کہا ہے وہ خلوص پر مبنی ہے۔ میں کیسے اعتبار کر لوں کہ مسلمانوں کے خلاف اس قدر خوں ریزی کے ساتھ جنگوں میں حصہ لینے والی پرتگال کے حکمران کی بھتیجی خلوص دل سے اسلام قبول کرنا چاہتی ہے۔ میں اپنے دل کو یہ کیسے ڈھارس دے لوں کہ میری حویلی میں داخل ہونے کے بعد تم میرے ساتھ کوئی فریب' کوئی دھوکہ نہ کرو گی۔"

قاضی عدید کی اس گفتگو سے برق کلیسا کی گردن جھک گئی تھی کچھ دیر تک وہ کچھ سوچتی رہی۔ پھر اس نے لرزتی ہوئی آواز میں بولنا شروع کیا۔

"جو کچھ آپ نے کہا ہے وہ اپنی جگہ درست ہے میرے پاس الفاظ نہیں جنہیں استعمال کرتے ہوئے میں آپ کو یقین دلاؤں کہ میں خلوص نیت کے ساتھ اسلام قبول کرنا چاہتی ہوں۔ اور پناہ چاہتی ہوں۔ میرے اسلام کی طرف مائل ہونے کی خبر پرتگال میں پھیل چکی ہو گی۔ لہٰذا میرا چچا سینکو ہر صورت میں مجھے حاصل کرنے یا قتل کرانے کی کوشش کرے گا۔ میں صرف آپ کے ہاں پناہ لینا چاہتی ہوں۔ اگر آپ مجھ پر اعتماد یا بھروسہ نہیں کرتے تو کم از کم مجھے آپ ایک کمرے کے اندر بند کر دیں دو وقت کی روٹی دے دیں۔ میں آپ کے ہاں ایک اسیر اور قیدی کی سی زندگی بسر کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں صرف پناہ چاہتی ہوں اور دوسری بڑی بات یہ کہ آپ کی حویلی پر دستک اس لئے دی ہے کہ آپ مجھے حلقہ بگوش اسلام کریں گے۔ مجھے اسلام کی تبلیغ کرتے رہیں گے۔ تاکہ میں اسلام کی عبادت اور ارکان سے پوری طرح واقف ہو جاؤں۔"

قاضی عدید نے جواب میں کچھ سوچا اس کے بعد اسے مخاطب کیا۔

"سن میری بیٹی میری بچی جو کچھ تو کہہ رہی ہے اگر تیرا کہنا خلوص نیت پر مبنی ہے تو اپنی حویلی میں تجھے خوش آمدید کہتا ہوں۔ تجھے پناہ دوں گا۔ تجھے حلقہ بگوش اسلام بھی کروں گا۔ بیٹی کی حیثیت سے تیری خدمت بھی کروں گا۔" پھر قاضی عدید آگے بڑھا اور اس کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہنے لگا۔

"میں تمہارے گھوڑے کو اصطبل میں باندھتا ہوں۔ اس کے بعد تمہیں حویلی کے اندرونی حصے کی طرف لے جاتا ہوں۔" مازن نے گھوڑے کی لگام قاضی عدید کو نہیں دی اور کہنے لگی۔ "آپ میرے ساتھ چلئے جہاں گھوڑا باندھنا ہے میں خود وہاں گھوڑے کو باندھوں گی۔ آپ کو اپنے گھوڑے کی باگ دے کر میں اپنے آپ کو گناہ گار نہیں کرنا چاہتی۔"

جواب میں قاضی عدید ہنس دیا۔ بائیں طرف چھوٹا سا اصطبل تھا۔ قاضی عدید اسے وہا
لے گیا۔ مازن نے اپنے گھوڑے کو وہاں باندھا اس کی زین دہانہ اتار کر ایک طرف رکھ دیا
گھوڑے کے آگے جو پکی ناند بنی ہوئی تھی اس میں پہلے سے چارہ تھا۔ گھوڑا بڑی تیزی سے م
مارنے لگا تھا۔ گھوڑے کی زین کے ساتھ چمڑے کے بڑے تھیلے کے اندر مازن کا سامان تھا۔
اس نے لیا اور قاضی عدید کے ساتھ ہولی۔

قاضی عدید اسے اپنی حویلی کے دیوان خانے میں لایا ایک نشست کی طرف اشارہ کر
ہوئے کہنے لگا۔

"میری بیٹی تم یہاں بیٹھو میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی قاضی عد
دیوان خانے سے نکل گیا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد قاضی عدید دیوان خانے میں داخل ہوا اور مازن کے سامنے بیٹھ گیا
اور بڑی خوش طبعی سے اسے مخاطب کیا۔

میری بیٹی میں نے اپنے بیٹے کو ایسے لوگوں کی طرف روانہ کیا ہے جو تمہارے جان
والے ہیں۔ جب وہ یہاں آئیں گے تم انہیں اور وہ تمہیں پہچان لیں گے۔ مجھے امید
تمہیں یہاں دیکھ کر وہ بہت خوش ہوں گے اور تم انہیں دیکھ کر خوشی کا اظہار کرو گی۔ میں
تمہاری خواہش تمہاری گفتگو میں خلوص کا شائبہ دیکھا ہے۔ میں تمہارے خلوص کی قدر کروا
گا۔ یہ جان کر تمہاری حفاظت اور کفالت کروں گا کہ خداوند قدوس نے مجھے ایک اور پلی پلائ
بیٹی عطا کر دی ہے۔

"میری بیٹی میں اشبیلیہ میں ہی تھا کہ تمہارے متعلق یہ خبر آئی تھی کہ جس وقت اپ
محافظوں کے ساتھ تمہیں احمد بن سعید نے روانہ کیا تو راستے میں تمہارے ساتھ حادثہ پیش
آیا۔ دونوں محافظوں کو قتل کر دیا اور تم کہیں بھاگ گئی ہو۔ ذرا یہ حالات مجھے تفصیل کے
ساتھ سناؤ۔"

جواب میں مازن نے وہ پورے حالات بتا دیئے کہ کس طرح محافظوں کو قتل کیا گیا کس
طرح اس نے یہاں سے بھاگ کر شلب کا رخ کیا۔

مازن ابھی سارے حالات بتا کر چپ ہی ہوئی تھی کہ دیوان خانے میں تین افراد داخل
ہوئے۔ ایک شلب کا قلعہ دار صریم بن طریق، دوسری اس کی بیوی قسطونہ اور تیسرا صریم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کاسترو تھا۔ کاسترو چونکہ کبھی سینکو کے صف اول کے جرنیلوں میں شامل تھا اور قسطونہ اس
بیٹی تھی۔ لہٰذا جونہی وہ صریم بن طریق کے ساتھ دیوان خانے میں داخل ہوئے برق کلیسا
دونوں کو پہچان گئی۔ صریم بن طریق کی بیوی قسطونہ بھی برق کلیسا کو جانتی تھی لہٰذا دونوں
کر آگے بڑھیں ایک دوسرے سے بغلگیر ہو گئیں تھیں۔ کاسترو نے آگے بڑھ کر بڑا
قت آمیز ہاتھ برق کلیسا کے سر پر پھیرا۔ پھر سب نشستوں پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد قاضی
ید نے ان سے سارے حالات کہہ دیئے تھے جن کے تحت برق کلیسا اس کی حویلی میں داخل
ئی تھی۔

کچھ دیر تک دیوان خانے میں خاموشی رہی۔ اس کے بعد برق کلیسا نے کاسترو کی طرف
ھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

محترم کاسترو مجھے یہ تو خبر تھی کہ آپ نے میرے چچا سینکو کے خلاف بغاوت کر دی ہے۔
ہ ہی مجھے یہ خبریں پہنچ چکی تھیں کہ آپ اور آپ کی بیوی اور بیٹی قسطونہ نے اسلام قبول
لیا ہے لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ آپ یہاں کیسے پہنچ گئے۔"

جواب میں کاسترو اور اس کی بیٹی قسطونہ تھوڑی دیر تک مسکراتے رہے۔ پھر کاسترو نے
کلیسا کو مخاطب کیا۔

"مازن میری بیٹی یہ جو تمہارے سامنے صریم بن طریق بیٹھا ہے اس وقت تو یہ میری بیٹی کا
ہے۔ اس رشتے سے پہلے بھی میرا اس سے اور اس کے چچا کے ساتھ رابطہ تھا۔ تمہارے
ے بغاوت کرنے اور اسلام قبول کرنے کے بعد میں ان علاقوں کی طرف آیا۔ شروع ہی
یری خواہش تھی کہ اپنی بیٹی کو صریم بن طریق سے بیاہ دوں گا۔ ان علاقوں میں آنے کے
ں کچھ عرصہ ادھر ادھر سرگرداں رہا۔ اس دوران میں نے اپنی بیٹی کو صریم بن طریق اور
کے چچا کے پاس بھجوا دیا۔ پھر میں امیر یعقوب المنصور کی خدمت میں حاضر ہو گیا اب میری
ریم بن طریق کی بیوی ہے اور میں ان دونوں ہی کے ساتھ رہتا ہوں۔ یہاں شلب میں
سلمان کی حیثیت سے ہم بہترین اور کامیاب زندگی بسر کر رہے ہیں۔"

"مازن میری بیٹی جو حالات تم نے بتائے ہیں یہ بھی متاثر کن ہیں۔ برا ہو اس بستی کے
ور اس کے بیٹوں کا کہ تمہاری عزت افزائی کرنے کے بجائے انھوں نے دونوں مسلمان
کو قتل کر دیا اور تمہیں بے آبرو کرنے کی کوشش کی۔ میری بیٹی تو نے اچھا کیا جو ادھر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چلی آئی اب میرے خداوند نے چاہا تو تو بھی یہاں ہماری طرح پر سکون زندگی بسر کر سکے گی۔

اس پر مازن فوراً بول پڑی۔

"میری آپ سے گزارش ہے کہ میرے متعلق کسی کو خبر نہ کی جائے کہ میں نے یہاں پ
لے رکھی ہے نہ یہ بتایا جائے کہ میں اسلام قبول کر چکی ہوں۔ میں فی الحال اپنے آپ کو گمنا
رکھنا چاہتی ہوں۔ میرے چچا کو بھی خبر نہیں ہونی چاہئے کہ میں کہاں ہوں اسے یہ بھی نہیں
چلنا چاہئے کہ میں مسلمانوں کے علاقوں میں ہوں یا اپنی سرزمین میں ہوں۔ عیسائی ہوں
مسلمان بن چکی ہوں۔ اس طرح شاید آنے والے دور میں اپنے ماضی کے داغ دھو سکوں اگر
میں ایسا کر سکی تو میں سمجھوں گی کسی نے ایک کامیاب زندگی کی ابتداء کر دی ہے۔"

جواب میں کاسترو اور قسطونہ دونوں نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ پھر صریم بن طریق
نے اسے مخاطب کیا۔

"مازن میری بہن جیسا تم چاہو گی ویسا ہی ہو گا اب ہم نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ تمہارا قیا
کس جگہ ہو گا۔"

صریم بن طریق کو کہتے کہتے رک جانا پڑا۔ اس لئے کہ اس دوران قاضی عدید بول پڑا۔
صریم میرے بیٹے تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ مازن آج سے میری بیٹی ہے میرے
یہاں ہی رہے گی۔ اب یہ میرے گھر کی ایک فرد ہے۔ یہاں سے نکل کر یہ کہیں نہیں جا
گی۔ میرے خیال میں اب میں کھانے کا اہتمام کرتا ہوں۔ یہیں بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔"

مازن ہی نہیں کاسترو قسطونہ اور صریم بن طریق نے بھی قاضی عدید کی اس تجویز سے
اتفاق کیا۔ پھر دیوان خانے میں ہی کھانا چن دیا گیا اور وہیں بیٹھ کر سب کھانا کھانے لگے تھے۔



ایک روز سورج غروب ہونے سے پہلے احمد بن سعید قراقوش دونوں گھوڑ دوڑ کے بعد
ی حویلی میں داخل ہوئے۔ ہشام بن ادریس بھی ان کے ساتھ تھا۔ اپنے گھوڑوں کو اصطبل
ں باندھنے کے بعد حویلی کے صحن میں آئے تھے کہ کمرے سے غریطہ اور موریند نکلیں تھیں
ر غریطہ نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"ایک قاصد فلسطین سے آیا ہے اس کا کہنا ہے کہ صلاح الدین کے بھائی ملک العادل نے
سے آپ کی طرف روانہ کیا ہے۔ وہ اداس اور پریشان ہے آپ کے نام کوئی پیغام رکھتا ہے بابا
ر چچا نے اسے بہت کریدا لیکن وہ کچھ بتاتا نہیں وہ جو کچھ کہنا چاہتا ہے آپ ہی سے کہنا چاہتا
ہے۔ اس وقت وہ دیوان خانے میں بیٹھا ہے بابا اور عم بھی اس کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ
ں سے جا کر مل لیں۔"

غریطہ کی اس گفتگو سے احمد بن سعید' قراقوش کسی قدر پریشان ہو گئے تھے۔ ہشام بن
ریس کے چہرے پر بھی فکر مندی کے آثار نمودار ہوئے تھے۔ پھر وہ تیز تیز چلتے ہوئے تینوں
ان خانے میں داخل ہوئے۔ غریطہ اور موریند دیوان خانے کے پردے کے پیچھے کھڑی ہو
ی تھیں۔ شاید وہ خبر سننا چاہتیں تھیں جو وہ قاصد لے کر آیا تھا۔

احمد بن سعید اور قراقوش دونوں کو دیکھتے ہی آنے والا قاصد اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔
گے بڑھ کر باری باری وہ دونوں سے بغلگیر ہوا۔ اس کے بعد وہ ہشام بن ادریس سے ملا تھا۔
ب وہ تینوں نشستوں پر بیٹھ گئے تب احمد بن سعید نے اس قاصد کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا
وع کیا۔

"میرے عزیز تو ملک العادل کی طرف سے کیا پیغام لے کر آیا ہے۔ میرے آقا صلاح
ین خیریت سے تو ہیں۔" اس پر قاصد کی آنکھیں نمناک ہو گئیں وہ ہونٹ کاٹنے لگا۔ پھر
ہ سی آواز میں کہنے لگا۔

"آقا اس جہان فانی سے کوچ کر چکے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

احمد بن سعید اور قراقوش دونوں کی حالت ایسی ہو گئی تھی جیسے انھیں پکڑ کر آتش فشاں کے دہانے پر کھڑا کر دیا ہو۔ تھوڑی دیر تک وہ کچھ بھی نہ بول سکے پھر احمد بن سعید نے لرزتی ہوئی آواز میں اسے مخاطب کیا۔ تفصیل کے ساتھ کہو آقا کو کیا ہوا کیسے وہ ہمیں مفارقت کا داغ دے گئے۔" جواب میں قاصد کہہ رہا تھا۔

"یورپی قوتوں کو شکست دینے اور انھیں ارض فلسطین سے مار بھگانے کے صرف چار ماہ بعد جمعہ کے روز سلطان صلاح الدین نے اپنے وزیر بہاؤالدین کے ہمراہ حاجیوں کا استقبال کیا۔ اس استقبال سے چند روز پہلے ان کی طبیعت ناساز تھی بارشوں کا موسم تھا موسلا دھار بارشوں کے بعد گلی کوچوں میں پانی کے نالے رواں تھے اور سلطان اپنا چغہ پہننا بھول گئے تھے۔ سردی اپنا اثر کر گئی۔"

"اس رات کو سلطان کو بخار رہا پھر دوسرے دن اپنے احباب کے ساتھ سلطان کھانے میں شریک نہ ہو سکے تو باپ کی جگہ بیٹے کو دیکھ کر بہت سے حاضرین فکر مند ہوئے اور سلطان کی صحت سے متعلق چہ میگوئیاں ہونے لگی تھیں۔ بہر حال روز بروز سلطان کی حالت خراب ہوتی گئی۔"

"سلطان کے سر میں شدت کا درد رہنے لگا۔ چوتھے دن طبیبوں نے فصد کھولی لیکن حالت سنبھلنے کے بجائے اور بگڑ گئی۔ بخار کی شدت سے جلد جھلس گئی اور وہ دن بدن کمزور ہوتے چلے گئے۔"

"نویں دن سلطان کو سرسام ہو گیا اور بے ہوشی طاری ہو گئی اور دوا تک نہ پی سکے۔ روزانہ رات بہاؤالدین اور قاضی الفاضل سلطان کو دیکھنے جاتے۔ طبیبوں سے گفتگو کرتے بعض اوقات سلطان سے ملنے کے بعد باوجود ضبط کے وہ روتے ہوئے باہر آتے تو محل کے صدر دروازے کے باہر لوگوں کا ہمیشہ اژدحام رہتا ان کی حالت دیکھتے ہوئے لوگ بھی رونے لگتے تھے۔"

یہاں تک کہتے کہتے قاصد کو رک جانا پڑا اس لئے کہ اس نے دیکھا کہ احمد بن سعید اور قراقوش کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے تھے۔ خود قاصد بھی رو رہا تھا چند لمحے یہ اپنے آپ کو سنبھالتا رہا۔ اس کے بعد دوبارہ بولا۔

"بیماری کے دسویں دن سلطان نے دوا پی اور دوا سے بیماری میں قدرے افاقہ ہوا سلطان

نے شوربہ پیا سلطان کو خوب پسینہ بھی آیا۔ اس روز بہاؤالدین نے کہا کہ خدا کا شکر ہے سلطان کی بیماری میں افاقہ ہوا لیکن یہ محض ایک سنبھالا تھا۔ اگلے روز اچانک بہاؤالدین اور قاضی الفاضل کو سلطان نے اپنے قصر میں طلب کیا جس وقت وہ دونوں قصر میں داخل ہوئے اس وقت سلطان اپنے بستر پر بے سدھ لیٹے ہوئے تھے۔ جان کنی کا عالم تھا ان کے قریب ایک قاری بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت وہ پڑھ رہا تھا۔"

ھو اللہ الذی ــــــــ ھو الرحمن الرحیم

"اس موقع پر سلطان کے بھائی ملک العادل اور دوسرے اہل خانہ سلطان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ بہاؤالدین اور قاضی الفاضل بھی اس کے پاس بیٹھ گئے۔ قاری جس وقت یہ آیت پڑھ رہا تھا تو ایک بار سلطان نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھولیں اور صرف یہ الفاظ ادا کئے۔" حق ہے۔"

"اس کے بعد جب قاری اس آیت پر پہنچا۔ انی توکلت علیہ تو سلطان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اس نے کلمہ پڑھا۔ اس کا چہرہ دمکنے لگا اور بڑی خوشی سے اس نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دی۔"

قاصد کو رک جانا پڑا اس لئے کہ احمد بن سعید اور قراقوش دونوں سسک سسک کر رونے لگے تھے۔ اپنے سروں پر باندھے عماموں سے وہ آنکھیں پونچھتے جا رہے تھے۔ ہشام، ادریس اور عدی کی حالت ان سے مختلف نہ تھی۔ قاصد کچھ سنبھلا باہر پردے کے پیچھے کھڑی غرطہ اور مورینہ بھی سسک سسک کر رو رہی تھیں۔ قاصد نے پھر کہنا شروع کیا۔ "اسی دن نماز عصر کے وقت دمشق کے قلعے کے باغ میں سلطان کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ وہ تلوار جو سلطان نے جہاد میں استعمال کی جو اس کی رفیق کار رہی اس کے پہلو میں دفن کر دی گئی اور وہ اسے اپنے ساتھ جنت الفردوس میں لے گیا۔"

"وہ اپنی ہر چیز دوسروں کو بخش چکا تھا۔ اس کی تجہیز و تکفین کے لئے اور خشت ہائے قبر کی تیاری کے لئے اس کے ترکہ میں سے قیمت ادا کر دی گئی۔ تکفین کی رسم غربا کی طرح سادہ طریقے سے انجام پائی۔ جنازہ پر دھاری دار کپڑا پڑا تھا۔"

"نہ کسی نوحہ خواں کو مرثیہ پڑھنے کی اجازت تھی نہ کسی مقرر کو تقریر کرنے کی اجازت تھی۔ ہجوم نے جنازہ دیکھا تو نالہ و شیون کا ایک شور بلند ہوا۔ جنازے میں شرکت کرنے والے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نمازی اتنے مضطرب تھے کہ آہ و زاری کی وجہ سے نماز کے الفاظ تک ادا کرنے دشوار تھے۔ سب کی آنکھیں پرنم تھیں صرف چند لوگ ایسے ہوں گے جو دھاڑیں مار مار کر نہ روتے ہوں گے۔ ورنہ ہر ایک زار زار رو رہا تھا۔ سلطان کی تدفین کے بعد ہر شخص گھر میں بند ہو کر بیٹھ گیا اور ویران گلیاں' دمشق کے رنج و الم کا آئینہ دار بن گئیں۔ بہاؤالدین اور سلطان کے خاندان کے لوگ قبر پر فاتحہ پڑھنے گئے۔ دوسرے دن لوگ ان کے مزار پر جمع ہوئے۔ جو روتے اس کی مغفرت کی دعائیں مانگتے۔ قرآن مقدس کی تلاوت کرتے اور تہہ خاک خوابیدہ ہستی کے لئے خدا سے رحمت کی دعا مانگتے تھے۔"

(تقریباً دو سال بعد سلطان کے بیٹے نے سلطان کی نعش مسجد امیہ کے متصل شمال کی جانب واقع عبادت خانہ میں محل کے باغ سے منتقل کرا کے دفن کر دی۔)

ابن خلکان لکھتا ہے میں سلطان کے مزار میں داخل ہوا۔ قرآن شریف کی تلاوت کے بعد ایصال ثواب کیا۔ مجاور نے مجھے سلطان صلاح الدین کے کپڑوں کا بقچہ دکھایا۔ جسے وہ فلسطین کی جنگ میں استعمال کیا کرتا تھا۔ ان کپڑوں کو دیکھ کر میں نے اپنے خداوند سے دعا مانگی۔ اے خدائے مہرباں! اس عظیم سلطان کے کپڑوں کی برکت سے مجھ پر رحمت فرما۔ سلطان کا طبیب لکھتا ہے جہاں تک مجھے علم ہے صرف یہ ایک واحد واقع ہے جبکہ بادشاہ کی موت پر رعایا نے صحیح معنوں میں ماتم کیا۔ صلاح الدین کے اقتدار کا راز اس کی رعایا کی محبت میں مضمر تھا۔ جو چیز دوسرے حکمرانوں نے غیض و غضب سختی دبدبہ سے حاصل کرنے کی کوشش کی اسے سلطان صلاح الدین نے محبت اور شفقت سے حاصل کیا۔ اپنی موت سے کچھ پہلے اس نے اپنے بیٹے پر اپنی طاقت اور اقتدار کا راز افشا کرتے ہوئے کہا۔

"اے بیٹے میں تجھے خدا کے سپرد کرتا ہوں۔ اس کا حکم بجا لانا کیونکہ اسی میں سلامتی ہے۔ خونریزیوں سے پرہیز کرنا۔ اپنی رعایا کا دل موہ لینے کی ہر ممکن کوشش کرنا۔ اور اس کی خوشحالی کی نگہداشت کرنا کیونکہ اس کی آسودہ حالی کے لئے ہی تم خدا کی طرف سے اور میری طرف سے مامور کئے گئے ہو۔ اپنے امیروں وزیروں اور رئیسوں کا دل ہاتھ میں لینے کی کوشش کرنا۔ میں نے مہربانی اور شفقت سے لوگوں کی تالیف قلوب کی۔ اس میں میری عظمت کا راز پنہاں تھا۔"

قاصد خاموش تھا۔ وہ مزید کچھ کہنا چاہتا تھا پر اس کی آنکھوں سے بہتے آنسو اسے کچھ کہنے

کی اجازت نہ دے رہے تھے۔ بیچارہ سسک سسک کر رو رہا تھا۔ اس کے سامنے بیٹھے احمد بن سعید اور قراقوش بچوں کی طرح سسکیاں لیتے ہوئے رو رہے تھے۔ قاصد مزید کچھ بولنا چاہتا تھا کہ اچانک دیوان خانے سے باہر کسی کے سسک سسک کر رونے اور پھر اچانک فرش پر گرنے کی آواز سنائی دی۔

اس صورت حال پر ادریس بن یوحان' عدی بن یوجان اور ہشام بن ادریس تینوں اٹھ کر باہر بھاگے۔ باہر عجیب و غریب سماں تھا۔ غریطہ بیچاری بے ہوش ہو کر فرش پر گری ہوئی تھی۔ مورینہ روتی بھی جا رہی تھی اور اسے سنبھالا دینے کی بھی کوشش کر رہی تھی۔

اچانک باہر سے آواز آئی۔

"احمد میرے بیٹے بھاگ کر آؤ غریطہ بے ہوش ہو گئی ہے۔" احمد اور قراقوش دونوں تڑپ کر اٹھے۔ باہر آئے۔ غریطہ ابھی تک بے ہوش پڑی تھی۔ مورینہ اسے سنبھالا دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ احمد بن سعید آگے بڑھا اپنے دونوں ہاتھ پھیلا کر اس نے غریطہ کو اٹھایا اپنی خواب گاہ کی طرف لے گیا۔ مورینہ بھاگ کر پانی کا ایک کٹورہ لے آئی۔ پانی کے چھینٹے اس نے غریطہ کے منہ پر مارے۔ غریطہ نے آنکھیں کھولیں۔ ایک بار اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے احمد بن سعید کی طرف دیکھا۔ احمد بن سعید کی بھیگی پلکیں گالوں پر بہتے آنسو اور اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے مورینہ بے چاری دھاڑیں مار کر رونے لگی تھی۔ احمد اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔ اور اسے تسلی دینے لگا تھا۔ اتنے میں مسجد سے مغرب کی اذان سنائی دی۔ احمد بن سعید نے مورینہ کو غریطہ کا خیال رکھنے کی تاکید کی۔ پھر قاصد کو انہوں نے ساتھ لیا اور نماز کی ادائیگی کے لئے وہ مسجد کا رخ کر رہے تھے۔

*

ایک روز برق کلیسا مازن قاضی عدید کے دیوان خانے میں اکیلی بیٹھی تھی کہ دیوان خانے میں صریم بن طریق کی بیوی قسطونہ داخل ہوئی۔ اپنی جگہ سے اٹھ کر مازن نے اس کا استقبال کیا۔ قسطونہ اس کے قریب بیٹھ گئی۔ پھر مازن کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔

"مازن میری بہن میں تیرے لئے دو خبریں لائی ہوں ایک اچھی اور ایک بری۔ جہاں تک بری خبر کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے فلسطین میں مسلمانوں کے عظیم سلطان صلاح الدین اس دنیا سے کوچ کر چکے ہیں۔ عالم اسلام کے لئے یہ ایسا نقصان ہے جس کی تلافی کبھی نہ کی جا سکے گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس خبر سے برق کلیسا مازن کو انتہا درجہ کا دکھ ہوا اس کی گردن لمحہ بھر کے لئے جھک گئی تھی۔ جیسے اس کا اپنا کوئی عزیز فوت ہو گیا ہو۔ کچھ دیر تک ایسا ہی سماں رہا یہاں تک کہ قسطونہ پھر بولی۔

"مازن میری بہن دوسری خبر جو اچھی ہے وہ یہ کہ احمد بن سعید کو پتا چل گیا تھا کہ کمولس کے بیٹوں نے دونوں مسلمان محافظوں کو قتل کر دیا۔ تمہیں بے آبرو کرنے کی کوشش کی اور تم کہیں بھاگ گئی ہو۔ یہ خبر سنتے ہی احمد بن سعید نے قراقوش کو ساتھ لیا اور انہوں نے کمولس کی بستی کا رخ کیا۔ جو لوگ امیر یعقوب المنصور کے لشکر کی طرف سے آئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ رات کی گہری تاریکی میں احمد بن سعید اور قراقوش دونوں نے کمولس اور اس کے دونوں بیٹوں کو قتل کر دیا اور پھر وہ دونوں واپس اشبیلیہ کی طرف چلے گئے گویا احمد بن سعید نے کمولس اور اس کے بیٹوں سے تمہاری بے عزتی تمہاری ہتک کا انتقام لے لیا۔"

کچھ دیر خاموشی رہی۔ اس دوران قسطونہ بڑے غور بڑے انہماک سے مازن کی طرف دیکھتی رہی پھر اس نے مازن کو مخاطب کر کے پوچھا۔ "مازن برا مت ماننا یہ بتاؤ کیا تم کسی کو پسند کرتی ہو کسی سے محبت بھی کرتی ہو۔"

مازن جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتی تھی کہ اسی لمحہ صریم بن طریق قسطونہ کا باپ کاسترو اور قاضی عدید دیوان خانے میں داخل ہوئے۔ لہٰذا مازن کہتے کہتے خاموش ہو گئی۔ سب بیٹھ کر کسی دوسرے موضوع پر گفتگو کرنے لگے تھے۔



امیر یعقوب المنصور نے کئی ماہ تک اشبیلیہ کے نواح میں اپنے قلعے حصن الفرج میں قیام کئے رکھا۔ اس لئے کہ جو خبریں شعبان کی طرف سے مل رہی تھیں ان کے مطابق امیر یعقوب المنصور نے اندازہ لگا لیا تھا کہ الفانسو اور سینکو ایک بار پھر اپنی شکست کے داغ دھونے کے لئے مسلمانوں کے ساتھ قسمت آزمائی کریں گے۔ اس دوران احمد بن سعید کے ہاں ایک بیٹا ہوا۔ دوسری جانب قراقوش کے دو بیٹے ہو گئے۔

پھر ایک روز شعبان کی طرف سے ایک مخبر آیا اور اس نے امیر یعقوب المنصور کو خبر دی کہ الفانسو اور سینکو ایک بار پھر مسلمانوں کے خلاف حرکت میں آنا چاہتے ہیں۔ ان کا کیا طریقہ کار تھا۔ کہاں سے نکل کر وہ کن سمتوں کا رخ کریں گے۔ یہ ساری تفصیل اس مخبر نے امیر یعقوب المنصور سے کہہ دی تھی۔ اس مخبر کے جانے کے بعد امیر یعقوب المنصور نے اپنے سارے سالاروں اور سرکردہ لوگوں کا اجلاس طلب کر لیا تھا۔ جس وقت سب لوگ اس کے سامنے آ کر بیٹھ گئے تب امیر یعقوب المنصور نے انہیں مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"عزیزان من! میرے جو اندازے تھے وہ درست ثابت ہوئے۔ میں نے اندلس میں اسی بنا پر قیام کیا ہوا تھا کہ مجھے الفانسو اور سینکو کی طرف سے خدشہ تھا۔ آج وہ خدشات حقیقت بن کر نمودار ہو رہے ہیں۔ سینکو اور الفانسو اپنے مرکزی شہروں سے نکل کر ایک بار پھر ہمارے ساتھ قسمت آزمائی کرنا چاہتے ہیں۔ شعبان کی طرف سے جو جاسوس آیا تھا اس نے مجھے پوری تفصیل بتائی ہے۔ وہ تفصیل میں تم سے کہتا ہوں۔ اس کے بعد ہم اپنا جنگی لائحہ عمل مرتب کریں گے۔"

"جو طریقہ کار الفانسو اور سینکو نے طے کیا ہے وہ کچھ اس طرح ہو گا۔"

"الفانسو اپنے لشکر کے ساتھ طلیطلہ سے نکل کر ہمارے علاقوں کی طرف بڑھے گا۔ جبکہ سینکو اپنے مرکزی شہر سے خروج کرنے کے بعد دریائے تاجہ کو عبور کر کے دریائے آنہ کا رخ کرے گا۔ دراصل دریائے آنہ کے کنارے الفانسو اور سینکو دونوں مل کر ہمارے خلاف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حرکت میں آنا چاہتے ہیں۔ اب ہماری کوشش یہ ہونی چاہئے کہ ہم ان دونوں کو ملنے نہ دیں۔ علیحدہ علیحدہ ان سے نبٹیں۔ اس طرح ہمارے لئے آسانیاں ہوں گی۔"

"اس بار الفانسو اور سینکو کو کسی نے مشورہ دیا ہے کہ ماضی میں ہمیشہ وہ مختلف محاذ کھولتے رہے ہیں اور انہیں ہر بار ہمارے ہاتھوں شکست ہوتی رہی ہے۔ لہٰذا ایک دفعہ دونوں اکٹھے مسلمانوں کے خلاف قسمت آزمائی کریں۔ ہو سکتا ہے فتح مندی ان کے قدم چومے۔ لیکن ہم انہیں ایسا نہیں کرنے دیں گے۔"

یہاں تک کہنے کے بعد امیر یعقوب المنصور تھوڑی دیر کے لئے رکا پھر اپنے پہلو میں بیٹھے احمد بن سعید کو مخاطب کر کے کہہ اٹھا۔

"احمد میرے بیٹے پہلی بات تو میں تم پر یہ واضح کروں کہ میں نے لقنت کی بندرگاہ سے حسام بن ضرار اور شلب سے صریم بن طریق کو طلب کر لیا ہے۔ چند روز تک وہ اپنے لشکریوں کو لے کر یہاں پہنچ جائیں گے۔ میرے بیٹے میرے بچے لشکر دو حصوں میں تقسیم ہو گا۔"

"بالکل پہلے کی طرح صریم بن طریق' عبداللہ اور عبدالرحمان میرے ساتھ رہیں گے۔ قراقوش اور حسام بن ضرار تمہارے ساتھ کام کریں گے۔ میں الفانسو کے خلاف حرکت میں آؤں گا۔ تم سینکو کے خلاف نکلو گے۔ طریقہ کار کچھ اس طرح ہو گا۔"

"سب سے پہلی بات جو ہم نے مد نظر رکھنی ہے وہ یہ کہ دشمن کو شکست دینے کی بعد کسی بھی صورت میں اسے اس کے مرکزی شہر میں گھسنے نہیں دینا۔ اس کا تعاقب کرنا ہے اور اس کا تعاقب اس طرح کرنا ہے کہ اس تعاقب کے دوران وہ کہیں بھٹک کر ذلیل و خوار ہو جائے پر کسی شہر کسی قلعے میں نہ گھسنے پائے۔ میرے بیٹے اس دفعہ میں نے تہیہ کیا ہے کہ میں ان دونوں دشمنوں کا فرانس کی حدود تک تعاقب کروں گا اور تعاقب ایسا کروں گا کہ ان کی طاقت اور قوت کو پوری طرح کچل دوں گا تاکہ آنے والے دور میں یہ ہمارے خلاف سر نہ اٹھا سکیں۔"

"احمد میرے بیٹے میں طلیطلہ کا رخ کروں گا۔ میرے خداوند نے چاہا تو طلیطلہ کے نواح میں ہی میں الفانسو کو شکست دوں گا۔ ظاہر ہے ہم سے شکست اٹھانے کے بعد الفانسو طلیطلہ شہر کا رخ کرے گا۔ لیکن میں اسے ایسا نہیں کرنے دوں گا۔ اسے اپنے آگے آگے کچھ اس طرح بھگاؤں گا کہ وہ اپنا رخ بدلنے پر مجبور ہو گا۔ میں اسے بھیڑ بکریوں کے گلے کی طرح دریائے الحجارہ کی طرف بھگاؤں گا۔ کوہستان الحجارہ کے اندر میں اس کا تعاقب جاری رکھوں گا اور اس

کے لشکر کی تعداد کو خوب کم کروں گا۔ یہاں تک کہ یہ تعاقب دریائے البرہ تک جاری رہے گا۔ اگر اس دوران تک میں دشمن کو مکمل طور پر تباہ و برباد کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پھر میں وادی نواما میں داخل ہوں گا اور وہاں سے نکل کر میں جبل اشتورات تک پہنچ جاؤں گا۔ جو فرانس کی سرحد ہے۔"

"احمد میرے بیٹے تمہارا طریقہ کار یہ ہو گا کہ تم دریائے تاجہ کا رخ کرنا۔ سینکو کے ساتھ کوہستان بشارات کے غربی حصوں کے پاس ٹکرانا۔ مجھے امید ہے ماضی کی طرح تم سینکو کو اپنے سامنے ہانک دو گے۔ سینکو اگر اس دوران تم سے شکست کھانے کے بعد اپنے کسی قلعے کسی شہر میں داخل ہونا چاہے تو اس کی اس کوشش کو کسی بھی صورت کامیاب نہ ہونے دینا۔ اسے اپنے سامنے اس طرح ریوڑ کی طرح ہانکنا' بڑی طاقت اور قوت کے ساتھ اس کا تعاقب کرنا۔ دریائے تاجہ تک اسے خوب مارنا پیٹنا اور آگے آگے بھگاتے چلے جانا۔ کوشش کرنا تاکہ اس کے لشکریوں کا مکمل طور پر خاتمہ کیا جا سکے۔ کوہستان بشارات کے اس پار ملنکہ پھر سحورہ شہر کی طرف لے جانے کی کوشش کرنا۔ وہاں سے ایک معاون دریا جبل اشتورات کی طرف سے آتا ہے۔ اس دریا کے کنارے کنارے ہوتے ہوئے تم جبل اشتوراس کا رخ کرنا میں اور تم اپنے لشکر کے ساتھ خداوند قدوس نے چاہا تو جبل اشتوراس کی بلندیوں پر ہی ملاقات کریں گے۔"

جنگ کے سارے معاملات طے ہونے کی بعد امیر یعقوب المنصور نے وہ نشست برخاست کر دی تھی۔ پھر امیر یعقوب المنصور نے بڑی تیزی کے ساتھ جنگ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ اس دوران صریم بن طریق اور حسام بن ضرار اپنے لشکریوں کے ساتھ وہاں پہنچ گئے تھے۔ پھر جب شعبان نے اطلاع کی کہ الفانسو اور سینکو حملہ آور ہونے کے لئے اپنے مرکزی شہروں سے نکلے ہیں۔ تب امیر یعقوب المنصور بھی احمد بن سعید کے ساتھ اپنے قلعے سے کوچ کر گیا تھا۔

*

امیر یعقوب المنصور نے اپنے بیٹے عبداللہ اور چچا عبدالرحمان اور صریم بن طریق کے ساتھ بڑی برق رفتاری سے طلیطلہ کا رخ کیا۔ شہر سے باہر الفانسو کے ساتھ ان کی ہولناک جنگ ہوئی جس میں الفانسو کو حسب سابق بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ شکست اٹھا کر الفانسو نے طلیطلہ شہر میں محصور ہو جانا چاہا لیکن اس بار اسے ایسا نہ کرنے دیا گیا اس لئے کہ امیر

یعقوب المنصور نے پہلے ہی ٹھان رکھی تھی کہ کسی بھی قلعے کسی بھی شہر میں الفانسو کو گھسنے نہ دے گا۔ لہٰذا جب امیر یعقوب المنصور نے الفانسو کی راہ روکی تو الفانسو اپنے لشکر کے ساتھ دریائے الحجارہ کی طرف بھاگا۔

امیر یعقوب المنصور اس کے تعاقب میں تھا۔ دریائے الحجارہ کے کنارے کنارے بھاگتے ہوئے الفانسو کوہستان الحجارہ میں بھاگا۔ یہاں ایسا گھمسان کا رن پڑا کہ امیر یعقوب المنصور نے تقریباً الفانسو کے سارے لشکر کا خاتمہ کر دیا تھا۔ الفانسو چند بچے کھچے دستوں کے ساتھ دریائے البرہ کی طرف بھاگا اور وہاں گمنام علاقوں کی طرف جاتے ہوئے روپوش ہو گیا۔ امیر یعقوب المنصور نے دریائے البرہ کے کنارے کچھ دن پڑاؤ رکھا۔ اپنے دستے ادھر ادھر پھیلا دیئے تاکہ الفانسو کو تلاش کیا جائے جب الففانسو کہیں سے نہیں نکلا تب امیر یعقوب المنصور نے پیش قدمی کی اور وادی نوارا میں داخل ہوا۔ پوری وادی کو اس نے روند کر رکھ دیا۔ اس طرح امیر یعقوب المنصور الفانسو کی ساری مملکت کو روندتا ہوا اسپین اور فرانس کی سرحد پر جبل اشتوراس کی چوٹیوں پر پہنچ چکا تھا۔

دوسری جانب احمد بن سعید' قراقوش اور حسام بن ضرار بھی حرکت میں آئے ان کا پہلا ٹکراؤ دریائے تاجہ کے اس پار کوہستان بشارات کے غربی حصوں میں سینکو کے ساتھ ہوا۔ سینکو کو پہلے ہی حلے میں احمد بن سعید نے بدترین شکست دی۔ سینکو بھاگ کھڑا ہوا اور اپنے مرکزی شہر کی طرف رخ کیا۔ لیکن ایسا نہ کر سکا اس لئے کہ احمد بن سعید' قراقوش اور حسام بن ضرار نے اس کی راہ روک لی تھی۔ راہ کچھ اس طرح روکی گئی تھی کہ سینکو اپنے بچے کھچے لشکر کے ساتھ طلنکہ شہر کی طرف بھاگنے پر مجبور ہوا تھا۔

سینکو کا تعاقب شمال کی طرف جاری رہا۔ یہاں تک کہ اسے اپنے آگے مارتے بھگاتے بھیڑ بکریوں کے گلوں کی طرح احمد بن سعید اور قراقوش اور حسام بن ضرار دریائے دوہرہ کی طرف ہانکتے چلے گئے تھے۔ مجبوراً سینکو نے اپنے بچے کھچے کچھ دستوں کے ساتھ دریائے دوہرہ کو پار کیا اور سمورہ شہر کا رخ کیا وہ چاہتا تھا کہ سمورہ شہر میں داخل ہو کر محفوظ ہو جائے لیکن احمد بن سعید اور قراقوش اور حسام بن ضرار نے کچھ اس طرح تین اطراف سے حملہ کیا کہ اس کے لشکر کی ساری تعداد کو ختم کر دیا۔ سینکو اپنے محفوظ دستوں کے ساتھ دریائے دوہرہ کے کنارے کوہستانی سلسلوں میں گھس کر روپوش ہو گیا تھا۔ کوہستانی سلسلے کے اندر احمد بن سعید نے اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تعاقب نہیں کیا بلکہ دریائے دوہرہ کے ایک ایسے معاون دریا کے کنارے وہ آیا جو شمال کی طرف جبل اشتوراس کی طرف جاتا تھا۔ اس دریا کے کنارے کنارے ایک طرح سے سینکو کی ساری مملکت کو روندنے کے بعد احمد بن سعید شمال کی طرف بڑھا اور امیر یعقوب المنصور کی طرح وہ جبل اشتوراس کی چوٹی پر پہنچا تھا۔ یہیں پر دونوں لشکر ملے۔ اسی چوٹی کے اوپر ہی امیر یعقوب المنصور اپنے سارے جرنیلوں سے بغلگیر ہوا اور انہیں فتح کی مبارکباد دی۔

مورخین کا کہنا ہے کہ الفانسو سینکو کی قوت کو تباہ و برباد اور اپنے پاؤں تلے روندنے کے بعد شمال کی طرف امیر یعقوب المنصور ایسے مقام پر جا پہنچا جہاں اس سے پہلے کوئی بھی مسلمان حکمران نہ پہنچا تھا۔ جس وقت جبل اشتوراس کے اوپر دونوں لشکر اکٹھے ہوئے تب جبل اشتوراس کی ایک چوٹی پر احمد بن سعید اور قراقوش حسام بن ضرار' عبداللہ' عبدالرحمان اور کریم بن طریق اور دیگر سالاروں کے ساتھ امیر یعقوب المنصور تھوڑی دیر تک کھڑا ہو کر کبھی فرانس کی وادیوں کی طرف دیکھتا کبھی اس کی نگاہیں خلیج بسکے کی طرف جم جاتی تھیں۔ پھر اچانک امیر یعقوب المنصور کی آنکھیں بھر آئیں وہ زمین پر سر بسجود ہوا اپنے خداوند قدوس کے حضور گڑگڑاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"اے خداوند مہربان تیری ذات سے پہلے کوئی آواز کوئی نقش کوئی جھنکار کوئی آہنگ نہ تھا۔ تجھ سے پہلے کوئی نغمہ گر کوئی سرگرم روح کی کوئی جھل مل نہ تھی۔ میرے خداوند تیرے ہونے سے ہی نغموں کا برستا ساون' گیتوں کا دھنک جادو ہر سو رقص کناں ہے۔ تیرے ہونے سے ہی سلگتے صحراؤں کی صبحوں کے اندر زندگی کے آثار رواں دواں ہیں۔"

"اے میرے مالک چشم ثریا کی تابش میں تو ہے دل و نظر کی خواہشوں میں تو ہے۔ اشجار کے خنک سائے' کرنوں کے تیر' عرفان کی راہگذر میرے مولا تیرے کن سے ہی وابستہ ہے۔ میرے مالک کتاب تہذیب کے بدن پر انقلاب زمانہ کے حروف صرف تیرے ہی کن کے قلم سے رقم ہوتے ہیں۔ تو چاہے تو رقابتوں کی چتاؤں کو عزائم بھری بزم میں بدل دے۔ تو چاہے تو قلب و نظر کے نور کو اندھی تاریک رات میں تبدیل کر دے۔ اے وقت کی رفتار کے ر مطلق میں ماضی کے دھندلکوں میں بے کشتی کا ناخدا تھا تو نے مجھے نور کے کوندوں سے ت و عظمت عطا کی میں بے مایا کھردرے کپڑے کی عبا پہننے والا تاریک شب کی سحر کا منتظر تھا تو نے مجھے میرے مولا حسین قصوں کے عنوانوں جیسی عزت عطا کر دی۔ میرے اللہ

میں جس قدر بھی تیری ذات کا شکر ادا کروں کم ہے۔ میرے مالک تو نے رعونت بھرے دشمنوں کو مجھے رگیدنے، شکست دینے کی استطاعت دی۔ تو نے گناہوں کی سرزمینوں میں مجھے خیر و نیکی کی برسات بن کر برسنے کا حوصلہ اور ہمت عطا کی۔ میرے اللہ مجھ پر نگاہ رکھنا تاکہ میں آنے والے دور میں بھی تیری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دین کے دشمنوں کے خلاف موت کے لاوے، آگ کے طوفانوں کی طرح حرکت میں آتا رہوں۔ میرے اللہ میں عہد کرتا ہوں تیری خوشنودی تیری خوشی کی خاطر میں آنے والے دنوں میں بھی دشمنوں کے خلاف نئی شمشیر برہنہ اور امیدوں کے مظہر کی طرح حرکت میں آتا رہوں گا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد امیر یعقوب المنصور سجدے سے اٹھ کھڑا ہوا اس کی آنکھیں نمناک تھیں۔ اس کے قریب کھڑے احمد بن سعید قراقوش، حسام بن ضرار، عبداللہ، صریم بن طریق اور عبدالرحمان بن یوسف بھی اداس اور غمزدہ کھڑے تھے۔ کچھ دیر تک امیر یعقوب کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس کی نگاہیں اپنے سامنے کوہستان اشتوراس کے نیچے فرانس کی حسین وادیوں پر جم گئی تھیں۔ پھر اس نے اپنے بائیں جانب خلیج بسکے کی جانب دیکھا اور اثر بھرے انداز میں وہ بول پڑا۔

"میرے اللہ میرے مالک میرے مہربان آقا اگر میرے پاس وسائل ہوتے تو میں تیری راہ میں تیری خوشنودی تیری رضامندی حاصل کرنے کی خاطر زمین کے آخری سروں تک جہاد کرتا چلا جاتا۔"

چند روز تک اپنے پورے لشکر کے ساتھ جبل اشتوراس کے اوپر امیر یعقوب المنصور نے قیام کیا تھا۔ پھر اس نے واپسی کا سفر کیا تھا۔ احمد بن سعید اور قراقوش کو اس نے اشبیلیہ کی طرف روانہ کر دیا۔ احمد بن سعید کو اس نے اندلس میں اپنا والی مقرر کیا۔ حسام بن ضرار لقنت کی بندرگاہ کی طرف چلا گیا تھا جبکہ صریم بن طریق حسب سابق شلب شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ خود امیر یعقوب المنصور اپنے بیٹے عبداللہ اور چچا عبدالرحمان بن یوسف کے ساتھ مراکش کی طرف چلا گیا تھا۔ اس لئے کہ الفانسو اور سینکو کی طاقت کو اس نے پوری طرح کچل کر رکھ دیا تھا۔

مراکش جاتے ہوئے امیر یعقوب المنصور عظیم فلسفی اور عالم دین ابن رشد کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا تھا۔ ابن رشد کی خطاؤں کو اس نے معاف کر دیا تھا اور اسے اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مراکش پہنچ کر یعقوب المنصور کو معلوم ہوا کہ یہودی مسلمانوں کے لباس میں مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور اسلام کے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ اسے یہ بھی خبر ہو گئی تھی کہ ایک یہودی عالم نے الفانسو سے ملاقات کی تھی اور الفانسو سے اس نے عہد کیا تھا کہ وہ یہودیوں کو اس کام پر لگائے گا کہ مسلمانوں کے اندر قبائلی تعصب پھیلا کر مراکش کی سلطنت کو تہس نہس کرنے کی کوشش کریں۔

یہودیوں کی ان سازشوں اور شر سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کے لئے یعقوب المنصور نے اپنے سارے بڑے بڑے علماء کا اجلاس طلب کیا۔ جس میں اس موضوع پر اس نے خوب بحث کی اس بحث کے نتیجے میں یعقوب المنصور نے حکم دیا کہ تمام یہودی النسل لوگوں کے لئے ایک مخصوص لباس مقرر کیا جاتا ہے۔ جس سے ان کی شناخت آسانی سے ہو سکے گی۔ چنانچہ ان کے لئے جو لباس مقرر کیا گیا اس کی آستینیں غیر معمولی طور پر دراز رکھی گئیں اس کے ساتھ ہی انہیں سر پر عمامہ رکھنے کی ممانعت کر دی گئی تھی اور حکم دیا گیا کہ وہ ایک خاص وضع کی ٹوپی سر پر رکھا کریں اس کی شکل کچھ اس طرح کی تھی کہ وہ کانوں کے نیچے تک جاتی تھی۔

یہ احکامات جاری کرنے کے بعد امیر یعقوب المنصور اکثر کہا کرتا تھا کہ اگرچہ ان یہودیوں میں بہت سے لوگ اسلام کا دم بھرتے ہیں لیکن لوگ ان کے اسلام پر شک کرتے ہیں وہ اکثر کہا کرتا تھا۔

"اگر مجھے ان کے اسلام کا یقین ہو جائے تو میں ان کو مخصوص لباس کی پابندی سے آزاد کر دوں۔ ان کی شادی بیاہ اور دیگر تمام معاملات میں مسلمانوں کو شریک ہونے کی اجازت دے دوں۔ اگر مجھے اس بات کا پختہ ثبوت مل جائے کہ یہ لوگ فی الحقیقت کافر ہیں اور اسلام کی بیخ کنی کی خاطر مسلمان بنے ہوئے ہیں تو میں ان کے مردوں کو قتل اور اولاد کو قید کر دوں اور ان کے اموال کو مسلمانوں کے لئے مباح قرار دے دوں لیکن اسلام کا قانون عدل میرے ارادے کی راہ میں حائل ہوتا ہے۔"

مراکش پہنچ کر ابن رشد کے ساتھ گفتگو کرنے کے بعد امیر یعقوب المنصور کے خیالات میں اعتدال پیدا ہوا۔ فلسفہ اور منطق کی طرف سے اس کی وحشت اور نفرت کسی قدر کم ہو گئی۔ یہاں تک کہ وہ خود فلسفہ کی تحقیق کی طرف راغب ہوا۔ اس نے ابن رشد کو بھی کیونکہ اندلس سے اپنے ساتھ مراکش بلا لیا تھا اس کا قصور بھی معاف کر دیا تھا اور اسے خوب انعام و

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اکرام سے بھی مالا مال کر دیا تھا اس طرح اسپین میں الفانسو اور سینکو کی طاقت کو پوری طرح کچلنے اور احمد بن سعید کو وہاں کا والی مقرر کرنے کے بعد امیر یعقوب المنصور مراکش کی سلطنت کے نظم و ضبط میں لگ گیا تھا۔



ایک روز جب حویلی کے دروازے پر دستک ہوئی تو غریطہ اور مورینہ نے دیکھا قراقوش وان خانے سے نکل کر حویلی کے صدر دروازے کی طرف گیا تھا۔ جبکہ احمد بن سعید دیوان انے ہی میں رہا تھا۔ دونوں ایک کمرے میں کھڑی ہو کر صدر دروازے کی طرف دیکھتی ہیں۔ ان کے دیکھتے ہی دیکھتے قراقوش نے صدر دروازہ کھولا تو دروازے کے سامنے شعبان پنے گھوڑے کی باگ پکڑے کھڑا تھا۔ آگے بڑھ کر قراقوش نے اسے اپنے ساتھ لپٹا لیا تھا پھر س کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی۔ ہاتھ کے اشارے سے اس نے شعبان کو دیوان خانے میں انے کے لئے کہا۔ خود قراقوش گھوڑے کو اصطبل کی طرف لے گیا۔ گھوڑا باندھنے کے بعد وہ ھی دیوان خانے کی طرف چلا گیا تھا۔

غریطہ اور مورینہ دونوں اس کمرے میں کھڑی رہیں شاید ان کو اس بات کا انتظار تھا کہ راقوش یا احمد بن سعید کی طرف سے کوئی آئے گا اور شعبان کی خاطر و تواضع کا سامان کرنے کے لئے کہے گا لیکن کافی دیر تک کوئی بھی نہ آیا۔ تب غریطہ اور مورینہ دونوں فکرمند ہوئیں۔ یک دوسرے سے صلاح مشورہ کرنے کے بعد وہ اس کمرے سے نکلیں۔ کمرے سے نکلتے ہوئے ایک نگاہ گہری نیند سوئے ہوئے اپنے بچوں پر ڈالی پھر وہ دیوان خانے کے پردے کی اوٹ میں جا کر کھڑی ہو گئی تھیں۔

دیوان خانے میں جو انہوں نے دیکھا اسے دیکھتے ہی وہ دنگ رہ گئی تھیں۔ شعبان ان کے ساتھ کوئی بڑی رازدارانہ گفتگو کر رہا تھا۔ اس گفتگو کے ساتھ ساتھ شعبان کی آنکھوں سے خود بھی آنسو رواں تھے جبکہ اس کے سامنے بیٹھے احمد بن سعید اور قراقوش بھی سسکنے کے انداز میں آنسو بہا رہے تھے۔ دیوان خانے میں عجیب سا سماں تھا۔

غریطہ اور مورینہ دونوں پریشان اور فکرمند ہو گئی تھیں۔ تھوڑی دیر تک وہ وہیں کھڑی رہیں۔ پھر ان کے دیکھتے ہی دیکھتے قراقوش اور شعبان دونوں اپنی جگہ پر اٹھ کھڑے ہوئے۔ یہ صورت حال دیکھتے ہوئے مورینہ اور غریطہ ایک طرف ہٹ کے چھپنے کے انداز میں کھڑی ہو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئی تھیں۔

دیوان خانے سے نکلنے کے بعد قراقوش اور شعبان دونوں اصطبل کی طرف چلے گئے تھے۔ قراقوش وہاں جا کر احمد بن سعید کے گھوڑے پر زین ڈالنے اور اسے دہانہ چڑھانے لگا تھا۔ شعبان اس کے قریب ہی کھڑا ہو کر اپنے گھوڑے کی پیٹھ تھپتھپا رہا تھا۔ یہ صورت حال غریطہ اور مورینہ دونوں کے لئے پریشان کن تھی۔ کچھ دیر تک وہ وہیں کھڑی رہیں پھر دیوار کی آڑ لیتے ہوئے دوبارہ جب وہ دیوان خانے کے پردے کی اوٹ میں آئیں تو جو کچھ انہوں نے دیوان خانے کے اندر دیکھا وہ ان دونوں کو افسردہ اور غمزدہ کر دینے کے لئے کافی تھا۔ اس لئے کہ دیوان خانے میں احمد بن سعید نے وہی سفید رنگ کا کفن پہن رکھا تھا جسے وہ اپنے گھوڑے کی خرجین میں محفوظ رکھتا تھا۔ پھر ان دونوں کے دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اس کفن کے اوپر اپنا جنگی لباس پہنا۔ تیار ہونے کے بعد ان کے دیکھتے دیکھتے احمد بن سعید ننگے فرش پر قبلہ رو ہو کر سر بسجود ہوا پھر اس کی آواز غریطہ اور مورینہ کی سماعت سے ٹکرائی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"اے خداوند رحیم جس فرض کی ادائیگی کے لئے سیاہ راتوں کے پھیلاؤ، غبار شام اور حبس شب میں میں جدائی رتوں کے سے دکھ اور بے بسوں کی مجبوریوں کے سے غم برداشت کرتا رہا ہوں وہ فرض میرے سامنے آن کھڑا ہوا ہے۔ اے دو جہانوں کے مالک جس کام کے لئے میں دن کی مشقت اور ریاضت برداشت کرتا رہا راحتوں سے محروم کرتی نار جہنم جیسی دوپہروں کو جس فرض کی پکار میں ہمیشہ میری روح، میرے ضمیر کو لہولہان کئے رکھا۔ مولا کریم اس فرض کی ادائیگی کا موقع آن پہنچا ہے۔"

"میرے مالک دنیا و عقبیٰ میں تو ہی سب سے بڑا حیلہ گر چارہ ساز ہے تیرے ہی نورانی وجود سے تائید الہامی ہوتی ہے۔ مولا کریم جس طرح تو پھول کو خوشبو صدف کو موتی پتھر کو گوہر عطا کرتا ہے الٰہی ایسے ہی تو مجھے بھی میرے مقصد میں بھرپور فوزمندی اور کامیابی عطا کرنا۔"

"میرے اللہ قسم مجھے تیرے نام کی عزت و حرمت کی اگر اپنے رسولؐ کی ناموس اور حرمت کی خاطر مجھ احمد بن سعید کی جان بھی چلی جائے تو میں اسے دنیا و عقبیٰ دونوں کے لئے ایک سعادت سمجھوں گا۔ اس سے آگے احمد بن سعید نے کیا کہا غریطہ اور مورینہ نہ سن سکیں اس لئے کہ دونوں نے دیکھا اصطبل کی طرف سے قراقوش آ رہے تھے۔ انہوں نے گھوڑوں کی باگیں پکڑ رکھی تھیں۔ اس موقع پر مورینہ نے غریطہ کو مخاطب کیا۔

"غریطہ میں پیچھے ہٹتی ہوں۔ تم اندر احمد بھائی کے پاس جاؤ اس وقت انہیں تمہاری ضرورت ہے۔ وہ بڑے کرب بڑی اذیت میں ہیں۔ انہوں نے وہ کفن بھی پہن لیا ہے جو وہ سنبھال کر رکھتے تھے۔ میرے خیال میں اس فرض کی ادائیگی کا وقت آن پہنچا ہے جو انہوں نے اپنے اوپر عائد کر رکھا ہے۔ اندر جاؤ دیکھو احمد بھائی کیا کہتے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی مورینہ پیچھے ہٹ گئی تھی۔ غریطہ بے چاری اداس فکرمند اور غمگین تھی۔ وہ خود بھی جان چکی تھی کہ اس فرض کی ادائیگی کا وقت آن پہنچا ہے۔ دروازے کا پردہ ہٹا کر وہ دیوان خانے میں داخل ہوئی اور جب احمد بن سعید کی نگاہ اس پر پڑی تو احمد کے چہرے پر ہلکی سی پرکشش مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے غریطہ اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ پھر غریطہ کی ہلکی سی روتی بین کرتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"اگر آپ برا نہ مانیں تو میں آپ سے ایک بات کی وضاحت چاہتی ہوں۔"

"غریطہ جو سوال تم کرنے والی ہو اگر یہ سوال میرے اس فرض سے تعلق رکھتا ہے جس کی ادائیگی کا وقت آن پہنچا ہے تو پھر کوئی سوال مت کرنا۔ اس لئے کہ میں شعبان کے ساتھ یہاں سے کوچ کر رہا ہوں۔ کوچ کے وقت میں تمہیں نہ روتے ہوئے دیکھنا چاہتا ہوں نہ تمہاری آنکھوں میں نمی دیکھ سکوں گا۔ نہ تمہاری جھکی گردن نہ تمہارے چہرے کی اداسی کو برداشت کر سکوں گا۔ اس موقع پر میں چاہوں گا کہ ہنسی خوشی تم مجھے رخصت کرو تاکہ جب میں اپنے فرض کے سامنے چھاتی تانے ہوئے جاؤں تو میرے تصورات میں تمہارا مسکراتا ہوا چہرہ جھلمل کرتا رہے۔"

جواب میں غریطہ بے چاری خاموش رہی۔ کچھ بھی نہ بولی۔ نہ اس نے کوئی سوال کیا پھر اچانک چونکی اور احمد کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھی۔

"آپ کچھ دیر تک یہیں ٹھہریں جب تک میں نہ آؤں آپ یہیں رہیے گا۔ اس کے ساتھ ہی غریطہ بڑی تیزی سے مڑی چلی گئی۔

غریطہ کے کہنے پر احمد بن سعید وہیں دیوان خانے کے وسط میں کھڑا رہا وہ سوچوں میں گم تھا اور بڑی بے چینی سے غریطہ کی واپسی کا انتظار بھی کر رہا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد دروازے پر غریطہ کی آواز سنائی دی۔

"اب آپ باہر آ جائیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

غریطہ کی آواز سن کر احمد بن سعید مسکرا دیا تھا۔ آہستہ آہستہ وہ چلتے ہوئے جب دروازے کے پاس آیا تو اس نے دیکھا دروازے پر غریطہ کھڑی تھی۔ اپنے دونوں ہاتھوں میں اس نے قرآن مقدس بلند کر رکھا تھا۔ پھر جب احمد بن سعید قرآن مقدس کے نیچے سے گزرنے لگا تو بکھرتی بکھرتی اور ٹوٹی پھوٹی آواز میں بڑی مشکل سے غریطہ کہہ پائی تھی۔ "میں آپ کو اپنے خداوند قدوس کے سپرد کرتی ہوں۔ میرا اللہ ہمیشہ آپ کا حامی و ناصر ہو۔"

جواب میں احمد نے آمین کہا مڑ کر اس نے غریطہ کی طرف نہیں دیکھا۔ اتنی دیر تک قراقوش اور شعبان دونوں حویلی کے صدر دروازے کے قریب جا پہنچے تھے۔ تیز تیز چلتا ہوا احمد بن سعید بھی ان کے پاس پہنچ گیا۔ قراقوش سے اس نے اپنے گھوڑے کی باگ لے لی۔ قراقوش سے وہ بغلگیر ہو کر ملا پھر شعبان کے ساتھ وہ حویلی سے نکلا۔ دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے۔ انہیں ایڑ لگاتے ہوئے وہاں سے کوچ کر گئے تھے۔

*

قراقوش حویلی کے دروازے پر کھڑا ہو کر اس وقت تک ان دونوں کو دیکھتا رہا جب تک وہ اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو گئے۔ پھر جب وہ حویلی کا دروازہ بند کر کے مڑا تو دنگ رہ گیا۔ اس لئے کہ اس کے پیچھے مورینہ اور غریطہ کھڑی تھیں۔ اس موقع پر غریطہ نے قراقوش کو مخاطب کیا۔

"قراقوش میرے بھائی میں نے یہ اندازہ تو لگا لیا ہے کہ میرے شوہر شعبان کے ساتھ اس فرض کی ادائیگی کے لئے گئے ہیں جسے پورا کرنے کے لئے وہ بڑی بے چینی سے انتظار کرتے رہے ہیں۔ اب جبکہ وہ یہاں سے کوچ کر چکے ہیں میری آپ سے گزارش اور التماس ہے کہ آپ اس فرض کے متعلق تفصیل سے بتائیں تاکہ میری اور میری بہن مورینہ کی تشفی ہو۔"

غریطہ کے اس استفسار پر کچھ دیر تک قراقوش گردن جھکا کر کچھ سوچتا رہا پھر اس کی آواز سنائی دی۔

"اگر ایسا معاملہ ہے تو تم دونوں میرے ساتھ آؤ۔ اب اس فرض کو راز رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی ادائیگی کے لئے احمد اور شعبان دونوں یہاں سے کوچ کر چکے ہیں۔ اب میں تم دونوں کو اس کی تفصیل بتاتا ہوں۔" اس کے ساتھ ہی قراقوش دیوان خانے کی طرف ہو لیا۔ تینوں دیوان خانے میں داخل ہونے کے بعد آمنے سامنے جب نشستوں پر بیٹھ

گئے تب قراقوش نے کہنا شروع کیا۔

"غریطہ اور مورینہ جو کچھ میں کہنے والا ہوں غور سے سنو۔ میں، احمد اور شعبان تینوں فلسطین کی بندرگاہ جانا اور لمکہ کے درمیان ایک ساحلی بستی کے رہنے والے ہیں۔ اس بستی میں ملے جلے لوگ رہتے ہیں۔ مسلمان بھی یہودی بھی اور عیسائی بھی ہیں۔ سب میں انتہا درجہ کا اتفاق ہے۔"

احمد بن سعید نے بھی چونکہ سلطان صلاح الدین کی سرکردگی میں صلیبی جنگوں میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے تھے اور انفرادی اور اجتماعی مقابلوں میں اس نے بڑے بڑے سورماؤں کے سر کاٹے اور انہیں اپنے سامنے زیر کیا۔ اسپین کا ایک بہت بڑا سورما تھا جو احمد بن سعید کے ہاتھوں مارا گیا۔ اس کے دو بھائی تھے ایک کا نام ارنول، دوسرے کا نام جوسلین۔ یہ دونوں اسپین سے وہاں گئے تاکہ احمد بن سعید سے بدلہ لیں۔ وہاں جا کر جب انہوں نے احمد بن سعید کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ مختلف لوگوں سے ملے ان کی رائے لی تو انہیں پتہ چلا کہ اگر ان دونوں نے بیک وقت بھی احمد بن سعید سے تیغ زنی کا مقابلہ کیا تو احمد بن سعید ان دونوں کی گردنیں کاٹ کر رکھ دے گا۔ لہٰذا انہوں نے ایک اور عیارانہ قدم اٹھایا۔"

"زائروں کے بھیس میں رات کی تاریکی میں یہ ہماری بستی میں داخل ہوئے۔ داخل بھی اس وقت ہوئے جب میں شعبان اور احمد بن سعید تینوں گھروں پر نہیں تھے بلکہ سلطان کے لشکر میں صلیبی جنگوں میں مصروف تھے۔"

"جوسلین اور ارنول کے ساتھ ان کے کچھ جوان بھی تھے۔ وہ بظاہر زائرین لگتے تھے لیکن پوری طرح مسلح تھے۔ احمد بن سعید کے گھر یہ داخل ہوئے۔ اس کے ماں باپ بہن بھائیوں سب کو انہوں نے قتل کر دیا۔"

"احمد بن سعید کی ایک پھوپھی تھی، نام اس کا ربیعہ تھا۔ عمر میں وہ احمد سے کسی قدر چھوٹی تھی لیکن کمال کی خوبصورت اور انتہا درجہ کی پرکشش تھی اور اسے شعبان سے منسوب کیا جا چکا تھا۔"

"جوسلین اور ارنول دونوں نے ربیعہ کو اٹھا لیا سارے اہل خانہ کا خاتمہ کرنے کے بعد انہوں نے صرف ربیعہ کے باپ، احمد بن سعید کے بوڑھے دادا کو زندہ رہنے دیا۔ ساتھ ہی اسے یہ پیغام بھی دے گئے کہ ربیعہ کو ہم اٹھا کر اسپین لے جا رہے ہیں اگر اسے کوئی چھڑوانے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

والا ہو تو چھڑا لے۔"

"جس وقت جو سلین اور ارنول ربیعہ کو لے جا رہے تھے تو احمد بن سعید کے دادا نے انہیں دھمکی دی تھی کہ اگر تم زمین کی تہہ میں بھی اتر گئے تو میرا پوتا احمد بن سعید تمہیں تلاش کر کے اپنی پھوپھی ربیعہ کا انتقام بھی لے گا اور جو تم لوگوں نے ہمارے ہاں قتل عام کیا اس کا بھی حساب بے باق کرے گا۔"

"یہ تو فرض کا ایک حصہ تھا جو احمد بن سعید کی ذات سے وابستہ تھا۔ اب اس فرض کا ایک دوسرا حصہ بھی ہے جو اس کے ایمان سے وابستہ ہے وہ کچھ اس طرح ہے۔"

"جو سلین اور ارنول نے جب احمد بن سعید کے اہل خانہ کو قتل کیا اور ربیعہ کو لے جانے لگے تو دوران گفتگو جو ربیعہ کے باپ اور احمد بن سعید کے دادا کے ساتھ ہوئی تھی جو سلین اور ارنول دونوں نے ہمارے رسولؐ کی توہین کی اور حضورؐ کے لئے نازیبا الفاظ استعمال کئے۔ یہ ساری تفصیل احمد بن سعید کے دادا نے احمد سے کہی۔ تب احمد اور شعبان دونوں نے قسم کھائی کہ وہ جو سلین اور ارنول سے انتقام ضرور لیں گے۔ اس بنا پر ہم نے یہاں کا رخ کیا۔ میں بھی اس موقع پر قسم کھانے والا تھا لیکن احمد بن سعید نے مجھے روک دیا۔ اب دونوں اس فرض کی ادائیگی کے لئے گئے ہیں۔ شعبان نے ربیعہ کا بھی سراغ لگا لیا ہے اور جو سلین اور ارنول کو بھی تلاش کر لیا ہے۔ جنہوں نے نہ صرف ربیعہ کا اغوا کیا بلکہ توہین رسولؐ کے بھی مرتکب ہوئے۔"

"سنو غرطہ اور مورینہ دریائے تاجہ جس جگہ جبل بشارات اور کوہستان طلیطلہ کے اندر سے گزرتا ہے وہاں دریائے تاجہ کے اس پار کاسیرش نام کی ایک بہت بڑی بستی ہے۔ اس بستی کے باہر جو سلین اور ارنول کی رہائش ہے۔ شعبان نے یہاں آ کر احمد بن سعید کو یہ بھی خبر دی ہے کہ ربیعہ کو بے آبرو کیا جا چکا ہے اور جو سلین اور ارنول دونوں نے اسے کاسیرش نام کی بستی کے نواح میں ایک محفوظ جگہ زنجیروں میں جکڑ کر قیدی بنا رکھا ہے۔ احمد بن سعید اور شعبان اب اسی سمت گئے ہیں یہ ہے اس راز اور اس فرض کی ساری تفصیل۔"

*

سورج دن بھر زہریلے لمحوں سے لڑتا نفرت کے بکھرے بازاروں میں جھانکتا اذیت خانوں کی شدت پر کراہتا بے حیائی کی چادروں پر کڑھتا ظلم ستم کے کوہ گراں دیکھتا کسی غصیلے انقلابی

ان کے سرخ تمتماتے چہرے کی طرح غروب ہو رہا تھا۔ ایسے میں احمد بن سعید اور قراقوش لامی حدود سے نکل کر الفانسو کی مملکت میں داخل ہوئے تھے۔

وہ بڑی آہستگی سے سفر کر رہے تھے۔ دریائے تاجہ کو انہوں نے عبور کیا اور پھر اس رفتار ے آگے بڑھے کہ جس وقت اگلے روز کا سورج طلوع ہو رہا تھا وہ کاسیرش نام کی بستی کے یب پہنچ گئے۔ جو ان دونوں کی منزل ان دونوں کا ہدف تھا۔ ایک جگہ شعبان نے اپنے ھوڑے کو روک دیا اور احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے وہ بول اٹھا۔

"احمد میرے بھائی میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جو سلین اور ارنول دونوں بھائی مختلف ہوں پر رہتے ہیں۔ ارنول دریائے تاجہ کے کنارے ایک پرانی قدیم عمارت ہے اس کے اندر ائش رکھتا ہے جبکہ اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر دریائے تاجہ کے کنارے وسیع باغات ہیں ں میں سے ایک باغ جو سلین کا ہے اور اسی باغ کے اندر اس کی حویلی ہے۔ جہاں اس کا قیام ے اب یہ فیصلہ دو کہ پہلے ارنول کا رخ کرنا ہے یا جو سلین کا۔"

احمد بن سعید نے کچھ دیر تک سوچا اس کی گردن جھکی رہی اس کے بعد اس نے شعبان کو طب کیا۔

"شعبان میرے بھائی پہلے یہ بتاؤ میری پھوپھی اور تمہاری منسوبہ ربیعہ ان دونوں بھائیوں ں سے کس کی قید میں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جو سلین کے ساتھ بعد میں نبٹوں اس لئے کہ رے رسولؐ اور میرے آقاؐ میرے ہادی کے خلاف اس نے اتہام تراشی کی تھی۔ اسی نے بانی کی تھی اور ایسے الفاظ میرے رسولؐ کے لئے استعمال کئے تھے جو میرے رسولؐ کی اہانت ر کے خلاف انتہا درجہ کی بددیانتی ہے۔"

"شعبان میرے بھائی اسپین میں داخل ہونے کی بعد جو عرصہ میں نے گزارا وہ میرے لئے ا اذیت کا سا تھا۔ میں ہر روز اپنے خداوند قدوس کے حضور دعا مانگتا تھا کہ اے اللہ اپنے ولؐ کی اہانت کا بدلہ لینے کے لئے جو مجھ سے تاخیر ہو رہی ہے اس پر تو مجھے معاف کرنا۔ میں پر نم آنکھوں کے ساتھ اپنے رب سے یہ بھی دعا مانگا کرتا تھا کہ اے کعبہ کے رب اگر مجھے ت رسولؐ کرنے والوں کے خلاف حرکت میں آنے کے لئے ایک ہزار بار زندگی ملے تو میں ار اپنی زندگی کو اپنے رسولؐ کی عزت اور ناموس پہ قربان کرتے ہوئے فخر محسوس کروں اب ہ آگیا ہے جس کا مجھے انتظار ہے۔ یہ بتاؤ کہ ربیعہ ارنول کے پاس ہے یا جو سلین کے پاس۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اگر جوسلین کے پاس ہے تو پھر میرے خداوند نے چاہا تو پہلا نمبر جوسلین ہی کا آئے گا۔ اگر ربیعہ ارنول کے پاس ہے تو پھر میں ارنول سے نبٹوں گا اس کے بعد جوسلین کی طرف جاؤں گا جس نے میرے آقا میرے رسولؐ کے خلاف بدزبانی کی تھی۔"

احمد بن سعید جب تک بولتا رہا شعبان خاموشی سے سنتا رہا جب وہ خاموش ہوا تب وہ بول پڑا۔

"احمد میرے بھائی یہاں سے جوسلین کا باغ نزدیک ہے۔ اس کے باغ کے پاس سے گزر کر ہمیں اس کے بھائی ارنول کا رخ کرنا ہو گا۔ ارنول بڑا ہے جوسلین چھوٹا ہے۔ ربیعہ ارنول ہی کے ہاں قید ہے۔ اور اس کی قدیم پرانی حویلی دریائے تاجہ کے کنارے ہے۔ اگر ہم دونوں بھائی دریائے تاجہ کے کنارے کنارے آگے بڑھتے رہیں تو ارنول کی حویلی کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

شعبان کی اس گفتگو سے احمد بن سعید کے چہرے پر بڑی دلفریب مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ لمحہ بھر کے لئے اس نے آسمان کی طرف دیکھا۔ انتہائی کرب انتہائی عاجزی اور انکساری میں وہ کہنے لگا۔

"میرے مالک میں بدی کے آتش فشانی دہانوں کی طرف بڑھنے لگا ہوں۔ تیرے رسولؐ کی اہانت کا انتقام لینے کے لئے میرے اللہ میں تخریب کے پرچم بلند کرنے والوں کے خلاف تقدیر کے لمحوں کو جنبش دینے لگا ہوں۔ میرے اللہ اپنے رسولؐ، اپنے آقا کی حرمت اور عزت کی خاطر میں اپنے کام کی وہاں سے ابتدا کرنے لگا ہوں جہاں ساری تدبیریں دم توڑ جاتی ہیں۔"

"میرے اللہ! میرے مالک! اس دنیا اس جہاں میں یہ مسرتوں اور تمناؤں، آرزوؤں اور امیدوں، خوابوں اور تعبیروں، دھوپ کی سنہری زلفوں، بادلوں کی پرچھائیوں، تیرگی کے کانٹوں، خاموشیوں کی سنسانیوں، اشک و تبسم، پھول اور شبنم، چاندنی کی جوان نظروں، تاروں کی پرچھائیوں کا سارا ہی کھیل میرے اللہ تیرے دم سے ہے۔ میرے اللہ ماضی میں بھی تیرے سامنے میں دست بدعا رہا۔ تیرے ہی سامنے دست طلب دراز کرتا رہا۔ اب بھی تیرے سامنے میں ایک عاجز بندے کی طرح کھڑا ہوں۔ میرے مالک اپنے مقدس نام کے صدقے میں اور حبیبؐ اپنے آخری رسولؐ کی اعلیٰ و ارفع رسالت کے صدقے میں میرے اللہ مجھے اپنے مقصد میں کامیاب اور کامران رکھنا۔"

دعا مانگتے ہوئے احمد بن سعید کی آنکھیں نمناک ہو گئی تھیں۔ شعبان کی پلکیں بھی بھیگ چکی تھیں۔ پھر اپنے سر پر بندھے ہوئے عمامے سے دونوں نے آنکھیں خشک کر لیں۔ اپنے سراپے کا جائزہ لیا۔ دونوں کے گلوں میں بڑی بڑی صلیبیں لٹک رہی تھیں۔ ایک دوسرے کی طرف انہوں نے جواب طلب نظروں سے دیکھا۔ پھر اشاروں ہی اشاروں میں کوئی فیصلہ ہوا۔ اس کے بعد اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگاتے ہوئے انہوں نے ہانک دیا تھا۔ اب وہ دریائے تاجہ کے کنارے کنارے بڑی تیزی سے اپنے گھوڑوں کو مشرق کے رخ پر دوڑا رہے تھے۔

قدیم طرز کی حویلی کے تھوڑے فاصلے پر دونوں نے ایک دوسرے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اپنے گھوڑوں کو روک دیا۔ پھر احمد بن سعید نے شعبان کو مخاطب کیا۔

"شعبان میں اگر غلطی پر نہیں تو جو سامنے حویلی دکھائی دے رہی ہے یہی ارنول کی حویلی ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے مجھے یہ بتاؤ کہ اس حویلی میں کس قدر لوگ مقیم ہوں گے۔"

جواب میں شعبان نے کچھ سوچا پھر کہہ اٹھا۔

"احمد میرے بھائی یہ حویلی رہائش گاہ نہیں ہے۔ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ دریائے تاجہ کے کنارے ان کے باغات ہیں۔ وہاں ان کی آبائی حویلی ہے۔ ارنول اور جوسلین دونوں کے اہل خانہ اسی حویلی کے اندر رہتے ہیں۔ یہ جو دریائے تاجہ کے کنارے ان کی حویلی ہے یوں سمجھو یہ ان کی عشرت گاہ ہے۔ یہاں ارنول اور اس کے دو محافظوں کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا۔ میرے خیال میں ہمیں یہاں ارنول سے نبٹنے میں کوئی زیادہ مزاحمت پیش نہیں آئے گی۔"

احمد بن سعید کے چہرے پر تبسم نمودار ہوا تھا۔ پھر گھوڑے کو ایڑ لگاتے ہوئے کہنے لگا۔ "آؤ پھر اللہ کا نام لے کر اپنے کام کی ابتدا کریں۔" ساتھ ہی دونوں نے اپنے گھوڑوں کو ایڑ لگا دی تھی۔ وہ حویلی کے صدر دروازے کے عین سامنے جا رکے تھے۔ جہاں ایک مسلح جوان کھڑا تھا۔

دونوں اپنے گھوڑوں سے اترے۔ احمد بن سعید حویلی کی صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ شعبان اس کے پیچھے تھا۔ مسلح جوان کے پاس جا کر احمد نے اسے مخاطب کیا۔

"اے عزیز! میں نے ارنول سے ملنا ہے۔ اس کا قدیم دوست اور پرانا جاننے والا ہوں۔ کیا وہ اس وقت حویلی کے اندر رہی ہے؟"

اس محافظ نے تھوڑی دیر کے لئے احمد بن سعید اور شعبان کو شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھا۔ پھر احمد بن سعید کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ اٹھا۔

"ارنول اس وقت دریائے تاجہ کے کنارے نہانے گیا ہے۔ تھوڑی دیر انتظار کرو۔ واپس آنے ہی والا ہو گا۔"

احمد بن سعید نے شاید اسے مناسب موقع جانا۔ ایک جھٹکے کے ساتھ اس نے اپنی تلوار بے بیام کی محافظ پر برسائی اور اس کا کام تمام کر دیا۔

شعبان فوراً حرکت میں آیا۔ مرنے والے کی لاش کو گھسیٹتے ہوئے وہ ایک طرف لے گیا اور چند چھوٹے چھوٹے پودوں کے اندر اس نے لاش کو چھپا دیا تھا۔ پھر احمد بن سعید کے پیچھے پیچھے وہ حویلی میں داخل ہوا۔ حویلی کے مختلف کمروں کا وہ جائزہ لیتے رہے۔ ایک کمرے میں انہیں ایک لڑکی بستر پر دراز دکھائی دی۔ اسے دیکھتے ہوئے احمد بن سعید کا چہرہ فق ہو گیا تھا۔ اس لڑکی کی ٹانگوں کے ساتھ زنجیریں بندھی ہوئی تھیں اور زنجیروں کے دوسرے سرے چارپائی کے ساتھ بندھے ہوئے تھے۔ لڑکی ابھی تک گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔ اور وہی احمد بن سعید کی پھوپھی ربیعہ اور شعبان کی منسوبہ تھی۔

اپنی جگہ پر کھڑے ہو کر تھوڑی دیر تک احمد بن سعید ربیعہ کا جائزہ لیتا رہا۔ اس کی بے بسی اس کی مجبوری سے اس کی آنکھوں سے آنسو کا سیلاب بہہ نکلا تھا۔ اس کے پہلو میں کھڑا شعبان بھی رو دیا تھا۔ پھر احمد بن سعید آگے بڑھا زنجیروں کے جو سرے مسہری کے ساتھ بندھے ہوئے تھے وہ اس نے کھول دیئے پھر اس نے شعبان کی طرف دیکھا۔

"شعبان تم ذرا دروازے کی طرف دھیان رکھو۔ زنجیروں کے جو کڑے میری پھوپھی کی ٹانگوں میں پڑے ہیں میں انہیں کھول کر اسے زنجیروں سے آزاد کرتا ہوں۔ دھیان رکھنا اس وقت باہر سے کوئی نہ آئے۔"

شعبان اپنی تلوار سونت کر اس کمرے کے دروازے پر کھڑا ہو گیا تھا۔ احمد بن سعید نے اپنی تلوار ایک طرف رکھ دی۔ ربیعہ ابھی تک گہری نیند سوئی ہوئی تھی۔ احمد بن سعید آگے بڑھا دونوں ہاتھوں کی گرفت اس کڑے پر جمائی جو اس کی پھوپھی کی ٹانگوں میں تھا۔ زور لگایا کڑے کو کھولا اور اسے دائیں ٹانگ سے علیحدہ کر دیا تھا۔ پھر جس وقت اس نے دوسرے کڑے کو جھٹکا دیتے ہوئے کھولا۔ تب ربیعہ کی آنکھ کھل گئی اور وہ اٹھ بیٹھی۔ اس وقت احمد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بن سعید دوسری زنجیر کو بھی علیحدہ کر چکا تھا۔ احمد بن سعید کو اپنے سامنے دیکھتے ہوئے ربیعہ نے اپنے سر کو ایک جھٹکا دیا۔ عجیب سے انداز میں اس نے اپنی آنکھیں جھپکائیں۔ پھر آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے بول اٹھی۔

"اے خداوند قدوس! یہ میں کیا دیکھ رہی ہوں۔ کیا قیامت برپا ہو گئی ہے مرنے کے بعد مجھے دوبارہ زندگی عطا کر دی گئی ہے۔ الٰہی یہ عمارت تو وہی ہے جس میں مجھے زندان کے اسیر کی طرح رکھا گیا ہے۔ اگر ایسا معاملہ ہے تو کیا زندگی کی تمازت بے حس و بے جان خوابوں میں تبدیل ہو گئی ہے۔ یا میری روح میں رجائیت گھل گئی ہے اور میں کفنائی ہوئی لاش کی طرح برزخ کے عذاب میں مبتلا کر دی گئی ہوں۔"

"اے میرے مالک! میرے بھائی کا شیر دل فرزند میرے سامنے کھڑا ہے۔ اس کے ساتھ میرا منسوب بھی ہے۔ کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں یا حقیقت کا سامنا کر رہی ہوں۔ ہائے حیف یں تو زندہ ہوں۔ اگر میری رگوں میں لہو رقصاں ہے تو کیا میرے ذہن کے دریچوں نے ردو بول کی حس ختم کر دی ہے۔"

ربیعہ یہیں تک کہنے پائی تھی کہ احمد بن سعید نے اپنی آنکھوں سے بہہ جانے والے آنسو اپنے عمامے کے پلو سے پونچھ لئے۔ اس کے پیچھے شعبان بھی اسی کیفیت میں مبتلا تھا۔ پھر حمد بن سعید نے ربیعہ کو مخاطب کیا۔

"اے میرے باپ کی نیک خو بہن! نہ قیامت برپا ہوئی نہ کسی نے تیری زندگی کا خاتمہ کیا ہے تو زندہ سلامت ہے لوگوں نے جو تیرے پاؤں میں زنجیریں ڈال دی تھیں وہ میں نے کھول ی ہیں۔ میں تیرے بھائی کا بیٹا تجھے لینے آیا ہوں۔ تجھے یاد ہو گا۔ جب یہ تجھے اٹھا کر لا رہے تھے میرے دادا تیرے باپ کو انہوں نے کہا تھا اگر اس لڑکی کا کوئی والی وارث ہو تو اس کا تعاقب رور کرے۔ اس کو لینے کے لئے ضرور آئے۔ دادا نے کہا تھا کہ اس کے والی وارث زندہ ہے تو زمین کی تہہ سے بھی تمہیں نکال لائیں گے۔ سو سن میرے باپ کی بہن میں اپنے دادا ے الفاظ کے مطابق یہاں پہنچ چکا ہوں اور تمہیں ساتھ لے کر جاؤں گا۔"

ربیعہ کی پلکیں یوں جھک گئی تھیں۔ جیسے زندگی کی آنکھوں میں بے بسی بس گئی ہو۔ پھر ں نے ڈوبتے لہجے بکھرتی آواز میں کہنا شروع کیا۔

"سن میرے شیر دل نگہبان! تو دیر سے آیا ہے۔ اب جبکہ موتی سمندر میں گر گئے ہیں۔

ہیرے مٹی میں گر چکے ہیں۔ مجھ سے میرا گوہر عصمت چھن چکا ہے۔ میں واپس جا کر کیا کروں گی۔ شیطان کی طرح سیاہ ان لوگوں نے مجھے بے آبرو کر دیا ہے۔ اب میرے پاس نہ پاکیزہ زندگی کی ملائم مسکراہٹ ہے نہ عصمت کی پروقار چمک۔ تمہارے ساتھ جا کر میں اندھے پرندے کی طرح کرب آشنا زندگی بسر نہیں کرنا چاہتی۔ سن میرے شیر دل پاسبان' عورت کی عزت اس کا ناموس اس کی آبرو مٹی کے کورے برتن کی مانند ہوتی ہے۔ جب اسے بے آبرو کر دیا جاتا ہے تو اس کی رگ رگ میں بے غیرتی کے بگولے سنسناتے رہتے ہیں۔ وہ کسی کا سامنا نہیں کر سکتی۔ میں بھی اپنی بے آبروئی کو اسپین سے لے کر فلسطین تک گھسیٹنا نہیں چاہتی۔ میں اب ایک سرطان زدہ مخلوق ہوں۔ مجھے یہیں بے وقار' بے وفا لمحوں کے کالے تابوت میں پڑا رہنے دو۔"

احمد بن سعید کے چہرے پر اس موقع پر عجیب سا کرب پھیل گیا تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے اپنی نوجوان پھوپھی کے دونوں پاؤں اپنے ہاتھوں میں لئے۔ باری باری اس نے دونوں پاؤں کو بوسہ دیا پھر کہہ اٹھا۔

"میں تمہیں یہاں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ تو میرے باپ دادا کی نشانی ہے۔ میرے خاندان کی پاکیزگی میری ملت کی آبرو ہے۔ تجھے ساتھ لے کر جاؤں گا قسم خدائے واحدہ لاشریک کی اگر تجھے واپس لے جانے میں میرے راستے میں لہو کے سمندر اور قضا کے طوفان بھی حائل ہو گئے تب بھی میں تمہیں لے نکلنے کا عزم کر لوں گا۔ حوصلہ نہیں ہاروں گا اب اٹھ کہ جو شخص تمہیں یہاں لایا ہے اس سے انتقام لینے کے بعد تو میرے ساتھ چلے گی۔"

"کیا یہ لوگ تمہیں ہر وقت ان زنجیروں میں جکڑے رکھتے تھے۔" اس پر ربیعہ بول پڑی۔

"میری خدمت کے لئے انہوں نے ایک عورت مقرر کر رکھی ہے جو وقت ضرورت مجھے باہر لے جاتی' پاؤں میں زنجیریں ہر وقت پڑی رہتی ہیں تاکہ میں کہیں بھاگ نہ جاؤں۔ پھر سوتے وقت زنجیروں کے دونوں سروں کو مسہری کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے۔ بس زندگی کے دن یہاں آکر میں نے ایسے ہی کاٹے ہیں۔"

یہاں تک کہتے کہتے ربیعہ خاموش ہو گئی۔ اس لئے کہ اس کمرے میں جو دروازہ تھا وہ اچانک کھلا اس میں سے ایک عورت نکلی۔ کڑکتی ہوئی آواز میں اس نے احمد بن سعید اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ن سے پوچھ لیا۔

"تم دونوں کون ہو اور یہاں کیوں آئے ہو اور ربیعہ سے تمہارا کیا تعلق اور رشتہ ہے؟؟"

احمد بن سعید نے اپنی خون آلود تلوار اس عورت کی طرف لہرائی پھر غراتے ہوئے لہجے س عورت کو مخاطب کیا۔

"خاتون میں نہیں جانتا تو کون ہے میں اپنی پھوپھی ربیعہ سے بات کرتا ہوں۔ اگر اس لو سے یہ پتہ چلا کہ تو بھی اس کے خلاف گناہوں میں شامل ہے تو تیری گردن بھی کاٹ گا۔ اگر تو غیر جانب دار ہے تو ایک طرف رہ اس گھر میں بہنے والے خون میں تیرا خون شامل کرنا چاہتا۔"

اس عورت پر جب واضح ہو گیا کہ آنے والے ربیعہ کے رشتہ دار ہیں تب وہ اس زے کی طرف گئی جس دروازے سے آئی تھی۔ دروازہ اس نے بند کر لیا تھا۔ اس کی اس ت پر احمد بن سعید کے چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ازے پر کھڑے شعبان نے اسے اشارہ دیا۔

"احمد میرے بھائی کوئی آ رہا ہے۔" احمد کے کسی رد عمل کا اظہار کرنے سے پہلے ہی دھیمی رازدارانہ سی آواز میں ربیعہ بول پڑی۔

"احمد یہ جس نے مجھے یہاں محبوس کر رکھا ہے اس کا نام ارنول ہے۔ ہر روز صبح کے یہ دریا کی طرف جاتا ہے۔ اپنے ایک محافظ کو بھی ساتھ لے جاتا ہے اور وہاں سے لوٹتے ئے سیدھا میری طرف آتا ہے۔ اس سے محتاط رہنا۔" احمد بن سعید نے شکر گزار انداز میں پھوپھی ربیعہ کی طرف دیکھا۔ پھر شعبان کو پکڑ کر ایک طرف کھینچ لیا۔ دونوں دروازے کی میں ہو گئے تھے۔

تھوڑی ہی دیر بعد ارنول اس کمرے میں داخل ہوا۔ اس کی پیچھے پیچھے اس کا محافظ بھی آیا۔ محافظ نے ابھی پہلا ہی قدم رکھا تھا کہ احمد بن سعید کی تلوار بلند ہو کر گری محافظ کو ان کر گئی تھی۔ لاش کی صورت میں وہ فرش پر گر کر تڑپنے لگا تھا۔ اس کا خون بڑی تیزی فرش پر پھیلنے لگا تھا۔ یہ صورت حال ارنول کے لئے غیر متوقع تھی۔ اس نے فوراً اپنی ر بے نیام کر لی اور قہر بھرے انداز میں اس نے احمد کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھ لیا۔

"تم لوگ کون ہو اور تمہیں یہاں آنے کی کیسے جرات اور جسارت ہوئی۔" اس پر اپنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سامنے خون آلود تلوار لہراتے ہوئے احمد بن سعید بول پڑا۔

"جس طرح تم زائرین کے بھیس میں ہماری بستی میں داخل ہونے کے بعد میری پھوپھی ربیعہ کو اپنے بھائی کے ساتھ اٹھالائے اور میرے اہل خانہ کو قتل کیا اس طرح میں بھی حویلی میں داخل ہوا ہوں۔ تمہارے دونوں محافظوں کا میں نے خاتمہ کر دیا ہے۔ اب تمہاری باری ہے۔ جس وقت ہماری غیر موجودگی میں تم نے ہمارے اہل خانہ کا خاتمہ کیا تھا۔ تو نے اور تیرے بھائی جوسلین نے میرے دادا کو دھمکی دی تھی کہ اگر ربیعہ کا کوئی والی وارث ہو تو اسے کہنا اسے چھڑانے کے لئے آئے۔ سو میں پہنچ چکا ہوں ارنول تیرا قبرستان تو میں اسی حویلی میں بناؤں گا یہاں سے نکلنے کی بعد تیرے دوسرے بھائی جوسلین کا رخ کروں گا۔ جس نے میرے آقا میرے رسولؐ کی اہانت کی۔ اس نے ناموس رسالت پر حرف گیری کی ایسا شخص خداوند قدوس کی قسم جہنم کی تہہ میں بھی پہنچ جاتا تب بھی ناموس رسالتؐ کا انتقام لینے کے لئے میں وہاں بھی اسے جا پکڑتا۔ یہ تو تم صرف دریائے تاجہ کے کنارے پناہ لینے کے لئے بیٹھ گئے ہو۔ تم اگر زمین کی تہہ میں بھی اتر جاتے تب بھی تم دونوں کا تعاقب کرتے ہوئے میں وہاں پہنچتا۔ تم سے انتقام ضرور لیتا۔ سو ارنول میں پہنچ چکا ہوں اور اب اس حویلی میں تیری چند ہی ساعتیں باقی ہیں۔"

احمد بن سعید کی اس گفتگو سے ارنول کا چہرہ غصے اور غضبناکی میں سرخ ہو گیا۔ کچھ دیر و سوچتا رہا پھر اس نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"اگر تم اتنے ہی سورما ہو کہ اس ربیعہ کا انتقام لینے کے لئے یہاں پہنچ گئے ہو تو تم دونو باری باری میرے ساتھ انفرادی مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو۔"

احمد بن سعید منہ سے کچھ نہ بولا تاہم اس نے اثبات میں گردن ہلا دی تھی۔ اس پر ارنول نے اپنے چمڑے کی پٹی کھولی جس کے ساتھ تلوار اور خنجر لٹک رہا تھا۔ پھر اس پٹی کو اس نے دور پھینک دیا ہاتھ کے اشارے سے اس نے احمد بن سعید کو بلایا تاکہ وہ انفرادی مقابلہ کرے۔

احمد بن سعید نے بھی اپنی چرمی پٹی کھول کر ایک طرف رکھ دی تھی۔ اس کی پٹی کے ساتھ بھی تلوار اور خنجر تھا جونہی احمد بن سعید اس کے قریب گیا ارنول نے ایک زوردار گھونسہ اس کے منہ پر دے مارا۔ احمد بن سعید اپنی جگہ پر جما رہا اور انتہائی غصیلی آواز میں اس نے ارنول کو مخاطب کیا۔

"ارنول ایسے ہی چند زوردار گھونسے مجھے مارو تاکہ تمہارے خلاف میرا انتقام، میرا جذبہ میرا جوش اپنے عروج پر پہنچے اور میں تم سے لمحوں کے اندر اس ربیعہ کا انتقام لینے کے لئے تیار ہو جاؤں۔"

اس کے بعد چند اور گھونسے ارنول نے احمد بن سعید کے دے مارے۔ احمد بن سعید جب پتھر اور ستون کی طرح اپنی جگہ پر جما رہا تو ارنول کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ پھر احمد بن سعید آگے بڑھا اور اس پر اس نے مکوں لاتوں کی بارش کر دی تھی۔

کچھ دیر تک ایسا ہی سماں رہا۔ دونوں ایک دوسرے پر مکوں اور لاتوں کی بارش کرتے رہے۔ پھر آہستہ آہستہ ارنول پر ماندگی احمد بن سعید پر تازگی چھاتی چلی گئی تھی اور لمحہ بہ لمحہ احمد بن سعید اس پر چھانے لگا تھا۔ ایک موقع پر لگاتار دو گھونسے احمد بن سعید نے ارنول کے پیٹ اور پسلیوں پر دے مارے۔ ارنول کراہ اٹھا اور انتہائی بے بسی کے عالم میں وہ فرش پر گر گیا تھا۔

احمد بن سعید آگے بڑھا اور اس کی ٹانگ پر اپنا پاؤں رکھا اور اس پر بوجھ ڈالتے ہوئے وہ بول پڑا۔

"ارنول تو کیا سمجھتا تھا کہ فلسطین سے نکل کر اسپین میں آکر تو محفوظ ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں۔ ہم اپنے رب کے قصیدے گانے والے لوگ دل و نظر کے خرابوں، دوریوں کے غم میں بھی اپنے دشمنوں کے چہروں کی سیاہی اور زمین کی کالک کا باعث بن جاتے ہیں۔ دیکھ تو انتہائی بے بسی کے عالم میں میرے سامنے زمین پر گرا ہے کیا میں نے یہاں پہنچ کر تیرے طلسمی خیال میں فل فل کی تلخی اور تیری تنگنائے زندگی میں جان کے عذاب روح کا سوگ نہیں بھر دیا۔"

"ارنول ہم جس رسولؐ جس آقا کے ماننے والے ہیں۔ وہ قیدیوں کو اسیری سے مسکینوں کو بھوک سے نجات دینے والے تھے۔ انہوں نے زندگی کو حقیقی زندگی روشنی کو اصل روشنی عطا کی اس رسولؐ کے ماننے والوں کے ساتھ جب کوئی مخلص ہوتا ہے اور خلوص سے پیش آتا ہے تو ہم لوگ اپنے ساتھ ایسے سلوک کا اظہار کرنے والوں کی فصل کے لئے ابر جیسی نرم رو کھیت کے لئے دعا جیسے برکشش بن کر رہتے ہیں۔ ہم تو ہر مسافر کے لئے چراغ راہ ثابت ہوتے ہیں۔ پر جو تمہاری طرح ہمارے ساتھ بددیانتی کرتے ہیں دھوکہ اور فریب سے کام لیتے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیں اسے آخری لمحوں سے دوچار کرنے کے لئے ہم موت کا سناٹا' ہجر کی راتوں کا دکھ اور مجبوری بھی بن جاتے ہیں۔ دیکھ لے تیری ہی سرزمینوں میں آ کر تیرے لئے میں مایوسی میں لپٹی قضا بن گیا ہوں۔ سن ابلیس زادے تو بے آبرو شیطان' کذب کا پلندہ اور گناہوں کا ڈھیر ہے۔ تجھے کسی بھی صورت معاف کر کے زندہ نہیں چھوڑا جا سکتا۔ تجھ پر موت طاری کرنا کار ثواب ہے۔"

اس کے بعد احمد بن سعید نے اپنا بایاں پاؤں ارنول کی ایک ران پر رکھا۔ دوسری ران کو اس نے دونوں ہاتھوں سے تھاما پھر اس قدر زور لگایا کہ ارنول کے جسم کو دو حصوں میں چیر کر علیحدہ کر دیا تھا۔ کمرے میں ایک ہولناک بھیانک چیخ بلند ہوئی تھی۔ پھر چاروں طرف سناٹا پھیل گیا تھا۔

احمد بن سعید کے چہرے پر ابھی تک غضبناکی غصے اور انتقام کے آثار تھے۔ ارنول کا خاتمہ کرنے کے بعد وہ اس کے جسم کے دونوں حصوں کے پاس کھڑا رہا اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے اس کی جوان سال پھوپھی ربیعہ کے لبوں پر ہلکا سا تبسم نمودار ہوا۔ آہستہ آہستہ وہ آگے بڑھی' بڑی شفقت اور توصیفی انداز میں احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے وہ کہہ رہی تھی۔

"اے میرے بھائی کے شیر دل فرزند! تو کیا خوب دشمنوں کے لئے موت کا دامن آگ کا بگولہ بن کر نمودار ہوا تو ان بے وفا لمحوں کے اندر ایسا طوفان بن کر یہاں آیا ہے۔ جس کی کوئی راہ نہیں روک سکتا۔ تیری یہاں آمد سے پہلے میں نئے امید افزا موسموں سے مایوس بے طلب و بے تگ و دو ہو گئی تھی۔ میرے دل میں کوئی کاوش کوئی تلاش نہ رہی تھی۔ پھر ان ظالموں کے سودائے قہر میں ایک بھیانک لمحہ اور ان کے ہوس خام میں تو نے اولوں کے برفانی طوفان کی طرح داخل ہو کر ہر شے کی کایا کو پلٹ کر رکھ دیا ہے۔"

"میری دعا ہے تو ہمیشہ چاند کی جوان نظروں سا خوشنما' سرائی موسموں کی پھیلی بانہوں میں دھوپ کی سنہری کرنوں سا پھلتا پھولتا رہے۔ میری دعا ہے گھنٹیاں بجاتی مرگ تیرے آگے آگے بھاگتی رہے۔ نبضوں کو حرکت دیتی زیست ہمیشہ تیرا ساتھ دیتی رہے۔ میری دعا ہے تو ہمیشہ گفتار کی جرات اور زندگی کی بشارت سے اپنی ملت اپنی قوم کا دامن بھرتا رہے۔"

جب تک ربیعہ بولتی رہی احمد بن سعید خاموش رہا۔ اس وقت اس کے چہرے کے تاثرات بدل گئے تھے۔ غصے اور انتقام کی جگہ اب اس کے چہرے پر ربیعہ کے لئے شفقت

اپنائیت اور احترام تھا۔ ربیعہ جب خاموش ہوئی تب احمد بن سعید بول پڑا۔

"سن میری پھوپھی ہمیں یہاں زیادہ دیر قیام نہیں کرنا چاہئے۔ اس ارنول سے تو میں نے تیری ذات کا انتقام لیا ہے۔ تیری ذات چونکہ میری ذات سے وابستہ ہے لہٰذا ارنول سے انتقام میری ذات کی خوشنودگی میری ذات کا اطمینان تھا۔ لیکن ابھی تو میں نے اس سے بھی بڑا معرکہ سر کرنا ہے۔ اور وہ میرے ایمان میرے خداوند قدوس کی خوشنودی ہے۔ ابھی تو میں نے جوسلین کا رخ کرنا ہے۔ جس نے میرے آقا میرے رسولؐ کے خلاف بدزبانی کی تھی۔ قسم خداوند قدوس کی اگر وہ شخص زمین کی تہہ میں اتر گیا تب بھی میں ناموس رسالتؐ کا پاسبان بن کر اسے وہاں سے نکالوں گا اور اس سے انتقام ضرور لوں گا۔"

ربیعہ بے چاری کی پلکیں جھک گئی تھیں۔ زمین کی طرف دیکھنے لگی تھی اور اس کمرے کے کچے فرش کو اپنے انگوٹھے کے ناخن سے کریدنے لگی تھی۔ وہ عجیب سی کشمکش اور ایک انجانے کرب میں مبتلا تھی پھر اس کی روتی ہوئی آواز سنائی دی۔

"سن میری عصمت کے پاسبان میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ یہ بدباطن لوگ مجھے گوہر عصمت سے محروم کر چکے ہیں۔ میں تمہارے ساتھ جا کر کیا کروں گی۔ کیا میں اسپین سے لے کر فلسطین تک اپنی بے آبروئی کا ڈھنڈورا پیٹتی رہوں گی۔ میں جانتی ہوں میرا باپ ابھی زندہ ہو گا میرا انتظار کر رہا ہو گا۔ پر جب اسے یہ خبر ہو گی کہ میں بے آبرو ہو چکی ہوں تو یہ تو سوچو اس کے دل پر کیا گزرے گی۔ کیا وہ یہ خبر سن کر موت سے ہمکنار نہ ہو جائے گا اور میں قبل از وقت اس کی موت کا سبب نہیں بننا چاہتی۔ تو جانتا ہے ان دشمنوں نے پہلے ہی ہمارے سارے خاندان کے افراد کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے اب لے دے کہ تم اور دادا بچے ہو۔ میں ان دونوں کے لئے کسی نئی مصیبت کی ابتدا نہیں کرنا چاہتی۔ پھر تم یہ بھی سوچو تم مجھے اپنے ساتھ فلسطین لے جا کر کیا کرو گے کیا کوئی مجھ جیسی بے آبرو لڑکی کو اپنانا پسند کرے گا۔"

احمد بن سعید کی پلکیں بھیگ گئی تھیں۔ شعبان بے چارے کی گردن جھک گئی تھی اور وہ اپنی آنکھوں کی نمی صاف کرنے لگا تھا۔ اس موقع پر احمد بن سعید نے عجیب سے انداز میں شعبان کی طرف دیکھا اس پر شعبان ربیعہ کے قرب آیا اور اسے مخاطب کیا۔

"ربیعہ اپنے آپ کو اس قدر محروم اس قدر کم تر اور پست مت خیال کرو اگر ان ظالموں نے تمہیں بے آبرو کیا ہے تو اس میں تمہارا کیا قصور ہے۔ یہاں آنے سے پہلے رشتہ داروں

نے مجھے تم سے منسوب کر دیا تھا سو جس طرح پہلے تم میری ذات کا ناموس میری عزت تھیں تمہاری حیثیت میری نگاہوں میں اب بھی ویسی ہی ہے میرے لئے اب بھی تم پاکیزہ اور مقدس ہو اور میں تمہیں اپناؤں گا۔ ایسے ہی جس طرح میں نے تمہیں پہلے اپنانے کا تہیہ کیا تھا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد شعبان تھوڑی دیر کے لئے رکا بڑے غور سے اس نے لمحہ بھر کے لئے ربیعہ کی طرف دیکھا اور اس کے بعد وہ دوبارہ کہہ رہا تھا۔

"ربیعہ یہ مت خیال کرنا کہ میں اور احمد بن سعید تمہیں یہاں چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ ہرگز نہیں اگر ہمیں تمہاری خاطر آگ کے سمندر سے بھی ہو کر گزرنا پڑے تو قسم خداوند قدوس کی ہم دونوں اس سے بھی گزر جائیں گے۔ لیکن تمہیں اکیلا چھوڑ کر جانے سے پہلے اپنے آپ کو موت کے حوالے کر جائیں گے' لہٰذا ہماری اس گفتگو کے جواب میں کچھ مت کہنا اور چپ چاپ ہمارے ساتھ ہو لو۔"

شعبان کی اس گفتگو سے ربیعہ کے چہرے پر کسی قدر اطمینان پھیلا پھر آنکھیں جھکائے ہی جھکائے اس نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"میں آپ دونوں کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہوں۔"

احمد بن سعید اور شعبان دونوں اس کا جواب سن کر خوش ہو گئے تھے پھر احمد بن سعید شعبان کے قریب آیا۔ کافی دیر تک اس کے ساتھ رازدارانہ گفتگو کرتے ہوئے اس نے شاید اپنا اگلا کوئی لائحہ عمل طے کیا تھا۔ اس کے بعد پیچھے ہٹا اور ربیعہ کو مخاطب کیا ہم تینوں سورج غروب ہونے تک یہیں قیام کریں گے اور اطراف میں نگاہ بھی رکھیں گے تاکہ خطرے کی کوئی بات نہ اٹھے۔ سورج غروب ہونے کے بعد ہم اپنے اگلے لائحہ عمل کی ابتدا کریں گے۔"

ربیعہ سے ہٹ کر احمد بن سعید نے شعبان کو مخاطب کیا۔

"شعبان ذرا ساتھ والے دروازے کو کھولو جب ہم یہاں آئے تھے تو ایک عورت ادھر گئی تھی اس پر بھی نگاہ رکھنی پڑے گی۔"

شعبان آگے بڑھا دروازہ کھول کر دیکھا ایک عورت اندر بیٹھی ہوئی تھی - وہیں کھڑے کھڑے اس نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا یہ عورت یہیں بیٹھی ہوئی ہے۔ اس پر احمد بن سعید اور ربیعہ چلتے ہوئے دروازے کے پاس آئے۔ دونوں نے دیکھا وہ عورت خوف اور ڈر کے مارے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ احمد بن سعید اور ربیعہ دونوں اس کمرے میں داخل ہوئے۔ احمد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے اس عورت کو مخاطب کیا۔

"خاتون میں نہیں جانتا تو کون ہے لیکن میرے ذہن میں یہ بات ضرور آتی ہے کہ جو کچھ تو نے کیا وہ یہاں کے مکینوں کے کہنے پر کیا ہو گا ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ پس تم یہیں بیٹھی رہو۔ شرارت کرنے کی کوشش کی تو میں تمہاری گردن کاٹنے میں دیر نہیں لگاؤں گا۔"

عورت پہلے کی نسبت زیادہ خوف زدگی کا اظہار کرنے لگی۔ پھر وہ کپکپاتی آواز میں بول پڑی۔

"میں بالکل خاموش رہوں گی۔ کوئی شور نہیں کروں گی۔ میں سمجھ گئی ہوں کہ آپ لوگ کون ہیں۔ ان لوگوں نے ناحق اس لڑکی کو محبوس کر رکھا تھا اگر آپ اس کے والی وارث ہیں تو آپ اسے واپس لے جانے کا حق رکھتے ہیں۔ اس عورت کی گفتگو سے احمد بن سعید خوش ہو گیا تھا۔ پھر ربیعہ نے احمد بن سعید اور شعبان دونوں کو مخاطب کیا۔

"آپ دونوں یہاں بیٹھیں میں آپ دونوں کے لئے کھانا تیار کرتی ہوں یہاں ضرورت کی ہر شے ہے۔"

اس پر شعبان بول پڑا۔ "ہم تمہیں اکیلے عمارت کی دوسری طرف نہیں جانے دیں گے۔ احمد میرے بھائی آپ یہیں بیٹھیں جب تک یہ کھانا تیار کرتی ہے میں اس کے ساتھ رہوں گا۔ عمارت کے باہر بھی نگاہ رکھوں گا۔" احمد بن سعید نے شعبان کی اس تجویز سے اتفاق کیا۔ پھر شعبان اور ربیعہ وہاں سے نکل کر دوسری سمت گئے اور کھانا تیار کرنے لگے تھے۔ احمد بن سعید وہیں بیٹھ کر اس عورت پر نگاہ رکھنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد شعبان اور ربیعہ لوٹ آئے سب نے مل کر کھانا کھایا پھر وہ اس کمرے میں بیٹھ کر وقت گزارنے لگے تھے۔



Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جس وقت سورج غروب ہو رہا تھا احمد بن سعید' شعبان اور ربیعہ کوچ کرنے کی تیاری کر رہے تھے اور عمارت میں رہنے والی خاتون کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے کہ عمارت کے باہر گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ اس پر احمد بن سعید اور شعبان دونوں چونکے ہو گئے تھے۔ اس موقع پر ربیعہ نے بھاگ کر مرنے والے کی ڈھال اور تلوار پر قبضہ کر لیا تھا تاکہ وہ برے حالات میں احمد بن سعید اور شعبان کا ساتھ دے سکے۔ تینوں جب صدر دروازے کے قریب آئے تو احمد بن سعید اور شعبان دنگ رہ گئے۔ اس لئے کہ عمارت سے باہر قراقوش اور احمد بن سعید کی بیوی غر۔ملہ گھوڑوں سے اتر رہے تھے۔ انہوں نے اپنے گلوں میں بڑی بڑی بھاری اور وزنی صلیبیں ڈال رکھی تھیں۔ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے احمد بن سعید اور شعبان دونوں فکرمند ہوئے۔ احمد بن سعید بھاگ کر باہر نکلا۔ شعبان اور اس کے پیچھے پیچھے ربیعہ اس بوڑھی خاتون کے پاس گئی تھی تاکہ وہ بھاگ نہ سکے۔ باہر آتے ہی احمد بن سعید نے قراقوش اور غر۔ملہ کی طرف جواب طلب نگاہوں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "تم دونوں یہاں کیوں آئے ہو؟"

اس پر قراقوش کی بجائے غر۔ملہ بول پڑی۔ آپ کو ہم دونوں سے جواب طلبی کا کوئی حق نہیں ہے۔ میں آپ کی بیوی ہوں آپ کو مجھے پورے حالات سے آگاہ کر کے آنا چاہئے تھا۔ آپ کی غیر موجودگی میں جب سارے حالات قراقوش بھائی نے مجھے بتائے تو یہ خود آپ کی طرف آنا چاہتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ وہ آپ کے ساتھ اس لئے نہیں آسکے کہ آپ نے انہیں رکنے کا کہا تھا۔ انہوں نے آپ کا حکم مانا۔ حکم ماننے کے بعد یہ آپ کی طرف روانہ ہونا چاہتے تھے تاکہ آپ کی مدد کر سکیں اس طرح آپ کی حکم عدولی بھی نہ ہو گی اور یہ آپ کی مدد بھی کر سکیں گے۔ پر جب انہوں نے آنا چاہا تو میں بھی ان کے ساتھ ہو لی۔ اس لئے کہ آپ میرے شوہر ہیں اور میں آپ کی بیوی۔ ہم دونوں کا جینا مرنا ایک ساتھ ہے پھر میں کیسے آپ کو یوں اکیلا رہنے دیتی۔"

جواب میں احمد بن سعید کچھ بھی نہ کہہ سکا۔ مسکرا کر رہ گیا۔ پھر عمارت میں داخل ہونے کے سارے واقعات اس نے قراقوش اور غر۔ملہ سے کہہ دیئے تھے۔ اتنی دیر تک قراقوش کی نگاہ ربیعہ پر پڑی اور وہ بھاگ کر آگے بڑھا اور کہنے لگا۔

"ربیعہ میری بہن تو کیسی ہے۔" جواب میں ربیعہ نے منہ سے تو کچھ نہ کہا اثبات میں سر ہلا دیا پھر احمد بن سعید نے غر۔ملہ کو مخاطب کیا۔

"غر۔ملہ یہی میری پھوپھی ربیعہ ہے۔ ربیعہ یہ میری بیوی غر۔ملہ ہے۔" ربیعہ بھاگ کر آگے بڑھی غر۔ملہ کو اس نے گلے لگایا پھر وہ اس کی پیشانی اس کا منہ اس کے گال چومنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر تک وہ لوگ وہیں کھڑے رہے۔ اس دوران احمد بن سعید نے بڑی رازداری کے ساتھ قراقوش اور غر۔ملہ سے بھی وہ لائحہ عمل کہہ دیا تھا جو اس نے شعبان کے ساتھ طے کیا تھا پھر وہ اس عمارت سے نکلے۔ اس عمارت میں پہلے سے موجود خاتون کو بھی انہوں نے ساتھ لے لیا تھا۔ سورج اب غروب ہو چکا تھا۔ فضاؤں کے اندر تاریکی بڑی تیزی سے پھیلنے لگی تھی۔

دریائے تاجہ کے کنارے کنارے واپسی کا سفر کرتے ہوئے ایک جگہ احمد بن سعید' قراقوش' غر۔ملہ' ربیعہ اور عمارت کی خاتون رک گئے۔ جبکہ شعبان معنی خیز انداز میں احمد بن سعید کی طرف دیکھتے ہوئے آگے نکل گیا تھا۔

وہاں کھڑے کھڑے احمد بن سعید نے ان سب کو کوئی معاملہ سمجھایا۔ پھر وہ سب کو لے کر دریائے تاجہ کے کنارے چٹانوں کی اوٹ میں انتظار کرنے لگے تھے۔

*

ادھر شعبان اپنے گھوڑے کو سرپٹ دوڑاتا ہوا ایک بہت بڑے باغ میں داخل ہوا۔ یہ باغ ارنول کے بھائی جوسلین کا تھا۔ باغ کے وسط میں حویلی تھی۔ اس کے سامنے جا کر شعبان نے اپنے گھوڑے کو روکا۔

گو فضا میں تاریکی پھیل چکی تھی لیکن حویلی کے اطراف اور اس کے اندر مشعلیں روشن تھیں۔ شعبان نے جب اپنے گھوڑے کو حویلی کے سامنے روکا تو دو مسلح جوان بھاگتے ہوئے اس کے پاس آئے ان میں سی ایک نے شعبان کو مخاطب کیا۔ "بتاؤ کس سے ملنا چاہتے ہو کیا کام

ہے؟"

شعبان نے بڑے غور سے تھوڑی دیر تک ان کے سراپے کا جائزہ لیا پھر ان میں سے ایک کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں جوسلین سے ملنا چاہتا ہوں۔ میرے پاس اس کے لئے ایک انتہائی ضروری اور اہم پیغام ہے۔ فی الفور اسے اطلاع کرو کہ میں ایک ایسی خبر رکھتا ہوں جس میں اس کے بھائی اور دونوں کی زندگی کا سوال ہے۔"

شعبان کے یہ الفاظ سن کر دونوں مسلح جوان وہاں سے ہٹ گئے تھے۔ تھوڑی ہی دیر بعد ایک شخص حویلی سے نکلا۔ وہی دونوں مسلح جوان اس کے پیچھے پیچھے تھے۔ شعبان جان گیا کہ آنے والا جوسلین ہے۔ جب وہ شعبان کے قریب آکر رکا تب شعبان نے اسے مخاطب کیا۔

"اگر میں غلطی پر نہیں تو آپ ارنول کے بھائی جوسلین ہیں۔" آنے والے نے جب مسکراتے ہوئے اپنی گردن اثبات میں ہلا دی تب شعبان نے اسے مخاطب کیا۔

"اگر میں علیحدگی میں آپ سے کچھ کہنا چاہوں تو آپ سننا پسند کریں گے۔" اس پر ہاتھ کے اشارے سے جوسلین نے اپنے دونوں محافظوں کو پیچھے ہٹ جانے کے لئے کہا۔ وہ دونوں دور جا کر کھڑے ہو گئے۔ شعبان ذرا آگے بڑھا اور بڑی رازداری میں اس نے جوسلین کو مخاطب کیا۔

"جوسلین میں تمہارے بھائی کے دونوں محافظوں کا جاننے والا ہوں۔ اکثر و بیشتر ان سے ملتا رہتا ہوں۔ وہاں کی قریب بستی کا رہنے والا ہوں۔ تھوڑی دیر پہلے دو اجنبی تمہارے بھائی ارنول کی حویلی میں داخل ہوئے۔ وہ دونوں ارنول پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن ارنول اور اس کا ایک محافظ تو بچ کر ایک طرف ہٹ گئے تاہم انہوں نے ارنول کے دوسرے محافظ کا خاتمہ کر دیا۔ ارنول اور دوسرے محافظ نے ان دونوں کو چکمہ دیتے ہوئے ایک کمرے میں بند کر دیا ہے۔ اب وہ دونوں جو ارنول پر حملہ آور ہونے کے لئے آئے تھے۔ کمرے میں بند ہیں۔ ارنول اور اس کے ایک محافظ اس کمرے سے باہر ان کا پہرہ دے رہے ہیں۔ وہ دروازہ توڑ کر باہر آنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ میں آپ کی طرف اس لئے آیا ہوں کہ آپ اپنے چند مسلح جوانوں کو لے کر وہاں چلیں تاکہ ان دونوں حملہ آوروں کا مقابلہ کیا جا سکے۔"

شعبان کی اس گفتگو پر جوسلین نے اسے شک و شبہ کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے کہنا شروع

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیا۔

"اگر میں تمہاری اس گفتگو پر اعتبار نہ کروں تو مجھے اعتبار دلانے کے لئے تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے۔" اس پر شعبان پیچھے ہٹا۔ اپنے گھوڑے کی خرجین سے اس نے ارنول کے ایک محافظ کا کٹا ہوا سر نکالا اور اسے جوسلین کے پاؤں کے پاس پھینکتے ہوئے کہا۔ "اسے پہچانو یقیناً یہ تمہارے بھائی ارنول کے ایک محافظ کا کٹا ہوا سر ہے اب بھی اگر تم میری اطلاع پر اعتبار نہیں کرتے تو میں جاتا ہوں۔ اگر تم اپنے بھائی ارنول کو مرتا ہوا ہی دیکھنا چاہتے ہو تو مجھے اس سے کیا غرض۔ میرا نہ کوئی فائدہ ہے نہ کوئی نقصان۔ میں تو تمہارے بھائی اور اس کے محافظ کے بھلے کے لئے تمہیں یہ اطلاع دینے آیا تھا۔ اگر تم کسی رد عمل کا اظہار نہیں کرنا چاہتے تو میں جاتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی شعبان مڑا اپنے گھوڑے کی باگ پکڑنا ہی چاہتا تھا کہ جوسلین ایک دم سے بول پڑا۔

"ٹھہرو تم نے ایسا ثبوت فراہم کیا ہے کہ میں تمہاری ہر بات پر اعتبار کرتا ہوں۔ تھوڑی دیر یہاں رکو میں ابھی آتا ہوں۔"

اس کے ساتھ ہی جوسلین حویلی میں لوٹ گیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر لوٹا اور شعبان کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

"میں نے اپنے چند مسلح جوانوں کو اپنے بھائی ارنول کی حویلی کی طرف روانہ کر دیا ہے اور انہیں حکم دے دیا ہے کہ وہ حویلی کو چاروں طرف سے گھیر لیں اور اس وقت تک کسی عمل کی ابتدا نہ کریں جب تک میں وہاں خود نہیں پہنچ جاتا۔ تمہارا کیا خیال ہے حملہ آور کون ہو سکتے ہیں۔"

جواب میں شعبان جھٹ سے بول پڑا۔

"تمہارے بھائی ارنول کے دوسرے محافظ سے میری گفتگو ہوئی تھی۔ اس نے مجھ پر انکشاف کیا تھا کہ دونوں حملہ آوروں کا تعلق فلسطین سے ہے اور وہ مسلمان ہیں۔ اس مسلح جوان کا یہ بھی کہنا تھا کہ ارنول فلسطین سے ایک لڑکی کو لے کر آیا تھا دونوں حملہ آوروں کا تعلق اس لڑکی کے رشتہ داروں میں سے ہے۔ اب حقیقت کیا ہے اصل معاملہ کیا ہے میں نہیں جانتا جو کچھ مجھے بتایا گیا تھا وہ میں نے تم سے کہہ دیا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان الفاظ پر جوسلین کے چہرے پر دور دور تک اطمینان پھیل گیا تھا۔ پھر آگے بڑھ کر اس نے شعبان کا شانہ تھپتھپایا۔ "تم نے جو انکشاف کیا ہے وہ حقیقت پر مبنی ہے۔ میں اب تمہاری گفتگو سے پوری طرح مطمئن ہوں۔ تم یہیں رہو میں آتا ہوں۔ پھر تمہارے ساتھ اپنے بھائی ارنول کی حویلی کی طرف جاتا ہوں۔"

تھوڑی ہی دیر بعد جوسلین لوٹا وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ اس کے ساتھ اس کے دو محافظ بھی تھے۔ شعبان کے قریب آکر وہ کہنے لگا۔ "چلو اب اس حویلی کی طرف چلتے ہیں تم نے ایک ایسی اطلاع دی ہے جس کے لئے تم یقیناً بہت بڑے انعام کے حقدار ہو۔ اور یہ انعام تمہیں اپنے بھائی ارنول کی حویلی میں دوں گا' چلو۔" اس کے ساتھ ہی شعبان بھی اپنے گھوڑے پر سوار ہوا۔ پھر وہ حویلی کے اطراف میں پھیلے ہوئے باغ سے نکل کر دریائے تاجہ کا رخ کر رہے تھے۔

*

جوسلین اپنے محافظوں کے ساتھ شعبان کی راہنمائی میں جب اس جگہ آیا جہاں احمد بن سعید اور قراقوش نے گھات لگا رکھی تھی۔ تب وہ واقعہ پیش آیا جو آنا تھا۔ اس لئے کہ احمد بن سعید اور قراقوش ان کی راہ روکنے کو کھڑے تھے۔ تاہم غرملہ' ربیعہ اور ارنول کی حویلی سے ملنے والی عورت گھات ہی میں بیٹھے رہے۔ جس وقت احمد بن سعید اور قراقوش نے ان کی راہ روکی تحکمانہ انداز میں جوسلین نے انہیں مخاطب کیا۔ "تم دونوں کون ہو اور رات کے وقت تم نے ہماری راہ روکنے کی کیسے جرات اور جسارت کی۔" اس پر احمد بن سعید بول پڑا۔

"تم تینوں میں سے جوسلین کون ہے۔" قبل اس کے کہ جوسلین بولتا۔ شعبان نے اس کی طرف اشارہ کر دیا۔ بس یہ اشارہ ملنا تھا کہ احمد بن سعید اور قراقوش فوراً اپنی تلواریں بلند کرتے ہوئے حملہ آور ہوئے اور جوسلین کے محافظوں کا انہوں نے کام تمام کر دیا تھا۔ پھر عجیب سے انداز میں احمد بن سعید نے جوسلین کو دھکا دیا اور وہ اپنے گھوڑے سے نیچے گر گیا تھا۔ احمد بن سعید بھی اپنے گھوڑے سے کود گیا۔ پھر خوفناک انداز میں اس نے جوسلین کو مخاطب کر کے کہنا شروع کیا۔

"جوسلین ذرا میری طرف دیکھو۔ میں فلسطین کا وہی احمد بن سعید ہوں جس کے اہل خانہ کو تو نے دھوکہ دہی سے قتل کیا۔ پھر میری پھوپھی ربیعہ کو تمہارے بھائی نے لا کر دریائے تاجہ کے کنارے ایک گمنام اور بوسیدہ عمارت میں اسیر کر دیا۔ جوسلین تو ہی وہ انتہا درجہ کا ذلیل اور

بے غیرت انسان ہے جس نے میرے اس رسولؐ کے خلاف بدزبانی کی جس کی آمد پر کسریٰ کا قصر ابیض ایک خوفناک زلزلے کی گرفت میں آگیا اور اس کے فلک بوس محل کے چودہ کنگرے زمین بوس ہوئے۔ جس کی آمد پر ایران کا دریائے ساوہ جہاں آتش پرست اپنے نومولود بچوں کو غسل دیا کرتے تھے خشک ہو گیا۔ جس کے آنے کی بشارت پر آتش کدہ فارس جو صدیوں سے روشن تھا ٹھنڈا پڑ گیا۔"

جوسلین تو نے میرے اس رسولؐ کے خلاف حرف گیری کی جس کی ذات ہمارے ایمانی' مذہبی' ملی' تاریخی اور تمدنی جذبوں کا محور ہے۔ جس کی ذات سے ہماری عزت' عظمت' سطوت' تمکنت اور توقیر وابستہ ہے۔ تو نے میرے اس رسولؐ کے خلاف دشنام طرازی کی جس کے لئے بزم عالم کی بے سروسامانیاں منتظر تھیں۔ جس کے لئے کہن سال دہر نے انتظار کیا۔ جس کے آمد کے لئے سیارگان فلک چشم براہ تھے۔ اسی رسولؐ کی آمد کے لئے وقت اپنے لیل و نہار میں کروٹیں بدلتا رہا اور کارکنان قضاوقدر اسی آخری رسولؐ کے لئے بزم آرائیاں کرتے رہے۔ مہ و خورشید میرے اسی رسولؐ کی آمد کے منتظر تھے۔ جس کے آنے پر صنم خانوں کی شوکت تاراج ہوئی۔ بت خانوں میں خاک اڑنے لگی۔ کفر و شرک کا شیرازہ تار تار ہوا۔ اس آفتاب ہدایت کی آمد پر جاہلیت کے اوراق خزاں دیدہ ہوئے۔ کسریٰ کی عظمت رومنوں کی سطوت پاؤں تلے روند ڈالی گئی۔ آتش کدہ کفر اور آزر کدہ گمراہی ذلت و رسوائی کی المناک داستانوں میں تبدیل ہو گئے۔ جوسلین تو کیا سمجھتا تھا کہ فلسطین سے یہاں آکر تو محفوظ ہو گیا ہے۔ خدا کی قسم میرے رسولؐ کے خلاف بدزبانی اور بدگوئی کرنے کے بعد تو کہیں بھی چلا جاتا میں تجھے تلاش ضرور کرتا اور تجھ سے اپنے رسولؐ کا انتقام ضرور لیتا۔ دیکھ دریائے تاجہ کے کنارے میں تیرے سامنے کھڑا ہوں اور اسی دریائے تاجہ کے کنارے میرے خداوند نے چاہا تو میں تیرے سارے جاہ و جلال اور کروفر کو بربادی اور خواری میں بدلوں گا۔ تیری ابتدا تیری انتہا کی داستان کو خون آلودہ کروں گا۔ اور تیری ساری فکری و ارادی قوتیں اپنے پاؤں تلے اس ریت میں مسلوں گا۔"

اتنی دیر تک جوسلین اٹھ چکا تھا۔ اپنی تلوار اور ڈھال سنبھال چکا تھا۔ احمد بن سعید کی گرفت اپنی ڈھال اور تلوار پر پہلے ہی مضبوط تھی۔ اچانک جوسلین نے ایک جست لگائی اور احمد بن سعید پر اس نے ایک وار کیا۔ اس کی تلوار کا اگلا حصہ احمد بن سعید کے بازو کے اوپر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

والے حصے میں لگا تھا۔ وہاں سے خون بہہ نکلا تھا۔ احمد بن سعید نے نہ کسی تکلیف کا اظہار کیا تھا نہ اس نے غصے کا مظاہرہ کیا۔ لگتا تھا وہ زخم کھا کر عجیب سی لذت میں مبتلا ہوا تھا۔ پھر اپنی ڈھال اپنی تلوار سامنے کرتے ہوئے اس نے جوسلین کو مخاطب کیا۔

"سن جوسلین اس سے پہلے میں نے فلسطین اور پھر اندلس میں ان گنت بے شمار جنگوں میں حصہ لیا زخم بھی آئے پر قسم خداوند قدوس کی اپنے رسولؐ کی عزت و ناموس کی حفاظت کے لئے یہ جو زخم ابھی میرے شانے پر لگا ہے اس کی لذت ہی کچھ عجیب اور نرالی ہے جی تو چاہتا ہے تو ساری عمر میرے جسم پر میرے رسولؐ کے نام پر ایسے زخم لگا تا رہے اور میں ان زخموں کی لذت سے لطف اندوز ہوتا رہوں۔ پر مجبوری ہے اس لئے کہ تیرے جیسے بدذہن کو قتل کر کے میں نے واپس اپنی سرزمین کی طرف بھی جانا ہے۔"

"جوسلین تو کیا سمجھتا تھا کہ اچانک مجھ پر جست لگا کر میرے بازو پر ہلکا سا زخم لگا کے تو اپنی کامیابی حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔ ہرگز نہیں تو اس وقت اکیلا ہے۔ میرے ساتھ میرے ساتھی بھی ہیں۔ پر میں اپنے ساتھیوں کو تم پر حملہ آور ہونے، تم پر اٹڈنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ اس کے بعد احمد بن سعید نے اپنی تلوار لہرائی۔ جوسلین پر اس نے حملہ آور ہونا شروع کر دیا تھا۔ دونوں تھوڑی دیر تک دریائے تاجہ کے کنارے خشک ریت پر ایک دوسرے پر خوفناک وار کرتے رہے۔ پھر اچانک جوسلین کو چکمہ دیتے ہوئے احمد بن سعید نے اپنی تلوار اس پر گرائی تلوار اس کی پسلیوں پر گری اور اس کے جسم کو درمیان سے دو حصوں میں سے کاٹتی چلی گئی تھی۔ یوں دریائے تاجہ کے کنارے جوسلین کا کام تمام کر دیا گیا تھا۔

جوسلین کا خاتمہ کرنے کے بعد احمد بن سعید نے اپنی تلوار صاف کر کے نیام میں ڈالی۔ پھر اپنے گھوڑے پر بیٹھتے ہوئے اس نے قراقوش اور شعبان کی طرف دیکھتے ہوئے کہنا شروع کیا۔

"اب ہمیں یہاں وقت ضائع نہیں کرنا چاہئے اگر ہم نے زیادہ دیر یہاں قیام کیا تو ہمارے لئے خطرات اٹھ کھڑے ہو سکتے ہیں۔ لہٰذا فی الفور ہمیں یہاں سے کوچ کر جانا چاہئے۔ یہ جس عورت کو ہم ارنول کی حویلی سے لے کر آئے ہیں اسے کوئی گزند نہ پہنچائی جائے۔ یہ بیچاری بے خطا ہے، بے قصور ہے۔ اسے یہاں چھوڑ دیا جائے۔ یہ خود ہی اپنی منزل کی طرف چلی جائے گی۔ غرینہ تم میری پھوپھی ربیعہ کو پیچھے بٹھا لو۔ اور یہاں سے کوچ کریں۔" اس موقع پر غرینہ جو اپنے گھوڑے کی باگیں پکڑے کھڑی تھی۔ بڑی بے چینی بڑی بے تابی سے

گھوڑے کی باگیں چھوڑ کر احمد بن سعید کی طرف بھاگی تھی۔ اس کی حالت دیکھتے ہوئے احمد بن سعید بھی کسی قدر پریشان ہوا تھا۔ قریب آ کر غرینہ نے احمد بن سعید کا وہ بازو پکڑ لیا جو زخمی ہوا تھا۔ پھر اس نے شیریں آواز میں احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"آپ پہلے مجھے اپنے بازو کا زخم دکھائیں اس کے بعد یہاں سے کوچ کیا جائے گا۔ میرے گھوڑے کی خرجین میں مرہم پٹی کا سامان ہے پہلے میں آپ کے زخم کی پٹی کرتی ہوں اس کے بعد سفر کا آغاز کیا جائے گا۔"

جواب میں احمد بن سعید نے مسکراتے ہوئے غرینہ کو مخاطب کیا۔

"دیکھو غرینہ زخم اتنا گہرا نہیں لیکن یہ زخم کھاتے ہوئے جو لطف آیا ہے ایسا سرور تو زندگی میں کبھی ملا ہی نہیں میں سمجھتا ہوں مرہم پٹی رہنے دو زخم خطرناک نہیں ہے۔"

غرینہ نے احمد بن سعید کی بات نہیں مانی۔ جس جگہ زخم آیا تھا وہاں سے زرہ کی چند کڑیاں کٹ چکی تھیں۔ زرہ کے علاوہ اس کے نیچے جو لباس تھا وہ خون آلود ہو چکا تھا۔

غرینہ نے جلدی جلدی احمد بن سعید کی زرہ اتاری لباس ہٹایا۔ لباس کے نیچے جو اس نے کفن پہنا ہوا تھا وہ بھی کٹا ہوا تھا۔ کفن کو ایک طرف کرتے ہوئے غرینہ اپنے گھوڑے کی طرف بھاگی۔ خرجین میں سے مرہم پٹی کا سامان نکالا۔ پہلے زخم کو اس نے آہستگی سے صاف کیا پھر بڑی دلجمعی کے ساتھ زخم پر پٹی باندھ کر کفن درست کرنے کے ساتھ لباس بھی ٹھیک کیا۔ پھر احمد بن سعید کو زرہ پہنا دی تھی۔ پھر ایک دل موہ لینے والے تبسم میں اس نے احمد بن سعید کو مخاطب کیا۔

"اب آپ یہاں سے کوچ کرتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔"

جواب میں احمد بن سعید مسکرا دیا۔ پھر اس کے کہنے پر سب اپنے گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اپنے گھوڑوں کو وہ دریائے تاجہ کے کنارے کنارے مغرب کے رخ پر سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

*

دوسری جانب ایک اور انقلاب برپا ہو چکا تھا۔ جوسلین کے وہ مسلح جوان جو اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے ارنول کی پرانی اور قدیم حویلی کی طرف گئے تھے۔ انہیں مایوسی ہوئی۔ جوسلین نے تو انہیں کہا تھا کہ حویلی کا گھیراؤ کر رکھیں اور اس کے بھائی ارنول سے رابطہ

قائم کریں لیکن جب وہ وہاں پہنچے تو انہیں ارنول اور اس کے دونوں محافظوں کی لاشیں وہاں دکھائی دیں تو وہ معاملے کی نوعیت سمجھ گئے۔ انہوں نے باہم مل کر فیصلہ کیا کہ ضرور ان کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے۔ جوسلین کو اس شخص نے فریب میں مبتلا کیا ہے جو یہ خبر لے کر جوسلین کی حویلی کی طرف گیا تھا۔

یہ صورت حال دیکھتے ہوئے ان مسلح جوانوں نے باہم مشورہ کیا پھر انہوں نے دریائے تاجہ کے کنارے کنارے مغرب کا رخ کیا تاکہ اس صورت حال سے جوسلین کو آگاہ کریں۔

ابھی یہ مسلح جوان راستے ہی میں تھے کہ انہیں ارنول کی حویلی میں کام کرنے والی عورت نے روکا۔ اس کے روکنے پر ان مسلح جوانوں نے اپنے گھوڑوں کو روک دیا۔ ان کے رکنے پر اس عورت نے بلند آواز میں انہیں مخاطب کرکے کہنا شروع کیا۔

”تم سب کو دھوکے اور فریب میں رکھا گیا ہے۔ جوسلین کے بھائی ارنول کو کچھ مسلح جوانوں نے اس کے محافظوں کے ساتھ قتل کر دیا ہے۔ مجھے وہ وہاں سے اٹھا کر یہاں لے آئے تھے میں ارنول کی اس حویلی میں کام کرنے والی ہوں۔ تھوڑا سا آگے جائیں تو وہاں تمہارے آقا جوسلین اور اس کے دو محافظوں کی لاشیں بھی پڑی ہوں گی۔ اس لئے کہ جن لوگوں نے ارنول کا خاتمہ اس کی حویلی میں کیا تھا انہوں نے یہاں آکر گھات لگائی تھی۔ انہوں نے بڑی مکاری کا مظاہرہ کیا جب تم لوگ یہاں سے گزرنے لگے تو انہوں نے کوئی مزاحمت نہیں کی۔“

”لیکن جب جوسلین اپنے ساتھیوں کے ساتھ یہاں سے گزرنے لگا تو یہاں جو گھات میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ان کی راہ روک لی۔ جو شخص جوسلین کو اس حویلی سے بلا کر لایا تھا وہ بھی حملہ آوروں کا ایک ساتھی تھا۔ لہٰذا انہوں نے دیکھتے ہی دیکھتے جوسلین ہی نہیں اس کی دونوں محافظوں کو بھی ختم کر دیا ہے۔ اب یہ لوگ دریائے تاجہ کے کنارے کنارے مغرب کی طرف گئے ہیں۔ اگر تم تیزی کے ساتھ ان کا تعاقب کرو تو تم زیادہ دور نہ جانے دو گے انہیں پکڑ سکتے ہو اس طرح تم جوسلین اور ارنول کے قاتلوں سے انتقام لے سکتے ہو۔“

اس کے بعد جو حالات ارنول کے ساتھ اس کی حویلی میں اور جو دریائے تاجہ کے کنارے صورت حال جوسلین کو پیش آئی تھی وہ تفصیل کے ساتھ اس عورت نے کہہ دی تھی۔ اس سے آگے ان سواروں نے کچھ نہ سنا اپنے گھوڑوں کو انہوں نے ایڑ لگائی اور دریائے تاجہ کے کنارے مغرب کی طرف وہ اپنے گھوڑوں کو سرپٹ دوڑا رہے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

*

احمد بن سعید اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑی برق رفتاری کے ساتھ مغرب کی طرف سفر جاری رکھے ہوئے تھا کہ اچانک وہ چونک اٹھے۔ اس لئے کہ ان کی پشت کی جانب سے انتہائی مہلک اور تیز تیراندازی کی گئی تھی۔ احمد بن سعید قراقوش اور شعبان چونکہ مضبوط کڑیوں کی زرہ پہنے ہوئے تھے لہٰذا وہ اس تیراندازی سے بچ گئے لیکن اس تیراندازی نے ربیعہ اور غریطہ کو چھلنی کرکے رکھ دیا تھا۔ اور وہ اپنے گھوڑوں سے گر گئی تھیں۔

یہ صورت حال احمد بن سعید‘ قراقوش اور شعبان تینوں کے لئے تشویش ناک تھی۔ انہوں نے اپنے گھوڑوں کو روک لیا۔ بھاگتے ہوئے وہ غریطہ اور ربیعہ کی طرف گئے تو ان کے دکھ اور ان کے غم کی کوئی حد نہ تھی۔ اس لئے کہ وہ دونوں تیراندازی کے باعث چھلنی ہو چکی تھیں۔ خون میں لت پت تھیں اور دم توڑ چکی تھیں۔

قبل اس کے کہ ان تینوں میں سے کوئی اپنے ردعمل کا اظہار کرتا وہ چونک پڑے چاندنی رات میں انہوں نے دیکھا تعاقب کرنے والے قریب آ گئے تھے۔ لہٰذا وہ بھاگ کر اپنے گھوڑوں پر سوار ہو گئے۔ اتنی دیر تک تعاقب کرنے والے ان کے قریب پہنچ گئے۔ چاروں طرف سے وہ ان پر ٹوٹ پڑے اور اپنی تلواریں برسانا شروع کر دی تھیں۔ احمد بن سعید قراقوش اور شعبان بھی ان کا مقابلہ کرنے لگے تھے۔

حملہ آوروں نے چونکہ چاروں طرف سے ان کا گھیراؤ کرتے ہوئے ان پر حملہ کیا تھا لہٰذا اس حملے میں تینوں ہی بری طرح زخمی ہوئے تھے تاہم تینوں ان کے خلاف ڈٹ گئے تھے۔ کچھ دیر تک جم کر ایک دوسرے پر وار کرتے رہے اس کشمکش کے دوران بارہ تعاقب کرنے والوں میں سے دس موت کے گھاٹ اتر گئے۔ دوسری طرف شعبان اور قراقوش ایسے زخمی ہو گئے تھے کہ ان کے جسموں سے حد سے زیادہ خون نکل گیا اور ان پر غشی طاری ہو گئی اور وہ دریائے تاجہ کے کنارے کی خشک ریت پر گر گئے تھے۔ تعاقب کرنے والوں میں سے دو بچے تھے جبکہ ان کے مقابلے میں احمد بن سعید اکیلا تھا۔ تینوں کے لباس لہولہان اور بدن زخم زخم تھے۔

تاہم احمد بن سعید دونوں بچنے والوں کے مقابل جم گیا تھا۔ کچھ دیر ڈگمگاتے ہوئے اس نے ان کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ آخری دو کو بھی اس نے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس کے بعد بوجھل بوجھل قدموں سے وہ قراقوش اور شعبان کی طرف گیا جب اس نے ان کا جائزہ لیا تو وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دنگ رہ گیا۔ اس پر نقاہت طاری ہو گئی اس لئے کہ وہ دونوں ختم ہو چکے تھے۔ احمد بن سعید بھی وہاں گر گیا اس پر غشی اور بے ہوشی طاری ہو گئی تھی۔



احمد بن سعید کو جب ہوش آیا تو وہ ادریس بن یوجان اور عدی بن یوجان کی حویلی میں تھا۔ اس کے دائیں جانب ادریس اور ہشام کے علاوہ ایک طبیب بیٹھا ہوا تھا۔ بائیں طرف قراقوش کی بیوی مورینہ ہشام کی بیوی عرفہ اور ادریس کی بیوی کے علاوہ عدی کی بیوی بیٹھی ہوئی تھی۔ ان چاروں کی حالت بتاتی تھی کہ وہ چاروں کافی دیر تک وہاں بیٹھی روتی رہی ہیں۔ احمد بن سعید نے تھوڑی دیر تک سب کا جائزہ لیا اس کی نگاہیں ادریس پر جم گئیں پھر اس کی نحیف سی آواز سنائی دی۔

"میں یہاں کیسے پہنچ گیا۔ قراقوش' شعبان' غرمہ اور ربیعہ کہاں ہیں؟"

اس سے آگے احمد بن سعید کچھ نہ کہہ سکا۔ کمزوری کی باعث وہ اس قدر ہی بول پایا تھا۔ ادریس اس کے قریب ہوا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور بڑے پیار سے سہلاتے ہوئے بول پڑا۔

"میرے بیٹے ہماری بدقسمتی قراقوش' شعبان' غرمہ اور ربیعہ چاروں اب اس دنیا میں نہیں رہے۔ کوچ کر چکے ہیں ان چاروں کو ہم نے اپنی حویلی کے سامنے جو باغ ہے اس میں دفن کر دیا ہے۔"

احمد بن سعید دکھ اور غم کے باعث تھوک نگلتا رہا۔ کچھ دیر وہ اس طرح چپ رہا جیسے آواز کے جنگل میں کوئی خاموش شہر ہو۔ پھر اس کی مردہ سی آواز سنائی دی۔

"ہر کسی کو یہاں سے کوچ کر جانا ہے اس طرح جیسے صحرائے خاک میں سایوں کے قافلے روانہ ہوتے ہیں۔ ہر کوئی یادوں کے تابوت اٹھائے خوابوں کے بن باس کی طرح یہاں سے ہمیشہ کے لئے محو ہو جائے گا۔ مطمئن ہوں کہ ہم نے تند دھاروں کی طرح اپنے رسولؐ کی اہانت کرنے والوں کا خاتمہ کرتے ہوئے اپنی قوم کی ہتھیلی کو روشن کیا ہے اپنی ملت کی کوکھ کو جگمگا کر رکھ دیا ہے۔ جس طرح سمندر کے منہ میں اترنے والے دریا اور ندیاں اپنی شناخت کھو بیٹھتی ہیں اسی طرح وہ لوگ جو اپنے رسولوں' اپنے راہبروں اپنے آقا کی سطوت کو فراموش

کرتی ہیں ہمیشہ کے لئے محو ہو کر رہ جاتی ہیں۔"

فلسطین میں میرا دادا بڑی بے چینی سے میرا شعبان اور قراقوش کا منتظر ہو گا۔ پر میں تو اب چند گھڑیوں کا مہمان ہوں۔ ہوا کی حسین سرسراہٹوں جیسا کوئی قاصد' لرزتی گھنٹیوں کی صداؤں جیسا کوئی مسافر نغموں کے قافلوں سا کوئی اللہ کا بندہ ضرور میرے دادا تک یہ پیغام پہنچا دے گا کہ ہم غصیلے انقلابی نعروں کی طرح گستاخان رسولؐ کے خلاف حرکت میں آئے۔ جوشیلی لہروں اور سینہ تان کر چلنے والے مجاہدوں کی طرح ان کی سرکوبی کی۔ ہم نے اپنی آزادی اپنی شرافت کا سودا نہیں کیا۔ ہم نے مجبوری اور رسوائی' زہریلے جبر اور خونی نفرت کو اپنی قوم اپنی ملت کا مقدر نہیں بننے دیا۔"

یہاں تک کہنے کے بعد احمد بن سعید پھر رک گیا تھا شاید اس پر نقاہت طاری ہو گئی تھی۔

تھوڑی دیر تک وہ سنبھلتا رہا۔ اس کے بعد ادریس کی طرف دیکھتے ہوئے اس نے پوچھ لیا۔

"میں نے پوچھا تھا مجھے یہاں کون لایا کیسے میں یہاں پہنچ گیا۔ میں تو اغیار کی سرزمینوں میں تھا۔"

ادریس بن یوجان نے ایک بار پھر احمد بن سعید کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا پھر اسے سہلاتے ہوئے پدرانہ شفقت میں وہ بول پڑا۔

"میرے نیک دل بیٹے! میری ملت کے عظیم فرزند تجھے یہاں مازن لے کر آئی۔"

احمد بن سعید نے آنکھیں کھولیں اور ادریس کی طرف دیکھا۔

"کون مازن؟"

ادریس نے ایک اداس نگاہ احمد کے چہرے پر ڈالی پھر وہ بول پڑا۔ "وہی مازن جسے ماضی میں برق کلیسا کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ وہ اسلام قبول کر چکی ہے۔ دشمن کے علاقے سے سب کو وہی اٹھا کر لائی۔"

برق کلیسا کا نام سن کر احمد بن سعید چونکا تھا پھر اس نے ادریس کو مخاطب کیا۔

"برق کلیسا اس وقت کہاں ہے کیا وہ اس حویلی میں نہیں اگر ہے تو اسے میرے پاس لایا جائے۔"

اس پر برق کلیسا جو احمد بن سعید کے سرہانے کھڑی تھی۔ کچھ اس طرح احمد بن سعید کے سامنے آئی کہ اس نے احمد بن سعید کے بیٹے کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ بیچاری کچھ دیر تک عجیب سے جذبے اور عجیب سے انداز میں احمد بن سعید کی طرف دیکھتی رہی احمد بن سعید کی نگاہیں بھی اس کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔ پھر احمد بن سعید کی آواز سنائی دی۔

"برق کلیسا میں ایک کوچ کرنے والا مسافر ہوں میں وہ الفاظ کہاں سے لاؤں جنہیں میں استعمال کرتے ہوئے تیری اس کارگزاری کا شکریہ ادا کر سکوں۔ اس لئے کہ"

یہاں تک کہتے کہتے احمد بن سعید کو رک جانا پڑا اس لئے کہ برق کلیسا بول پڑی تھی۔

"یا امیر! خدا کے لئے مجھے برق کلیسا نہ کہیں مجھے میرے نام مازن سے مخاطب کریں۔ آپ میرا نام اچھی طرح جانتے ہیں۔ میں آپ کی ملت کی ایک اکائی اور آپ کی قوم ہی کی ایک فرد ہوں میں نے آپ پر کوئی احسان نہیں کیا۔ اپنا فرض ادا کیا ہے۔ میں بھاگ کر شلب شہر میں قاضی عدید کے ہاں چلی گئی تھی۔ وہیں میں نے اسلام قبول کیا۔ اسلام کے اصولوں کو اپنایا۔ وہیں رہتے ہوئے صریم بن طریق نے مجھ پر انکشاف کیا کہ آپ نے اپنے ذمے ایک فرض لگا رکھا تھا جو شاید آپ دشمن کے علاقے میں پورا کرنے چاہتے ہیں۔"

"جس وقت آپ اور امیر یعقوب المنصور الفانسو اور سینکو کی قوتوں کو روندتے ہوئے خلیج بسکے اور فرانس کی چراگاہوں تک پہنچ گئے اور امیر یعقوب المنصور واپس مراکش کی طرف چلے گئے تب مجھے فکر ہوئی کہ آپ ضرور اس فرض کی ادائیگی کی ابتدا کریں گے۔ اس بنا پر میں نے اپنے کچھ جاننے والوں کے ذریعے اشبیلیہ میں رابطہ قائم رکھا۔ الفانسو اور سینکو کے علاقوں میں بھی میرے کچھ جاننے والے تھے۔ جنہوں نے میرے ساتھ رابطہ رکھا پھر جب اشبیلیہ سے مجھے اطلاع ملی کہ آپ دریائے تاجہ کے اس پار روانہ ہو گئے ہیں۔ تو سینکو کی علاقوں میں اپنے جانثاروں کی مدد سے میں حرکت میں آئی۔ پر میری بدقسمتی کہ میں اس وقت دریائے تاجہ کے کنارے پہنچی جب کھیل ختم ہو چکا تھا۔ آپ کی سانسیں چل رہی تھیں باقی سارے اس جہاں سے کوچ کر چکے تھے۔ یہ میری انتہائی بدقسمتی ہے کہ میں کسی کو بھی بچانے میں کامیاب نہ ہو سکی۔"

اس سے آگے مازن بیچاری کچھ نہ کہہ سکی۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ سسک سسک کر رونے لگی تھی۔ احمد بن سعید کا بیٹا سعید اس سے لپٹ گیا تھا۔ شاید وہ اس مختصر عرصے میں مازن سے مانوس ہو گیا تھا۔ برق کلیسا بے چاری وہاں بیٹھ گئی۔ احمد بن سعید کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیٹے کو اپنے ساتھ لپٹالیا پھر وہ دھاڑیں مار کر رونے لگی تھی۔

احمد بن سعید کی آنکھوں میں بھی آنسو ڈھلک آئے تھے۔ عین اسی وقت ادریس بن یوجان بول پڑا۔

”احمد میرے بیٹے گزشتہ دن مراکش سے ایک قاصد آیا ہوا ہے اس کے پاس ایک پیغام ہے وہ پیغام وہ آپ ہی سے کہنا چاہتا ہے۔ میرے بیٹے اسے تمہاری آمد کا انتظار تھا۔ اگر تم کہو تو اسے بھی تمہارے پاس لاؤں۔“

احمد بن سعید منہ سے کچھ نہ بولا تاہم اس نے اثبات میں گردن ہلادی تھی۔ ادریس بن یوجان وہاں سے اٹھ کر چلا گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ادریس بن یوجان لوٹا اس کے ساتھ ایک جوان بھی تھا جسے اس نے احمد بن سعید کے سامنے لا کھڑا کیا۔ احمد بن سعید نے اسے مخاطب کیا۔

”میرے عزیز کیا تو امیر یعقوب المنصور کی طرف سے میرے لئے کوئی پیغام لے کر آیا ہے۔“

اس جوان نے نفی میں گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ ”یا امیر میں امیر یعقوب المنصور کی طرف سے پیغام لے کر نہیں آیا۔ امیر یعقوب المنصور اب اس دنیا میں نہیں ہیں۔ ان کے بیٹے کی طرف سے آپ کے نام پیغام ہے۔ پیغام یہ کہ ان کے بیٹے عبداللہ نے آپ کو تاحیات اندلس کا والی مقرر کیا ہے۔“

احمد بن سعید کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی پھر اس نے اس قاصد کو مخاطب کیا۔

”امیر یعقوب المنصور کو کیا ہوا کیسے ان کی موت واقع ہوئی۔“ جواب میں قاصد بول پڑا۔

”اندلس میں اپنا آخری معرکہ سرانجام دینے کے بعد امیر یعقوب المنصور جب مراکش پہنچا تو بیمار رہنے لگا۔ بیماری کے دوران امیر کے خیالات میں اعتدال بھی پیدا ہوا۔ پہلے وہ فلسفہ اور منطق کو ناپسند کرتے تھے اس سے نفرت کرتے تھے لیکن اس دوران فلسفہ اور منطق کی طرف سے ان کی نفرت اور وحشت کسی قدر کم ہوئی۔ آپ جانتے ہیں جس وقت یعقوب المنصور اندلس سے مراکش گئے تھے تو جاتی دفعہ ابن رشد کو بھی اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ ابن رشد کے قصور کو انہوں نے معاف کر دیا تھا۔ اس طرح سارے علماء کو انہوں نے جمع کیا اور

ان کی بہترین خدمت اور عزت افزائی کی۔ طبیبوں نے امیر یعقوب المنصور کا بہت علاج کیا لیکن مرض بڑھتا گیا یہاں تک کہ اپنی علالت سے امیر یعقوب المنصور عاجز آگیا اور امور سلطنت کی انجام دہی میں سخت دقت محسوس کرنے لگا۔ چنانچہ اس نے اپنے بیٹے عبداللہ کو حکومت کا نگران بنادیا اور خود گوشہ نشینی اختیار کرلی۔“

”گوشہ نشینی کے دور میں امیر یعقوب المنصور اپنا بیشتر وقت عبادت ریاضت اور خدمت خلق میں گزارتا تھا اور اپنے آخری ایام میں اس نے جس قدر ہو سکا لوگوں کی شکایات سنیں اور ان کا ازالہ کیا۔ اپنی موت سے چند لمحے پہلے امیر یعقوب المنصور نے مراکش کے اکابر اور اپنے عزیز اقارب کو قصر میں جمع کیا اور انہیں بہترین نصیحتیں کیں۔ اس کے بعد امیر یعقوب المنصور اس دنیا سے کوچ کر گئے۔ ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ بن یعقوب نے سلطنت کا انتظام سنبھالا اور سب سے پہلا جو حکم جاری کیا وہ یہ تھا کہ انہوں نے آپ کو تاحیات اندلس کا والی مقرر کیا ہے۔“

یہ پیغام سن کر احمد بن سعید کے چہرے پر تلخ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر تک اس نے آنکھیں بند کئے رکھیں۔ اسے بولنے میں بڑی نقاہت محسوس ہو رہی تھی۔ اس کے بعد اس کی نحیف سی آواز سنائی دی۔

”عدم کے راہی کو امارت اور ولایت سے کیا واسطہ میں تو اس مسافر جیسا ہوں جو عدم کی طرف کوچ کر چکا ہو۔ بس چند لمحے ستانے کے لئے درخت کی کسی چھدری چھاؤں تلے بیٹھ گیا ہوں۔ آہ! غریطہ کاش تم میرے تعاقب میں دریائے تاجہ کے اس پار نہ گئی ہوتیں۔ ہائے میری پھوپھی ربیعہ کاش میں تمہیں اپنے دادا تک ہی پہنچا سکتا۔ ہائے حیف! قراقوش اور شعبان کی حفاظت کا بھی کوئی اہتمام نہ کر سکا۔“ احمد بن سعید پر تھوڑی دیر تک غشی طاری رہی اس کی آنکھیں بند رہیں۔ اس کے بعد اس کی انتہائی نحیف سی آواز سنائی دی۔

”جس طرح سمندر کو کوئی قطرے میں نہیں ڈبو سکتا اسی طرح قضا کی گردش کو بھی کوئی نہیں روک سکتا۔“

چند لمحے بعد احمد بن سعید حلق ہی حلق میں کچھ کہتا رہا۔ ادریس بن یوجان نے آگے بڑھتے ہوئے جب سننے کی کوشش کی تو ادریس بن یوجان نے سنا۔ احمد بن سعید قرآن مقدس کی تلاوت کر رہا تھا۔ پھر اس کی آواز آہستہ آہستہ ڈوبتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ اسکی گردن

ڈھلک گئی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کوچ کر گیا۔

اس کی یہ حالت دیکھتے ہوئے قریب بیٹھا طبیب تڑپ اٹھا۔ آگے بڑھ کر اس نے احمد بن سعید کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھا۔ نبض محسوس کی۔ اس نے ہاتھ نیچے رکھ دیا۔ احمد بن سعید کی آنکھیں بند کر دیں۔ ادریس بن یوحان کی طرف دیکھتے ہوئے سسکتی ہوئی آواز میں بول پڑا۔

"امیر احمد بن سعید اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے کوچ کر گئے ہیں۔"

طبیب کے ان الفاظ پر سب دھاڑیں مار مار کر رونے لگے تھے۔ مازن جو احمد بن سعید کے پاؤں کے پاس بیٹھی ہوئی تھی۔ اپنے ننھے بیٹے کو اس نے اپنے ساتھ لپٹا رکھا تھا۔ وہ بیچاری تڑپ سی گئی تھی۔ ایک دم اس نے اپنے دونوں ہاتھ آگے بڑھائے احمد بن سعید کے دونوں پاؤں کو اس نے اپنے ہاتھ میں لیا دونوں پاؤں کو بڑی تیزی کے ساتھ بار بار بوسے دیتے ہوئے وہ بیچاری دھاڑیں مار کر رونے لگی تھی۔

سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے احمد بن سعید کو حویلی کے سامنے والے باغ میں غریطہ کے پہلو میں دفن کر دیا گیا تھا۔ کچھ دیر سب قبر پر کھڑے ہو کر دعا مانگتے رہے۔ پھر حویلی کی طرف چلے گئے۔ تاہم مازن بیچاری احمد بن سعید کے بیٹے سعید کا ہاتھ تھامے قبر پر کھڑی رہی۔ جب سارے لوگ چلے گئے تو وہ قبر کے پاس بیٹھ گئی۔ کچھ دیر تک سسکتی رہی' روتی رہی۔ قبر پر ہاتھ پھیرتی رہی پھر وہ پکار اٹھی۔

"احمد! احمد! آپ کی فراخ چھاتی کہاں ہے کہ میں آپ سے گلے ملوں۔" پھر بیچاری سیدھی ہو کر بیٹھی اور غمزدہ آواز میں کہہ رہی تھی۔

"احمد! آپ کے اس طرح روٹھ جانے سے میری خواہشیں مقفل میری آرزوئیں مضمحل ہو کر رہ جائیں گی۔ آپ نے مجھے اس وقت دیکھا جب میں آپ کے ایمان کی ضد تھی۔ پر ہائے حیف! آپ نے میرا طرز مسلمانی نہ دیکھا۔ کاش میں آپ کو بتا سکتی کہ میں آپ سے ایسی محبت کرنے لگی ہوں جس کی کوئی اتھاہ جس کی کوئی حد' جس کا کوئی کنارہ نہیں ہے۔ آپ کو پانے کی ناکام خواہش میں میں اپنی باقی زندگی جلتی چربی کی طرح پگھلتی رہوں گی۔ وقت کی تیز آندھیوں کے غبار میں ستارے جب آپس میں سرگوشیاں کریں گے تو میں اکیلی کسی کے انتظار میں پہروں آسمان کی طرف دیکھوں گی۔ کون میرے دل کی دھڑکنوں میں سرگوشیوں کی دستک دے گا۔ کس کے دم سے میری زندگی کی تاریک رات کو سحر نصیب ہو گی۔ احمد! احمد! شاہراہ حیات کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوراہے پر کھڑی ہو کر میں کسے الوداع کہہ سکوں گی۔ کس کا استقبال کروں گی۔"

"ہائے! آپ کے بعد دشت غربت میں یادوں کا ڈوبتا چاند مجھ پر مسکرائے گا۔ درد کی شمعیں جدائیوں کی ہوائیں ماضی کے طویل اور تلخ لمحے میرا تمسخر اڑائیں گے۔ آپ کے بعد کون میرے دکھ پر فکرمند ہو گا۔ کون مجھ سے ہمدردی کرے گا۔ کاش میں ایک بار صرف ایک بار آپ کو بتا سکتی کہ میں آپ سے سماوی خوشبو' روشنی کے نغموں پنکھڑیوں پر گنگناتی شبنم کے قطروں جیسی محبت کرنے لگی ہوں۔ کاش صرف ایک بار آپ کا ہاتھ تھام کر میں آپ سے کہہ سکتی کہ میں آپ کی ہوں۔ آپ ہی کے لئے پیدا ہوئی ہوں۔" اس سے آگے مازن بیچاری کچھ نہ کہہ سکی۔ اس کے حوصلے پست ہو گئے۔ ہمت جواب دے گئی۔ احمد بن سعید کے بیٹے کو اس نے بری طرح اپنے ساتھ لپٹا لیا پھر وہ دھاڑیں مار کر رونے لگی تھی۔ آنسوؤں کا ایک سیلاب تھا جو اس کی آنکھوں سے بہہ نکلا تھا۔ پر آنسو دل کے غموں کا غبار تو دھو سکتے ہیں روٹھ کر جانے والوں کو لوٹا نہیں سکتے۔"

ختم شد

